

شکوہ مذہب
المعروف

جلد دوم
فہرست

مناظر اسلام حضرت ابنا محمد علی حسینی

محکم بن نوریہ حسینی

مال لنج، لاہور

عن أبي عبد الله قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم لعمري لعمري (الابتداء جلد دوم ۱۳۲ باب المتعہ)
 حضرت علی رضی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر بیوی
 پالتو گدھے کا گوشت اور نکاح متعہ دونوں کو
 حرام فرمادیا۔



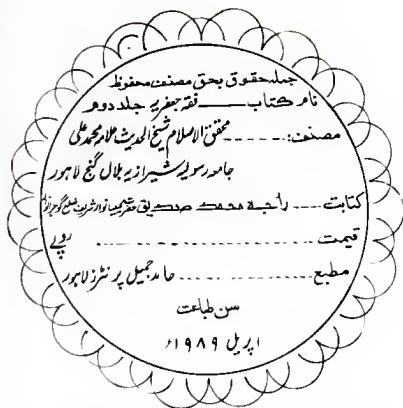
جلد دوم

مندرجات

- | | |
|---------------|-----------------------|
| ● کتاب النکاح | ○ کتاب المتعہ |
| ● کتاب الحدود | ○ کتاب النطر والاباحہ |

تالیف ، منظر سلاطین شیخ الحدیث مولانا محمد علی شتادانی صاحب

مکتبہ نور تہ حسنیہ ، ممبئی ، ۱۹۶۲ء
 لاہور فون ۲۲۶۲۸



ملاحظہ: فقہ جعفریہ جلد اول کے آخر میں دیئے جانے والے تعارف نامہ میں فقہ جعفریہ کی جلدوں کے مضامین کے متعلق دیا جانے والا خاکہ چونکہ قبل از کتابت تھا اس لیے کتاب کی موجودہ ترتیب اس سے قطعی مختلف ہے۔

ایسا ہی پہلے لکھنا چاہیے
 زیادہ اللہ تعالیٰ کوئی (موجود)
 دوزخ معلوم ہے (کچھ بات)
 اور جہنم (کچھ بات)

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوة السالکین حجتہ الواصلین
 پیری و مرشدی حضرت قیلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ
 اللہ علیہ سرکار کیدیا نوالہ شریف اور نگمدار ناموس اصحاب رسول
 محبت اولاد قبول سپر طریقت راہبر شریعت حضرت قبلہ
 پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیدیا نوالہ شریف
 کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تقویٰ
 نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے
 ذریعہ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد
 محمد علی عفا اللہ عنہ

الْأَهْدَاءُ

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، مہربان
 معانان، حجۃ للبعالین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب
 ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب العجم حضرت
 قبلہ مولانا غیاث الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع
 مدینہ طیبہ خلیفہ اعلیٰ حضرت امام المسند مولانا احمد رضا
 خان صاحب فیض بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مایہ میں
 حبیہ مقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دعامسے فقیہ نے اس
 سب کی تحریک کیا۔

ن۔ گزرتا ہوں، اللہ ربہ عز و شرف

محمد علی صاحب



صفحہ	مضامین	ترتیب
۲۷	کتاب النکاح	۱
۲۷	فصل اول	۲
۲۷	نکاح کی حقیقت اور اس میں اختلاف	۳
۲۷	اہل سنت و جماعت کا عقیدہ	۴
۲۸	اہل تشیع کا عقیدہ	۵
۲۸	نکاح اور زنا میں فرق ہونا چاہیے	۶
۳۰	گواہوں کے بغیر نکاح ہو جانے کا ثبوت کتب شیعہ سے	۷
۳۴	فصل دوم	۸
۳۴	اہل تشیع اہل سنت سے نکاح کو حرام کہتے ہیں۔	۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۸	اہل سنت، یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدتر ہیں۔	۱۰
۴۰	نامبی (سنی) حرام زنا سے بھی زیادہ بُرا ہے۔	۱۱
۴۱	نامبی (سنی) کتے سے بھی بدتر ہے۔ (معاذ اللہ)	۱۲
۴۵	اہل سنت کو شیعوں سے رشتہ کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔	۱۳
۴۸	فرقہ شیعہ مرتد فرقہ ہے، کتب اہل سنت سے	۱۴
۵۲	<u>فصل سوہ</u>	۱۵
۱۱	فقہ جعفریہ سے مسائل نکاح،	۱۶
۱۱	(۱) عورت کی شرمگاہ چومنا اور حصول لذت کے لیے اس میں انگلی پھیرنا جائز ہے۔	۱۷
۵۵	بیوی کی خواہش نفسانی پوری کرنے کے لیے انوکھی ترکیب	۱۸
۵۷	(۳) بوقت جماع ”بسم اللہ“ نہ پڑھنے سے شیطان بھی اپنا آکر تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے۔	۱۹
۶۰	وطی فی الدبر جائز ہے۔	۲۰
۶۳	ایک بحث : وطی فی الدبر کے جواز پر اہل تشیع کے دلائل۔	۲۱
۱۱	دلیل اول : امام باقر کی طرف منسوب فتویٰ	۲۲
۶۴	دلیل دوم : امام رضا کی طرف منسوب فتویٰ	۲۳
۶۶	نوٹ : وطی فی الدبر کی حرمت پر کتب اہل سنت سے احادیث	۲۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۷۱	مسئلہ ششم؛	۲۵
۷۱	جب تک عورت کی غلیظ شرکاء نہ دیکھی جائے۔ جماع کی پوری لذت نہیں آتی۔	۲۶
۷۲	مسئلہ ہفتم؛	۲۷
۷۲	جماع میں مرد کی نسبت عورت تنازعے فی صدر زیادہ لطف اندوز ہوتی ہے۔	۲۸
۷۳	مسئلہ ہشتم؛	۲۹
۷۳	خوبصورت عورت ل جائے تو عورت کی بے غم ختم ہو جاتی ہے۔	۳۰
۷۴	مسئلہ نہم؛	۳۱
۷۴	مرد کے آلت منہ کے بڑا ہونے کی حکایت۔	۳۲
۷۹	مسئلہ دہم؛	۳۳
۷۹	مسجد میں پنج تن پاک کے لیے جنبی ہونا (وطی کرنا) جائز ہے۔	۳۴
۸۳	مسئلہ یازدہم؛	۳۵
۸۳	سیدہ فاطمہ کے زفاف پر ستر مزار فرشتوں نے تکبیر کہی۔	۳۶
۸۷	مسئلہ دوازدہم؛	۳۷
۸۷	کثرت سے جماع کرنا انبیاء کی سنت ہے۔	۳۸
۹۱	مسئلہ سیزدہم؛	۳۹
۹۱	مرغ میں پیغیروں کی پانچ خصلتیں موجود ہیں۔ اس سے تم بھی یہ عادتیں سیکھو۔ ان میں سے ایک عادت کثرت جماع بھی ہے۔	۴۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۹۴	مسئلہ چہارم:	۴۱
۱۱	جنت میں سب سے زیادہ لذتِ نعمت جماع ہے۔	۴۲
۹۶	مسئلہ پنجم:	۴۳
۱۱	جماع کے لیے لونڈی ادھار پر دینا جائز ہے۔	۴۴
۹۸	مسئلہ ششم:	۴۵
۱۱	محرم عورتوں سے کے ساتھ لعنِ حریم کی صورت میں جائز ہے۔	۴۶
۱۰۰	لعنِ حریم کا مسئلہ ابو حنیفہ شیعہ کا ہے امام اعظم ابو حنیفہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔	۴۷
۱۰۰	ابو حنیفہ شیعہ کا فقہی مقام، شیعہ کتب کے حوالے سے	۴۸
۱۰۱	مسئلہ ہفتم:	۴۹
۱۱۱	ماں بہن وغیرہ محارم سے وطی کرنا ایک وجہ سے جائز ہے۔	۵۰
۱۱۴	مسئلہ ہشتم:	۵۱
۱۱	باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے جماع کریں یا ساس سے	۵۲
۱۱۸	وطی کی جائے تو اپنی بیوی کی زوجیت میں فرق نہیں آتا۔	۵۳
۱۱	مسئلہ نہم:	۵۴
۱۱۹	اجنبی مرد کا لفظِ اِعرصت اپنے رحم میں ڈال لے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ شرعی اولاد ہے۔	۵۵
۱۱۹	مسئلہ دہم:	۵۶
۱۱	بھانجی کے ساتھ اس کی خالہ کی موجودگی میں اور بھتیجی کے ساتھ اس کی چچی کی	۵۷
	موجودگی میں نکاح کرنا درست ہے۔	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۲۰	مذکورہ دونوں نکاح عند الاحناف باطل و حرام ہیں (حوالہ جانت)	۵۷
۱۲۴	مسئلہ ۲۱:	۵۸
۱۲۴	غلات سے مناکحت جائز نہیں۔	۵۹
۱۲۷	علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مالک یوم الدین وغیرہ صفات الہیہ کے مالک تھے۔	۶۰
۱۲۹	حضرت علی المرتضیٰ میں نبوت رسالت اور خلافت کے مناصب عظمیٰ موجود تھے۔	۶۱
۱۳۲	مسئلہ ۲۲:	۶۲
۱۳۲	میاں بیوی کے درمیان کفو ضروری نہیں۔	۶۳
۱۳۷	نکاح میں اسلام کے سوا دوسری باتوں میں کفو نہ ہونے پر علامہ حاضری شیعہ کے دلائل۔	۶۴
۱۵۲	احناف کے نزدیک غیر سید کا سید زادی سے نکاح خلافت کفو ہے۔	۶۵
۱۵۷	مسئلہ ۲۳:	۶۶
۱۵۷	عدم وطی کی شرط پر نکاح۔	۶۷
۱۶۱	مسئلہ ۲۴:	۶۸
۱۶۱	بعض شیعہ فرماتے یہ کہتے ہیں کہ امام کو مان پھر ہر حرام حلال ہو جائے گا۔	۶۹
۱۶۲	مسئلہ ۲۵:	۷۰
۱۶۲	ایک شیعہ فرقہ کہتا ہے کہ امام جعفر خدا اور الہو الخطاب ان کا رسول ہے۔	۷۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۴۵	مسئلہ ۲۶:	۷۲
۱۱	ایک شیعہ فرقہ "معمریہ" تنسیخ کا قائل ہے۔	۷۳
۱۴۸	مسئلہ ۲۷:	۷۴
۱۱	علی بن موسیٰ اور ان کے ماننے والے کافر ہیں۔	۷۵
۱۴۲	کتاب المتعہ	۷۶
۱۶۷	فصل اول	۷۷
۱۱	حقیقت متعہ کتب اہل سنت سے۔	۷۸
۱۱	عقد متعہ اور عقد موقت میں فرق۔	۷۹
۱۱	عقد موقت	۸۰
۱۷۹	عقد متعہ	۸۱
۱۱	حدیث علت	۸۲
۱۸۰	حدیث حرمت	۸۳
۱۸۱	حدیث علت و حرمت	۸۴
۱۱	حدیث علت و حرمت	۸۵
۱۸۲	حدیث حرمت	۸۶
۱۱	حدیث حرمت	۸۷
۱۸۳	حاصل کلام	۸۸
۱۸۵	فصل دوم:	۸۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۰	کتب شیعہ کے آئینہ میں تعارف متعہ	۱۸۵
۹۱	عبارت تحفۃ العوام: "متعہ کے الفاظ کیا ہوتے ہیں؟"	"
۹۲	عبارت اقتبصار: "متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں اولاد حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا"	۱۸۶
۹۳	عبارت فروع کافی: متعہ کردہ عورت کو طلاق دینے کی ضرورت نہیں	۱۸۷
۹۴	عبارت فروع کافی: ایک مرد ایک وقت ہزار عورتوں کی متعہ کے لیے بیگن کر سکتا ہے۔	"
۹۵	عبارت فروع کافی: عورت سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ آیا تم شادی شدہ ہو؟ بس فوراً متعہ کرو اور چلتے بنو۔	۱۸۸
۹۶	عبارت تہذیب الاحکام: کنجری سے متعہ کیا جاسکتا ہے۔	۱۸۹
۹۷	عبارت من الایحقرہ الفقیہ: متعہ والی عورت کا اگر کہیں پکا نکاح ہو جائے تو بھی متعہ کی مقررہ مدت تک اس سے متعہ ہو سکتا ہے گا۔	۱۹۱
۹۸	عبارت فروع کافی: متعہ میں حرمت غلیظہ کا کوئی سوال نہیں۔	۱۹۲
۹۹	عبارت فروع کافی: متعہ کردہ عورت پر کوئی مدت نہیں (فوراً دوسرا مرد متعہ کر سکتا ہے)	۱۹۳
۱۰۰	عبارت فروع کافی: متعہ صرف یہ ہے کہ کتنی دیر اور کتنے پیسے؟	۱۹۴
۱۰۱	عبارت فروع کافی: منشی بھر گندم پر بھی متعہ ہو سکتا ہے۔	۱۹۵
۱۰۲	عبارت تہذیب الاحکام: سید زادیوں سے بھی شیعہ ہو سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)	"
۱۰۳	عبارت تہذیب الاحکام: متعہ میں کسی کو تباہی کی ضرورت نہیں (چپکے چپکے)	۱۹۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۹۶	مذکورہ عبارات سے متعلق فقہ جعفریہ کے کیا مسائل ثابت ہوئے۔	۱۰۴
۱۹۹	فصل سوم	۱۰۵
۱۰۶	حلت متعہ پر شیعی دلائل اور ان کے جوابات۔	۱۰۶
۱۰۷	دلیل اول	۱۰۷
۱۰۸	آیت قرآنیہ فما استمتعتم الیہ۔	۱۰۸
۲۰۰	جواب اول: پوری آیت پر غور کرو۔	۱۰۹
۲۰۲	جواب دوم: آیت مذکورہ کی ترکیب سے کیا معنی پیدا ہو سکتا ہے۔	۱۱۰
۲۰۳	جواب سوم: استمتعتم سے مراد مطلق نفع اٹھانا ہے۔ قرآنی شراہ	۱۱۱
۲۰۷	قرأت ابی بن کعب کا جائزہ	۱۱۲
۲۱۲	ایک بنیادی اعتراض اور اس کے جوابات۔	۱۱۳
۲۱۴	حلت متعہ پر شیعوں کی دوسری دلیل	۱۱۴
۲۱۸	(حلت متعہ پر مسلم شریف کی حدیث)	۱۱۵
۲۱۹	حلت متعہ پر شیعوں کی تیسری دلیل:	۱۱۶
۲۱۹	آیت استمتاع سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حلت متعہ پر استدلال از تفسیر طبری	۱۱۷
۲۱۹	جواب سوا	۱۱۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۱۹	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پر زور تہذیب کی اور انہیں سمجھایا (مسلم)	۱۱۷
۲۲۲	ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جواز متعہ سے رجوع، بحوالہ ترمذی و بیہقی	۱۱۸
۲۲۶	جواب ۱۱۷:	۱۱۹
۱۱	تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت استمتاع کی تفسیر	۱۲۰
۲۲۸	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے رجوع پر تفسیر کبیر کی صاف عبارت	۱۲۱
۲۲۹	حلت متعہ پر شیعہ حضرات کی چھ تھی دلیل	۱۲۲
۱۱	(اعلان عمر فاروق، دور نبوی میں ہونے والے متعہ کو میں حرام قرار دے رہا ہوں)	۱۲۳
۲۳۱	جواب اول:	
۱۱	(عمر فاروق کا تحریم متعہ کو اپنی طرف منسوب کرنا مجازاً ہے۔)	۱۲۴
۲۳۶	جواب دوم:	۱۲۵
۱۱	(صحابہ کا حرمت متعہ پر اجماع)	۱۲۶
۲۳۹	ایک اعتراض	۱۲۷
۱۱	ابو بکر صدیق کی بیٹی اسما کہتی ہیں، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کیا کرتی تھیں (نسائی طحاوی)	۱۲۸
۲۴۰	جواب:	۱۲۹
۱۱	جو اس حدیث کی سند کہیں سے دکھا دے ہمیں ہزار روپے انعام لے۔	۱۳۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۴۱	تفسیر مظہری میں اس کے بجائے حرمت متد پر اجماع مذکور ہے۔	۱۳۱
۲۴۲	مذکورہ اعتراض کی تائید میں ایک روایت اور اس کا جواب۔	۱۳۲
۲۴۳	مجمع البیان کی عبارت اور اس کی توضیح۔	۱۳۳
۲۴۴	حلت متد پر اہل تشیع کی پانچویں دلیل۔	۱۳۴
۱۱	دشیموں کا اپنی کتب سے متد کو سنت رسول ثابت کرنے کی (کوشش)	۱۳۵
۱۱	حلت متد پر سنت قول از وسائل الشیعہ	۱۳۶
۲۴۹	جواب اول تا سوم۔	۱۳۷
۲۵۱	حلت متد پر سنت فعلی۔ از وسائل الشیعہ	۱۳۸
۲۵۳	جواب:	۱۳۹
۲۵۵	لمحذکرہ:	۱۴۰
۲۶۰	مسئلہ متد پر اہل تشیع کی دو رنگی۔	۱۴۱
۱۱	متد کے بغیر ایمان مکمل نہیں۔ (امام باقر)	۱۴۲
۲۶۱	عراق لبنان اور شام میں شیعہ متد کو دین کے چہرے پر بدنام داغ سمیٹتے ہیں۔	۱۴۳
۲۶۳	متد زنا کی حد ختم کر دیتا ہے۔	۱۴۴
۲۶۴	فصل چہارم:	۱۴۵
۱۱	حرمت متد پر قرآن مجید اور کتب شیعہ سے دلائل۔	۱۴۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۶۶	دلیل ۷۱ آیت ۷۱:	۱۴۷
۱۱	ولیس تعفف الذین الخ۔	۱۴۸
۱۱	دلیل ۷۲ آیت ۷۲:	۱۴۹
۱۱	ومن لم يستطع منكم طوعاً الخ	۱۵۰
۲۶۷	دلیل ۷۳ آیت ۷۳:	۱۵۱
۱۱	والذین هم لغرو جہم الخ	۱۵۲
۲۶۸	حاصل کلام:	۱۵۳
۲۶۹	روایت علی اور اس کی شیعی تاویل کا رد	۱۵۴
۲۷۰	آیت ۷۴ کی تشریح، تفسیر منہج الصادقین اور مجمع البیان سے	۱۵۵
۲۷۱	دلیل ۷۵ آیت ۷۵:	۱۵۶
۱۱	یا ایہا النبی انا احلنا لک الخ	۱۵۷
۲۷۳	دلائل کتب شیعہ بر حرمت متعہ	۱۵۸
۱۱	دلیل ۷۶ فروع کافی:	۱۵۹
۱۱	متعہ کر کے ملعون نہ بنو۔ حضرت علی کا ارشاد	۱۶۰
۲۷۵	دلیل ۷۷ فروع کافی:	۱۶۱
۱۱	متعہ کے بارہ میں ایک مام شخص نے امام باقر کو لاجواب کر دیا۔	۱۶۲
۲۷۷	کیا امام باقر نے واقعی مباہرہ سے فرار اختیار کیا تھا؟	۱۶۳
۲۷۹	دلیل ۷۸ فروع کافی:	۱۶۴
۱۱	امام جعفر نے فرمایا متعہ سے باز آ جاؤ یہ بے حیائی ہے۔	۱۶۵

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	دلیل ۱۱ استبصار:	۱۶۷
۲۸۰	حضرت علی کا فرمان۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کا گوشت اور	۱۶۸
۱۱	متعدہ حرام قرار دیا تھا۔	
۲۸۳	فصل پنجم: از صفحہ ۲۸۳ تا ۳۱۶ صفحہ	۱۶۹
۱۱	شیعہ حضرات کے نزدیک بے حیائی کے انوکھے طریقے	۱۷۰
	بے حیائی کی حد ہو گئی۔	۱۷۱
۳۱۷	فصل ششم:	۱۷۲
۱۱	شیعہ کتب سے متعد کی فیصلتیں اور برکتیں	۱۷۳
۱۱	متعد کرنے والے کی مغفرت ہو چکی ہے۔	۱۷۴
۳۲۰	آیت فما استمتعتم کے تحت تفسیر منہج الصادقین میں	۱۷۵
	مذکور فضائل متعد کی روایات۔	
۳۲۴	متعد می ہر بوسے پر حج اور عمرہ کا ثواب اور ہر حرکت پر پہاڑوں	۱۷۶
	بننا اجر۔	
۳۲۸	متعد سے پیدا شدہ بچہ دوسرے بچوں سے افضل ہے۔	۱۷۷
۳۳۱	متعد کرنے والے کے تمام گناہ معاف اور غسل کے ہر قطرے کے	۱۷۸
	برابر درجات کی بندی حاصل ہوتی ہے۔	
۳۳۲	متعد کرنے کے بعد غسل کرنے پر ہر قطرہ سے ستر فرشتے پیدا ہوں گے	۱۷۹
	جو اس کے لیے تا قیامت مغفرت مانگیں گے۔	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۳۳	الحکمہ۔	۱۸۰
۳۳۵	فصل ہفتم:	۱۸۱
۱۱	اثیر جاڑوی شیخی کی تصنیف "جواز متعہ" کی کذب بیانیوں اور ان کا رد۔	۱۸۲
۳۳۷	کذب بیانی اور دھوکہ دہا:	۱۸۳
۱۱	اثیر جاڑوی ص ۱۰ سے ص ۷۷ قرآنی آیات سے جواز متعہ پر پانچ دلائل اور ان کے جوابات۔	۱۸۴
۳۴۷	دھوکہ اور کذب بیانی ص ۷۷:	۱۸۵
۱۱	تفسیر طبری کی عبارت سے جواز متعہ ثابت کرنے کی کوشش۔	۱۸۶
۳۵۳	جواب تین امور۔	۱۸۷
۳۶۰	دھوکہ اور کذب بیانی ص ۷۷:	۱۸۸
۱۱	حرمت متعہ والی سنی روایات پر بے جا تنقید	۱۸۹
۳۶۱	جواب:	۱۹۰
۳۶۳	میزان الاعتدال سے معاویہ بن صالح کی شفقت۔	۱۹۱
۳۶۹	دھوکہ اور کذب بیانی ص ۷۷:	۱۹۲
۳۷۶	دھوکہ اور کذب بیانی ص ۷۷:	۱۹۳
۱۱	حرمت متعہ دلی روایات متواتر نہیں۔	۱۹۴
۳۷۷	ابن رشد کی سیرت۔	۱۹۵
۳۷۸	حدیث متواتر کی بحث۔	۱۹۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۸۲	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۱۹۷
۱۱	حرمت متعدالی حضرت علی کی روایت کا ایک راوی سفیان بن عیینہ مدلس ہے۔	۱۹۸
۳۸۴	جواب:	۱۹۹
۱۱	سفیان بن عیینہ کے بارے میں حقیقت حال۔	۲۰۰
۳۸۶	تدلیس کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے۔	۲۰۱
۳۹۱	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۲۰۲
۱۱	جواز متعذر طبری کی ایک عبارت۔	۲۰۳
۳۹۳	جواب۔ چیلنج۔	۲۰۴
۱۱	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۲۰۵
۳۹۶	حرمت متعدالی حدیث صحیحین میں تضاد اور حضرت علی سے حرمت متعذر پر کسی بھی قول کے نہ ہونے کا دعویٰ۔	۲۰۶
۴۰۴	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۲۰۷
۱۱	حرمت متعدالی حدیث مسلم پر تنقید۔	۲۰۸
۴۱۰	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۲۰۹
۱۱	حرمت متعدالی حدیث مسلم پر تنقید۔	۲۱۰
۴۱۸	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۲۱۱
۱۱	امام نووی اور امام فخر الدین کی آراء میں تناقض ثابت کرنے کی کوشش	۲۱۲
۴۲۴	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۲۱۳
۱۱	آیت استنعار سے استنباط۔	۲۱۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۳۲	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۳:	۲۱۵
"	دعویٰ کی منسوختیت آیت۔	۲۱۶
۴۴۷	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۴:	۲۱۷
"	حرمت متہ کب تک	۲۱۸
۴۷۱	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۵:	۲۱۹
۴۸۱	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۶:	۲۲۰
۴۹۳	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۷:	۲۲۱
"	سکوت صحابہ۔	۲۲۲
۵۰۰	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۸:	۲۲۳
"	بابر بن عبداللہ صحابی نے جواز متہ کا اعلان کیا۔	۲۲۴
۵۰۴	بابر بن عبداللہ اور متہ کی منسوخی۔	۲۲۵
۵۰۵	حضرت عبداللہ بن مسعود رحمہ اور متہ کی منسوخی۔	۲۲۶
۵۰۶	ابی بن کعب اور ابن عباس رحمہ کی قرأت شاذہ ہے۔	۲۲۷
۵۰۸	ابوسعید خدری رحمہ کی جواز متہ والی روایت مجروح ہے۔	۲۲۸
۵۱۰	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۹:	۲۲۹
"	عبداللہ بن زبیر متہ کی پیداوار تھے۔ راعب اصغہانی۔	۲۳۰
۵۱۲	راعب اصغہانی غالی شیعہ ہے۔ بحوالہ کتب شیعہ۔	۲۳۱
۵۲۰	سلم بن امیہ، معبد بن امیہ اور عمرو بن حریس کے دعویٰ صحت متہ	۲۳۲
۵۲۶	کی حقیقت۔	
"	دھوکہ اور کذب بیانی ۲۰: حرمت متہ والی روایات باہم متضاد ہیں۔	۲۳۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۳۳	دھوکہ اور کذب بیانی ۲۱:	۲۳۲
"	حاصل مطالعہ	۲۳۵
۵۳۸	دھوکہ اور کذب بیانی ۲۲:	۲۳۶
"	ابن نوز کے ساتھ شیخ مفید کا جواز متہ پر مناظرہ۔	۲۳۷
۵۴۳	دھوکہ اور کذب بیانی ۲۳:	۲۳۸
"	متہ دالی عورت کو میراث نہ ملنے کی بھونڈی بحث۔	۲۳۹
۵۵۱	کتاب الحدود	
	شرعی حدود کے متعلق فقہ جعفریہ کے ان کے مسائل	۲۴۰
"	حد زنا:	۲۴۱
۵۵۳	مسئلہ ۱: گواہی کے بغیر بھی نکاح شرعی ہو جاتا ہے۔	۲۴۲
۵۵۴	مسئلہ ۲: عقد نکاح کیے بغیر بھول کر عورت سے وطی کر لی جائے تو کوئی حد نہیں۔	۲۴۳
۵۵۶	مسئلہ ۳: ایجاب و قبول اور گواہی کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے۔	۲۴۴
۵۶۰	حد سرقة:	۲۴۵
"	صرف چار انگلیاں کاٹی جائیں۔	۲۴۶
۵۶۱	پوری پر صرف انگلیاں کاٹنے کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۲۴۷
"	دلیل اول:	۲۴۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۶۸	دوسری دلیل۔	۲۴۹
۵۶۲	تیسری دلیل۔	۲۵۰
۵۷۱	چوری کے جرم پر کلائی سے ہاتھ کاٹنے پر اہل سنت کے دلائل۔	۲۵۱
۵۸۶	زندہ کاتب لغت سے معنی۔	۲۵۲
۵۸۸	رُسخ کی تحقیق۔	۲۵۳
۵۸۹	دو اشکال اور ان کا جواب۔	۲۵۴
۵۹۴	قطع یہ کی حکمت۔	۲۵۵
۵۹۷	کتاب المحظر والاباحۃ	
	ملت و حرمت سے متعلق فقہ جعفریہ کی خصوصی رعایتیں۔	۲۵۶
۵۹۸	فقہ جعفریہ میں گدھا حلال ہے۔	۲۵۷
۶۰۰	گھوڑے کا گوشت کھانا سنت رسول ہے۔	۲۵۸
۶۰۲	فقہ حنفی میں گدھے کا گوشت کھانا حرام ہے۔	۲۵۹
۶۰۵	فقہ جعفریہ میں کوا بھی حلال ہے۔	۲۶۰
۶۰۷	ساڑھے گیارہ تو روغن اگر جھنڈا میں گر جائے تو وہ کس نہیں ہوتی۔	۲۶۱
۶۱۰	ہنڈیا میں جھ ہاگر جانے سے نجاست نہیں آتی۔	۲۶۲
۶۱۲	سنی کی دوکان سے خسر یا ہوا صلال گوشت خنزیر سے زیادہ حرام ہے۔	۲۶۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۱۷	ایک بحث	۲۶۴
"	مچھلی کے حلال و حرام ہونے کے بارہ میں شیعہ سنی نظریہ -	۲۶۵
"	بر قسم کی مچھلی حلال ہے۔ (سنی)	۲۶۶
"	صرف چھلکے دار مچھلی حلال ہے۔ باقی سب حرام ہیں (شیعہ)	۲۶۷
"	ضروری نوٹ:	۲۶۸
۴۱۸	نبی شرعی مسائل میں تقیہ نہیں کرتا۔	۲۶۹
۴۱۹	مچھلی کے حلال و حرام ہونے کے بارے میں ائمہ اہل بیت کے	۲۷۰
۴۲۲	مختلف فتوے۔	
"	عہد حضرت علی کے نزدیک مچھلی کی بہت سی اقسام حرام ہیں مرن	۲۷۱
	چھلکے دار مچھلی حلال ہے۔	
۴۲۴	ع۱: امام جعفر کے نزدیک جری مچھلی کے علاوہ کوئی مچھلی مکروہ نہیں	۲۷۲
"	ع۲: جریث نامی مچھلی مکروہ ہے، امام جعفر،	۲۷۳
۴۲۵	ع۳: سب مچھلیاں حلال ہیں۔ امام جعفر،	۲۷۴
۴۲۶	لمنکر یہ:	۲۷۵
۴۲۹	مچھلی کی تمام اقسام کی حلت پر اہل سنت کے دلائل۔	۲۷۶
"	دلیل اول:	۲۷۷
"	حدیث پاک کی عمومیت	۲۷۸
۴۳۰	دلیل دوم:	۲۷۹
"	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جریث کو حلال فرمایا۔	۲۸۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۶۳۳	ہونیکہ:	۲۸۱
۶۳۴	دوسری بحث:	۲۸۶
۶۳۵	زرگوش کی علت و حرمت میں شیعہ سنی اختلاف	۲۸۳
۶۳۶	زرگوش کے حرام ہونے پر شیعوں کی طرف سے تین وجوہ - (دسامی الشیعہ کی عبارت)	۲۸۴
۶۳۵	جواب وجہ اول:	۲۸۵
۶۳۶	جواب وجہ ثانی:	۲۸۶
۶۳۶	جواب وجہ ثالث:	۲۸۷
۶۳۷	زرگوش کی علت پر اہل سنت کے دلائل -	۲۸۸
۶۳۷	ماخذ و مراجع	۲۸۹



امداری نئی علمی و تحقیقی پیش کش



مصنف

قاری محمد لطیف صاحب - نبیرہ مناظر اسلام علامہ محمد علی صاحب

مصنف



ناشر

مکتبہ نور حسنیا، جامعہ رسولیہ شیرازیہ، بلال گنج لاہور

کتاب الحکام



کتاب النکاح

اس بحث میں ہم تین فصلیں لکھیں گے تاکہ نکاح اور اس کے متعلقات کی تفصیلی گفتگو ہو سکے۔ فصل اول میں ”حقیقت نکاح“ موضوع ہوگا۔ پھر اسی ضمن میں شیعہ سنی اختلاف مجملہ حوالہ جات مذکور ہوگا۔ دوسری فصل میں اہل سنت اور اہل تشیع کی باہمی مناکحت کی بحث ہوگی۔ (انشاء اللہ) اور فصل سوم میں مسائل نکاح ہیں۔

فصل اول

نکاح کی حقیقت اور اس میں اختلاف

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

ہر دو مسلمان (جن میں ایک مرد اور دوسری عورت ہو) کہ جن کے باہم رشتہ ازدواجیت کے انعقاد کی شرعی رکاوٹ نہ ہو خود وہ یا ان کے ولی کم از کم

دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کر لیں۔ اور اس ایجاب و قبول میں کسی متفرعہ معیاد کا دخل نہ ہو۔ عقد شرعی، مکملتا ہے۔ جس کے بعد مرد کی حیثیت خاوند کی اور عورت کی حیثیت اس کی زوجہ کی ہو جاتی ہے۔

اہل تشیع کا عقیدہ

مرد اور عورت آپس میں ایجاب و قبول کر لیں۔ تو عقد ہو گیا۔ دو گواہ ہوں تب بھی درست اور نہ ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر ایجاب و قبول مخصوص وقت تک کے لیے کیا۔ تو بھی عقد صحیح ہو گا۔ لیکن اس کو دو عقد متعہ، کہیں گے۔ اور اگر وقت و معیاد سے کوئی پابندی نہیں۔ تو بھی صحیح لیکن اس قسم کے نکاح کو دو عقد ناجی کہا جائے گا۔

زنا اور نکاح میں فرق ہونا چاہیے

ایک مرد اور ایک عورت اگر تنہائی میں اپنی منہی خواہشات پوری کرتے ہیں تو اس کی عام طور پر دو صورتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں کا پہلے سے عقد شرعی ہو چکا ہے۔ اور دوسری صورت یہ کہ وہ اس سے قبل وہ عقد شرعی، کے بندھن سے آزاد ہیں۔ پہلی صورت میں نہ شرعاً جرم اور نہ عرفاً و عادتاً و عقلاً ناجائز، دوسری صورت میں اگرچہ باہمی رضامندی سے ہو یا اگر وہ جبر سے بہر حال شرعاً ناجائز ہے۔ اور عرفاً و عادتاً اس کو ناجائز و حرام کہا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ دونوں صورتوں میں غناہات نفسانہ کی تکمیل ہے۔ پھر ایک کو واجب الہم اور دوسرے کو ادائیگی حتیٰ کیوں قرار دیا گیا؟ اگر سوچا جائے۔ تو حقیقت یوں سامنے آئے گی۔ کہ ان دونوں میں حد فاصل اور باہم امتیاز دینے والی اگر کوئی چیز ہے۔ تو وہ دو شہادت، اور پابندی وقت

سے آزادی،“ ہی دو چیزیں ہیں۔

اسی لیے اگر دو گواہوں (شہادت) کو ضروری نہ سمجھا جائے۔ بلکہ ایک مرد اور ایک عورت آپس میں ایجاب و قبول کر لیں۔ تو تنہائی میں وطی سے قبل دونوں ایسا کر سکتے ہیں۔ پھر اس پر کوئی لعن لعن نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ ”عقد“ ہو جانے کے بعد جو کچھ ہوا سو ہوا۔ یہ نہی اگر مخصوص وقت تک نکاح جائز ہو۔ تو پھر بھی ایسے جوڑے کو کسی قسم کی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لہذا معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے طریقہ نکاح میں اور زنا میں کوئی خاص امتیاز نہیں۔ بلکہ صریحاً ہی ماہر الاقباد ہے۔ یعنی وطی اور بد معاشی سے قبل دونوں نے نیت ایجاب و قبول کر لی۔ (جو ہو ہی جاتی ہے) تو کوئی جرم نہ ہوا۔ نہ گواہوں کی ضرورت اور نہ ہمیشہ کے لیے بیوی بنا کر ضروری۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی شیعہ اس حقیقت نکاح کے پیش نظر نہ زانی ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس کو زنا کی حدودی جاسکتی ہے۔ کیونکہ وہ جواب دعویٰ میں کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمارے نزدیک نہ گواہ ضروری۔ نہ علی الدوام زوجیت کی قید۔ اس لیے ہم دونوں نے گواہوں کے بغیر چند منٹوں کے لیے چند منٹوں کے عوض ایجاب و قبول کر لیا تھا۔ لہذا ہم زنا کے مرتکب نہیں ہوئے اس لیے اس کی مدد ہم پر جاری نہیں ہو سکتی۔

یہ جو کچھ ہم نے لکھا محض عقلی صغریٰ کبزی بنا کر دلیل پیش نہیں کی۔ بلکہ اس کے بہت سے شراہ موجود ہیں۔ بد قسمتی سے ہمارے ملک (پاکستان) میں بہت سے شہروں میں اسی قسم کے نکاح ہوتے ہیں۔ اور ان میں بننے والی بیویاں اپنی دوکانیں سمجھتے بنتے نادند کے انتظار میں گھڑیاں بسر کرتی ہیں۔ ان کو اس کا دوبارہ کے لیے باقاعدہ لائسنس جاری ہوتے ہیں۔ جن میں ایک شرط یہ بھی لکھنا پڑتی ہے کہ ہم اس دھندے کو اپنے مذہب میں جائز سمجھتی ہیں۔ تبھی تو

ان اٹوں کی رفتی بننے والی کسی عورت کو معتزنا نہیں لگائی جاتی۔ بہذا معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے نکاح اور زنا میں کوئی خاص فرق نہیں۔ اگر ہو بھی تو سچی تکلف کے واسطے موجود ہیں۔

ہم یہ بھی واضح کر دیتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ بغیر گواہوں کے ہم نکاح کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ یہ محض ہم پر الزام ہے۔ مسلک شیعہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور نہ ہی ائمہ اہل بیت سے اس قسم کی کوئی روایت موجود ہے۔ تو ہم خود ان کی کتب سے دو چار روایات ایسی پیش کر دیتے ہیں۔ جن سے یہ پتہ چل جائے گا۔ کہ یہ الزام ہے یا حقیقت حال؟

”دگواہوں کے بغیر نکاح ہو جانے کا ثبوت“

کتب شیعہ سے

فروع کافی؛

عَنْ زُرَّارَةَ ابْنِ أَعْيَنٍ قَالَ سَأَلَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ
امْرَأَةً بِغَيْرِ شُهُودٍ فَقَالَ لَا بَأْسَ
بِئْزٍ وَيُجِزُ الْبَتَّةَ فِيمَا بَيْنَهُ وَ
بَيْنَ اللَّهِ إِذَا جُعِلَ الشُّهُودُ رِخًا
تَزَوَّجَ وَيُجِزُ الْبَتَّةَ مِنْ أَجْلِ الْوَلَدِ
لَوْلَا ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ بِهِ

بَاسَ .

دفعہ کافی جلد ۵ صفحہ نمبر ۲۸
کتاب النکاح باب التزویم
بغیر بیعتہ - مطبوعہ تتران
طبع جدید .

ترجمہ:

ذرارہ بن امین کہتا ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
پوچھا گیا۔ کہ ایک مرد کسی عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کر لیتا ہے
(کیا یہ نکاح جائز ہے؟) فرمایا۔ اشد ار اس کے نکاح کرنے والے کے
درمیان اس نکاح کے منقذ ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ نکاح یقیناً
ہو گیا۔ گواہوں کو تو نکاح میں صرف اولاد کی خاطر ضروری رکھا گیا ہے۔
اگر اولاد کا معاملہ درمیان میں نہ ہو۔ تو گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

عَنْ مُسْلِمِ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ
أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً
وَلَمْ يُشْهَدْ فَقَالَ أَمَّا فِيمَا
بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ عَسَى وَجَلَّ
فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَلَكِنْ
إِنْ أَخَذَهُ سُلْطَانٌ جَائِدٌ

عاقبتہ۔

دکن لایکھنؤ الفقیہہ - جلد ۲ ص ۲۵۱
باب النولی والشہود والخطبہ
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

مسلم بن بشیر حضرت امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے
کہتا ہے۔ کہ میں نے امام موصوف سے ایک ایسے مرد کے متعلق
پوچھا۔ جس نے ایک عورت سے شادی رچائی۔ لیکن کوئی گواہ نہ بنایا
(کیا اس کا نکاح ہو گیا؟) فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اور اس نکاح کرنے والے کے
ما بین کوئی حرج نہیں ہے۔ (کیونکہ عند اللہ یہ نکاح درست ہے۔)
لیکن اگر شخص کسی ظالم حکمران کے ہتھے چڑھ گیا۔ تو وہ اسے ضرور سزا
دے گا۔

تمذیب الاحکام

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِشْمًا جُعِلَتْ
الْبَيْتَةُ فِي النِّكَاحِ لِأَجْلِ التَّوَارِثِ.

(تمذیب الاحکام جلد ۲ ص ۲۴۸)
باب تفصیل احکام النکاح مطبوعہ
تہران طبع جدید

ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا
نکاح میں گواہ تو اس لیے رکھے گئے ہیں تاکہ اولاد کی وراثت میں

کوئی جھگڑا نہ پڑے۔ (دور نہ گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے)

ملحد فکریہ

مذکورہ تین عدد وحوالہ بات سے ثابت ہوا کہ

- ۱۔ مسلک شیعہ میں نکاح کے لیے گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔
- ۲۔ ضرورت صرف اس صورت میں پڑے گی۔ جب اولاد کے لیے میراث کا معاملہ حل کرنا مقصود ہو۔

۳۔ گواہوں کے بغیر نکاح کرنے والا اللہ کے نزدیک مجرم نہیں

۴۔ اگر کوئی مالک وقت اس کو سزا دے۔ تو وہ ظلم ہوگا۔

آپ ان امور کو یاد بار پڑھیں۔ پھر موازنہ کریں۔ کہ زنا اور شیمی نکاح میں کیا فرق ہے یہ ایک بڑی امر ہے۔ کہ زانی اور مزنیہ کے پیش نظر صرف شہوت رانی ہوتی ہے حصول اولاد کا تصور تک نہیں ہوتا۔ جب اولاد مقصود ہی نہیں۔ تو ان کی میراث کا مسئلہ کہاں سے اُسے گا۔ یہی اولاد تھی۔ کہ جس کی خاطر گواہوں کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا۔ لہذا یہ (زنا) بھی ان کے ہاں عند اللہ نکاح ہو گیا۔ پھر نکاح کرنے والے جوڑے پر حد لگانے والا واقعی ظالم ہوگا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل دوم

اہل تشیع "اہل سنت" سے نکاح کو حرام کہتے ہیں

اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ اہل سنت و جماعت دائرہ اسلام سے خارج (یعنی کافر) ہیں۔ اور یہود و نصاریٰ سے بھی کہیں بدتر ہیں۔ لہذا انہیں رشتہ دینایا اُن کا رشتہ لینا قطعاً حرام ہے۔ اس کے علاوہ نہ اہل سنت کا فریضہ کھایا جائے اور نہ ہی ان کے ساتھ مشترک یا ہمسائیگی کے طور پر رہائش رکھی جائے۔ اس عقیدہ کے ثبوت میں ان کی کتب سے حوالہ بات ملاحظہ ہوں۔

الاستبصار

عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْمَرْأَةِ الْعَارِفَةِ
هَلْ أَزْوَجُهَا الْمَنَاصِبَ فَقَالَ لَا لِأَنَّ
الْمَنَاصِبَ كَافِرٌ فَقَالَ فَإِنَّ زَوْجَهَا الرَّجُلَ
غَيْرَ الْمَنَاصِبِ وَلَا الْعَارِفِ فَقَالَ

غَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ -

(الاستبصار جلد ۲ ص ۸۴ باب

تحريم النكاح الناصبة

المشهوره بذلك مطبوع طهران

طبع برید)

ترجمہ:

فضیل بن یسار نے کہا۔ میں نے امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا کسی جانی یا پیمانی شیعہ عورت کا نکاح کسی ناصب (سنی) سے کر دوں فرمایا نہیں۔ کیونکہ ناصبی (سنی) کا فریض۔ پھر میں نے پوچھا کیا ایسی عورت کا نکاح کسی غیر ناصب (غیر سنی) یا ان جان سے کر دوں۔ فرمایا۔ ناصب (سنی) کے علاوہ ہر آدمی مجھے اس سے بہتر نظر آتا ہے۔ (لہذا اس سے یا ہننے میں کوئی حرج نہیں ہے)

تہذیب الاحکام:

عَنْ فَضِيلِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ لَا يَتَنَوَّقُ بَعْضُ الْمُؤْمِنِينَ
الْناصِبِيَّةَ الْمُعْرِوْفَةَ -

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۲ ص ۲۰۲)

فیمن یحرم نکاحہن النہ۔ مطبوعہ تہران

طبع برید)

دو حوالے الگے صفحہ پر ہیں۔

(۲) - فروع کافی جلد ۵ ص ۲۴۸

کتاب النکاح باب

مناکحة النصاب -

مطبوعہ تہران طبع جدید

(۳) - الاستبصار جلد ۲ ص ۱۸۲

باب تحریر النکاح

الناسیبة - مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

فضیل بن یسار نے امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ امام نے فرمایا کہ کوئی صاحب ایمان (شیعہ مرد) کسی ایسی عورت سے ہرگز شادی نہ چاہے۔ جو ناصبیہ (سنیہ) ہونے میں مشہور ہو۔

فروع کافی:

عَنْ فَضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ
اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ تَنْكَاحِ النَّاصِبِ
ذَعَمَالَ لَا وَاللَّهِ مَا يُجِلُّ.

(فروع کافی جلد ۵ ص ۲۵۰ کتاب

النکاح باب مناکحة النصاب

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: فضیل بن یسار کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سے پوچھا۔ کیا مہاسب (مثنیٰ) امر و نسیہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ خدا کی قسم! یہ ہرگز حلال نہیں ہے۔

الاستبصار

عَنْ فَضِيلِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ ذُكِرَ النَّاصِبُ فَقَالَ لَا تَنْتَ يَعْهَمُهُمْ
وَلَا تَأْكُلُ ذِمَّتَهُمْ وَلَا تَسْكُنُ
مَعَهُمْ۔

(۱۔ الاستبصار جلد سوم صفحہ نمبر ۱۸۴)

باب تحریم نکاح الناصب

مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۲۰۲)

فی من یحرم نکاحہم الناصب

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

فضیل بن یسار روایت کرتا ہے۔ کہ امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے مہاسب (اہل سنت) کی بات حیت ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان سے نہ نکاح کرو۔ نہ انہیں نکاح دو۔ اور نہ ان کا ذبح کیا ہو جانور کھاؤ۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ رہائش اختیار کرو۔

”اہل سنت، یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی

بدتر ہیں

فروع کافی؛

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلَهُ أَبِي وَأَنَا أَسْمَعُ
عَنْ تَنكَاحِ الْيَهُودِيَّةِ وَالنَّصْرَانِيَّةِ فَقَالَ
نِكَاحُهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ تَنكَاحِ النَّاصِبِيَّةِ
وَمَا أَحَبُّ لِلرَّجُلِ الْمُسْلِمِ أَنْ يَتَنَزَّ وَجَّ
الْيَهُودِيَّةَ وَلَا النَّصْرَانِيَّةَ مَخَافَةَ
أَنْ يَتَهَمَوْا وَلَدَهُ أَوْ يَتَنَصَّرَ.

(فروع کافی جلد پنجم صفحہ نمبر ۳۵۱)

کتاب النکاح باب

مناکحة النصاب مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ؛

عبد اللہ بن سلمان حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے والد نے حضرت امام موصوفی
یہودی اور عیسائی عورت سے شادی کرنے کے متعلق پوچھا اور
میں اس وقت یہ سوال و جواب سن رہا تھا امام موصوفی نے فرمایا۔

ان دونوں قسم کی عورتوں سے شادی کرنا میرے نزدیک نامصیبہ (منہر) سے
 شادی کرنے کی نسبت کہیں بہتر ہے۔ لیکن میں کسی مسلمان مرد کے لیے
 یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی یہودی یا نصرانی عورت سے شادی کرتے ہوئے
 کیونکہ اس شادی کے سرانجام پانے اور پھرن
 کے ہاں اولاد ہونے کے بعد مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہیں ایسا
 نہ ہو کہ وہ نصرانی یا یہودی عورت اس مسلمان کی اولاد کو زبردستی یہودی
 یا عیسائی بنادے۔

ایضاً:

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ تَزَوُّجُ الْيَهُودِيَّةِ وَ
 النَّصْرَانِيَّةِ أَفْضَلُ أَوْ قَالَ خَيْرٌ مِنْ تَزَوُّجِ النَّاصِبَةِ
 وَالنَّاصِبَةِ۔

(نور کافی جلد پنجم صفحہ نمبر ۲۵۱)

کتاب النکاح باب

ہناکحة النصاب: لم یوتہ تہران

لم یوتہ تہران

ترجمہ:

ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے راوی کہ امام موصوف نے
 فرمایا کسی یہودی اور عیسائی عورت سے شادی کرنا افضل ہے۔ یا فرمایا کسی
 سنی مرد یا عورت سے شادی کرنے سے یہودی اور نصرانی سے شادی
 کرنا اچھا ہے۔

نامب (سُنی) حرام زادے سے بھی

زیادہ بُرا ہے

جامع الاخبار:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ نَوْحًا أَدْخَلَ
فِي السَّفِينَةِ الْكَلْبَ وَالْحَنْزِيرَ وَلَمْ يَدْخُلْ
فِيهَا وَلَدُ الزَّانَا وَالْمُتَاَصِبُ أَشَدُّ مِنْ
وَلَدِ الزَّانَا.

(جامع الاخبار صفحہ نمبر ۱۸۵)

الفصل السابع والعشرين

والمائة في التعصب الغ

مطبوعہ نمبر اشرف

ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی
میں کتا اور خنزیر کو سوار کر لیا۔ لیکن حرامی کو اوپر نہ بڑھا لیا۔ نامب (سُنی) تو
حرام زادے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

ناصب (سنی) کتے سے بھی بدتر
ہے معاذ اللہ

الملة المشقية:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْفُورَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَإِيَّاكَ أَنْ تَغْسِلَ مِنْ
غَسَالَةِ الْحَتَمِمْ وَفِيهَا تَسْجِمْ غَسَالَةُ
الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيَّ وَالْمَجُوسِ وَالنَّاصِبِ
لَنَا أَهْلُ الْبَيْتِ فَهَلْ شَرُّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى
لَمْ يَخْلُقْ خَلْقًا أَنْجَسَ مِنَ الْكَلْبِ وَآرَبٍ
النَّاصِبِ لَنَا أَهْلُ الْبَيْتِ لَأَنْجَسَ مِنْهُ.

(الملة المشقية جلد پنجم ص ۲۶، ۲۵)

(۲۲ مشکوٰت)

ترجمہ:

عبد اللہ بن یعفور نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت
کی کہ امام موصوف نے فرمایا: خبردار! اپنے آپ کو حمام کے پانی سے
دور رکھنا۔ کہ جس میں یہودی، نصرانی اور مجوسی کے غسل کا پانی جمع ہوتا ہو
اور ہمارے ناصب (سنی) کا غسل تو ان سے بھی کہیں زیادہ ناپاک اور
گندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے کتے سے زیادہ نجس
(ناپاک) کوئی دوسرا پیدا نہیں کیا۔ اور ہم اہل بیت کا ناصب (سنی) تو کتے
سے بھی زیادہ نجس ہے۔

ناصب کون ہے؟

ہم نے مذکورہ حوالہ جات میں جہاں کہیں بھی لفظ ”ناصب“ یا ”ناصبی“ آیا اس کا ترجمہ ”اہل سنت یا سنی“ کیا ہے۔ اس پر بعض بھولے بھالے اہل سنت کو اہل تشیع پر کہہ کر دھوکہ دے دیتے ہیں۔ کہ ہماری کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ ناصبی کے لیے ہے۔ اہل سنت تو ناصبی نہیں۔ اس لیے اُن کو اس سے برا نہیں منانا چاہیے اور ناصبی وہی لوگ ہیں جن کو خوارج یا فارجی بھی کہتے ہیں۔ ان خارجیوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں تھے (معاذ اللہ)

ہم نے جو ترجمہ کرتے وقت لفظ ناصب سے مراد سنی لیا۔ یہ اپنی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ شیعوں کی کتب میں صاف صاف موجود ہے۔ کہ ناصبی سے مراد وہ اہل سنت، ہی ہیں۔ لہذا کسی شیعوں کے مذکور بالا دھوکہ میں نہ آیا جائے۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

انوارنعمانیہ:

نعمت اللہ جزائری شیبی نے ”انوارنعمانیہ“ میں ”وناصبی“ کی تعریف میں لکھا۔ ”وہ لوگ جو اہل بیت رسول سے عداوت رکھیں۔ ان کو ”وناصبی“ کہنا غلط ہے۔ بلکہ ”وناصبی“ وہ لوگ ہیں۔ من نصب العداوة لشیعة اهل البيت علیہم السلام جو شیعیان اہل بیت سے عداوت رکھیں۔ ”وناصبی“ کے یہ معنی بیان کرنے کے بعد مصنف نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں ایک تائیدی قول بھی پیش کیا۔ جو یہ ہے۔

يَا سَنَادُ مُعْتَبِرٍ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ كَيْسَ النَّاصِبُ مَنْ تَصَبَّ لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ

لَا تَنَكَ لَا تَجِدُ رَجُلًا يَقُولُ أَنَا أُبْغِضُ مُحَمَّدًا
وَأَلْ مُحَمَّدٍ وَلَكِنَّ النَّاصِبَ مَنْ نَصَبَ لَكُمْ
وَهُوَ يَكْمُرُ أَتَكُمْ تَتَوَلَّوْنَا وَأَنْتُمْ مِنْ شُعَيْبَتِنَا
وَفِي مَعْنَاهُ أَنْخَبَارُ كَثِيرَةٍ وَقَدْ رَوَى عَنْ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَنَّ عَلَامَةَ النَّوَاصِبِ
تَقْدِيمُ غَيْرِ عَلَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ
وَيُؤَيِّدُهَا الْمَعْنَى أَنَّ الْأَيْثَمَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
وَنَحْوَاتِهَا طَلَعُوا لَفْظَ النَّاصِبِ عَلَى
أَبِي حَنِيفَةَ وَأَمْثَالِهِ مَعَ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ لَمْ
يَكُنْ مِمَّنْ نَصَبَ الْعَدَاوَةَ لِأَهْلِ الْبَيْتِ
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ -

اور انسانی تعین نعمت الجبرری

ایشی جلد دوم، ۳۰۰ غلطی فی

احوال الصوفیہ والنواصب

مطبوعہ تبریز ہمدان

ترجمہ ۱

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جو یہ روایت ہے
کہ آپ نے فرمایا: نا سب وہ نہیں جو ہم اہل بیت کو برا بھلا کہے یا عداوت
رکھے۔ کیونکہ ہمیں ایک ہی آدمی ایسا نہ ملے گا جو یہ کہے کہ میں محمد صلی اللہ
عزہ وسلم اور آل محمد سے بغض و عداوت رکھتا ہوں۔ بلکہ نا سب وہ ہے جو
اسے شیعہ نہیں اچھا نہ سمجھتا ہو۔ اور تمارے بارے میں یہ جانتے

ہوئے کہ تم ہم اہل بیت سے محبت کرتے ہو۔ اور تم ہمارے
شیعہ ہو۔ بغض و عداوت رکھنا ہو۔ اس بارے میں بہت سی روایات
موجود ہیں۔ جن سے نامہی کا یہی معنی مفہوم ہوتا ہے۔ خود حضورؐ پر
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: نامہی کی
نشانی یہ ہے۔ کہ وہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے دوسروں کو
افضل کہے۔

نامہی کے اسی معنی کی تائید لوگ بھی ہو جاتی ہے۔ کہ ائمہ اہل بیتؑ نے اور ان
کے خاص متقدمین نے ابوحنیفہؒ اور ان جیسے دوسرے یعنی یقینوں کے اماموں پر لفظ
”نامہی“ بولا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی اہل بیت سے بغض و عداوت نہ
رکھتا تھا بلکہ ان کی شیعان اہل بیت سے عداوت کی وجہ سے انہیں نامہی
کہا گیا۔

خلاصہ کلام:

انوار النہایہ کے مصنف نعمت اللہ جزائری شعی نے دو لوگ الفاظ سے یہ
ثابت کیا ہے۔ کہ ”نامہی“ سے مراد دو خارجی ہیں۔ بلکہ شیعان اہل بیت کے
مخالف ہیں۔ اور اس مفہوم و تعریف کی تصدیق و توثیق میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کا قول بھی پیش کیا۔ بلکہ حضورؐ و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث
بھی اس کی تائید میں ذکر کی گئی۔

اہل سنت کے متعلق نعمت اللہ جزائری نے مسلک شیعہ کی ترجمانی کرتے
ہوئے جو گندے الفاظ بطور عقائد شیعہ ذکر کیے۔ ان میں سے چند کا تو مذکورہ
حوالہ جات میں ذکر ہے۔ ان کے علاوہ یہ بھی مذکور ہے۔ کہ وہ اگر اہل تشیع اس

امر کی قدرت پائیں۔ کردہ منہوں کا خون بہا سکیں۔ تو انہیں دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ ان کا مال لٹنا، ان پر دیوار گرا کر اور دینا اور انہیں پانی میں ڈبو کر ناسب کچھ روا ہے۔

لمحہ فکریہ:

اہل تشیع کے مسلک و عقیدہ کو آپ نے جانا۔ اہل سنت کے متعلق اُن کا یہ نظریہ ہے۔ لکنا، خنزیر اور حرام زادہ ان سے کہیں بہتر ہے۔ قدرت پانے پر سینوں کو ہر طرح سے اذیت دینا جائز ہے۔ انہیں رشتہ دینے اور ان سے رشتہ لینے سے یہودی اور عیسائی کہیں اچھے ہیں۔ ان عقائد کے ہوتے ہوئے کسی سُنی پر یہ بات مخفی نہ رہنی چاہیئے۔ کہ اہل تشیع کو اپنی متورات کے رشتے دینے کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔ کیونکہ اُن کے عقیدہ کے مطابق اور ہم اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق یہ نکاح نہیں ہوا۔ اس لیے اس قسم کے نکاح کو پھر ”حرام ہی کہا جائے گا اور اگر ذرا نرم لہجے میں کہیں۔ تو یہ ”نکاح متعہ“ ہو گا۔

اہل سنت کو شیعوں سے رشتہ کرتے ہوئے

شرم آنی چاہیئے

اہل سنت کو غیرت و حمیت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ جب شیعہ ہمیں کفار سے بھی بدتر سمجھیں۔ اور جس لعین خنزیر کو بھی ہم سے اچھا کہیں تو پھر اس کے بعد باہم مناکحت کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک کو (معاذ اللہ) دائرہ اسلام سے خارج گردانیں۔ خصوصاً اعلیٰ خلافت پر ہر نماز کے بعد لعن طعن کرنا عقیدہ رکھیں۔ تو ان حالات میں کسی سنی کی غیرت

یہ اجازت دیتی ہے کہ ان سے رشتہ کے معاملہ میں یمن دین کرے۔ حضرات علقہ
نکلائی ذات پر نماز کے بعد تیرہ بازی کا تفصیلی ذکر ہم نے لکھا لیکن سر دست یہاں
بھی ایک دو حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔

فروع کافی:

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ تُوَيْرٍ وَ ابْنِ سَلَمَةَ
الْتِرَاجِ قَالَا سَمِعْنَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَكُونُ فِي دُبُرِ كُلِّ
مَكْتُوبَةٍ أَرْبَعَةٌ مِنَ الْجِبَالِ وَأَرْبَعًا مِنَ
النِّسَاءِ فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَمَعَاوِيَةُ وَ
يُسَيْمِيْلَهُمْ وَفُلَانَةٌ وَهَذَا وَ أَمَّا الْحَكِيمُ
أُخْتُ مَعَاوِيَةَ۔

(فروع کافی جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۴۲)

کتاب الصلوٰۃ باب التعصبات

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

حسین بن تویر اور ابوسلمہ سراج دونوں کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ کو ہر فرض نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت
بھیجا کرتے تھے۔ چار مرد یہ تھے۔ یمنوں خلفاء ابوبکر عدنی، عمر بن
الخطاب، عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم۔ اور چار عورتیں یہ
تھیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ حفصہ، ہندہ اور امیر معاویہ
کی ہمشیرہ ام الحکم۔

تحفة العوام:

دور کعت نماز پڑھے۔ اور یہ کہے۔

اللَّهُمَّ خُصَّنْ أَنْتَ أَوَّلَ ظَلَمٍ بِاللَّعْنِ مِنِّي وَأَبْدَأْ بِهِ
أَوَّلَ شَعْرٍ الشَّكْرِ فِي شَعْرٍ الشَّائِثِ ثُمَّ الرَّابِعِ اللَّهُمَّ الْعَن
بِرِّ يَدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ خَائِماً

(تحفۃ العوام حصہ اول صفحہ نمبر ۱۷۷)

باب میسواں ماہ محرم کے اعمال میں
مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم

ترجمہ:

دور کعت نماز پڑھ کر اللہ کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اور
کہے۔ اے اللہ! پہلے ظالم کو میری طرف سے لعنت کے لیے
خام کر دے۔ اس طرح پہلے ظالم سے لعنت کی ابتداء کرے۔
پھر دوسرے، تیسرے اور چوتھے پر لعنت ڈالنے کے پانچویں نمبر
پر یزید بن معاویہ پر لعنت کی دعا کرے۔

تنبیہ:

مذکورہ بالا حوالہ جات میں اول سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، دوم سے
حضرت بن الخطاب، سوم سے حضرت عثمان غنی اور چوتھے سے مراد حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان حضرات کی عظمت و تعلیم چونکہ اہل سنت کے ہاں
مسلح ہے۔ اس لیے اگر کوئی خبیث ان کے اسماء گرامی ذکر کرتا۔ تو اس کے سانس
کے خاتمہ کا سبب بن جاتا۔ اس لیے اپنے مکروہ اور خبیث عقیدہ و تفسیر کا

سہارا لے کر اول ثنائی ثالث اور رابع لکھ دیا۔ یزید کو چونکہ اہل سنت بھی قابلِ تکریم و تعظیم نہیں سمجھتے۔ اس لیے اس کا صراحت کے نام ذکر کر دیا۔ اور تقیہ کی ضرورت نہ پڑی۔ ان نظریات پر مطلع ہونے کے بعد بھی اگر کوئی سنی در اہل تشیع، اسے رشتہ کا لین دین کرتا ہے۔ تو اس سے یہی نتیجہ نکلے گا۔ کہ ایسے شخص کو حضراتِ عظامے مثلاً شہداء اور اہلِ اہمات المؤمنین رضی اللہ عنہم سے کوئی دینی و روحانی رشتہ نہیں۔ بلکہ اسے در اہل سنت، کہلانے کا قطعاً حق نہیں پہنچتا۔ لہذا اسے اہل سنت! خبردار! خبردار!

یہاں تک ہم نے جو کچھ لکھا۔ وہ اہل تشیع کا ہم اہل سنت کے متعلق عقیدہ تھا۔ جس سے آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہو گی۔ کہ ان تمام خرافات کا سبب صرف ایک ہے۔ وہ یہ کہ در اہل سنت و جماعت "شیعانِ اہل بیت" کو اچھا نہیں سمجھتے، اس مقام پر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ذکر کر دیا جائے کہ ہمارے سلف و خلف نے یہ قصور کیوں کیا؟ کیا ہمیں ان سے کوئی ذاتی عداوت تھی؟ کیا ہم نے ان کی جائیدادِ غضب کی؟ آخر کوئی تو وجہ ہو گی۔ آئیے! ہم اس قصور کی ذمہ داری اٹھاتے ہوئے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

فرقہ شیعہ مزند فرقہ ہے۔ کتب اہل سنت

در مختار و رد المختار!

الْكَافِرُ يَسْتِ الشَّيْخَيْنِ أَوْ يَسْتِ أَحَدَهُمَا
فِي الْبَصْرِ عَنِ الْجَوْهَرَةِ مَعْنِيًّا لِلشَّهِيدِ مَنْ
سَبَّ الشَّيْخَيْنِ أَوْ طَعَنَ فِيهِمَا كَفَرُوا لَا

تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ وَ بِهِ أَخَذَ الدَّبُوسِيُّ
وَ آيُو اللَّيْثِ وَ هُوَ الْمُخْتَارُ يَلْقَتَاوِي
..... نُقِلَ فِي السَّبْزِ اِزِيَّتَهُ عَنِ الْخَلَّاصَةِ
أَنَّ التَّرَافِضِيَّ إِذَا كَانَ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ
وَ يَلْعَنُهُمَا فَهَلُو كَافِرٌ .

در مختار و رد المحتار جلد ۲ ص ۲۳۸

۲۳۸ - باب المهر - مطبوعہ مصر

ترجمہ:

سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک
کو یا دونوں کو گالی دینے والا اور ان پر لعن طعن کرنے والا کافر ہے ۔
اس کی توہرت قبول نہیں ہوتی ۔ علامہ دبوسی اور ابواللیث رحمۃ اللہ علیہما کا
یہی فتویٰ ہے اور قول مختار بھی یہی اور خلاصۃ الفتاویٰ میں
ہے ۔ کہ رافضی (شیعہ) جب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما
کو گالی گویں دے ۔ یا لعن طعن کرے ۔ وہ کافر ہے ۔

فتاویٰ عالمگیری:

التَّرَافِضِيُّ إِذَا كَانَ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ وَ
يَلْعَنُهُمَا وَ الْعِيَاذُ بِاللَّهِ فَهَلُو كَافِرٌ
..... مَنْ أَنْكَرَ إِمَامَةَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَهَلُو كَافِرٌ وَ عَلَى قَوْلِ
بَعْضِهِمْ هُوَ مُبْتَدِعٌ وَ لَيْسَ بِكَافِرٍ

وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ كَافِرٌ..... وَهُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
خَارِجُونَ عَنْ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ وَ
أَحْكَامُهُمْ أَحْكَامُ الْمُرْتَدِّينَ كَذَا
فِي الظَّاهِرِ يَسْتَلِ.

(فتاویٰ عالمگیری - جلد ۲ ص ۲۹۲)

الباب التاسع في احكام

المرتدين - مطبوع مصر - طبع تقديم

ترجمہ:

جو رافضی (شیعہ) سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو کالی
کہے۔ وہ کافر ہے۔ جس نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امت
و خلافت کے برحق ہونے کا انکار کیا۔ وہ بھی کافر ہے بعض نے
کہا۔ کہ ایسا شخص بدعتی ہے۔ کافر نہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ بدعتی
نہیں بلکہ وہ کافر ہے۔ یہ لوگ ملت اسلامیہ سے خارج ہیں اور ان کے
احکامات وہی ہیں جو مرتدین کے ہیں۔ ظہیر یہ میں یہی مذکور ہے۔

خلاصہ کلام:

حنفی فقہ کی دو مستند کتب فتاویٰ کی عبارات سے بات واضح ہو گئی
کہ ہم کسی رافضی (شیعہ) کو محض ذاتی عناد کی وجہ سے برا بھلا نہیں کہتے بلکہ اس
کی اس وجہ حضرات شیعین رضی اللہ عنہما کی توہین اور ان کی ذات اقدسہ پر ناجائز
حرف زنی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر وہ دائرہ اسلام سے خارج
ہونے کی بنا پر مرتد ٹھہرے۔

انہی کتب میں یہ بھی تصریح موجود ہے۔ کہ کسی مسلمان مرد و عورت کا نکاح کسی بھی مرتد یا مرتد سے ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ تصریح ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ مالگیریہ:

وَمِنْهَا مَا هُوَ بَاطِلٌ بِالْإِتِفَاقِ نَحْوُ النِّكَاحِ
خَلَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً مُسْلِمَةً
وَلَا مُرْتَدَّةً وَلَا ذِمِّيَّةً وَلَا حُرَّةً وَلَا مَمْلُوكَةً
وَتَحْرُمُ ذِمِّيَّتُهُ وَصِيدُهُ بِالنَّكَلِ وَ
الْبَازِي وَالرَّحِي

(فتاویٰ مالگیریہ جلد دوم صفحہ ۲۸۲)

الباب التاسع في احكام المرتدين

مطبوعہ مصر

ترجمہ:

مرتدین کے ان احکامات میں کہ جن کے بطلان پر تمام علماء کا اتفاق ہے ایک
یہ ہے کہ ان سے نکاح کالین دین بالکل باطل ہے۔ لہذا کسی مرتد کو اس
بات کی قطعاً بازت نہیں۔ کہ وہ کسی مسلمان عورت، مرتدہ، ذمیہ، آزاد
اور باندی سے نکاح رچ جائے۔ اس کا دلچ کیا ہوا حرام ہے۔ اور شکاری
کتنے، باز اور تیر سے اس کا شکار کیا ہوا بھی قطعاً حرام ہے۔

فتاویٰ مالگیری اور دیگر کتب فتویٰ سے واضح ہو گیا۔ کہ شہین پر یمن یمن کی وجہ
سے دو شیعہ، اسلام سے خارج اور مرتدین کے حکم میں ہے۔ اور ہر مرتد کے متعلق
امت کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ ان کو نکاح دینا یا ان سے رشتہ لینا دونوں حرام ہیں۔

اسے نام نہاؤ سنو! ان تصریحات کے بعد تمہاری آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور تمہیں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سابقہ طریقہ سے توبہ کرنی چاہیئے! ورنہ اُمید کے لیے گستاخانِ شیخین رضی اللہ عنہما سے کسی قسم کی مداخلت رروار کھنے سے اعتقاد برتنا چاہیئے۔ ورنہ اپنے آپ کو اہل سنت شمار نہ کرو۔ آخر اللہ کے ہاں جانتے ہیں اس کے محبوب کی شفاعت چاہنی ہے۔ تو شیخین کے بکواسی کے ساتھ رشتہ گانٹھنے والا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کس منہ سے جائے گا۔ اور کس زبان سے شفاعت کی التجا کرے گا؟

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل سوم

فقہ جعفریہ سے مسائل نکاح -

»فقہ جعفریہ« کے بارے میں خیال یہ تھا کہ اسلام کے صرف چار ارکان پر ہی اتکا کیا جائے گا۔ لیکن جب کچھ دوسرے موضوعات کے مسائل سامنے آئے۔ تو انہیں دیکھ کر تعجب ہوا۔ لہذا نکاح کے بارے میں چند ضروری اختلافی مسائل کے علاوہ کچھ ایسے مسائل کا بھی ذکر ہو گا جنہیں پڑھ کر آپ یقیناً یہ کہہ اٹھیں گے کہ »فقہ جعفریہ« ان روایات و احادیث کا مجموعہ ہے۔ جو حقیقت و صداقت سے کوسوں دور ہیں۔ بلحاظ ترتیب چند مسائل ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ ۱:

عورت کی شہرگاہ چومنا اور حصولِ لذت کے لیے اس میں انگلی وغیرہ پھیرنا جائز ہے

وَسْأَلُ الشَّيْخِ غَيْرُهُ

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ مُرْسِي
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ الرَّجُلِ يُقِمُّ قُبُلَ

اَمْسَرَ آتَمَ قَالَ لَا بَأْسَ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۸ ص ۷۷ کتاب النکاح،

باب جواز تقبیل الرجل قبل زوجته)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۱۳ باب السنۃ

فی عقد النساء الخ)

(۳۔ فروع کافی جلد ۵ ج ۲ / القول عند الباء

ويعصر من مشاكتہ الشیطن۔)

ترجمہ:

علی بن جعفر کہتے ہیں۔ میں نے ابو الحسن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیوی کی انگلی شہرگاہ کو چومتا ہے۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

توضیح

قارئین کرام!

یہ مسئلہ اور اس طرح کے دوسرے مسائل جو سراسر بے حیائی کا درس دیتے ہیں۔ حضرات ائمہ اہل بیت کے ساتھ امن کا دھوکا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ اہل تشیع کے ہاں ہر وہ عمل جو خواہشات نفسانیہ کو ابھارنے میں مدد و معاون ہو۔ اُسے اپنایا جاتا ہے۔ عورت کی شہرگاہ کا چومنا اور اس کے بوسے لینا آخر کس بنا پر جائز قرار دیا گیا ہے وہ کوئی پیروم شدہ ہے۔ یا قابلِ صدا احترام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اُسے ”حَرِث“، فرما کر اس کا مقصد بیان فرما دیا۔ وہ یہ کہ مرد خواہشات نفسانی پورا کرنے کے لیے اسے کام میں لا سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ اللہ نے اُسے چوسنے چلٹنے کے لیے بنایا ہے۔

بیوی کی خواہش نفسانی پورا کرنے کی انوکھی ترکیب

وسائل الشیعہ

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ رُزَاةٍ قَالَ كَانَ تاجِباً شَيْخاً لَدَى
جَارِيَةٍ فَارَاهُ تَدَاخُلَ بِهَا ثَلَاثِينَ أَلْفَ دَرَمٍ
وَكَانَ لَا يَبْلُغُ مِنْهَا مَا يُرِيدُ وَكَانَتْ تَقُولُ
إِجْعَلْ يَدَكَ كَذَا بَيْنَ شَفْرَيْهِ فَإِنِّي أَجِدُ لَكَ
لَذَّةً وَكَانَ يَكْمُرُهُ أَنْ يَفْعَلَ ذَلِكَ فَقَالَ لِيُزَاوَاةَ
سَلْ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ هَذَا أَمَّا لَهُ
فَقَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَسْتَعِينَ بِكُلِّ شَيْءٍ مِنْ جَسَدِهِ
عَلَيْهَا وَلَكِنْ لَا يَسْتَعِينُ بِغَيْرِ جَسَدِهِ عَلَيْهَا -
(وسائل الشیعہ جلد ۱۱ ص ۱۸۸ کتاب النکاح)

باب جو از تقبیل الرجل قبل

امراتہ مطہر تہران مطبعہ بدیہ

ترجمہ:

عبید ابن رزاعہ کہتا ہے کہ ہمارا ایک پڑوسی عمر رسیدہ تھا۔ وہ میں ہزار
درہم کی ایک لڑکانہ خرید لایا۔ لیکن اُس سے جوڑہ چاہتا تھا۔

وہ حاصل نہ کر پاتا۔ وہ لونڈی اُسے کہتی کہ اپنی انگلیوں کو میری شرنگاہ میں ڈال دو۔ میں اس سے لطف اندوز ہو جاؤں گی۔ لیکن وہ آدمی اس فعل کو پسند نہیں کرتا تھا۔ لہذا اس نے زرارہ سے کہا کہ تم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھو۔ زرارہ نے پوچھا تو امام صاحب نے فرمایا اگر وہ آدمی اپنے جسم کے کسی حصہ سے اس کام میں مدد دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں جائز ہے۔ لیکن اگر جسم کے علاوہ کسی چیز کو استعمال کیا۔ تو درست نہ ہوگا۔

لمس کریمہ:

جب ایک مرد عمر کے اُس حصے میں داخل ہو چکا ہو۔ یا جسمانی طور پر وہ کمزور ہو اور حقوق زوجیت پر رے نہ کر سکتا ہو۔ تو ایسے شخص کا ایک نوجوان عورت کے ساتھ زندگی گزارنے کا کیا ہی طریقہ ہے جو زرارہ نے امام صاحب سے پوچھا۔ اور انہوں نے اس کی تشریح کر دی؟ ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ ایسے بوڑھے اور کمزور کو چاہیے کہ وہ اس عورت کو نارغ کر دے۔ یعنی طلاق دیدے۔ اور اگر لونڈی ہے تو کسی صحت مند سے اس کی شادی کر دے۔

یہ کیا طریقہ ہے۔ کہ اس کی شرنگاہ میں تادم آخر انگلیاں پھیر کر اسے ٹھنڈا کرتا رہے۔؟

ع

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

بوقتِ حجام "بِسْمِ اللّٰهِ" نہ پڑھنے سے شیطان بھی
اپنا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے

وسائل الشیعہ

فاذا دخلت عليه فليضع يده على ناصيتها ويقول
اللهم على كتابك تزوجتها وفي امانتك اخذتها
وبكلماتك استحلت فرجها فان قضيت في رحمها
شيئا فاجعله مسلما سويا ولا تجعل شركة لشيطان
قلت فكيف يكون شركة لشيطان فقال ان
الرجل اذا دنى من المرأة وجلس مجلسه
حضره الشيطان فان هو ذكر اسم الله تنسح الشيطان
عنه فان فعل ولم يسم اذ دخل الشيطان ذكره فكان
العمل منها جميعا والتطفة واحدة قلت فبأي شيء
شئ يعرف هذا جعلت فداك قال - بحبنا وبغضنا -

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۹، کتاب النکاح ۱)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۴ ص ۴۰۴، باب الاستحاضة

النکاح الخ)

(۳۔ فردوس کا فی جلد ۵ ص ۱۵۱/۵، القول عند نزول الرجل بعد)

ترجمہ:

پھر جب عورت کو اس کے خاوند کے پاس تنہائی میں بھیجا جائے۔ تو خاوند کو چاہیے کہ اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھ کر یہ پڑھے۔ ”و اے اللہ، تیری کتاب پر میں نے اس سے شادی کی۔ اور تیری امانت میں میں نے اسے رکھا ہے۔ اور تیرے کلمات کے سبب میں نے اس کی شرمگاہ کو استہلال کرنا حلال پایا ہے۔ پھر اگر اس کے رحم میں کچھ ٹھہر جائے۔ تو اسے سیدھا مسلمان بنا دے اور شیطان کا اس میں حصہ نہ شامل کرنا، میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ شیطان کی شرکت کیسے ہوتی ہے؟ فرمانے لگے۔ جب مرد اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا چاہتا ہے اور اسے اپنے بستر پر لے آتا ہے۔ تو اس وقت شیطان بھی آجاتا ہے۔ اب اگر مرد نے جماع کرنے سے تھوڑا پہلے ”بسم اللہ“ پڑھی۔ تو شیطان دور ہو جاتا ہے۔ اور اگر جماع کرتا ہے۔ لیکن ”بسم اللہ“ نہیں کہتا۔ تو شیطان بھی اپنا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے۔ یہ جماع دونوں کر رہے ہوتے ہیں۔ اور نطفہ ایک ہی ہوتا ہے۔ (راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا) کس طرح پتہ چلے گا۔ کہ مرد نے بوقت جماع اللہ کا نام لیا تھا یا نہ۔ امام صاحب نے فرمایا ہمارے ساتھ محبت اور نفیض کے سبب (یعنی جو ہم اہل بیت سے رکھے گا۔ وہ اس مرد کا نطفہ ہوگا جس نے بوقت جماع اللہ کا نام لیا۔ اور جو ہم سے نفیض رکھے گا وہ دوسرے کا نطفہ ہوگا۔)

توضیح:

روایت مذکورہ میں نطفہ شیطان اور نطفہ خداوند سے پیدا ہونے کی علامت یہ بیان ہوئی۔ کہ محبت آل رسول، نطفہ خداوند سے ہوتا ہے یعنی بوقتِ جماع جس مرد نے اللہ کا نام لیا۔ یہ اس سے پیدا ہوا ہے۔ اور جسے ”اہل بیت رسول“ سے بغض ہو سمجھو وہ نطفہ شیطان ہے۔ یہ علامت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہمیش کی گئی معلوم ہونا چاہیے۔ کہ اہل تشیع اپنے تئیں ”و محب آل رسول“ اور ہم اہل سنت کو ”دشمنانِ اہل بیت“ کہتے ہیں۔ لہذا مذکورہ علامت کے پیش نظر ہم اہل سنت اُن کے نزدیک اُس نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ جس کے علق کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا۔ اور یہ (اہل تشیع) اس نطفہ کی پیداوار میں۔ جو ”پسیر اللہ“ کہہ کر جماع کرتے ہوئے رحم میں ٹھہر گیا تھا۔ ہم اس بات کی تفصیل کسی اور مقام پر لکھیں گے۔ کہ اہل بیت کا دشمن کون ہے اور دوست کون؟ یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ نطفہ شیطان اور نطفہ خداوند سے پیدا ہونے والے کے مابین امتیاز اس وقت ہوتا ہے۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اگر کلمہ طیبہ پڑھتے پڑھتے روح پرواز کر گئی تو یہ اس بات کی علامت ہوگی۔ کہ مرنے والے کا اصل صحیح اور عند اللہ درست تھا۔ اور شیطان کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن اگر کلمہ کی بجائے منہ اور زبان سے منی نکلی۔ تو یہ علامت اس بات کی ہوگی۔ کہ بوقتِ علق شیطان کی شرکت تھی۔ بہر حال یہ جواب الزاماً ہے۔ ورنہ روایت مذکورہ اصل میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ہے ہی نہیں بلکہ اس سے تو اُن کی توہین ٹپکتی ہے۔ اور یہی ”فقہ جعفریہ“ کا طرۂ امتیاز ہے۔

وطی فی الدبر جائز ہے جن ائمہ نے

اسے ناجائز کہا وہ بطور نقیۃ کہا

وسائل الشیعہ

عَنْ مَعْمَرِ بْنِ خَلَادٍ قَالَ قَالَ لِي أَبُو الْحَسَنِ
أَمَّا شَيْءٌ يَقُولُونَ فِي إِمِّيَّاتِ النِّسَاءِ فِي إِيْجَازِ مِنْ
قُلْتُ إِنَّهُ بَلَّغَنِي أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ لَا يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا
فَقَالَ إِنَّ الْيَهُودَ كَانَتْ تَقُولُ إِذَا أَتَى الرَّجُلُ
الْمَرْأَةَ مِنْ خَلْفِهَا خَرَجَ وَلَدُهُ أَحْوَلُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ
هَذَا وَجَلَّ نِسَاءُ كُفْرًا تَوَاحَرَتْ كُفْرًا فَيُشْتَمُّ
مِنْ خَلْفِ أَوْ قَدَامِ خِلَافًا لِقَوْلِ الْيَهُودِ وَلَمْ يُعَيَّنْ
وَأَذْ بَارِ مِنْ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ يَقُولُ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحَاشِ النِّسَاءِ عَلَى
أُمَّتِي حَرَامٌ أَقُولُ حَمَلُهُ الشَّيْخُ وَغَيْرُهُ لِمَا يَأْتِي
عَلَى الْكَرَاهِيَّةِ وَجَبَ زَوَاحِمُهُ عَلَى النِّقِيَّةِ

۱- وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۰۱ کتاب النکاح

تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۱۵۵ فی السنۃ فی عمول النکاح

ترجمہ:

معمر بن غلام کہتا ہے۔ کہ مجھے ابوالحسن نے کہا۔ لوگ عورتوں کے ساتھ وطی فی الدبر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ مدینہ واسے اس میں کوئی گناہ نہ سمجھتے تھے۔ ابوالحسن نے کہا۔ یہودی یہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر عورت کی دُبر کی طرف سے وطی کی جائے۔ تو بچہ بھیگنا پیدا ہوتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ ”تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ تم اپنی کھیتوں میں اگے پیچھے جہاں سے چاہو آؤ۔“ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے خلاف یہ آیت نازل فرمائی۔ اور ان کی دُبروں کو مراد نہیں لیا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عورتوں کے ساتھ وطی فی الدبر بری امت کے لیے حرام ہے میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو شیخ و غیرہ نے تفسیر پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ آئمہ و روایین و طیفی ائمہ و بزرگوار ائمہ ہیں۔

وسائل الشیعہ

سَمِعْتُ صَفْوَانَ يَقُولُ قُلْتُ لِرَضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِيكَ أَمَرَ فِي أَنْ أَسْأَلَكَ
عَنْ مَسْئَلَةٍ فَلَمَّا بَكَ وَأَسْتَجَبًا مِثْلَكَ أَنْ
يَسْأَلَكَ عَنْهَا قَالَ مَا هِيَ قَالَ قُلْتُ
الرَّجُلُ يَأْتِي امْرَأَةً فِي دُبرِهَا
قَالَ نَعَمْ ذَاكَ لَكَ قُلْتُ
وَأَنْتَ تَفْعَلُ ذَاكَ قَالَ لَا

إِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَٰلِكَ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۷)

ص ۱۰۲ کتاب النکاح

(۲۔ تلخیص الاحکام جلد ۱)

ص ۲۱۵

(۳۔ فروع کافی جلد ۵ ص ۵۴۰)

باب محاش النساء الخ

ترجمہ:

صفوان نے امام رضا سے پوچھا کہ آپ کے موالی میں سے ایک مرد نے مجھے کہا کہ میں آپ کے ایک مسند کے بارے میں پوچھوں لیکن آپ کا رعب اور حیا داڑھے آرہی ہے۔ فرمایا۔ وہ کیا مسند ہے؟ میں نے کہا۔ ایک شخص اپنی بیوی کی دُبریں دھو کر تہا ہے۔ (کیا یہ درست ہے۔؟) فرمایا۔ ہاں۔ یہ اس کا حق مبتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا آپ بھی یہ کام کرتے ہیں؟ فرمانے لگے۔ نہیں۔ ہم ایسا کام نہیں کیا کرتے۔

”وطی فی الدبر“ کے حوازیہ مسائل شیعہ کے دلائل

دلیل اول

وسائل الشیعہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ سَأَلْتُ
أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ الرَّجُلِ يَأْتِي
الْمَرْأَةَ فِي دُبْرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ إِذَا رَضِيَتْ
قُلْتُ فَإِنْ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَتَوْهُنَّ
مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمْ اللَّهُ قَالَ هَذَا فِي طَلَبِ الْوَلَدِ
فَأُطْلِبُ الْوَلَدَ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمْ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ
عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ فِئَاءُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأَتُوا
حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۴ کتاب النکاح باب دم

تحریم وطی الزوجة الخ)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۵ ص ۴۱۴ باب السنۃ

فی عقود النکاح الخ)

ترجمہ:

عبداللہ بن ابی لیفور نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے مرد کے بارے میں پوچھا۔ جو عورت کی پچھلی طرف سے وطی کرتا ہے۔ امام نے فرمایا۔ جب عورت راضی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر یہ درست ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے کیا مطلب ہو گا۔ ”عورتوں کے پاس اس مقام سے آؤ جس سے اُنے کا متہیں اللہ نے حکم دیا ہے“ فرمانے لگے۔ یہ ارشاد اولاد کی طلب کے لیے ہے۔ یعنی اولاد اس جگہ اور اس طریقہ سے طلب کرو جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عورتیں تمہاری کھیتی میں۔ پس اپنی کھیتوں میں جدھر سے چاہو آؤ۔ (اس آیت سے وطی فی الدبر جائز ثابت ہو رہی ہے۔)

دلیل دوم

وسائل الشیعہ

عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ زُجَلٍ قَالَ
سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ الرِّضَاءَ عَنْ إِثْمَانِ الرَّجُلِ
الْمَرْأَةَ مِنْ خَلْفِهَا فَقَالَ أَحْكَمْتُهَا آيَةً مِنْ
كِتَابِ اللَّهِ قَوْلُ نُوْطٍ هُوَ لَاءٌ بَنَاتِي مَنْ
أَطْلَمَ لَكُمْ وَقَدْ عَلِمَ أَنَّهُمْ لَا يُرِيدُونَ الْفَرْجَ

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۴۰۳ کتاب النکاح۔)

ترجمہ:

موسیٰ بن عبد الملک ایک شخص سے بیان کرتا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے۔
 کہیں نے ابوالحسن امام رضا سے پوچھا کہ مرد، عورت کی پچھلی طرف سے
 وطی کرتا ہے (کیا یہ درست ہے) فرمایا۔ اس فعل کو کتاب اللہ کی
 ایک آیت حلال قرار دیتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے
 کہا تھا۔ یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے لیے پاک ہیں۔
 اور یہ بات یقیناً معلوم ہے۔ کہ جن لوگوں کو حضرت لوط نے یہ کہا تھا۔
 وہ عورت کی اگلی شہرہ گاہ چاہتے ہی نہ تھے۔

توضیح:

اہل تشیع کے عقیدہ وطی فی الدبر کے جواز پر دو وعد وحوالہ بات آپ نے ملاحظہ
 کیے۔ امام جعفر صادق کے حوالہ سے یہ کہا گیا۔ کہ اگر عورت اس طرح راضی ہے تو کوئی
 گناہ نہیں۔ ہاں اگر اولاد کی طلب ہو۔ تو پھر وطی فی الدبر سے یہ حاصل نہیں ہوگی۔
 وطی فی الدبر کے جواز پر آیت فأتوا حراتکم منکم ان شئتم من قبلکم کہ لکے
 حوالہ میں امام رضا نے لوط علیہ السلام کے قول سے وطی فی الدبر کو ثابت کیا۔ لیکن
 دونوں استدلال ناقابل قبول ہیں کیونکہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت
 کو کہتی ۱۰۰ فرما کر یہ اشارہ کیا۔ کہ مقام کھیتی میں آؤ۔ لیکن اس کے لیے کوئی خاص حالت
 مقرر نہیں۔ سیدھی طرف سے یا الٹی طرف سے، بیٹھ کر یا لیٹ کر۔ جیسے تدریجی
 مرضی لیکن مقام مقصود میں وطی ہونی چاہیے۔ اس مفہوم و فعل طرہ سے بیان
 کر کے حضرت ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کرنا نہایت دیدہ دلیری ہے۔

اسی طرح امام رضا کا استدلال جس آیت سے پیش کیا گیا اگر وہ اسی طرح مفہوم لیے ہوئے ہوتے جو اد پر بیان کیا گیا ہے۔ تو حضرت لوطیوں کہتے قوم کے بیٹے اور نوجوان چھو کرے تمہارے لیے موجود ہیں۔ اُن سے جاؤ اپنی خواہش پوری کرو۔ میرے مہمانوں کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ اور یہ کہنا کہ حضرت لوط نے انہیں قوم کی بیٹیوں سے لواطت کا حکم دیا۔ اللہ کے پیغمبر پر عظیم بہتان ہے قوم لوط پر عذاب اسی وجہ سے آیا۔ کہ وہ لواطت کرتے تھے۔ اگر لواطت عورتوں سے جائز تھی۔ تو پھر عذاب کس بات کا؟ اس لیے امام رضا کی طرف بھی یہ مفہوم غلط طور پر منسوب کیا گیا ہے۔ بالفرض اگر وہی مطلب تسلیم کر لیا جائے۔ جو امام رضا کے حوالہ سے صاحب وسائل الشیعہ نے بیان کیا۔ تو پھر بھی ہمارے لیے حجت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ قتل پہلی امتوں کا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ فرما کر منسوخ کر دیا۔ ”محاش النساء علی رجال امتی حرام، اب یہ کیسے ممکن کہ ان حضرات کو جو فیض نبوت سے مستفیض ہوں۔ وہ اس ارشاد کے خلاف حکم دیں۔ لہذا یہی کہنا پڑے گا۔ کہ اہل تشیع نے اپنے مذموم ارادوں کو برحق ثابت کرنے کے لیے حضرات ائمہ اہل بیت کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جب وطی فی الدبر کو ناجائز فرمایا۔ تو بناوٹی مجتہدوں نے اُسے ان کے تعلقہ پر محمول کیا۔ اس طرح اُن کی تنقیص شان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان سے محفوظ فرمائے۔

نوٹ

عورت کے ساتھ وطی فی الدبر میں اگرچہ علمائے اہل سنت میں سے چند

کے اقوال مختلف ہیں۔ لیکن جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ مکہ فیہ فعل حرام ہے۔ اس کی حرمت پر چند حوالہ جات کتب اہل سنت ملاحظہ ہوں۔

حدیث ۱۷:

وَأَمَّا حَدِيثُ أَبِي مُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا۔

(تفسیر مظہری زیر آیت نساء کم حرث کم
پارہ ۲، جلد اول ص ۲۶۱)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص عورت کی دبر میں مٹی کرتا ہے۔ وہ ملعون ہے۔

حدیث ۱۸:

عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا فَقَالَ تَسْلُوْنِي عَنِ الْكُفْرِ۔

(تفسیر مظہری جلد اول ص ۲۶۲)

ترجمہ:

معمر، ابن طائوس اور وہ اپنے باپ کی زبانی ایک شخص کی بات

بیان کرتے ہیں۔ کہ اس نے حضرت ابن عباس سے پوچھا۔ کہ عورت کی دُبر میں دُھی کرنا کیسا ہے؟ تو اُسے ابن عباس نے فرمایا کہ تو نے کفر کے بارے میں مجھ سے سوال کیا ہے۔ (یعنی ایسا کرنا کفر ہے)

حدیث ۳

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوْ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا فَقَالَ كَفَرًا بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ -
(احکام القرآن جلد اول صفحہ نمبر ۳۵۳)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص حیض والی عورت سے یا عورت کی دُبر میں دُھی کرتا ہے۔ وہ ان تمام احکام کا انکار کر بیٹھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے۔

حدیث ۴

رَوَى عِكْرَمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى رَجُلٍ أَتَى امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا -

(احکام القرآن جلد اول

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جناب مکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔ جو عورت کی ڈبر میں دھکی کرے۔

حدیث ۵

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده ۛ يَلْقَظُ سُلَيْمَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ
يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا فَقَالَ هِيَ كَوَاكِلُ
الصُّغْرَى۔

(تفسیر منظر ہی پارہ مجلد اول)

ص ۲۶۲ زیر آیت نساء کم حرث

لکم فأنقوا الخ)

(ترجمہ)

عمرو بن شعیب اپنے باپ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ عورت کے ساتھ دھکی فی الدبر کیسی ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ یہ جھوٹی لواطت ہے۔

تبصرہ:

مذکورہ پانچ عدد حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ دھکی فی الدبر کا مرتکب ملعون ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم ہے۔ لواطت صغریٰ کا عامل

ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرنے والا ہے۔

ان شدید وعیدات کے ہوتے ہوئے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کا جواز عجیب سا لگتا ہے۔ اور پھر اس سے بڑھ کر تعجب اس بات پر کہ قرآن کریم سے اس کے جواز پر دلائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ اور پھر انتہائے تعجب یہ کہ ایسی باتیں حضرات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر کے بھی جا رہی ہیں۔ بھلا یہ فعل، اتہانی قبیح ہے۔ اور اسے طبع سلیم ہرگز جائز قرار نہیں دیتی۔ کیونکہ دُبر، گندگی کے اخراج کا مقام ہے۔ لہذا یہ فعل بالکل ناجائز اور غلط طبع ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

مشم

جب تک عورت کی غلیظ شرگاہ نہ دیکھی
جائے۔ جماع کی پوری لذت نہیں آتی

تہذیب الاحکام

اسحاق بن عمار بن ابی عبد اللہ علیہ السلام
فِي الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ
قَالَ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ وَهَلِ اللَّذَّةُ إِلَّا ذَٰلِكَ
تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۱۳ فی
سنن زقاة النساء الخ

ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا۔
جو اپنی عورت کو برہنہ حالت میں دیکھتا ہے۔ کہ اس میں کوئی گناہ
نہیں ہے۔ اور درحقیقت (جماع کی لذت اسی سے ہی مکمل

حاصل ہوتی ہے۔

لمف کریہ :

مذکورہ حوالہ میں سوال و جواب کا انداز بتلاتا ہے۔ کریہ ڈرامہ کسی شیعہ نے گھڑا ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اگر تسلیم کریں گے کہ کسی نے امام سے یہ پوچھ ہی لیا۔ کہ کیا عورت کو برہنہ حالت میں دیکھنا جائز ہے؟ تو اس کا جواب اتنا ہی کافی تھا۔ ہاں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بڑھانا کہ اس طرح سے جماع کی لذت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا سوال سے کیا تعلق ہے؟ اس طرح کی روایات محض شہرت پرستی کے لیے بنائی گئی ہیں۔ لیکن ان میں جان ڈالنے کے لیے امام کی طرف نسبت کر دی گئی ہے۔

مستفہم

جماع میں مرد کی نسبت عورت ننانوے فیصد زیادہ لطف اندوز ہوتی ہے۔

درائل الشیعہ

عن زرعة عن سماعة بن مهران عن أبي بصير
قال سمعت أبا عبد الله عليه السلام يقول

فَضَّلَتِ الْمَرْأَةُ عَلَى الرَّجُلِ بِتَمَعَةٍ وَتَسْعِيَيْنِ
مِنَ اللَّذَّةِ وَالْحِكْمِ اللَّهُ أَلْقَى عَلَيْهَا الْحَيَاءَ

۱۴۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۲

ص ۱۲ / کتاب النکاح

۲۔ فروع کافی جلد پنجم

ص ۳۳۹، کتاب النکاح

ترجمہ:

ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ عورت نسبت مرد کے بوقتِ جماع
مناورے درجے زیادہ لذت پاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس
کو حیا کے نیچے دبا دیا۔ (اس لیے وہ باوجود مناورے درجے
زیادہ لذت اندوز ہونے کے پہل نہیں کرتی)

خاتم
مستمل

خوبصورت عورت مل جائے تو مرد کی بلفم ختم ہو
جاتی ہے

وسائل الشیعہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قال المرأة الجميلة تقطع البلغم والمرارة
 السوداء تليج المرأة السوداء
 عن محمد بن عبد الحميد عن بعض اصحابي
 عن ابي عبد الله عليه السلام انه شكك عليه
 البلغم فقال اما لك جار ية تضحك قال قلت
 لا قال فاتخذها فان ذلك يقطع البلغم

۱- وسائل الشیخ جلد ۱ ص ۲۰۰ - باب،

استنباب تزویج الجمیلة الخ

۲- فروع کا فی جلد پنجم ص ۳۶ کتاب الحکاح

باب النوادر

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ خوبصورت عورت بغم کو ختم کر دیتی ہے۔ اور کالی عورت پتہ کو ابھارتی ہے۔ یہی
 امام فرماتے ہیں۔ کہ کسی نے ان سے بغم کی شکایت کی۔ اس پر انہوں
 نے فرمایا۔ کیا تمہارے پاس لونڈی نہیں جو تمہیں ہنسائے۔ عرض کیا۔
 نہیں۔ فرمایا ایسی ضرور ہے۔ کیونکہ اس سے تمہاری بغم ختم ہو
 جائے گی۔

تبصرہ:

روایت مذکورہ بھی اُن روایات کی طرح ہی ہے۔ جو حضرات ائمہ البیت
 کے حوالے سے نقل کی گئی ہیں۔

آپ نے بغور دیکھا ہو گا۔ کہ اہل تشیع کسی اپنے فقہی مسئلہ پر ایسی حدیث پیش نہیں کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ایسی روایات کسی نہ کسی صحابی کے واسطے سے بیان ہوں گی یا اور صحابی کوئی بھی ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ”عدول“ فرما دیا ہے۔ اس لیے ان سے ایسی وہابی تاہی روایات کا ملنا ناممکن ہے۔ اسی لیے اہل تشیع ایسی روایات کو بیان کرنے وقت جن راویان کا نام سند میں لاتے ہیں۔ یعنی ابوبصیر، زرارہ وغیرہ تو یہ وہ لوگ ہیں۔ جن پر خود اہل بیت نے لعن طعن کیا۔ کیونکہ ان کے کثرت سامنے اچکے تھے۔ یہاں تک فرما دیا کہ صرف ان کے کہنے پر ہماری کسی بات کو تسلیم نہ کرنا۔ جب تک وہ قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے مطابق نہ ہوں۔ اگر اسی پر والی روایت کو لیا جائے۔ تو ہر ذی فہم ہی کہے گا۔ کہ اس قسم کی گری ہوئی بات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت نہیں کرتی۔ کیونکہ عورت کی خلوصی کوئی کشتہ یا جو شانہ نہیں جس سے مرد کی بغم ختم ہو جاتی ہو۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو خوبصورت عورت کے خاوند کو کبھی بھی بغم کی شکایت نہ ہوتی۔ اور یہ بات خلاف منہ ہے۔ اس لیے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ایسی روایات زرارہ، ابوبصیر وغیرہ کی بنائی ہوئی ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

فَاعْتَبِرُوا أُولِيَ الْآبْصَارِ

مَسْئَلَةٌ

مرد کے آئینہ نال کے بڑا ہونے کی حکایت

وسائل الشیعہ

عن برید بن معاویۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
 قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ
 فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَحْمِلُ أَعْظَمَ مَا يَحْمِلُ
 الرَّجَالُ فَلْيُصْلِحْ لِي أَنْ أَتِيَ بَعْضَ مَا لِي مِنَ الْبُكَائِمِ
 نَاقِئَةٍ أَوْ حَمَارَةٍ فَإِنَّ النِّسَاءَ لَا يَقْبَلْنَ عَلَيَّ مَا
 عِنْدِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَمْ يَخْلُقْكَ حَتَّى يَخْلُقْ لَكَ
 مَا يَحْتَمِلُكَ مِنْ شَعْلِكَ فَأَنْصَرِفْ الرَّجُلُ وَلَمْ
 يَلِمْ أَنْ هَادَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ لَهُ مِثْلَ مَا تَلَيْتَ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ أَنْتَ مِنَ السُّودِ وَالْعَنْطَرَةُ

قَالَ فَأَنْصَرِفَكَ الرَّجُلُ فَلَمْ يَلْبِثْ أَنْ عَادَ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ
أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا إِنِّي قَدْ طَلَبْتُ مَنْ أَمَرَ نَبِيٌّ
بِهِ فَوَقَعْتُ عَلَى شَكْلِي وَمَا يَحْتَمِلُنِي وَقَدْ أَقْنَعَنِي
ذَلِكَ.

وسائل الشیعہ جلد ۱۳ ص ۲۸
کتاب النکاح

ترجمہ :

برید بن معاویہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے
کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ
میرا اذنتناسل بہ نسبت اور مردوں کے بہت بڑا ہے۔ کیا میرے لیے
یہ جائز ہے۔ کہ میں کسی چوپائے مثلاً اونٹنی یا گدھی کے ساتھ وطنی
کروں۔ کیونکہ عورتیں اس کے برداشت کی طاقت نہیں رکھتیں؟ یہ
سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے پیدا
کرتے وقت کوئی ایسی عورت بھی پیدا کی ہوگی۔ جو اس کو برداشت
کر سکے گی۔ یہ سن کر وہ آدمی چلا گیا۔ پھر جلدی ہی آپ کے پاس واپس
آگیا۔ آپ نے اسے دوسری مرتبہ بھی وہی کچھ کہا جو آپ اسے
پہلی مرتبہ فرما چکے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تجھے کالے رنگ کی
عورت نہیں ملی۔؟ یہ سن کر وہ لڑھا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آپ کے
پاس آگیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ
اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میں نے آپ کے حکم کے مطابق عورت

ڈھونڈی۔ تو مجھے ایسی مل گئی۔ اور وہ واقعی کلمے رنگ کی تھی۔ اور
اُس نے مجھے برداشت کر لیا ہے

تبصرہ

قارئین کرام! روایت بالا بے حیائی اور بے غیرتی کا مجموعہ نظر آتی ہے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا فحش سوال؟ غالباً یہ اولادِ آدم میں صرف ایک ہی مرد ہو
سکا۔ جس نے یہ شکایت کی۔ اور اُس کی قیل و قال بھی صرف اہل تشیع کے راویوں
کو دستیاب ہو سکی۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرداز
کتوبر با کتوبر باز با باز!

جیسے راوی تھے، ویسا سائل مل گیا۔ اور جیسی ذہنیت، اتنی ویسی اُس
سے باتیں مل گئیں۔ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ اہل بیت
اس قسم کی لغو باتیں نہ سنتے تھے۔ نہ کسی کو اُن کے حضور ایسی باتیں کرنے کی ہمت
ہوتی تھی۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ شیطان نے اس قسم کی روایات کہاں بیٹھ
کر ان کو سُنائیں۔ انہوں نے بڑے شوق سے انہیں اپنی کتابوں کی زینت
بنا کر اپنا مذہب بنالیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مسئلہ

مبجد میں ”پنج تن پاک“ کے لیے جُنبی
ہونا (وٹی کرنا) جائز ہے (استغفر اللہ منہ)

یہ بات سبھی لوگ جانتے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے تمام مسائل کی جڑ اور بنیاد مسئلہ خلافت و امامت ہے۔ اس منصب کے لیے انہوں نے ایسی شرائط گھڑ رکھی ہیں۔ جو مکمل طور پر نبوت میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کا نادر فرد میں پڑنا، آدم علیہ السلام کا جنت سے اخراج اور یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں مقید ہو جانا یہ سب مصائب انہیں اس بنا پر آن پڑے کہ ان حضرات نے امامت کے تسلیم کرتے میں پس و پیش کی۔ اسی طرح ائمہ کے لیے اور بہت سی خصوصیات ان کے نزدیک ایسی ہیں۔ جو پیغمبروں میں نہیں۔ ایک عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ معصوم کا مسجد میں جُنبی ہونا جائز ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ

النَّبِيِّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَجْتَنِبَ
فِي هَذَا الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنَا وَعَلَيْهِ وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ
وَالْحُسَيْنُ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِهِ فَإِنَّهُ مَنِئِي.

(وسائل الشیخ جلد ۱۱ ص ۱۹۲ نمبر ۱۹۲)

(کتاب النکاح)

ترجمہ:

امام زین العابدین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ کہ اس مسجد (مسجد نبوی)
میں جنبی ہونا ہمارے سوا کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔ میں، علی،
فاطمہ، حسن اور حسین۔ اور ان کی اولاد۔ کیونکہ وہ مجھ سے ہیں۔

ملفوظ

اس روایت کو جس عنوان کے تحت درج کیا گیا۔ وہ یہ ہے۔ تحریر
الجماع والانزال فی المسجد لغیر المعصوم۔ یعنی معصومین کے
سوا تمام لوگوں کے لیے مسجد میں جماع کرنا اور انزال مہونا حرام ہے۔
عنوان مذکورہ اور قرآن کریم کی یہ آیت دونوں کا تقابل کریں۔ وَعَبَدْنَا
إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَ آبَتَيْنِ لِلطَّافِينَ وَالْغَائِبِينَ
وَالرَّكَعِ الشُّجُودِ۔

ہم نے ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) سے یہ عہد لیا کہ وہ دونوں میرے
گھر (کعبہ مکرمہ) کو طواف کرنے اور اعتکاف بیٹھنے اور رکوع و سجود کرنے والوں
کے لیے صاف ستھرا رکھیں۔ اللہ تعالیٰ دوا دوا العزم پیغمبروں کو مسجد کی طہارت

کا حکم فرما رہا ہے۔ جربا لاتفاق معصوم ہیں۔ لیکن اہل تشیع مختلف فی المعصومیت حضرت کے لیے مسجد میں جنبی ہونے کی اجازت دے رہے ہیں۔ گویا مسجد نہیں کوئی امام باڑہ ہے۔ اور پھر اس اجازت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر اہل بیت کی طرف کر دی گئی۔ اور اپنے زعم فاسد میں یہ لوگ امیر اہل بیت کی فضیلت بیان کر رہے ہیں۔ کیا قرآن کریم کے احکام کی مخالفت کرنے کو فضیلت کہا جاتا ہے۔ یہ تو ان سے نہ جانے کس بات کا بدلہ لیا جا رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔
خوٹ:

روایت مذکورہ کی اگر کوئی ٹیجہ یہ تاویل کرے۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حالت جنابت میں ائمہ معصومین کے سوا کسی دوسرے کا مسجد سے گزرنا منع ہے مسجد میں جنبی ہونا اس کا مفہوم نہیں ہے۔ تو اس تاویل کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس سے معصومین کی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔ اور اگر شیعہ اس پر بدک کر یہ کہہ دے۔ کہ اہل سنت کی کتنب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں موجود ہے۔ کہ وہ بحالت جنابت مسجد سے گزر سکتے ہیں۔ تو اس کا بھی اہل تشیع کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اول اس وجہ سے کہ اس روایت پر جرح کی گئی ہے۔ دوم اس وجہ سے بھی کہ اس روایت میں گزرنے کا لفظ موجود ہے۔ لیکن تمہاری روایت اپنے عنوان سے ثابت کرتی ہے۔ کہ اس سے مراد مسجد میں جماع کرنا ہے۔ حالت جنابت اتفاقہ ہو جائے۔ جیسا کہ مسافر یا معتکف کو سونے میں انزال ہو گیا۔ اسے مسجد سے گزر کر باہر نکلنا پڑے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ لیکن یہ جماع کرنا، تو نہیں معصومین کے لیے اگر یہی مسئلہ ثابت کر رہے ہو۔ تو اس میں ان کی کون سی فضیلت بیان ہوئی۔ یہ تو غیروں کے لیے بھی ہے۔ اس لیے عنوان بیانگ دلیل کہہ رہا ہے۔ کہ اہل تشیع

کے نزدیک معصومین کی فضیلت اسی طرح مانی جائے گی کہ وہ مسجد میں جماع، دیدہ وائش کریں اور انہیں انزال ہو۔ تو ان کے لیے جائز اور دوسروں کے لیے حرام۔ ظالموں کو یہ فضیلت بیان کرنے ہوئے شرم نہ آئی۔ اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو بھی شامل کر لیا۔ جن کی طہارت اور پاکدامنی قربِ اغض ہے۔ اور بروزِ حشر جب ان کا گزر ہو گا۔ تو حکم ہو گا۔ لوگو! اپنی اپنی نگاہیں مجھ کا نو۔ کیونکہ سیدہ فاطمہ الزہرا کا گزر ہونے والا ہے۔ ایک طرف ان کی یہ عظمت اور دوسری طرف مسجد میں ان کا جماع کرنا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

خدا کی قسم! اس تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دل گواہی دیتا ہے کہ ان پانچ مقدس ہستیوں کے بارے میں اہل تشیع نے جو بکواس کی۔ اس کے باعث ان کی گرفت یقیناً ہو گی۔ اور رب ذوالجلال کے حضور ان، ”بنادٹی محبتوں“ کی دُہ گت بنے گی۔ کہ قارون و فرعون بھی دیکھتے رہ جائیں گے اور بڑی سے بڑی سزا اور عقاب پانے والا ان پر تھو کے گا۔ انہیں دھتکا سے گا، ان پر پھینکا رکھے گا۔

ۛ

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت

(مولانا حسن رضا خاں)

مُسْئِلَہٗ یَا زَا

سیدہ فاطمہ کے زفاف کے وقت ستر ہزار شتروں
نے تکبیر بلند کی (معاذ اللہ)

وسائل الشیعہ

محمد بن علی بن الحسین باسنادہ عن جابر بن عبد اللہ
قَالَ لَمَّا زَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَاهُ النَّاسُ فَقَالُوا
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ قَدْ زَوَّجْتَ عَلِيًّا بِمَلَسٍ خَسِيسٍ فَقَالَ مَا
أَنَا زَوَّجْتُ وَلَكِنَّ اللَّهَ زَوَّجَهُ إِلَيَّ أَنِ قَالَ فَلَمَّا كَانَ
لَيْلَةُ الزُّفَافِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِبَغْلَتِ الشَّهْبَاءِ وَثَنَى عَلَيْهَا قَطِيفَةً وَقَالَ لِفَاطِمَةَ
إِرْكَبِي وَأَمْرٌ سَلْمَانٌ أَنْ يَتَقَوَّدَهَا وَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسُوقُهَا فَبَيْنَمَا هُوَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ
إِذَا سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِبَةً فَإِذَا

جِبْرِئِيلُ فِي سَبْعِينَ أَلْفًا وَمِائَتَا أَلْفًا فِي سَبْعِينَ أَلْفًا
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَهْبَطَكُمْ
إِلَى الْأَرْضِ فَقَالُوا اجْنُتَا نَزَفَتْ فَاطِمَةُ إِلَى زَوْجِهَا
وَكَبَّرَ جِبْرِائِيلُ وَكَبَّرَ مِائَتَا أَلْفًا وَكَبَّرَتْ
الْمَلَائِكَةُ وَكَبَّرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَوَضَعَ التَّخَنُّزُ عَلَى الْعَرَائِسِ مِنْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ -

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۶۲-۶۳)

(کتاب النکاح)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں
کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ
سے کر دیا۔ تو لوگوں نے آپ سے کہا۔ آپ نے اپنی بیٹی کی شادی
علی کے ساتھ معمولی سے حق مہر پر کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں
نے یہ شادی نہیں کرائی بلکہ اللہ تعالیٰ نے کرائی ہے۔ یہاں تک کہ
جب شب زفاف آئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغلہ شہباز کے
ساتھ تشریف لائے۔ اس پر ایک چادر آپ نے ڈالی ہوئی تھی۔
سیدہ فاطمہ کو فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔ سلمان فارسی اس کو آگے سے
پکڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے ہانپتے جا رہے تھے
راستہ میں اچانک آپ نے فرشتوں کے پروں کی آواز سنی۔ دیکھا کہ
جبرئیل اور میکائیل دونوں ستر ستر ہزار فرشتے لیے ساتھ آ رہے ہیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ زمین کی طرف آنے کی

کیا وجہ ہوئی؟ کہنے لگے۔ ہم سیدہ فاطمہ کے زفات کی تقریب پر آئے ہیں۔ اور جبرئیل و میکائیل اور تمام فرشتوں نے تجکیر کہی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تجکیر کہی۔ اس وجہ سے (شیعہ) رہن پر تجکیر کناسنت ہو گئی۔

جللاء العیون:

جب شب زفات آئی۔ تو جبرئیل و میکائیل و اسرافیل مع ستر ہزار فرشتوں کے زمین پر آئے۔ اور دلدل جناب فاطمہ کے لیے لائے۔ جبرئیل نے لگام اس کی بکڑی اور اسرافیل نے رقاب تھامی۔ اور میکائیل پہلو سے دلدل میں تھے اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جاہلے فاطمہ دست مبارک سے منھلے ہوئے تھے۔ پس جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و جمیع ملائکہ نے تجکیر کہی۔ اور تجکیر کناسنت شب زفات ہوا۔

(جللاء العیون ترجمہ اردو۔ جلد اول ص۔ ۲۵)

(مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی)

جللاء العیون:

ایضاً بسند حسن جناب صادق سے روایت کی ہے کہ حلال چغیر بیان کرنے میں غیرت نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب زفات جناب علی اور جناب فاطمہ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں کام نہ کرنا۔

(جللاء العیون جلد اول ص ۲۵۱) (اردو ترجمہ)

لمحکمہ:

حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے بارے میں منجس روایات لکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن ”فقہ جعفریہ“ میں مسائل نکاح کے ضمن میں جب اسے اہل تشیع نے ذکر کیا۔ تو قارئین کرام کی اطلاع کے لیے اسے تحریر کر دیا گیا۔ تاکہ اسے پڑھ کر یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے۔ کہ ان کی فقہ کو عقل و نقل سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس لیے بھی تاکہ ان کی فقہ کے ماتخذ بھی آپ کے سامنے آجائیں۔

جلال الدین کی دوسری روایت کہ جس میں یہ درج ہے: ”وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب زفاف جناب علی اور جناب فاطمہ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں کام نہ کرنا“ کس قدر بے حیائی اور بے شرمی بیان کی جا رہی! ایسی غلیظ عبارت کسی غلیظ ذہن کی پیداوار ہو سکتی ہے۔ پھر کون ہے وہ شیعہ جو ان روایات پر عمل کر دکھا سکے۔ اپنی بچگی کی شادی رچائے۔ اور جب اس کی بچی اور داماد بستر زفاف پر جائیں۔ تو پوری برادری لے کر ان کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اور پیغام بھجوادے۔ کہ جب تک میں نہ آؤں۔ صبر کرنا، خبردار کوئی حرکت نہ ہونے پائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض اہل تشیع جب یہ انوکھی بات سنتے ہیں۔ تو کہہ اٹھتے ہیں۔ کہ ایسی کوئی روایت ہماری کتابوں میں نہیں ہے۔ ان کا انکار اگرچہ ناقابلِ قبول ہے۔ پھر بھی کچھ شرم آتی ہے۔ اور ایسی بات کو بے غیرتی سمجھا جاتا ہے۔ تبھی تو انکار پر اتر آتے ہیں۔ ورنہ دھڑلے سے کہہ دیں۔ کہ ہاں۔ یہ روایت ہے۔ اور ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ بہر حال اس پر عمل کے پیش نظر ہم نے مذکورہ حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ اور وہ بھی ان کی کتب مشہورہ سے تاکہ بطور نمونہ سند رہیں۔ ان میں سے کوئی ایک حوالہ بھی

غلط ثابت ہو جائے۔ تو میں ہزار نقد انعام ملے گا۔ دو محبت اہل بیت، کا شور اور ان پاکیزہ حضرات کے بارے میں ایسی غلیظ اور لہجہ عبارات۔ خدا عقل دے۔
تورہ ہدایت اپنائیں۔ اور جھوٹے دعووں سے نکل کر حقیقی محبت و اطاعت میں آجائیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

ہام مسئلہ دو از د

جماع کثرت سے کرنا پیغمبروں کی سنت ہے (معاذ اللہ)

وسائل الشیعہ

عن معمر بن خلاد قال سمعت علی بن موسی
الرضا علیہ السلام یقول ثلاث من سنن المرسلین
العیطر و إخفاء الشعر و کثرة الطر و قة۔

(وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۷۹)

باب استحباب کثرت الزوجات الخ

ترجمہ:

معمر بن خلاد کہتا ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے سنا
فرمایا۔ تین باتیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں۔ (۱) خوشبو
لگانا۔ (۲) بالوں کا ہلکا رکھنا۔ (۳) بہت زیادہ جماع کرنا۔

وسائل الشیعہ

عن الحسن بن الجهم قال رايت ابا الحسن
اختضب الى ان قال ثم قال ان من اخلاق
الانبياء التنظف والتطيب وحلق الشعر
وكثرة الطرقة ثم قال كان لسليمان
ابن داود الف امرأة في قصر واحد ثلاث
مائة ملهيرة وسبع مائة سريره وكان
رسول الله صلى الله عليه وسلم له بعض
اربعين رجلا وكان عنده تسع نسوة وكان
يطوف عليهن في كل يوم و ليلة -

وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۸۱

کتاب النکاح

ترجمہ :

حسن بن جهم کہتا ہے کہ میں نے ابو الحسن کو خضاب لگاتے دیکھا۔
پھر آپ نے یہ فرمایا کہ انبیائے کرام کے اخلاق میں سے یہ باتیں
بھی ہیں۔ صاف ستھرا ہونا خوشبو لگانا، بال مونڈنا اور کثرت
سے جماع کرنا۔ پھر ابو الحسن یعنی علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان
علیہ السلام کی ایک محل میں ایک ہزار بیویاں تھیں۔ جن میں سے
تین سو آزاد اور سات سو لونڈیاں تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو چالیس مردوں سے زائد کی طاقت عطا فرمائی گئی۔ آپ کے

نکاح میں فریویاں تھیں۔ اور آپ ہر دن رات ان سب کے پاس جایا کرتے تھے۔ (یعنی جماع کیا کرتے تھے)

وسائل الشیعہ

عن هشام بن سالم عن ابي عبد الله عليه السلام قال ان ابا بكر وعمر اتيا امرسلة فقالا لها يا امرسلة انك قد كنت عند رجل فكيف رسول الله صلى الله عليه وسلم من ذاك فقالت ما هو الا كسائر الرجال الى ان قال فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال فلما كان من السحر هبط جبرئيل بصفحة من الجنة كان فيها مريسة فقال يا محمد هذه عملها لك الحور العين فاكلها انت وعلى وذريتكما فاته لا يصلح ان ياكلها غيركم فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى وفاطمة وحسن وحسين فاكلوا منها فاعطى رسول الله صلى الله عليه وسلم في المبدأ ضحكة من تلك الاكلة قوة اربعين رجلا فكان اذا شاء غشى نساءه كلهن في ليلة واحدة

(وسائل الشیعہ جلد ۱۸ صفحہ ۱۸۴)

ترجمہ :

ہشام بن سالم جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتا ہے کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق ایک مرتبہ ام سلمہ کے پاس آئے۔ اور پوچھا اے ام سلمہ! تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت میں کیسا پایا؟ کہنے لگیں۔ آپ بھی عام مردوں کی طرح ہیں۔ یہاں تک امام جعفر نے بیان کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے۔ پھر کہا کہ جب سحری کا وقت ہوا۔ تو جبرئیل جنت سے ایک پیالہ لے کر حاضر ہوئے۔ جس میں ہر بیہ تھا اور کہا کہ صفتی حورالعین نے آپ کے لیے تیار کیا ہے کہ آپ اور علی المرتضیٰ اور ان کی اولاد اسے تناول فرمائیں۔ تمہارے بغیر کسی دوسرے کے لیے اس کا کھانا اچھا نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور علی فاطمہ حسن حسین بیٹھ گئے۔ اور اس میں سے کھایا۔ لہذا اس خوراک کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس مردوں کی طاقت عطا کی گئی تھی۔ اور آپ جب چاہتے ایک ہی رات میں اپنی تمام بیویوں سے ہم بستری کر لیتے۔

ملحہ فکریہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دو کثرت جماع، کو انبیائے کرام کا خلق بتایا گیا۔ کوئی بھلا مانس بنائے کہ کثرت جماع اور اچھے اخلاق ان دونوں کا کیا تعلق ہے۔ اور پھر اسے اخلاق پیغمبرانہ میں سے شمار کرنا کس قدر گھٹیلپن ہے۔ روایت مذکورہ میں دے الفاظ میں حضرت شخنین کے ساتھ بغض وعداوت کا بھی اظہار کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب ان دونوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی طاقت کے بارے میں پوچھا۔ تو اس کو سن کر حضور ان پر غصے ہوئے۔ یہ کوڑھ باطنی کا اظہار ہے۔ کیونکہ دونوں حضرات نے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تھا اس سے زائد کی باتیں اُسی باطنی کورپن کی مظہر ہیں پھر قصہ جس طرح گھڑا گیا اس پر بھی عقل ماتم کرتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد کے لیے ہر جبرئیل لائے۔ جب اس کے کھانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت مردی چالیس اشخاص کے برابر ہو گئی۔ تو بقیہ حضرات میں اس ہر لیسہ نے کیوں اثر نہ کیا۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے۔ تو اس میں سیدہ خاتون جنت کی انتہائی کثافتی اور توہین موجود ہے۔ چالیس کن طاقت کا فارمولہ ان پر بھی لاگو کیا جائے۔ تو لازم اُسے گا۔ کہ انہیں رمعا ذلہ چالیس مردوں کی ضرورت تھی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جناب سیدہ خاتون جنت کی ذات کے بارے میں بازاری واقعات اور دیے نظموں میں ان کی توہین ”عبداللہ بن سبا“ کی تعلیم کا اثر ہے۔ اور کچھ نہیں۔

مُشْمَلَمُ سِیْرُو

مرغ میں پیغمبروں کی پانچ خصلتیں موجود ہیں
اس سے یہ عادتیں تم بھی سیکھو

وسائل الشیعہ

عن ابی الحسن علیہ السلام قال فی الدیك

خَمْسٌ خِصَالٍ مِنْ نِيَّاتٍ الْإِنْيَاءِ الشَّخَاوَاتِ الْقَنَاعَةِ
وَالْمَعْرِفَةِ بِأَوْقَاتِ الصَّلَاةِ وَكَثْرَةِ الطَّرِيقَةِ
وَالْغَيْرَةِ۔

وسائل الشیعہ جلد ۳ ص ۳۸۳

کتاب الحج ابواب احکام

(الذقاب)

ترجمہ:

ابو الحسن کہتے ہیں کہ مرغ میں پانچ عادتیں، پیغمبروں کی پانچ عادتوں کی
طرح ہیں۔ سخاوت، صبر، اوقات نماز کی پہچان، کثرت سے جماع
کرنا اور غیرت۔

وسائل الشیعہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا
مِنَ الذِّكْرِ خَمْسَ خِصَالٍ مُحَافَظَتُهُ عَلَى أَوْقَاتِ
الصَّلَاةِ وَالْغَيْرَةُ وَالشَّخَاوَةُ وَالشَّجَاعَةُ وَكَثْرَةُ
الطَّرِيقَةِ۔

وسائل الشیعہ جلد ۳ ص ۱۷۹

کتاب النکاح

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! مرغ سے پانچ عادتیں تم بھی
سیکھو۔ ۱۔ اوقات نماز پر محافظت ۲۔ غیرت ۳۔ سخاوت

۴۔ بہادری۔ ۵۔ بکثرت جماع کرنا۔

تبصرہ:

”جماع بکثرت کرنا،، چونکہ اہل تشیع کے نزدیک خلقِ پیغمبرانہ ہے اس لیے اس کو اپنانا ہر ”مومن“ کے لیے ضروری ہے اس کے علاوہ چار اخلاق تو ان پر عمل کرنا اور انہیں اپنانا گھائے کا سودا ہے۔ نمازوں کے اوقات کی پابندی کی کیا ضرورت ہے۔ بس سال میں ایک آدھ مرتبہ ماتم کر لیا۔ کمی پوری ہو گئی۔ غیرت کا جنازہ متعہ نے نکال دیا ستمناوت ذوالجناح کے سر چڑھ گئی۔

شجاعت، زنجیر زنی میں چلی گئی۔ اب مرغ بننے کے لیے کثرتِ جماع کی دو مومن، کو ضرورت تھی۔ وہ بڑی پسند آئی۔ ”وہ فقہ جعفریہ“ کیا ہوئی خواہشات نفسانیہ کے حصول کا ہی ایک بہانہ ٹھہرا اور بدنام حضرات اثر اہل بیت کو کیا جا رہا ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْآبْصَارِ)

مسئلہ چہارم

جنت میں سب سے زیادہ پر لطف اور

لذیذ بات ”جماع“ ہے۔

وسائل الشیعہ

عن جمیل بن دراج قال قال أبو عبد الله عليه السلام ما تكدّ ذلّ الناس في الدنيا والآخرة بلذة أكثر لهم من لذة النساء ومو قسول الله عز وجل زین لئلا من حبب الشهورات من النساء والبنین الخ ثم قال وإن أفل الجنة ما يتلذّدون بشی من الجنة أشلى عندهم من النكاح لا طعام ولا شراب۔

(۱) - وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ نمبر ۱۱)

(۲) - فروغ کافی جلد ۵ ص ۲۲ کتاب النکاح)

ترجمہ :

جمیل بن دراج کہتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

دنیا و آخرت میں جو بھی لذتیں لوگ پاتے ہیں۔ (یا پائیں گے) ان سب میں سے عورتوں کے ساتھ جماع کی لذت بڑھ کر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ثابت پر دلالت کرتا ہے۔ دو لوگوں کے لیے عورتوں کے ساتھ شہوات پورا کرنا خوبصورت کر دیا گیا ہے، پھر فرمایا۔ کہ صفتی لوگ نہ کسی خوردنی شئی اور نہ کسی پینے والی چیز سے اتنی لذت حاصل کر پائیں گے۔ جو انہیں نکاح کے ساتھ حاصل ہوگی۔

وسائل الشیعہ

عن علی بن حسان عن بعض اصحابنا قال سَأَلْنَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّ مَرَّةٍ شَيْءٌ الْكَذُّ؟ قَالَ فَقُلْنَا غَيْرُ شَيْءٍ فَقَالَ مُرَّا الْكَذُّ الْأَشْيَاءُ مُبَاضِعَةُ النِّسَاءِ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۱۰)

کتاب النکاح باب استحباب

حب النساء مطبوعہ قلمراں

(طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن حسان اپنے بعض اصحاب سے بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق سے ہم نے پوچھا۔ کہ کن سی چیز سب سے زیادہ لذت دینے والی ہے؟ ہم نے مختلف چیزوں کے نام لیے۔ آپ نے فرمایا۔ سب سے زیادہ لذت دینے والی چیز عورت کا فرج ہے۔ (یعنی عورت سے جماع کرنا)۔

مسئلہ پنجم

جماع کے لیے لونڈی ادھار دینی جائز ہے

فروع کافی

عن ابی العباس البقیاق قال سأل رجل أبا عبد الله عليه السلام ونحن عنده عن عمار بن عبد الله قال سألت أبا عبد الله عليه السلام قال لا بأس أن يبيع الرجل الجارية لاختيه۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۷۰، کتاب النکاح)

ترجمہ :

ابو العباس بقیاق کہتا ہے۔ کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق سے پوچھا۔ ہم اس وقت امام کے پاس موجود تھے۔ کیا سورت کی شرمگاہ ادھار دینی جائز ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ حرام ہے۔ پھر کچھ دیر ٹھہر کر فرمانے لگے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی لونڈی اپنے کسی بھائی کو ادھار دے دے۔ دتا کہ وہ اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھا سکے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لمون کریمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف سے مذکورہ اباحت و اجازت کو ذکر کرنا، بہت بڑی دیدہ دلیری ہے۔ لونڈی کو بغیر نکاح کیلئے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو دہلی کے لیے ادھار دینا اور ایک عام بازاری عورت جس کا دہلی کرانا پیشہ ہو۔ ان دونوں میں پھر کیا فرق ہے۔ بلکہ بازاری عورت کچھ نہ کچھ معاوضہ طلب کرے گی۔ جسے متنبہ کہہ لیں گے۔ لیکن بے چاری لونڈی کو جب اس کے مولیٰ نے مفت میں دے دیا۔ تو اسے کیلٹے گا۔ روایت مذکورہ کی اگر کوئی شیعہ یہ تاویل کرے۔ کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ مولیٰ اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ مفت میں کر دے۔ کریم جائز ہے۔ یہ تاویل قطعاً مقام و محل کے مطابق نہیں۔ کیونکہ اگر بذریعہ نکاح اباحت و جواز ثابت کرنا تھا۔ تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔ اور اسے ہر مسلمان جانتا ہے۔ اس کے لیے امام صاحب سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی اس لیے امام جعفر نے پہلے اسے حرام فرمایا۔ کیا کسی شخص کو اپنی بیٹی یا دیگر رشتہ دار خواتین کا نکاح کر دینا آپ نے حرام کہا تھا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ حرام اسے کہا کہ مفت میں بطور ادھار کوئی عورت اپنی شرمگاہ یا اس عورت کا والی کسی کے لیے مباح کر دے۔ اس لیے یہ تاویل غلط ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ دو فقہ جعفریہ، میں بے جہانی اور بے غیرتی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ ایسی باتوں کی نہ انکار اہل بیت اجازت دے سکتے ہیں۔ اور نہ قرآن و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ سب ابوبصیر زرارہ وغیرہ کی اختراعات ہیں۔

مسئلہ ششہم

محرم عورتوں کے ساتھ لفّ حریر کی صورت

میں جماع کی اجازت

”لفّ حریر“ فقہ جعفریہ کا ایک مابہ الامتیاز قبیح مسئلہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مرد اپنے آلات تناسل پر کوئی ریشمی کپڑا لپیٹ لے۔ اور پھر اپنی ماں بہن اور بیٹی وغیرہ سے جماع کرے۔ تو اس کی گنجائش ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں سن کر کوئی یقین نہ کرے۔ اور اسے اہل سنت کی طرف سے اہل تشیع پر الزام کہے۔ اس لیے ہم اس احتمال کو دور کرتے ہوئے فقہ جعفریہ کی پسندیدہ اور معتبر کتب سے چند حوالہ جات درج کرتے ہیں۔ حوالہ غلط ہونے کی صورت میں فی حوالہ بیس ہزار روپے نقد انعام ملے گا۔

ذخیرۃ المعاد

سوال: اگر شخص آلت خود بہ پیچیدہ رست مال حریر و نچوآں کر ماست حاصل نشود در زمان جماع وہم چنین ماست حاصل نشود بہمت کشا و فرج یا باریک آلت آیا غسل واجب است یا نہ۔

جواب۔ لازم

غسل خالی از قوت نیست و اذا بوجیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم
بلف حریر جائز است۔

(ذخیرہ المعاد مصنفہ شیخ زین العابدین

ص ۹۵ باب طہارت غسل جنابت،

مطبوعہ مکتبہ طبع قدیم)

ترجمہ :

سوال۔ اگر کوئی شخص (مرد) اپنے آلت تناسل پر ریشمی رومال وغیرہ،
پلیٹ لے۔ کہ جس سے آلت تناسل اور عورت کی شرمگاہ آپس میں چھونے
نہ پائیں۔ اس طرح مرد عورت جماع کریں۔ یا مرد اور عورت کی شرمگاہ
باہم اس لیے نہ چھوئیں۔ کہ عورت کی شرمگاہ بہت فراخ اور کھلی
ہو۔ یا مرد کا آلت تناسل بہت زیادہ باریک ہو۔ تو کیا اس کے بعد غسل
واجب ہوگا۔ یا نہیں؟ جواب۔ غسل کا لازم ہونا زیادہ قوی نظر آتا
ہے۔ اور ابوحنیفہ سے منقول ہے۔ کہ محرم عورت کے ساتھ جماع
کرنا جائز ہے۔ جبکہ مرد نے اپنے آلت تناسل پر ریشمی کپڑا پیٹھا
ہوا ہو۔

لفِ حریر کا مسئلہ ابو حنیفہ شیعہ کا ہے

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا اس کوئی تعلق نہیں

مذکورہ حوالہ میں آپ نے لفِ حریر کے ساتھ اپنی محارم سے دطی کے جواز کا قائل ابو حنیفہ کینیت کا ایک شخص پڑھا۔ بدحواسی کے عالم میں اس سے جان چھڑانے کے لیے اہل تشیع یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہمارا نہیں۔ بلکہ ابو حنیفہ کا ہے۔ اور ابو حنیفہ وہی ہے جو اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک امام ہو گزرا ہے۔ ہمارے بزرگوں میں اس کینیت کا کوئی مجتہد یا عالم نہیں ہوا۔ یہی بات اسماعیل گوجروی نے ۱۹۵۷ء میں علامہ محمود احمد رضوی کے ساتھ مناظرہ کے دوران کہی۔ اور اس پر شیعہ رسائل و اخبارات نے بڑا زور لگایا۔ اب ان حالات میں ہم لفِ حریر والے ابو حنیفہ کا شجرہ نسب اور اس کی علمی و عملی زندگی کا کچھ تذکرہ کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ وہ ابو حنیفہ، کینیت والا مذہب شیعہ میں ایک عالم تھا۔ اس سے انکار کرنا محض فریب اور دھوکہ ہے۔

مجالس المؤمنین

القاضی ابو حنیفہ نعمان بن محمد بن منصور بن جسون المفرنی در تاریخ

ابن خلکان وابن کثیر شام مسطور است اویکی از فضلاء مشاعر الیہ بود
در علم فقہ و دین و بزرگی و مرتبہ رسید بود که مزید بر آن متصور نہ بود۔۔
و در اصل مالکی مذہب بود و بعد از آن بمذہب امامیہ انتقال نمود و
اورا مصنفات بسیار است مانند کتاب اختلاف اصول مذہب
و کتاب اختیار در فقہ و کتاب الدعوة للعبيدین و از ابن نونلاق روایت
نمودہ کہ نعمان ابن محمد القاضی در غایت فضل و از اہل قرآن و عالم بمعانی
آن بود و عالم بود بوجہ فقیہہ و اختلاف فقہاء و عارف بود بوجہ لغت
و شعر و تاریخ و علیہ عقل و انصاف آراستہ بود و در مناقب اہل بیت
چندین ہزار ردق تالیف نمودہ بود و ادراکت بہات کہ در آن جاری
براہ حنیفہ کوفی، و مالک و شافعی و ابن شریح و غیر ایشان از مخالفت
نمودہ و از مصنفات او کتاب اختلاف الفقہاء است و در آن جا
نصرت مذہب اہل بیت نمودہ و اورا تصدیقہ است در علم فقہہ و ابو
حنیفہ مذکور ہمراہ معزالدین اللہ خلیفہ فاطمی از مغرب در مصر آمدہ در ماہ
رجب سنہ ثلاث و شین و ثلثمائۃ در مصروفات یافت و اورا اولاد
امجاد پنجائے فضلاء بود۔

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۳۹ تذکرہ

القاضی ابو حنیفہ نعمان بن محمد الحنبل مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ :

قاضی ابو حنیفہ نعمان بن منصور بن جبرون المغربی۔ تاریخ ابن خلکان
اور ابن کثیر میں لکھا ہوا ہے۔ کہ یہ اُن فضلاء میں سے ایک تھا۔ جو

جانے پہچانے شہرت رکھنے والے تھے۔ علم فقہ، دین اور بزرگی میں انتہائی مرتبہ پر فائز تھا۔ دراصل امام مالک کے مذہب پر کاربند تھا۔ لیکن بعد میں مذہب امامیہ (شیعہ) قبول کر لیا۔ اس کی بہت سی، تصانیف میں۔ مثلاً کتاب اختلاف اصول مذاہب، کتاب اختیار در فقہ، کتاب الدعوة وغیرہ۔ ابن خلدون سے منقول ہے کہ یہ شخص (نعمان بن محمد القاضی) انتہائی فاضل اور قرآن کریم کے معانی کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور فقہی اختلاف پر اسے یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ نعت، شعر اور تاریخ میں ماہر تھا۔ اور عقل و انصاف سے مزین تھا۔ اہل بیت کے مناقب میں کئی ہزار اوراق لکھے۔ اور اس کی کئی کتابوں میں امام ابو حنیفہ کو فی، امام شافعی، امام مالک اور قاضی شریح وغیرہ کا رد وجود ہے۔ اس کی تصانیف میں سے اختلاف الفقہاء نامی کتاب بھی ہے۔ اس میں اس نے مذہب اہل بیت کی ڈٹ کر تائید کی علم فقہ میں اس کا ایک قصیدہ بھی ہے۔ یہ ابو حنیفہ معز الدین اللہ، فاطمی خلیفہ کے ہمراہ مہر آیا۔ اور یہ واقعہ ۳۶۲ھ رجب کا ہے بمصر میں ہی اس کا انتقال ہوا۔ اور اس کی اولاد میں سے بھی عالم فاضل پیدا ہوئے۔

توضیح:

مذکورہ حوالہ جس مصنف کا ہے۔ وہ اہل تشیع میں ”شہید ثانی“ کے نام سے مشہور ہے۔ اور مذہب امامیہ میں اس کا بہت اونچا مقام و مرتبہ ہے اس (یعنی نور اللہ شوستری) نے اپنی مذکورہ تصنیف میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے

جوان کے ہاں مسلمہ شخصیات تھے۔ اس میں ابو حنیفہ نعمان کا ذکر کیا اور لکھا کہ۔

۱۔ اس کا ابتدائے مسک مانگی تھا۔ پھر یہ مذہب امامیہ میں آگیا۔

۲۔ اس کی تصانیف بجزرت ہیں۔ جن میں اہل سنت کے ائمہ اربعہ اور دیگر حضرات کی سنت تردید کی۔

۳۔ خلیفہ مغلدین اصفہانی کا چچیتا تھا۔ یہی اسے اپنے ساتھ مصر لایا۔ اور مصر میں ہی اس کا انتقال ہوا۔

۴۔ اس کا انتقال ۳۶۳ھ میں ہوا۔

۵۔ اس نے اپنی کتب میں مستقل طور پر مذہب امامیہ کی تائید میں دلائل دیئے۔

یہ تھا مختصر خاکہ ابو حنیفہ نعمان شیعہ کا جس کے بارے میں اہل تشیع یہ کہتے ہیں تھکتے کہ ہمارا اس نام کا کوئی عالم نہیں گزرا۔ اب تقابلی طور پر اس ابو حنیفہ کا سوانحی خاکہ بھی ملاحظہ ہو جائے۔ جو ابو حنیفہ نعمان بن ثابت اہل سنت کا عظیم امام ہوا ہے۔

یہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ہیں۔ یعنی ان دونوں کی ولایت جدا جدا ہے۔

ان کا سن ولادت ۸۸ھ اور وصال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ لہذا شیعہ،

ابو حنیفہ ان کے تقریباً دو سو سال بعد انتقال کرتا ہے۔

ان کا رد ابو حنیفہ شیعہ نے لکھا۔ وہ قاضی تھا یہ اس عہدہ کو ٹھکانے والے تھے۔

ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا انتقال بغداد میں ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔

لیکن شیعہ ابو حنیفہ مصر میں وصال کرتا ہے۔ اور وہیں دفن کیا جاتا ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ ہم نے "ولفت حریر" کا مسئلہ جس کتاب سے ذکر کیا وہ شیخ زین العابدین شیبی کی تصنیف ہے۔ اور اس کا اصل موضوع مسلک شیعہ کے مطابق سوال اور پھر اس کا جواب لکھنا ہے۔ سوال و جواب مسیحی بہ ذخیرۃ المعاد۔ جب اس کتاب میں امامیہ مسلک کے سوال و جواب مذکور ہیں۔ تو پھر یہ جواب ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ثنی کی طرف سے اس میں درج کرنے کا کیا تک ہو سکتا ہے؟ ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ "ولفت حریر" کا مسئلہ گھڑنے والا ابو حنیفہ نامی ایک شیعہ عالم ہے۔ اور یہ اہل تشیع کے ہاں جائز ہے۔

تنقیح المقال

نعمان ابن محمد ابن منصور ابو حنیفہ مغربی
ذَكَرَ ابْنُ خُلْدَكَانَ وَابْنُ كَيْثِ الشَّامِي اَنَّهُ كَانَ
مِنَ الْفَضْلَاءِ الْمَشْهُورِينَ وَكَانَ مَا لِكَيْتَا ثَمَرٌ
اُسْقَلَ إِلَى مَذْهَبِ الْإِمَامِيَّةِ وَلَهُ تَصَانِيفٌ مِنْهَا
دَعَايُ الْمُسْلِمِينَ فِي مَنَاقِبِ أَهْلِ بَيْتِ عَلَيْهِمُ
السَّلَامُ وَمَثَالِبِ أَعْدَائِهِمْ وَكَانَ أَوْلَادُهُ مِنَ
الْأَفْضَالِ أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ نَعْمَانَ وَابُو عَبْدِ اللَّهِ
مُحَمَّدُ بْنُ نَعْمَانَ وَقَالَ صَاحِبُ تَارِيخِ مِصْرٍ
إِنَّ الْقَاضِي نَعْمَانَ كَانَ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَهَاءِ
وَالدِّينِ وَالتَّبَلِّ عَلَى مَا لَا مَزِيدَ عَلَيْهِ وَكِتَابُ
الدَّعَايِ كِتَابٌ حَسَنٌ جَيِّدٌ يُصَدَّقُ مَا قِيلَ
فِيهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَرَوْهُ وَعَمَّنْ بَعْدَ صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنَ الْأَئِمَّةِ خَوْفًا مِنَ الْخُلَفَاءِ الْأَرْسَامِ عِيْلَتِهِ حَيْثُ
كَانَ قَاضِيًا مَنَسْرُبًا مِنْ قِبَلِهِمْ بِمَصْرِ الْيَكْبَدِ
عَبْدَ مِنْ وَرَاءِ سِتْرِ التَّقِيَّةِ مَذْهَبُهُ بِمَا لَا
يَخْفَى عَلَى اللَّيْبِ وَمَا فِي مَعَالِمِ ابْنِ شَلْرَاشُوبِ
مِنْ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ إِمَامِيًّا إِشْتِبَاهَ قَطْعًا فَإِنَّ أَهْلَ
الْبَيْتِ وَهُمْ مُؤَيَّدُونَ الْمَذْكُورُونَ أَذْرَى بِمَا
فِي الْبَيْتِ ثُمَّ لَا مَعْنَى لِتَصْنِيفِ غَيْرِ الْأَمَامِيِّ كِتَابًا
فِي مَثَالِبِ الْفَاضِلِينَ لِلْحَقِّ وَكِتَابًا الْخَرَفِ فِي فُضَائِلِ
الْأَئِمَّةِ الْأَطْلَهَارِ وَكِتَابًا ثَالِثًا فِي الْإِمَامَةِ كَمَا
اعْتَرَفَ بِهِ هُوَ بِقَوْلِهِ -

درنتیجہ المقال جلد سوم ص ۲۴۳

باب النون من ابواب النون -

مطبوعہ تلہران طبع جدید -

ترجمہ:

نعمان ابن محمد بن منصور مغربی - ابن خلکان اور ابن کثیر نے لکھا کہ یہ
شخص مشہور فضلاء میں سے تھا۔ شروع میں مالکی مذہب پر تھا۔ پھر
مذہب امامیہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس کی بہت سی تصانیف
ہیں۔ ایک کا نام دعائم الاسلام فی مناقب اہل بیت ہے۔ اس
میں اہل بیت کے دشمنوں کے مظالم بھی بیان ہوئے ہیں۔ اس
کی اولاد میں بھی قابل لوگ تھے۔ مثلاً ابوالحسن علی بن نعمان اور
ابوعبداللہ محمد ابن نعمان۔ صاحب تائید الخضر نے کہا ہے کہ تافہنی

نعمان مذکور صاحبان علم و فقہ و دین میں سے تھا۔ اور ان علوم میں صاحب کمال تھا۔ اس کی کتاب ”دعائم الاسلام“ بہت اچھی کتاب ہے۔ اور اس میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ ہاں اتنی بات ہے۔ کہ اس نے کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے ائمہ کی روایات کو درج نہیں کیا۔ لیکن یہ بھی اس لیے کہ وقت کے خلفاء اسماعیلیہ سے اسے خوف تھا۔ کیونکہ ان کی طرف سے یہ مصر کا قاضی مقرر ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی تقیہ کے رنگ میں اس نے اپنا مذہب بیان کر ہی دیا جسے ہر عقلمند جانتا ہے اور اس بارے میں جو معالم ابن شہر آشوب میں لکھا ہے۔ کہ یہ ابو حنیفہ امامی نہ تھا۔ یہ محض اشتباہ ہے۔ کیونکہ گھر کے حالات گھر والوں سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ اور ہمارے مورخین نے اس کو امامی ہی کہا ہے۔ اس لیے ان کی گواہی ابن شہر آشوب سے قوی ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص مذہب امامیہ نہ رکھتا ہو۔ اور اس کے باوجود وہ ائمہ اطہار کے فضائل، حق کے غاصبوں کے مظالم اور مسئلہ امامت پر کتابیں لکھے؟ اس بات کا وہ خود بھی اقرار کرتا ہے۔

الکنى واللقاب

أَبُو حَنِيفَةَ شَيْعَةٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ الْمَغْرِبِي
 هَذَا الْقَاضِيُ لِلنَّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدِ بْنِ
 مَتَّصُورٍ الْقَاضِي بِمَرْكَانَ مَالِكِيًّا أَقْلًا شَرَّ

اہتدی و صار امامیاً و صنف علی طریق الشیعہ
کتاباً منہاد عائم الاسلام و کان کما قال ابن
خلکان نقلاً من ابن زولاق فی غایۃ الفضل
من اہل القرآن و العلم بمعانیہ عالم بوجودہ
الفقہ و عالم باختلاف الفقہاء و اللغہ و الشعر
و المعرفۃ بایام الناس مع عقل و انصاف و الف
لاہل البیت من الکتب الاف اوراق باحسن
التالیف و لہ رد و رد علی المخالفین و لہ رد علی
ابی حنیفہ و علی مالک و شافعی و علی ابن شریح
و کتاب اختلاف الفقہاء و ینتصر فیہ لاہل
البیت و لہ القصیدۃ الفقلیۃ لقبہا بالمنتخبۃ
و کان ملازم صاحبۃ المعز ابی تمیم معد بن
منصور و لقوا و صل من افریقۃ الی الدیار المصریۃ
کان معہ لم تطل مدتہ و فات فی مستحل
رجب بمصر ۳۶۳ھ۔

(کنی و الالقاب جلد اول ص ۵۷)

تذکرہ ابو حنیفہ)

ترجمہ :

ابو حنیفہ شیخ۔ اسے ابو حنیفہ مغربی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قاضی
نہمان بن ابی عبد اللہ محمد بن منصور ہے جو مصر کا قاضی تھا۔ مالکی
مذہب تھا۔ پھر دایت ملی اور امامی بن گیا۔ شیعی طریقہ (مذہب)

پراس نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک دعائم الاسلام ہے۔ بقول ابن خلکان یہ بہت فضیلت والا تھا۔ اور قرآنی علوم و معانی کا عالم، وجوہ فقہ اور اختلاف فقہاء کے علاوہ لغت، شعر و لوگوں کے نسب کا بھی بہت بڑا عالم تھا۔ صاحب عقل و انصاف تھا۔ اہل بیت کی شان میں ہزاروں ادراک پر مشتمل کتابیں لکھیں۔ مخالفین کا رد بھی لکھا۔ اور ابو حنیفہ امام اعظم کا رد بھی لکھا۔ امام شافعی مالک اور قاضی شریح کی ڈٹ کر تردید کی۔ کتاب اختلاف الفقہاء میں اہل بیت کے مسلک کو سچا ثابت کرنے پر بہت ڈال ذکر کیا۔ اس کا ایک قصیدہ علم فقہ پر ہے۔ جس کا نام ”دال المنقبہ“ رکھا۔ یہ شخص مغز ابوتیم معد بن منصور کی ملازمت میں تھا۔ جب معد بن منصور افریقہ سے مصر آیا۔ تو ابو حنیفہ شیعہ بھی اس کے ساتھ تھا یہاں زیادہ دیر زندہ نہ رہا۔ اور ۳۶۳ھ ہجری رجب کے مہینہ میں فوت ہو گیا۔

تبصرہ:

صاحب کتاب الکفی واللقاب شیخ قمی نے بھی وہی کچھ کہا۔ جو تنقیح المقال اور مجالس المؤمنین کے حوالہ جات میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یہ سچی شیعہ مصنف اور شیعہ برادری کے ستون اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔ کہ ہمارے مسلک میں بھی ایک ابو حنیفہ نعمان نامی شخص گزرا ہے۔ بڑا صاحب فضل و علم تھا۔ اور کتب کثیرہ کا مصنف تھا۔ پہلے مالکی تھا پھر وایت ملی تو شیعہ ہو گیا۔ اور ایسا ہوا کہ کسینوں کے ائمہ کی خوب تردید کی۔ اور اہل بیت

کے حق میں مسلک شیعہ کے مطابق بہت دلائل ذکر کیے۔ اب بھی کہتے ہو کہ ابو حنیفہ نامی شخص ہمارے اندر نہیں ہوا۔ جس کا ہم ابھی تذکرہ کر چکے یہ کن میں سے تھا؟ تو معلوم ہوا کہ ”لعین حریری“ کے مسئلہ کا موجد شیعہ ہے۔ اور اس کا نام نعمان بن محمد اور کنیت ابو حنیفہ ہے۔ ۳۶۳ھ میں مصر کے اندر انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوا۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

الاخبار الطوال مطبوعہ۔ لاجی حنیفہ الدینوری
احمد ابن داود من اهل الدینور۔ و من
تصریح ابن ندیم بتوثیقہ و ات اکثر اخذہ
من یعقوب بن اسحاق اسکیت النحوی
الشہید للشیعہ و هو من ابنائے الفارس
اما میتہ۔

(الذریعہ فی تصانیف الشیعہ
جلد اول ص ۳۸۱ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

الاخبار الطوال نامی کتاب ابو حنیفہ دینوری احمد بن داؤد کی تصانیف
ہے۔ جو دینور کا رہنے والا تھا۔ ابن ندیم کی تصریح ہے کہ یہ قابل اعتبار
ہے۔ اور یہ کہ اس نے اکثر علم یعقوب بن اسحاق اسکیت
نحوی سے پڑھا۔ جو شیعہ تھا۔ ابو حنیفہ دینوری امامی شیعہ ہونا ظاہر
کرتا تھا۔ اور یہ ایران کا رہنے والا تھا۔

نوٹ: وہ الذریعہ کی مکمل عبارت ہم نے ذکر نہیں کی۔ اس میں بھی وہی

باتیں تھیں۔ جو کچھ تین حوالہ جات میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں یعنی یہ بہت بڑا عالم، فاضل اور صاحب تصانیف کثیرہ اور عالم علوم متعددہ تھا۔ اور امامی شیعہ تھا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے دو لغتِ حریر، اسے کوئی شیعہ انکار نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ابتدائاً سن کر ہر شیعہ کانوں کو ہاتھ لگائے گا۔ ان کے ذاکرین اس مسئلہ سے بالکل انکار کر دیں گے۔ لیکن جب مذکورہ حوالہ جات پیش کیے جائیں تو پھر اور پہلو بدلتے ہیں۔ یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ ذخیرۃ المعاد، کتاب کی جس میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ وہ ہماری کتاب نہیں۔ بلکہ اہل سنت کے ایک اہل علم کی تصنیف ہے۔ تو اس کا جواب بھی ملاحظہ ہو کہ ہمیں تسلیم ہے کہ اس کتاب کی تصنیف ایک سنی عالم یعنی شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ لیکن اس میں ”لغتِ حریر“ کے مسئلہ کا وجود تک نہیں۔ اور جس ”ذخیرۃ المعاد“ میں یہ مسئلہ بقیدِ حوالہ ہم نے ذکر کیا۔ وہ ایک شیعہ مصنف شیخ زین العابدین کی تصنیف ہے۔ سو یہ بات تحقیق کو پہنچی کہ اہل تشیع کے ہاں مرد اپنے آپ کو تناسل پر رشیم یا اس جیسا کوئی اور کپڑا لپیٹ لے۔ تو اس کا پھر اپنی محرم عورتوں کے ساتھ وطی کرنا جائز ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

مسئلہ نمبر ۶

”ماں اور بہن وغیرہ محام سے وطی کرنا ایک وجہ سے جائز اور دوسری وجہ سے ناجائز ہے

فقہی اصطلاح میں بدکاری کے لیے زنا اور سفاح کے دو الفاظ ذکر ہوتے ہیں اہل تشیع کے ہاں ان دونوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر زانی کو سفاح ضرور کہیں گے۔ لیکن اس کا عکس نہیں۔ دونوں کی تعریف کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ زنا وہ فعل حرام ہے جس میں علت کی کوئی بھی وجہ موجود نہ ہو اور سفاح وہ حرام فعل ہے جس میں کوئی وجہ علت کی بھی موجود ہو۔ مثلاً ایک شخص اپنی ماں، بیٹی وغیرہ سے نکاح کیے بغیر وطی کرتا ہے۔ تو یہ زنا ہو گا۔ اور اگر نکاح کے وطی کرے تو سفاح ہو گا۔ اب اس فرق کو مد نظر رکھ کر یہ کہا جاتا ہے کہ سفاح سے پیدا ہونے والا بچہ حرام زادہ نہیں کہلائے گا۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

فَمَا مِمَّنْ سَفَّاحٍ الَّذِي مُوَغَّيِّرُ الزَّوْا وَهُوَ مُسْتَمَقٌّ

لِإِسْمِ سَفَاحٍ وَمَعْنَاهُ قَالَ الَّذِي هُوَ مِنْ وَجْهِ
النِّكَاحِ مَشْرُوبٌ بِالْحَرَامِ وَإِنَّمَا صَارَ سَفَاحًا
لِأَنَّهُ نِكَاحٌ حَرَامٌ مَشْرُوبٌ إِلَى الْحَلَالِ وَمَوْ
دِعٍ وَجْهِ الْحَرَامِ فَلَمَّا كَانَ وَجْهُ مِنْهُ حَلَالًا
وَوَجْهُ حَرَامًا كَانَ إِسْمُهُ سَفَاحًا لِأَنَّهُ
الْغَالِبُ عَلَيْهِ نِكَاحٌ تَزْوِيجٌ إِلَّا أَنَّهُ مَشْرُوبٌ
ذَلِكَ التَّزْوِيجُ بِوَجْهِ مِنْ وَجْهِ الْحَرَامِ
غَيْرُ خَالِصٍ فِي مَعْنَى الْحَرَامِ بِالْكُلِّ وَلَا خَالِصٍ
فِي وَجْهِ الْحَلَالِ بِالْكُلِّ أَمَّا أَنْ يَكُونَ الْفِعْلُ
بِوَجْهِ الْفَسَادِ وَالْقَصْدُ إِلَى غَيْرِ مَا أَمَرَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ مِنْ وَجْهِ التَّأْوِيلِ وَالْخَطَأِ ،
وَالِإِسْتِحْلَالِ بِجِهَةِ التَّأْوِيلِ وَالتَّقْلِيدِ
نَظِيرُ الَّذِي يَكُونُ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ الَّتِي ذَكَرَهَا
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ تَحْرِيمُهَا فِي الْقُرْآنِ
مِنَ الْأَمْهَاتِ وَالْبَنَاتِ إِلَى الْخُرَافَاتِ كُلِّ ذَلِكَ
حَلَالٌ فِي جِهَةِ التَّزْوِيجِ حَرَامٌ مِنْ جِهَةِ مَا
نَهَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ كَذَلِكَ فَلَهُوَ لَاءٌ
كُلُّهُمُ تَزْوِيجٌ مِنْ جِهَةِ التَّزْوِيجِ حَلَالٌ
حَرَامٌ فَاسِدٌ مِنْ وَجْهِ الْآخِرِ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَنْبَغِي
لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ إِلَّا مِنَ الْمَوْجِبِ الَّذِي أَمَرَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ وَلِذَا كَانَ صَارَ سَفَاحًا مَرْدُودًا وَذَلِكَ

كُلُّهُ غَيْرُ جَائِزٍ الْمَقَامِ عَلَيْهِ فَلَا ثَابِتَ لِمَنْ
الْتَزْوِيجُ بَلْ يُفَرِّقُ إِلَّا مَا هُرِّبَتْهُ وَلَا يَكُونُ
النِّكَاحُ الزَّانَا وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ
أَوْ لَادِ زَنَا وَمَنْ قَذَفَ الْمُؤَلَّودَ مِنْ طَرْفٍ لَا
الَّذِينَ وَلِدُوا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ جِلْدُ الْحَدِّ
لَا تَلَهُ مَوْلُودٌ بِتَزْوِيجٍ رُشْدَةٍ وَإِنْ كَانَ
مُفْسِدًا اللَّهُ بِجَهَنَّمَ مِنْ جَعَلَتِ الْمُحَرَّمَاتِ

وَالْوَلَدُ مَسْئُوبٌ إِلَى الْآبِ مَوْلُودٌ بِتَزْوِيجٍ
رُشْدَةٍ عَلَى نِكَاحٍ مِلَّةٍ مِنَ الْبَيْتِ خَارِجٍ مِنْ
حَوْرِنَا الْكِتَابُ مُعَاقِبٌ عَقُوبَةُ الْفُرْقَةِ -

(نزع کافی جلد پنجم ۵۴۰-۵۴۱،

کتاب النکاح باب تفسیر ما یحل

من النکاح الخ)

ترجمہ:

معنی سفاح کا جو زنا کا غیر ہے۔ اسے صرف سفاح ہی کہا جائے گا۔ جس
کا معنی یہ ہے کہ نکاح کے ذریعہ جس میں حرام ملا ہوا ہو۔ یہ سفاح اس
لیے ہوا کہ یہ نکاح حرام ہے اور اس میں طقت کا شائبہ بھی موجود ہے
لہذا ان دونوں احتمالات کی وجہ سے اسے سفاح کہیں گے کیونکہ
اس میں غلبہ وجہ نکاح کو ہے۔ مگر یہ نکاح حرام کے ساتھ مشابہت رکھتا
ہے۔ لیکن یہ مشابہت ہونے ہوئے یہ فالس حرام نہ بنے گا۔ اور نہ
ہی فالس حلال کہلائے گا۔ حرام کی مشابہت اس طرح کہ ایسا کرنے

والا دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کا قصد کرتا ہے۔ اور ملت اس لیے کہ وہ اس کی تاویل یا اس کو غلطی سے کر بیٹھتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص ان محرمات سے نکاح کرتا ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں فرمایا: حرمت علیکم اہما نکم الخ۔ یہ سب عورتیں اگر ان سے نکاح کر لیا جائے۔ تو بوجہ نکاح کے حلال ہو گئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے منع فرمانے کی وجہ سے حرام ہوئیں۔ پس یہ عورتیں (محرمات) بوجہ نکاح کے حلال اور حرام فاسد و سری وجہ سے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے بعد آدمی کو اسی طرح نکاح کرنا چاہیئے تھا جس طرح نکاح کی وہ اجازت دیتا ہے۔ چونکہ محرمات سے نکاح کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی۔ اس لیے یہ سفاح ہو گا اور مرد و دو ہو گا۔ لہذا اسی نکاح پر قائم نہیں رہنے دیا جائے گا۔ بلکہ امام ان کے درمیان تفریق کر دے گا۔ لیکن ان کا نکاح کر کے وطنی کرنا "وزنا" بھی نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی اس وطنی سے پیدا ہونے والی اولاد حرامی ہو گی۔ سو جو شخص اس طرح پیدا ہونے والے کسی بچہ کی ماں یا باپ پر زنا کی تہمت لگائے گا۔ اس کو قذف کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ یہ بچے صحیح، نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس نکاح میں فساد تھا اور وہ بوجہ محرمات ہونے کے تھا۔ بچہ بچہ اس صورت میں اپنے باپ کی طرف ہی منسوب ہوں گے۔ کیونکہ وہ درست شادی سے پیدا ہوئے۔ اور یہ نکاح ایک مذہب کے مطابق پڑھا گیا۔ لہذا زنا سے خارج ہو گا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ایسے شخص کو سزا ملنی چاہیئے اور اس کی سزا یہ ہے کہ ان دونوں نکاح کرنے والوں کو جہاداً

کر دیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین

”فقہ جعفریہ“ میں محرمات کے ساتھ نکاح اور اس کے متعلق چند مسائل حوالہ مذکورہ کی روشنی میں آپ نے ملاحظہ کیے۔ اس سلسلہ میں یہ شبہ تو شاید قابل سماعت ہو کہ وطی کرنے والا کہے کہ میں نے نکاح کر کے ایسا کیا ہے۔ اور اس شبہ کی بنا پر اس وطی پر حد جاری نہ ہو۔ لیکن جو یہ کہا جا رہا ہے کہ محرمات سے وطی کرنا من وجہ حلال ہے۔ یہ کون سی نص کا مطلب ہے۔ بلکہ یہ تو نص صریح کی مخالفت ہے۔ اور اس بنا پر یہ کفر و ارتداد بنتا ہے پھر اس بد بخت کو فقہ جعفریہ پر رعایت دے رہی ہے کہ تمہاری اس طرح سے پیدا ہونے والی اولاد کو حرامی نہیں کہا جائے گا! ایسا کہنے والا تہذیب کی حد کھائے گا۔ جب ایسی رعایت عام شیعوں کو بتلا دی جائے۔ کہ تم اپنی ماں، بہن، بیٹی وغیرہ محرمات سے نکاح کرنے کے وطی کر لو۔ تو اس میں کوئی حد نہیں لگے گی۔ ہونے والی اولاد تمہاری ہوگی۔ جو ان کو حرامی کہے گا۔ سو کوڑے کھائے گا۔ ہاں اگر سزا ہوگی۔ تو صرف یہ وطی کرنے کے بعد امام تم دونوں کو ایک ساتھ نہ رہنے دے گا۔ پھر دیکھئے کہ شیعہ مسلک والے کتنے خوش ہوتے ہیں۔ ابو حنیفہ نے ریشم پیٹ کر اجازت دی تھی۔ اور اس پر شیعہ تڑپ اٹھے تھے۔ اب فروع کافی والا تو پیٹے پیٹے بغیر سیدھا راستہ دکھا رہا ہے۔ بغلیں بجاؤ مجالس منعقد کرو۔ اور خوب داد دو۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ

نوٹ: علامہ حسین نجفی نے اپنی تصنیف ”حقیقت فقہ حنفیہ“ کے ص ۱۲

پراحتاف پر محرمات کے ساتھ نکاح کے بارے میں خرافات کہے ہیں۔ ہم نے اس کے تمام اعتراضات کا تفصیلی جواب دے دیا ہے۔

آپ حضرات سے التماس ہے کہ دونوں طرف کے مسائل فقہیہ کا تقابل کر کے دیکھیں کہ فقہ ضعیفہ اور فقہ جعفریہ میں سے کس کے مسائل عقل و نقل کے موافق اور کس کے مخالف ہیں۔ غلام حسین نجفی نے شاید یہ سمجھا ہو گا کہ میں ادھر ادھر کی ہانک کر اہل سنت کو اپنی فقہ سے متنفر کر اسکوں گا۔ لیکن اسے کیا خبر تھی کہ اٹنی مصیبت ان کی اپنی فقہ پر اڑے گی۔ حقیقت، حقیقت ہی ہوتی ہے اور جھوٹ بہر حال جھوٹ ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

مسئلہ ہشتم

باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے وطی کریں یا سائل سے وطی کی جائے تو اپنی بیوی کی زوجیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مذاہب خمسہ

فَمَنْ زَنَا بِأَقْرَبِ وَجْتِهِ أَوْ بَنَاتِهِمَا تَبَقِيَ الزَّوْجِيَّةُ
عَلَى حَالِهَا وَكَذَلِكَ الزَّوْجَانِ الْآبُ مِنْ وَجْتِهِ
أَبْنَاهُ أَوِ الْإِبْنُ مِنْ وَجْتِهِ أَبِيهِ لَمْ تُحْرَمِ

الرَّوَجَةُ عَلَى زَوْجِهَا الشَّرْعِيَّةِ -

(مذاہب خمسہ ص ۳۱۱ باب المحرمات)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :

جو شخص اپنی بیوی کی ماں یا اس کی بیٹی سے زنا کرتا ہے۔ اس کی زوجیت اپنے مال پر باقی رہتی ہے۔ اور اسی طرح اگر باپ اپنے بیٹے کی بیوی یا بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے زنا کرے۔ تو بھی زوج شرعی کی زوجیت حرام نہیں ہوتی۔

توضیح

احناف کے ہاں صورت مذکورہ میں مکمل یہ ہے کہ باپ اگر بیٹے کی بیوی سے وطی کرتا ہے۔ تو ان کی اپنی زوجیت ٹوٹ جاتی ہے۔ اسی طرح ماس سے وطی کرنے پر بھی بیوی ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ لیکن اہل تشیع نے یہ سب کچھ گوارا کر لیا۔ اور ان کی فطرت حبشیہ نے حرمت ثابت نہ کی۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ کے اس مریخ ارشاد کا بھی پاس نہیں۔ حرمت علیکم امہاتکم و بناتکم۔۔۔ و حلال مل ابناءکم الذین من اصلا بکم۔

یعنی مومنو! تم پر تمہاری ماںیں (بظور نکاح) حرام کر دی گئیں۔ تمہاری بیٹیاں حرام کر دی گئیں۔ تمہارے بیٹوں کی بیویاں حرام کر دی گئیں۔ جو بیٹے تمہاری پشت سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پس پشت ڈالا گیا۔ اور خواہشات نفسانہ کی عبادت کی گئی۔ کیا یہی ایمان ہے؟

نمبر ۱۹ مسئلہ

اجنبی مرد کا لطفہ اگر عورت اپنے رحم میں ڈال لے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ دلد شرعی اولاد ہے

مذاہب خمسہ

وَعَلَى آيَةِ حَالٍ فَإِنَّ التَّلْقِيحَ الصَّنَاعِيَّ حَرَامٌ أَوْ لَا يَجُوزُ
عَلَى التَّوَلَّى بِحِلَّتَيْهِ مُسْلِمٌ وَلَكِنَّ التَّحْرِيْمَ لَا يَسْتَلْزِمُ
أَنْ يَكُونَ الْحَمْلُ سَبَبِهِ وَلَدَرْنَا وَقَدْ تَحَرَّمَ
الْمُقَارَبَةُ وَمَا ذَٰلِكَ يَكُونُ الْوَلَدُ شَرْعِيًّا۔

(مذاہب خمسہ ص ۳۷۶/۱ تنقیح الصنائع حرم الخ)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بہر حال تلقیح صناعی حرام ہے۔ (تلقیح صناعی یہ کہ کسی غیر محرم مرد کا
مادہ منویہ کسی عورت کے رحم میں کسی آلہ کے ذریعہ منتقل کر دیا جائے)
لیکن اس کا حرام ہونا یہ لازم نہیں کرتا کہ اس طرح سے پیدا ہونے
والا بچہ دلد شرعی ہے۔ یعنی ولد الزنا نہیں۔

نوٹ:

”تلیق مناعی“ بہر حال حرام ہے۔ لیکن اس کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ ولد شرعی ہے۔ یعنی ولد الزنا نہیں۔ ان دونوں باتوں کا باہم کیا ربط ہے۔ یہ تو ظاہر اجتماع مذہب کا قول کیا جا رہا ہے۔ جواز روئے عقل ممتنع ہے۔

منہج ۲۰

بھانجی کے ساتھ اس کی خالہ موجودگی میں اور بیٹی کے ساتھ اس کی پھوپھی کی موجودگی میں نکاح درست ہے

ان دونوں رشتوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا کہ بھانجی اور خالہ کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اسی طرح بیٹی کی پھوپھی کے ساتھ نکاح میں شرکت بھی حرام فرمائی۔ لیکن فقہ جعفریہ کی گنگا ہی الٹی بہتی ہے ان دونوں میں سے ایک رشتہ کے لیے اجازت اور دوسرے بغیر اجازت کے جائز قرار دے دیا۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ لَا تُزَوِّجُ ابْنَتَهُ الْأَخِ وَلَا ابْنَتَهُ الْأُخْتِ عَلَى الْعَمَّةِ وَلَا عَلَى الْخَالَةِ إِلَّا بِإِذْنِهَا وَتُزَوِّجُ الْعَمَّةُ وَالْخَالَةُ عَلَى ابْنَةِ الْأَخِ وَابْنَةِ الْأُخْتِ يَغْنِي إِذْنُهَا۔ (فروع کافی جلد ۲ ص ۲۴ کتاب النکاح باب المرأة تزوج علی اھلھا)

ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بھتیجی کے ساتھ اور بھانجی کے ساتھ
 پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے
 اور اگر پہلے سے بھتیجی یا بھانجی نکاح میں آئے اور پھر پھوپھی یا خالہ کے ساتھ
 نکاح کرنا پڑے۔ تو اجازت کی بھی ضرورت نہیں۔ بغیر اجازت ہو جائے گا

یہ دونوں نکاح عند الاحناف باطل و

حرام ہیں

فتح القدیر

وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا أَوْ ابْنَتِهَا أَخِيهَا
 أَوْ ابْنَتِهَا أَخِيهَا لِعَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَنْكَحُ
 الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَلَا عَلَى ابْنَتِهَا أَخِيهَا وَلَا عَلَى
 ابْنَتِهَا أَخِيهَا وَهَذَا مَشْهُورٌ تَجَوُّدُ الرِّيَاسَةِ
 عَلَى الْكِتَابِ بِمِثْلِهِ.... (قوله وهذا مشهور)
 اعْنِي الْحَدِيثُ الْمَذْكُورُ ثَابِتٌ فِي صَحِيحِي مُسْلِمٍ
 وَابْنِ جَبَانَ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ
 وَالنَّسَائِيُّ وَتَلَقَّاهُ الصَّدْرُ الْأَوَّلُ بِالْقَبُولِ
 مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَرَوَاهُ الْجَمْعُ الْخَفِيرُ
 مِنْهُمْ أَبُو هُرَيْرَةَ وَجَابِرٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ مَسْعُودٍ
 وَابْنُ سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ (فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۶۳ کتاب النکاح جلد ۲ ص ۲۶۳)

و كذا رواه ابن ماجه من حديث ابن موسى
 مثله سواء وكذا يعقوب بن رواد الطبراني في الكبير
 من حديث الحسن بن سمرة بن جندب وكذا
 رواه الطبراني من حديث ايوب بن خالد عن
 عتاب بن اسيد بن سلمة (وهذا مشهور) ان
 هذا الحديث مشهور وتلقته الامّة بالقبول
 واشتهر بين التابعين واتباع التابعين مع رواية
 كبار صحابة رضي الله تعالى عنهم وقد رواه من
 الصحابة ابن عباس وابو هريرة وعلي وابن عمر
 وابن سعيد ابوامامة وجابر وعائشة وابو موسى
 وسمرة ابن جندب وعبد الله بن مسعود وانس
 بن مالك وعتاب بن اسيد.... قال ابن عبد البر
 اجماع العلماء القول بهذا الحديث قال ولا يجوز عند
 جميعهم نكاح المرأة على عمتها وان علقت
 ولا على ابنة اختها وان سقطت ولا على خالتها
 وان علقت ولا على ابنة اختها وان سقطت -
 (البتاير في شرح الهداية تصنيف
 علام بدر الدين عيني جلد ۲ ص ۵۴
 كتاب النكاح)

ترجمہ:

ابو سلمہ ابی ہریرہ سے مرفوعاً روایت کرتا ہے کہ بھتیجی کے

ہوتے ہوئے خالہ سے نکاح نہ کیا جائے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت امام احمد نے اپنی مسند کے نصف اول میں ذکر کی۔ جو حدیث مصنف ہدایہ نے ذکر کی۔ وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی بھتیجی کے ہوتے ہوئے اس سے نکاح نہ کیا جائے۔ اور نہ بھانجی کے ہوتے ہوئے خالہ سے نکاح کیا جائے۔ اسی طرح کی ایک حدیث ابن ماجہ نے ابو موسیٰ اشعری سے نقل کی ہے۔ اور بعینہ یہی حدیث طبرانی نے معجم الکبیر میں دو ذریعوں سے ذکر کی ہے (وہ حدیث مشہور ہے) یعنی جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا۔ وہ مشہور ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین نے اسے قبولیت بخشی اس کے ساتھ ساتھ اس کی روایت کرنے والے اکابر صحابہ کرام بھی ہیں مثلاً ابن عباس، ابو ہریرہ، علی المرتضیٰ، ابن عمر، ابن سعید، ابوامامہ، جابر، عائشہ صدیقہ، ابو موسیٰ اشعری، سمرہ ابن جندب، عبداللہ بن مسعود، انس بن مالک اور عتاب بن سعید رضی اللہ عنہم۔ ابن عبداللہ نے کہا۔ کہ تمام علماء نے اس حدیث پر اجماع کیا ہے۔ اور کہا۔ کہ تمام علماء کے نزدیک کسی عورت کی چھو بھی کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھتیجی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ چھو بھی رشتہ میں کتنی ہی دُور کیوں نہ ہو۔ اور نہ ہی بھانجی سے خالہ کی موجودگی میں نکاح جائز ہے۔ اگرچہ وہ بھانجی کتنی ہی نچلے درجہ کی ہو۔ اور خالہ اور چچہ کی ہو۔

تبصرہ :

قارئین کرام! متعدد احادیث سے جو سند، مرفوع اور مشہور ہیں یہ

مسئلہ بالتصریح موجود ہے۔ کہ چھو بھی کے ہوتے ہوئے بیتیچی یا اس کے برعکس اور،
بھانجی ہوتے ہوئے خالریا اس کے برعکس نکاح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز
فرمایا۔ ان حضرات صحابہ کرام میں سے کون سے یہ روایات مذکور ہیں۔ حضرت علی
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ تمام صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا اس پر اجماع بھی
ہے۔ ان شواہد و دلائل کے بعد اہل تشیع کا ان رشتوں کو جائز قرار دینا دراصل ان
لوگوں کی شرارت ہے۔ جن پر ائمہ اہل بیت نے پھٹکار کی ہے۔ یہ بھی ان خرافات
میں سے ایک ہے۔ جو انہوں نے خواہشات نفسانیہ کی تمکین کے لیے
گھڑی ہیں۔

فَاعْتَدِدُوا يَوْمَ لِي الْآبَسَارِ

نمبر ۲۱
ممنوعہ عملہ

”غلات،، سے مناکحت جائز نہیں

”غلات،، کون لوگ ہیں۔ اور ان کے عقائد کیا ہیں۔ جن کی بنا پر اہل تشیع
ان کو رشتہ دینا یا ان سے لینا جائز نہیں کہتے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

مذہب خمسہ

فَقَدْ صَرَّحَ عُلَمَاءُ الْإِسْلَامِ فِي كِتَابِ الْعَقَائِدِ
وَالْفَقْهِ بِمُكْفَرِ الْغُلَاةِ - مِنْ ذَلِكَ مَا جَاءَ فِي كِتَابِ

(شرح عقائد الصدوق) (للشیخ المفید ص ۴۳ طبع۱۳۰۷ھ)
 قال « الغلاة المتظاهرون بالاسلام هم الذين نسبوا
 علينا اميرا للمومنين والائمة من ذريتهم الى الالوهية
 والنبوة ووضعوا من الفضل في الدين والدنيا
 الى ماتجاوزوا فيه الحد وخرجوا عن القصد
 وهم ضلال كنار حكم فيهم امير المومنين بالقتل
 والتحريق بالنار. وقضت عليهم الائمة بالكفر
 والخروج عن الاسلام، وذكر وهم في كتب
 الفقه في باب الطهارة حيث حكموا بنجاستهم
 وذكر وهم ايضا في باب الزواج حيث قاضوا
 بعد مرجوا ازتن ويجلهم والزواج منهم مع
 انهم اجازوا الزواج بالكتابيات وذكر وهم
 في باب الجهاد حيث جعلوهم من المشركين في
 حالة الحرب. كيف اتفق كالتقاء النار عليهم
 وقد فطم بها وذكر وهم في باب الارث حيث منعوهم
 من ميراث المسلمين.

(مذاهب خمسہ ص ۵۰۱-۵۰۲ میراث، اہل السن)

ترجمہ:

امامی مسک کے علمائے کتب عقائد اور کتب فقہ میں "غلالت"
 کے کفر کی تصریح کی ہے۔ ان میں سے ایک کتاب "شرح عقائد
 الصدوق" ہے جو شیخ مفید کی تصنیف ہے۔ مطبوعہ ۱۳۰۷ھ

کے ص ۶۲ پر ہے۔ غلات وہ لوگ ہیں جو خود بخود اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد میں سے ائمہ کرام کے متعلق الوہیت اور نبوت کی نسبت کی اور دین و دنیا میں ان کی ایسی فضیلتیں بتائیں کہ جن کے ذریعہ وہ حد سے تجاوز کر گئے۔ یہ لوگ کافر اور گمراہ ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں قتل اور آگ میں جلانے کا حکم دیا ہے۔ اور تمام ائمہ نے ان کے کفر کا فیصلہ فرماتے ہوئے انہیں اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ کتب فقہ میں ان کا ذکر باب طہارت میں یوں ہے کہ یہ لوگ نجاست بھرے ہیں۔ باب الزواج میں ہے کہ ان سے رشتہ لینا اور انہیں دینا جائز نہیں۔ حالانکہ علماء امامیہ نے اہل کتاب عورتوں سے نثادی کی اجازت دی ہے۔ باب جہاد میں ان کا ذکر اس طرح ہے کہ یہ لوگ لڑائی کے دوران مشرک سمجھے جائیں گے۔ جیسے بھی بن پڑے انہیں نہ چھوڑا جائے۔ ان پر آگ برساتی جائے۔ انہیں آگ میں ڈالا جائے۔ اور دراشت کے باب میں ان کے متعلق لکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کی میراث سے یہ محروم ہوں گے۔

الحکم کریمہ !

قارئین کرام! صاحب مذاہب خمسہ ایک بہت بڑے مجتہد شیعہ عالم ہیں۔ جن کا نام محمد حوائجی ہے۔ انہوں نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرقہ "غلات" کے عقائد اور ان کے بارے میں شیعہ فقہاء اور علماء کے فتاویٰ بھی ملاحظہ

کے۔ مخقر یہ کہ ان لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ اور ائمہ اہل بیت میں الوہیت و بلوہیت ثابت کی۔ جس کی بنا پر یہ بالاتفاق کافر اور شرک ٹھہرے۔ اب ہم ان غلات کو کافر کہنے والوں کے ایک در عقیدے آپ کو دکھاتے ہیں۔ اس کے بعد فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہو گا۔ یہ سہل عقیدہ ملاحظہ ہو۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مالک یوم الدین

وغیرہ صفات الہیہ کے مالک تھے

جلاء العیون

جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں وہ ہوں کہ جس کے پاس غائب کی گنجیاں ہیں۔ جنہیں بعد از رسول میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ ذوالقرنین ہوں جس کا ذکر صحن اولیٰ میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں یوم حساب کا مالک ہوں۔ میں صراط اور میدانِ حشر کا مالک ہوں۔ میں قاسمِ جنت و نار ہوں۔ میں اول آدم ہوں اول نوح ہوں۔ میں جبار کی آیت ہوں میں اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھولوں کا پیکارنے والا ہوں۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں علم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیر المؤمنین ہوں۔ میں سرچشمہ یقین ہوں۔ میں زمین و آسمان میں مجتہد ہوں۔ میں منتشر لزل کرنے والا ہوں۔ میں

صاعقہ ہوں۔ میں حقانی اُدارہ ہوں۔ میں قیامت ہوں ان کے لیے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ کُتاب ہوں جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنہ ہوں جن کے ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ نے ہدایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں قبروں سے مردوں کو نکالنے اور زندہ کرنے والا ہوں۔ میں یومِ نشور کا مالک ہوں۔ فوج کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ میں ایوب بلا رسیدہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحبِ ابراہیم ہوں۔ میں کلیم کا بھید ہوں میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ جی ہوں جسے موت نہیں۔ میں تمام مخلوق پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی۔ مخلوق کا حساب میری طرف سے ہے۔ میں وہ ہوں جس سے امر مخلوق تغویٰ بن گیا۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔

رجلہ والیون جلد دوم ص ۶۰۔ ۶۱ مملوئے

شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس لاہور

اہل تشیع کے ہاں ان کا قرآن کریم کا میاری ترجمہ مقبول احمد دہلوی شیعہ کا ہے مگر ترجمہ نے ترجمہ کو اپنے نام سے متعارف کرایا۔ اس ترجمہ میں آیت -
وَاِذَا بَلَغَ الْاَبْرَہٰیْمُ رُبُّہٗ بِکَلِمَاتِ الْحَمْدِ اٰتٰی جَا عَلٰی
فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اِلٰہِکَ تَحْتَ کَعْبَا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں نبوہ رسالت

اور غلت کے مناصب عظمیٰ موجود تھے۔

ترجمہ مقبول

حاشیہ علیٰ حکیمانہ۔ کتاب الخصال میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ان کلمات سے وہی کلمات مراد ہیں جو آدم علیہ السلام کو ان کے رب کی طرف سے ملے تھے۔ جن سے ان کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ وہ یہ تھے۔ یَا رَبِّ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَفَاطمَ وَالْحُسَیْنِ اَلَا تُبْتَ عَلَیْکَ اے پروردگار میرے میں تجھ سے محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔ کہ تو میری توبہ قبول فرما۔ چنانچہ خدا نے توبہ قبول فرمائی۔ اسی اثنا میں کسی نے دریافت کیا یا ابن رسول اللہ خدا کے اس قول فَا تَعْتَقُ کَا کیا مطلب ہے، فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ قائم آل محمد اور کل اوصیاء رسول کی بزرگی تسلیم کر لی۔ کتاب کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پروردگار عالم نے جناب ابراہیم کو نبی مقرر کرنے سے پہلے اپنا عبد مقرر کیا اور رسول مقرر کرنے سے پہلے نبی بنایا۔ اور خلیل کا درجہ عطا کرنے سے پہلے

منہ ۲۲ در مسئلہ

میاں بیوی کے درمیان ”کفو“ ضروری نہیں

دیگر مسائل عجیبہ کی طرح ایک مسئلہ اہل تشیع کا یہ بھی ہے۔ کہ عورت اور مرد کے مابین ”کفو“ ضروری نہیں۔ یعنی اگر عورت ہاشمی، قریشی گھرانہ سے تعلق رکھتی ہو تو اس کا نکاح دیانت و اخلاق کے اعتبار سے ذلیل آدمی سے کرنا جائز ہے۔

فروع کافی

الحسین ابن الحسن الهاشمی عن ابراہیم ابن اسحاق
ابن الاحمر و علی بن محمد بن بندار عن السیاری
عن بعض البغدادیین عن علی بن بلال قال لقی
هشاماً ابن الحکم بعض الخوارج فقال یا هشام
ما تقول فی العجم یجوز ان یتزوج فی العرب
قال فالعرب یتزوج من قریش قال نعم قال
فقریش یتزوج فی بنی ماضم قال نعم قال هم

أَخَذْتُ مَذَاقَالَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُهُ يَقُولُ
تَنَكَّاهُ دَمَاءُ كُفْرٍ لَا تَنَكَّاهُ قَدْ فُرُوجُكُمْ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵ کتاب النکاح)

(۲) تہذیب الاحکام جلد ۲ ص ۳۹
با کفارہ)

ترجمہ:

(بکثرت اسناد) ہشام بن الحکم کی ملاقات ایک خارجی سے ہوئی
اس نے ہشام سے پوچھا۔ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ کہ ایک غیر
عرب عربی عورت سے شادی کرے؟ کہا ہاں درست ہے۔ اس
نے پھر پوچھا۔ ایک عرب اگر قریش میں شادی کرے؟ کہا یہ بھی جائز
ہے۔ پوچھا۔ قریش اگر بنی ہاشم میں نکاح کرے؟ کہا۔ یہ بھی درست
ہے۔ پوچھا۔ تم نے یہ بات کس سے سیکھے ہیں؟ کہا۔ جعفر بن محمد سے
میں نے ان سے سنا۔ کہ تمہاری کفو تمہارے خون میں ہے۔ تمہارے
فروج (شرنگاہوں) میں نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ

عن علی ابن حسن بن فضال عن محمد بن عبد اللہ
بن زرارة عن عیسی بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ
عن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا جاء کفر من ترضون خلقه ودينه
فزوجه قلتي يا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَاِنْ كَانَ دَنِيًّا فِي نَسَبِهِ قَالَ اِذَا جَاءَ كُمْ مِّنْ تَرْكُمُونَ
خَلْقَهُ وَدِينَهُ فَزَوْجُوهُ اِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةً
فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۱ ص ۱۸۱ کتاب النکاح)

باب ۱۱ منہ يستحب المراجعة

واهلها الخ)

ترجمہ :

(بکثرت اسناد) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس درشتہ کے لیے ایسا شخص آئے جسے تم پسند کرتے ہو اور اس کے اخلاق اور اس کا دین تمہیں اچھا نظر آئے تو اسے رشتہ دے دیا کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ وہ نسب کے اعتبار سے کم درجہ کا ہو فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ کے لیے آجائے جس کا خلق اور دین تمہیں اچھا لگے تو اس کو رشتہ دے دو۔ اگر ایسا نہ کر دو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو جائے گا۔

توضیح

روایت بالا میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ نسب کے اعتبار سے اگرچہ کوئی شخص کتنا گنہگار ہو اس کی پرواہ نہیں اس کا خلق اور دین اچھا ہونا ضروری ہے۔ گویا ایک سید زادی کے ساتھ شادی کی خواہش رکھنے والا اگرچہ فاندانی اعتبار سے کتنا ہی نکمہ اور گرا ہوا ہو۔ اگر اچھے اخلاق اور اچھے دین والا

ہے۔ تو اس سے شادی کر دو۔ یہ حکم آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بار بار دیا۔ ”دکنو“ مرفوع اسلام ہے۔ اور دیگر باتیں خارجی ہیں۔

مسائل الافہام شرح شرائع الاسلام

وَزَوْجَ النَّبِيِّ ابْنَةُ عُمَرَ بْنِ الْكَوْثَرِ وَزَوْجَ ابْنَةِ زَيْنَبِ
بِأَبِي الْعَاصِ بْنِ الزَّرِيْعِ وَكَيْسَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَكَذَلِكَ
زَوْجَ عَلِيٍّ ابْنَةُ أُمِّ كَلْبٍ مِنْ عُمَرَ وَتَزَوَّجَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَبْنَ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ
الْحُسَيْنِ وَتَزَوَّجَ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ أُخْتَهَا
سَكِينَةَ وَكُلُّهُمْ مِنْ غَيْرِ بَنِي هَاشِمٍ۔

(مسائل الافہام شرح شرائع الاسلام)

کتاب النکاح باب لواحق العقد

جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۰ طبع قدیم تہران

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی شادی جناب عثمان سے کی۔
اور ایک دوسری بیٹی کی شادی ابوالعاص سے کی۔ یہ بنی ہاشم میں
سے نہیں۔ اسی طرح علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم
کا نکاح حضرت عمر سے کیا۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن عثمان نے فاطمہ
بنت حسین سے اور مصعب بن زبیر نے فاطمہ بنت حسین کی بہن سکینہ
سے شادی کی۔ اور یہ سبھی غیر ہاشمی تھے۔

توضیح

”مسائل الافہام“ میں اس مسئلہ کی وضاحت میں یہ مثالیں پیش کی گئی ہیں کہ
 ”کفو“ صرف اسلام کا ہوتا ہے۔ باقی خاندانی اور منج کوئی اہمیت نہیں رکھتی
 اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنی صاحبزادی بیاہ دی۔ حضرت
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسین نے بھی ایسا ہی کیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ سید اور
 غیر سید کا فرق نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لیے سیدزادی کی غیر سید شادی ہو سکتی ہے۔

مبسوط

زَوْجٌ فَاطِمَةَ عَلِيًّا وَهُوَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
 صَلَوَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَأَقْرَبُهَا
 خَدِيجَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ وَزَوْجٌ بِنْتَيْهِ رُقَيْةٌ
 وَأَقْرَبُ كُلُّهُمَا هُثَمَانُ لَمَّا مَا تَبَيَّ الشَّيْءُ قَالَ
 لَوْ كَا مَتَّ ثَالِثَةً لَزَوْجُنَاهُ إِيَّاهَا۔

(مبسوط جلد ۲ ص ۱۵۹ کتاب النکاح)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کی شادی حضرت علی المرتضیٰ
 رضی اللہ عنہ سے کی۔ ان کی والدہ ام المومنین خدیجہ بکھڑی رضی اللہ عنہا ہیں
 اور آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں رقیہ اور کلثوم کا بچے بددیگر سے
 حضرت عثمان سے نکاح کیا۔ جب دوسری بھی انتقال کر گئیں۔ تو فرمایا
 اگر تیسری بھی جوتی۔ تو ہم اس کی شادی عثمان سے کر دیتے۔

نوٹ:

صاحبِ موطا علامہ طوسی نے یہ عبارت اس موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔ یہ رشتہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ وہ حقیقی مائیں نہیں۔ اگر حقیقی مراد ہوتیں۔ تو پھر ان کی اولادِ امتیوں کے بہن بھائی ہوتے۔ اور بہن بھائی کی شادی نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ازواج کی اولاد کی شادیاں امتیوں سے کی ہیں لیکن اس کے ساتھ عبارت مذکورہ سے دو مسئلے اور بھی ثابت ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نہیں زیادہ صاحبزادیاں تھیں۔ اور دوسرا یہ کہ شادی میں صرف اسلام کا خیال ہوتا ہے۔ سید اور غیر سید کو نہیں دیکھا جاتا۔

نکاح میں اسلام کے سوا دوسری باتوں میں کفو

نہ ہونے پر علامہ حائری شیعہ کے دلائل

صاحبِ دلائل التفریق علامہ حائری شیعہ نے نکاح میں عدم کفو پر ایک طعن نقل کیا۔ پھر اس کے اپنی طرف سے چند جوابات ذکر کیے جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ سید اور غیر سید ایک کفو ہیں۔ جب کہ مسلمان ہوں۔ اسلام کے سوا اور کوئی بات دو کفو نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

نوامح التنزیل:

انشکال

در این جاد لالت می کنند که دختر و لالتب و عالی حسب و جلیل منصب
بدنی ذات اگر چه در اصل غلام زنگی و حبشی باشد و ادن جائز است،
این احد مطاعن اسلام است چنانچه خود اعزہ اہل اسلام این قبیل و
منکر می دانند بل میگویند کہ در اصل غلام زنگی تجویز کرده اند کہ بنکاح
مے دهند و دختر سادات بن فاطمہ را کہ اولاد رسول باشد بعام آدمی اگر چه
شرابی، قمار باز کم ذات و غلام حبشی رفیعی صفات ابا و ہڈ باشد
در این عقل تنفر میبکند۔

جواب اول:

عند العقل و مجموع نقل بل بالضرورة ثابت و مقطوع است کہ ہمہ
آدمیاں من حیث الذات متحد اند پس بقطعی بردن این کفایت
مماثلت ذاتی در ایشان ثابت و ثبوت این مناکح در بین خود
ایشان لازم و ثابت باشد۔ و از این جاد حدیث مرتضیٰ علیہ السلام آمد
إِنَّ النَّاسَ مِنْ جِهَتَيْ التَّمَاثُلِ أَكْثَرُ أَجْبَدْنَا أَدْرُ
وَالْمَرْحُوقَاءُ و سعدی ترجمہ ہیں کردہ۔

—

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند۔

تنبیہ:

عجیب کہ سائل نکاح و دختر عالی را بدنی از مطاعن اسلام شمرده از جہل
و منفعت عقل او باطل باشد۔

جواب ثانی:

رفت و ذلت اضافی است دنیا فی و دینی۔ اما دینائی نزد عقلاء و
سلیم حکما و اعتبارند دار و زیر آنکہ دنی فانی است۔ و اکثر رفت و
عزت دنیا فی با آدمی است کہ بہ تراز و خوش و گاد و خوبی بیاعت
محض اند۔ و انا لازم بود کہ هیچ حزبے اہل دنیا با کس دولت آدمی و
ہیچ عاتق و حکمی و عالمی با کس خواری و پریشانی خراں و گداواں۔
نمی پوشیدہ۔ و مال آنکہ نادر و نادر باشد کہ در دنیا ملک و حکمی و بدر پند
محتاج و پریشان نہ باشد پس معلوم شد کہ رفت و ذلت دنیا اعتباری،
ندارد۔ و در کتاب اللہ چند جا چنین مدارج و منازل و انقاب نفی و
سلب فرمود۔ ان ہی الا اسماء سیتوہا انتہ و اباء کمر
ما انزل اللہ بہا من سلطان ان یتبعون الا الظن وما
قلعو فی الا نفس۔ مخص آنکہ این نیست مگر اسامیت بآن خود
را خود شہاد اباء شہاد نامیدہ اند خدا انہا لا باجہتہ بران بشما نفرستادہ این
نیست مگر متابعت گمان و خواہش نفس خود شہا۔ پس دختر عالی
دنیا با نفل مومن این وجہ ہم جائز شد و آیت فاذا نفخ فی الصور
فلا انساب بینکم یومئذ ولا یتساءلون۔ یعنی بد نفخ

مورد اسباب و القاب در خلق باقی نمی ماندند و نه از آل پرستش شود پس ثابت شد که همه این گمان بے مغز است۔

جواب ثالث

آنچه در مت اعتبار دارد اتحاد دین توحید بین ان کج و منکوح چه اعتبار دارد چه کفر و ایمان فدرین اند با هم جمع عند العقل و النقل نمی شوند و از نقل بهمین۔ و لا تنکحوا المشرکات کافی است پس عندا شر همه عباد و در عبدیت مساوی چنانچه نزد آقا همه غلام و کنیز یکثیت غلامی مساوی اند و با نسبت به دنیا خلق ارفع و اخفض متفاوت می شوند و آل اضافی است اعتبار نه دارد پس ایراد آقا کنیز هائے مطیع خود را با غلامی ها مطیع خود بغیر متمر و آل نکاح بند در نعمت و ذلت عالی حسب و دانی نسب بالکل در این جا اطلاق نمی شود۔

جواب رابع:

در اصل دین غرض تحصیل معرفت رب العالمین و اطاعت و احکام دین است هر که عارف مطیع باشد رفیع و هر که متمر و اذلیل تر از رب و مالک سلاطین است تنبیه۔ هر گاه این ثابت شد پس در شرع امام نبی و شریف و رفیع و وضع بالنسبة تخلیق و اطاعت الهی و عبادت و احکام او مساوی است بلی در مدارج آخره متفاوت اند و آنچه در دنیا برائے نظم عباد قانون و قاعده مقرر کرده تا هر ج و

مرج و نسا دو قبیح و منکر با عمل در بین نیاید۔ و قطع معاصر و معاذرا نشان
شود تا فردا نگویند بی و رسول کو مارا زنی یا زن بگویند یا رام دے از بنی نوع
خود پیدا نہ شد۔ لهذا شہوت زده آوردہ بے اختیار ساختہ زنا کردیم حجت
الہی منقطع می شد تعالیٰ عنہ۔

جواب خامس

سید بشر باین کرد فرزند نبی بنت جحش را کہ دختر عمہ سقہ آل حضرت بود
برائے ارتفاع و ازالہ این سوسے ظن و جہالت غلام خود زید را آزاد
کرده بقدر زید داد تا آنکہ زوال جہالت و شریعت تا قیامت مقرر شد
و در زیمست کہ بوحی دانستہ باشند در آئندہ کہ جمیع انکار خواهند کرد
پس بنی فاطمہ بنجاب انکار و استبعاد کرده نتوانند حالانکہ اعمام و
عمات و اقوال و حالات اصول شخص می باشد بہ نسبت فروغ کہ
اولاد و فرزند اند۔

(دوام التقریل جلد دوم۔ ص ۴۷، ۴۸ مطبوعہ
رفاہ عامہ سٹیم پریس لاہور۔ زیر آیت
”ولا تمنعوا المشروکات حتی
یومن“، پارہ ۷۱)

ترجمہ:

احادیث مذکورہ کی بنا پر اس جگہ یہ دلالت ہے کہ اعلیٰ حسب و
نسب کی لڑکی اور جلیل القدر دختر کی شادی ادنیٰ مرد کے ساتھ
کرنی جائز ہے اگرچہ وہ حبشی غلام ہو۔ اسلام پر کیے گئے مطاعن

میں سے یہ ایک مطاعن ہے۔ جسے معزز اور باوقار مسلمان جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ علماء اسلام نے سادات بنی قاطرہ کی ٹوکی جو اولاد رسول ہے۔ کی عام آدمی سے شادی کر دینا جائز نہیں ہے۔ اگرچہ وہ عامی شرابی، جوا باز، کم ذات اور وحشی ہی کیوں نہ ہو۔ اس بات سے عقل نفرت کرتی ہے؟

جواب اول:

عقل و نقل اور بالفور یہ بات ثابت ہے۔ کہ تمام آدمی باعتبار ذات متحد ہیں۔ ان کی یہ مماثلت اور کفایت ذاتی ثابت ہے۔ اس درجہ سے ہی ان کے درمیان رشتہ کالمین دین ثابت ہے اسی بات کی وضاحت میں حضرت علی المرتضیٰ کی حدیث میں آیا ہے کہ دو تمام لوگ مماثلت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے کفو ہیں ہمارا باپ آدم اور ہماری ماں حوا ہیں شیخ سعدی نے اسی کا ترجمہ شعر میں کیا ہے۔ آدمی، ایک دوسرے کے اعضاء ہیں۔ کیونکہ اپنی پیدائش میں وہ ایک ہی جوہر سے پیدا ہوئے ہیں۔ تنبیہ۔ مقام تعجب ہے کہ معترض اعلیٰ حسب کی دوشیزہ کی شادی ایک کم ذات مرد کے ساتھ ہونے کو اسلام کے مطاعن میں سے شمار کرتا ہے۔ یہ سب معترض کی جہالت اور عقل کی کمزوری کی وجہ سے باطل ہے۔

جواب دوم:

اعلیٰ داد فی مرتبہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک دنیاوی اور دوسرا دینی

لیکن دنیاوی اعلیٰ مرتبہ عقل مندوں، اور حکماء کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔ اس لیے کہ یہ فانی ہے۔ اور اکثر یہ رفعت ایسے آدمیوں کو ملتی ہے جو ڈھور ڈنگروں اور گڈ خوشے بُرے اور نالائق ہوتے ہیں۔ ورنہ لازم ہوتا کہ کوئی دنیا دار گدھادولت آدمیت کا لباس اور کوئی عاقل دانا گڈ خوش کا لباس ذیل نہ پہنتا۔ حالانکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کہ کوئی عاقل دانا پریشان زندگی میں نہ پڑا ہوا ہو۔ لہذا معلوم ہوا کہ دینوی عزت و دولت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور قرآن کہ ہم میں بہت سے مقامات پر ایسے دارج و منازل کی نفی اور سلب کیا گیا ہے۔ ترجمہ ”نہیں میں یہ مگر وہ نام جو رکھے ہیں تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ کوئی حجت نازل نہیں فرمائی۔ نہیں دھوئیں تم مگر ظن کو اور جو کچھ تمہارے نفس چاہتے ہیں، پس اعلیٰ نسب مینا دار لڑکی، ادنیٰ ذات مومن مرد کو اپنا ہم وجہ سے بھی جائز ہے۔ کہ آیت فاذا انفج فی الصور الخ یعنی صور پھونکے جانے کے بعد مخلوق کے انساب اور القاب باقی نہ رہیں گے۔ اور نہ ہی ان کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ گمان بے اس ہے۔ دینی یہ گمان کہ اعلیٰ نسب کی لڑکی کی شادی ادنیٰ نسب کے مرد کے ساتھ کرنی جائز نہیں۔

جواب سوہ

نامک اور منکوح کے درمیان ملت میں جو چیز متبر ہے۔ وہ ہے دین تو حید میں اتحاد کیونکہ ایمان و کفر و باہم ضد ہیں۔

عقلاً اور نقلاً جمع نہیں ہوتیں۔ اور نقل کے اعتبار سے ولا تنكحوا
المشركات الخ کافی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہدیت
کے اعتبار سے تمام آدمی برابر ہیں۔ جس طرح ایک اُتار کے نزدیک
اس کے تمام غلام اور باندیاں بحیثیت غلامی برابر ہوتے ہیں نسبت
میں اعلیٰ و ادنیٰ کا اختلاف ہوتا ہے۔ اور یہ نسبت ایک اضافی امر
ہے۔ جس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ لہذا اُتار اپنے فرمانبردار غلاموں کا اپنی
فرمانبردار لونڈیوں سے نکاح کر دیتا ہے۔ تو اس پر کوئی اعتراض نہیں
کرتا۔ اسی طرح اعلیٰ حسب و نسب کی عورت کی شادی اگر ادنیٰ حسب
نسب کے مرد کے ساتھ ہو گئی۔ تو عزت و ذلت کا یہاں اطلاق کیسے
ہو گیا۔

جواب چہارم

دین دراصل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے احکام کی اطاعت
کا نام ہے۔ اس لیے جو اللہ تعالیٰ کا مطیع اور عارف ہے۔ وہ
اس کے نزدیک اُس سے اچھا ہے۔ جو سرکش اور نافرمان ہو۔



جب یہ ثابت ہو گیا۔ تو پھر ماننا پڑے گا۔ کہ امام، نبی، شریف
اور اعلیٰ ادنیٰ تخلیق کے اعتبار سے اور اطاعت الہی کے
اعتبار سے سبھی برابر ہیں۔ ہاں اخروی درجات میں فرق ہو گا
دنیا میں فرق مراتب اس لیے تاکہ انتظامی امور اور مقررہ قوانین

کافری پیش نظر ہے۔ جس کی وجہ سے حرج و فساد اور آپس میں قحج و منکر پیدا نہ ہو۔ اور ان کی مشکلات اور غمخواریاں پیدا نہ ہوں۔ تاکہ کل یہ نہ کہیں کہ نبی اور رسول نے ہمیں تکلیف دی ہے۔ یا عورت کہے کہ میرے لیے اپنے۔ قبیلہ کا آدمی پیدا نہ ہوا۔ لہذا میں نے شہوت کے غلبہ کی وجہ سے دنا کیا۔ تو اس سے حجت الہی نہ رہے گی۔

جواب پنجم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش جو حضور کی سگی چھو بھی زاد بہن تھیں ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید سے اسی لیے کیا۔ تاکہ اس بدگانی اور جہالت کی رفت و زلت کو ختم کر دیا جائے۔ اور تا قیامت جہالت مٹ جائے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے بذریعہ وحی جان لیا ہو۔ کہ کچھ لوگ بعد میں اس کا انکار کریں گے۔ پس پنجاب کے بنی فاطمہ سادات اس کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ چچے چھو پھیاں، ماموں اور خالائیں آدمی کے اصول ہوتے ہیں۔ اور اولاد ان کی نسبت فروغ ہوتی ہے۔

الحکم

یہ سوال و جواب اس مفسر اور مجتہد کے ہیں۔ جس پر دنیا نے شیعیت کو لازم جس نے تیس جلدوں میں تفسیر لکھی۔ اس کا دلائل کے ساتھ یہ عقیدہ ہے کہ کھراگر ہے۔ تو صرف اسلام کا عقیدہ توحید اور اطاعت رب العالمین۔ اس کے سوا تمام امتیازات خود ساختہ

بُت ہیں۔ جن کے نام ہم نے خود گھڑیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 اُن پر کوئی حجت نہیں ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں علامہ حائری صاحب روائع
 التنزیل نے کفو کے بارے میں اپنے مسلک کی ترجمانی کر دی۔ اب یہ کہنا حق بجانب
 ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک ایک سید زادی کی شادی کیلئے ذیل اور بڑے وقت
 آدمی سے جائز ہے۔ یہ ہے ان مجاہدان اہل بیت کا عقیدہ اور یہ ہے۔ ان کے
 نزدیک آل محمد کی عزت و وقعت ؟

نوٹ

جب مذکورہ عقیدہ کسی شیعہ کے سامنے بیان کیا جائے۔ تو وہ اس کو تسلیم
 کرنے سے صاف انکار کر دیتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف وہ کہتا ہے۔ کہ ہمارے
 نزدیک سید کا غیر سید کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں۔ کیونکہ ہمارے اس
 عقیدے کی ترجمانی درج ذیل عبارت کرتی ہے۔

وسائل الشیعہ

وَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَوْلَادِ
 عَلِيٍّ وَجَعَفَرٍ فَقَالَ بَنَانُنَا لِبَنَانٍ وَبَنُوْنَا لِبَنَاتِنَا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۹۴ کتاب النکاح)

اللہ یجوز للرجل الشریف البلیل

القدرا ان یتزوج امرأة

دوئمہ (الح)

ترجمہ :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور جعفر رضی اللہ عنہما کی اولاد کو دیکھ کر فرمایا۔ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹیوں کے لیے اور ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کے لیے ہیں۔ ۱۔

ہزار تمہاری دس ہماری

اسلامی شریعت میں قومیت و نسل پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے بغت اور تقویٰ ہی میارِ شرافت ہے۔ یہ شرفِ سیادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و اہل بیت و اقرباء کے لیے مخصوص ہے کہ ان کا کفو غیر نہیں ہے۔ یہ قدرتی فضیلت ہے۔ (ہزار تمہاری دس ہماری ص ۲۹۴)

جواب :

یہ دونوں عبارتیں اگرچہ ڈوبتے کٹشکے کا سہارا دینے کے مترادف ہیں لیکن کیا کریں۔ خود بڑے بڑے شیعوں نے ان عبارتوں کے جواب اپنی کتب میں تحریر کیے۔ جس کی بنا پر ان پر سہارا کرنا لامحالہ ہے۔ ہم اپنی طرف سے کوئی جواب نہیں ذکر کریں گے۔ صرف ان کے علما و اور مجتہدین کے جواب پر اکتفا کرتے ہیں۔

لوامع التنزیل

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَرَضٍ أَوْ خُلُقَةٍ أَوْ دَيْنٍ فَرُجُوا لَهُ إِلَّا تَفَعَّلُوهُ تَحَكُّنٌ فِتْنَةٌ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ وَرَدَّ أَدَا

فِي بَعْضِهَا قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَإِنْ كَانَ ذَنْبِي فِي نَسَبِهِ قَالَ إِذَا جَاءَ كُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ
خُلُقَهُ وَدِينَهُ فَزَوِّجُوهُ۔

(لوامع التنزیل جلد دوم صفحہ نمبر ۴۶)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارے پاس رشتہ کے لیے ایسا
شخص اُسے جس کا خلق اور دین تمہیں اچھا لگے۔ تو اس کو رشتہ دے دو۔
اور اگر تم ایسا نہ کرو گے۔ تو زمین میں فساد کبیر اور فتنہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ بعض
نے اس روایت میں یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں۔ میں نے عرض کیا جعفر یا اگرچہ
وہ رشتہ مانگنے والا نسب کے اعتبار سے ذلیل اور نکمہ ہو؟ آپ نے پھر
وہی کلمات ارشاد فرمائے۔

لوامع التنزیل

مروی شیعہ و سنی است کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود
من ذوق جنى و تزوج منى من الامة احد لا
يدخل النار لا فى مثلث الله عنده و وعدنى ذالك۔
و ایں جا صریح است کہ ہر کس از امت بن دختر بدہد یا از من بگریزد
در مطلب ہمیں کافی است اشکال در کتاب مستطاب من لایحضرہ الفقیہ
آیا مروی نیست لقا نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و سلم الی اولاد علی و جعفر و فی اخری ضرو طهر
و اولاد عقیل فقال صلی اللہ علیہ وسلم بنا تناسل

لبینا و بنو نابلہ نسا۔ یعنی پنیہ صلی اللہ علیہ وسلم وقت کو نظر باؤ لاؤ
 علی و جعفر عقل کر لیں فرمود دخترانِ ابراہیم کے پسرانِ ماد پسرانِ ابراہیم
 دخترانِ امی باشند ایں حضرات کو لام تخصیص و علت دلالت می
 کند کہ اولادِ رسول حلال برائے غیر از امت در نکاح نمی باشند۔
 جواب۔ چونکہ غایت مافی الحدیث قطع النظر از قبل و قال اشار
 بر ادویت باشد چه از آن احدی مکر نیست کہ بما امکان توسل ارام
 اولی از توسل غیر ارام می باشد پس عقد با ہم در بنی فاطمہ مع ،
 التیسر والا مکان اولی و احسن و انید باشد والا لازم می آید تخصیص عموم قرآن
 بحکم داند بما ضرورت چوں و انکلا لایامی و چوں فاما کحوا ما طاب
 لکم من النساء و غیر آن و مراد سے عام امت است و با جماع
 بنی فاطمہ داخل در امت اند۔ پس در حکم عام داخل اند۔ و از حکم
 عام قطعی بر نمی مانند تا وقتیکہ مثل آن حکم خاص قطعی الثبوت نباشد۔
 (روایع الفتن جلد دوم ص ۷۰۰ زیر بحث)
 ولا تنکحوا المشرکین۔

ترجمہ :

شیعہ اور سنی دونوں کے اہل متفقہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔ جس نے مجھے رشتہ دیا۔ اور جس کسی نے مجھ سے رشتہ
 یاؤد اگ میں نہیں ہائے گا۔ کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ اہم
 تھا۔ تو اس نے مجھ سے اس کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس حدیث میں
 مصرعہ کا جو حصہ کہ میری امت میں سے جو بھی مجھے رشتہ دے گا یا مجھ
 سے نہ گا ہمارے مقصد اور مطلب کے لیے اتنا ہی جلد کافی ہے

اشکال :- یمن لایحضره القیہ میں مذکور ہے ۔ کیا یہ روایت نہیں ؟ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی جعفر اور عقیل کی اولاد کی طرف دیکھا تو فرمایا ہمارے لڑکے ہمارے لڑکیوں کے لیے اور ہماری لڑکیاں ہمارے لڑکوں کے لیے ہیں ۔ آپ کا یہ فرمانا مخصوص رشتہ داری اور حصر کا اظہار کر رہا ہے ۔ کیونکہ دو لام تخصیص اور علت کا فائدہ دے رہا ہے ۔ یعنی اولاد رسول امت میں سے غیر کے لیے حلال نہیں ۔

جواب

قطع نظر قیل و قال کے جو کچھ محدث مذکورہ میں موجود ہے ۔ اس کی غرض غایت یہ ہے ۔ کہ ایسا کرنا اولیٰ ہے ۔ اس سے کوئی انکار نہیں کرتا کہ جب کسی طرح رشتہ کے لیے اولاد عام میں سے کوئی معقول آدمی مل جائے ۔ تو اس سے انکار کرنا خلاف اولیٰ ہے ۔ لہذا اولاد فاطمہ کا عقد آپس میں کرنا اولیٰ ہے ۔ جب آسانی کے ساتھ مناسب رشتہ مل جائے ۔ یہ اچھا ، مفید اور بہتر ہے ۔ اگر اس روایت کو ادویت پر محمول دیکھا جائے ۔ تو لازم آئے گا ۔ کہ بلا ضرورت خبر واحد کے ساتھ قرآن کریم کے عموم کو مخصوص کر دیا جائے ۔ جیسا کہ وانکحوا ایماناً اور فانکحوا ما طلبکم آیات تمام امت کو عام حکم دے رہی ہیں ۔ اور بالا جماع ، بنی فاطمہ امت میں داخل و شامل ہیں ۔ لہذا اس عام حکم سے باہر نہیں ہو سکتے ۔ جب تک کہ اسی قسم کی قطعی الثبوت خاص حکم والی کوئی آیت نہ ہو ۔

مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور

ثابت ہوئے

۱۔ جب اچھے اخلاق والا ذی دار مرد مل جائے۔ تو نسب کی پرداہ کیے بغیر اس کو رشتہ دے دو۔

۲۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے رشتہ دیا۔ یا جس نے مجھ سے زیادہ بموجب عہد الہی جنتی ہے۔

۳۔ حضرت علی، جعفر اور عقیل رضی اللہ عنہم کی اولاد کے بارے میں حضور کے فرمان کا مطلب یہ ہے۔ کہ بنی فاطمہ کا باہم رشتہ کرنا کرنا اولیٰ و احسن ہے۔

۴۔ قرآن کریم میں رشتہ کرنے کرانے کے متعلق آیات اپنے عموم پر ہیں۔ اُن میں سید اور غیر سید کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔

۵۔ من لایکفرہ الفقیہ میں مذکور حدیث (اولاد علی، جعفر، عقیل کے متعلق) خبر واحد ہے۔ اور اس سے بلا ضرورت عموم قرآن کو مخصوص نہیں کیا جاسکتا۔

نوٹ:

حد درج بالا روایت سے کچھ فوائد بھی حاصل ہوئے اور وہ یہ ہیں کہ:-

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو جس کا خلق اور دین اچھا ہو۔ اس کو رشتہ دے دو۔ آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت ام کلثوم اور رقیہ کی شادی حضرت عثمان سے کی۔ تو یقیناً آپ کے نزدیک حضرت عثمان خلق و دین کے اعتبار سے ممتاز تھے۔ اسی طرح آپ نے فرمایا۔ اگر تیسری بھی ہوتی۔ تو اس کا

نکاح عثمان سے کر دیا۔ اسی قانون اور ضابطہ کے مد نظر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عقد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا مگر ایک الافہام جلد سوم ص ۲۲۲ پر درج ہے۔

ان عمر متزوج ام کلثوم بنت علی فاصدقہا ربیعین الف در ہم۔ حضرت عمر نے ام کلثوم دختر علی المرتضیٰ سے چالیس ہزار دینار حق مہر پر شادی کی۔

۲۔ اپنے فرمایا۔ کہ مجھے رشتہ دینی والا اور مجھ سے لینے والا موجب عہد خداوندی جنتی ہے۔ لہذا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی اپنی صاحبزادیوں کے رشتے دے کر جنتی ہوئے۔ اور عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں سے نکاح کر کے جنتی ہوئے

فاعتبروا یا اولی الابصار

احناف کے نزدیک یزادی کا غیر ریدے

نکاح ظلاف کفو ہے

فتاویٰ عالمگیریہ

فَنَقَرَكُنَّ بَعْضُهُمْ أَعْضًا لِّبَعْضٍ كَيْفَ كَانُوا
حَتَّىٰ إِنَّ الْقُرَشِيَّ الَّذِي لَيْسَ بِهَا شَيْعِي يَكُونُ
كُفُوًا لِّهَا شَيْعِي وَغَيْرُهَا شَيْعِي مِنَ الْعَرَبِ لَا
يَكُونُ كُفُوًا لِلْقُرَشِيَّ وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ أَعْضًا

بَعْضِ الْأَنْصَارِ حَتَّى وَالْمَعَارِجِ فِيهِ سَوَاعِدٌ كَذَلِكَ فِي
 فِتَاوَيْ قَاضِي خَان..... فِي الْبَيِّنَاتِ الْمَعْلُومِ
 كَقَوْلِهِ لِلْعَرَبِيِّ وَالْعَلَوِيِّ وَالْأَصَحِّ أَنَّ
 لَا يَكُونُ كَقَوْلِهِ لِلْعَلَوِيِّ.

(فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ نمبر ۲۰۸)

الباب الخامس في الاكفاء
 مطبوع مصر قدیم

ترجمہ:

قریش باہم کفر ہیں۔ ان کی کوئی بھی شاخ ہو۔ یہاں تک کہ وہ قریشی جو
 ہاشمی نہیں وہ بھی ہاشمی کا کفر ہوگا۔ عرب کا غیر ہاشمی، ہاشمی کا کفر نہیں ہوگا۔
 اور عرب بعض بعض کے کفر ہیں۔ ان میں انصار اور مہاجرین برابر ہیں
 اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ بیانیہ میں ہے کہ عالم دین
 عربی اور علوی فائدہ ان کا کفر ہے۔ اور صحیح تو یہ ہے کہ عالم دین،
 علوی کا کفر نہیں ہوگا۔

فتح القدیر

إِذَا كَانَتْ الْكَفَاءَةُ مُعْتَبَرَةً فِي الْحَرْبِ وَذَلِكَ
 فِي سَاعَةِ وَفِي النِّكَاحِ وَهُوَ لِلْعُمَرِ أَوْ لِي
 وَذَكَرَ مَا وَفَّقَ فِي عَزْوَةِ بَدْرٍ أَتَى لَعَابَرَزَ
 عُبَيْتَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَالْعَلِيدَ
 بْنَ عُبَيْتَةَ وَخَرَجَ إِلَيْهِمْ عَوْفٌ وَمَعُوذُ ابْنَاءُ

عَفْرَاءَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنِ رُوَاحَةَ قَالُوا رَهْطٌ
مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالُوا أَبْسَاءُ قَوْمٌ حِرَاءٌ وَكُنَّا نَرِيدُ
اَكْغَاءَ نَامِنَ الْقُرَيْشِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَدَقُوا ثُمَّ أَمَرَ حَمْزَةَ وَعَلِيًّا وَعُبَيْدَةَ
بْنِ الْحَارِثِ -

رفح القدر جلد دوم ص ۷۷۷ فی الکفارات
مطبوعہ مصر قدیم

ترجمہ:

جب کفر کا دوران جنگ اعتبار ہے۔ حالانکہ وہ چند لمحوں کی بات
ہوتی ہے۔ تو نکاح میں وہ بطریقہء اولی ہوگا کیونکہ وہ عمر بھر کا رشتہ
ہے۔ اور اس سلسلہ میں غزوہ بدر کا ذکر کیا۔ جب عقبہ بن ربیعہ ثیبہ
بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ نے اپنا مقابل مانگا۔ تو حضرت عوف بن ہنوز
جو عفرہ کے صاحبزادے ہیں۔ اور عبد اللہ بن رواحہ بکھے۔ انہوں نے
پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے ہم قبیلہ انصار کے افراد ہیں کہنے لگے
ٹھیک ہے تم باعزت قوم ہو لیکن ہم قریش میں سے مقابل چاہتے
ہیں۔ جو ہمارے خاندان کے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ٹھیک کہتے ہیں۔ پھر آپ نے حمزہ، علی المرتضیٰ اور عبیدہ بن حارث
رضی اللہ عنہم کو حکم دیا۔ کہ تم ان کے مقابلہ کیلئے نکلو۔ لہذا تینوں
بکھے۔ اور ان تینوں کو تیغ کر دیا۔

فتح القدرین

عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَا مَنَعَنَ فَرُوجَ ذَاتِ الْأَحْسَابِ
 إِلَّا مِنَ الْأَكْفَاءِ وَمِنْ ذَلِكَ مَا رَوَى الْحَاكِمُ
 وَصَحَّهِ مِنْ حَدِيثِ هَلِيٍّ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ قَالَ لَدَيَّا عَلَيَّ ثَلَاثُ لَا تَوَخَّرُهَا الصَّلَاةُ
 إِذَا أَمَتَ وَالْجَنَازَةُ إِذَا أَحْضَرْتَ وَالْأَيُّمُ إِذَا
 وَجَدْتَ كُفْرًا وَقَوْلُ التَّزْمِيذِيِّ فِيهِ لَا أَدَى
 أَسَادَةٍ مُتَّصِلًا مُنْتَهَى بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ تَصْحِيحِ الْحَاكِمِ
 وَقَالَ فِي سَنَدِهِ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْجَلْبَلِيُّ
 مَكَانَ قَوْلِ الْحَاكِمِ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 الْجَلْبَلِيُّ فَلْيَنْظُرْ فِيهِ وَمَا عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَيَّرُوا الْإِنْفَافَكُمْ وَالْأَكْفَاءَ
 الْأَكْفَاءَ رَوَى ذَلِكَ مِنْ حَدِيثِ هَائِشَةَ وَأَنَسٍ
 وَعُمَرَ وَمِنْ طَرِيقٍ عَدِيدَةٍ فَوَجَبَ إِرْتِفَاعُهُ
 إِلَى الْحُجِّيَّةِ بِالْحَسَنِ لِحُصُولِ التَّلَاقِ بِصِحَّةِ
 الْمَعْنَى وَتَبَوُّدِهِ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَفِي هَذَا كِفَايَةٌ ثُمَّ وَجَدْنَا فِي شَرْحِ الْبُخَارِيِّ
 لِلشَّيْخِ بَرْهَانَ الدِّينِ حَكَمِي ذَكَرَ أَنَّ الْبَغَوِيَّ قَالَ
 إِنَّهُ حَسَنٌ۔

(فتح القدیر جلد دوم ص ۴۱۷ مطبوعہ مطبعہ قدیمہ فی الکتاب)

ترجمہ :

امام ابو حنیفہ نے ایک شخص کے واسطے حضرت فاروق اعظم سے

روایت کی۔ فرمایا۔ میں لازماً کفو کے بغیر ذات حسب کے نکاح سے منع کروں گا۔ اور اسی قبیلہ سے وہ روایت ہے جسے حاکم نے ذکر کر کے اس کی صحت حضرت علی المرتضیٰ کے حوالے سے کی۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ کو فرمایا۔ اے علی! تین باتوں میں تاخیر نہ کرنا۔ نماز جب اس کا وقت آجائے۔ جنازہ جب تیار ہو جائے۔ اور کنواری کا جب کفو میں رشتہ مل جائے۔ اور امام ترمذی کا اس میں یہ کہنا کہ میں اس کی اسناد میں اتصال نہیں پاتا، امام حاکم کی تصحیح سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ اس کی سند میں سعید بن عبد اللہ جبنی، سعید بن عبد الرحمن جبنی کی جگہ ہے۔ لہذا تو بھی اس میں اچھی طرح دیکھ۔ اور یہ اس روایت کے بھی خلاف ہے۔ جو حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمائی وہ یہ کہ اپنے رشتہ کے لیے اپنا کفو تلاش کرو۔ اور اُسے ہی پسند کرو۔ یہ روایت حضرت عائشہ، انس اور عمر رضی اللہ عنہم سے اور متعدد طریقوں سے روایت ہوئی ہے۔ لہذا اس کا مقام حجیت تک بلند ہونا لازم ہے۔ اس لیے کہ معنی کی صحت کے اعتبار سے ظن غالب حاصل ہو رہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثابت ہونا بھی حاصل ہو رہا ہے۔ یہی بات کافی ہے۔ پھر ہمیں شرع بخاری شریف جو شیخ برہان الدین صلی علیہ وسلم کی ہے۔ میں یہ ملا۔ کہ علامہ بغوی نے کہا۔ کہ یہ حسن ہے۔

خلاصہ کلام

احناف کے فتاویٰ اور کلام سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ہمارے ہاں کفو کا اعتبار

ہے۔ اور اس کی تائید کے لیے صاحب فتح القدر نے دو احادیث پیش کیں۔ ایک
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے
پھر جب کہ ہمارے نزدیک ہاشمی اور قریشی باہم کنوئیں رتوہ سب رشتے جواہل تشیع
کے علماء نے عدم کنو پر پیش کیے تھے وہ کنوئیں منعقد ہوئے۔ عدم کنو کے اعتبار
سے ہی اہل تشیع نے یہ ثابت کیا کہ سید زادی کا کہے ادنیٰ ذلیل آدمی سے رشتہ بائز
ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام دلائل مذکورہ کی روشنی میں اصلیت تک باسانی پہنچ
جائیں گے۔

ممنوعہ ۲۳
ممنوعہ

عدم وطی کی شرط پر نکاح

فروع کا فی

حلی عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن عمار بن مروان
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لہ رجل
جاء الی امرأۃ فسألتها ان تزوجہ ففسخا فقالت
ان زوجک ففسخ علی ان تلکمس منی ما شئت
من نظیر او انتہای سنال منی ما یکال الرجل
من اہلبہ الا انک لا تدخل فرجک فی فرجی
وتتکد بما شئت فای اکتاف الفعیبۃ قال

لَيْسَ كَذَٰلِكَ إِلَّا مَا اشْتَرَطَ

(فروع کافی جلد ۵ ص ۶۷ کتاب النکاح)

(باب النواذر)

ترجمہ:

عمار بن مروان نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔
ایک مرد کسی عورت کے پاس جا کر یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے شادی
کرنا چاہتا ہوں۔ عورت نے کہا۔ میں تم سے شادی کرتی ہوں لیکن
شرط یہ ہے کہ تو مجھے دیکھنے کا یا اور ایسا اتفاقا کر سکتا ہے۔ جو کوئی مرد
اپنی بیوی سے کرتا ہے۔ لیکن تو اپنا آلات تناسل میری شرمگاہ میں داخل
نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس سے مجھے رسوائی کا خطرہ ہے۔ اس کے بارے
میں آپ کا کیا خیال ہے؟ امام جعفر نے فرمایا۔ اس مرد کے لیے وہی کچھ
کرنا جائز ہوگا۔ جو اس نے شرط میں مان لیا تھا۔

الحکم فیہ

”وطی“ میں عورت کی رسوائی کا کونسا پہلو ہے؟ اگر دخول سے رکھنا یا لڑکی پیدا
ہو جائیں۔ تو اس پر لوگ خوشیاں مناتے ہیں۔ یہ بات باعث رسوائی نہیں ہو سکتی
رسوائی تو اس صورت میں ہوگی۔ کہ اگر بغیر نکاح، وطی کرنے سے اولاد ہو گئی۔ تو
لوگ ایسی اولاد کو لودرجن کے فعل سے یہ پیدا ہوئی۔ ان کو لعن طعن کریں گے۔ معلوم
ہوتا ہے۔ کہ یہ نکاح بھی کچھ ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ جب اہل تشیع متد کو کار ثواب
اور حصول درجات عالیہ کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ اس کے لیے کوئی لمبا چڑاؤ وقت
نہیں۔ صرف خواہشات نفس پورا کرنے تک کا عقد ہوتا ہے۔ لہذا اگر اس وقتی

ایجاب و قبول سے کسی عورت کے ہاں بچہ یا بچی کا مسئلہ بن گیا۔ تو وہ لوگوں کو کیا
منہ دکھائے گی۔ لوگ اس سے پوچھیں گے۔ یہ کس کا ہے؟ تو کیا کہے گی۔ آیا تھا۔ چلا
گیا۔ نہ جانے اب کہاں ہے۔ وہاں تھا۔ جاتے ہوئے چند ٹکٹوں کے عوض یہ سواری
چھوڑ گئی۔ اگر یہی بات ہے۔ تو متعہ کی اجازت مل رہی ہے۔ لیکن اگر دوسری طرف
دیکھا جائے۔ تو اس سے مدوطی فی القبل، چومنا منع ہو گئی۔ اس لیے مدوطی فی الذکر،
کا راستہ کھلا ہے۔ خود عورت کہہ رہی ہے۔ کہ ”جماع“ نہ کرنا اور جس طرح لذت
مائل کر سکتے ہو۔ تمہیں کھلی جھٹی ہے۔ تو اس میں ”لواطت“ کی اجازت نظر آرہی
ہے۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے ہاں عورت کے ساتھ لواطت
کرنا جائز ہے۔ بلکہ یہ تو مردوں کے ساتھ بھی لواطت کے جواز کے قائل ہیں جملہ
ملاحظہ ہو۔

فرق الشیعہ

(محمد بن علی بن موسیٰ رضا کا ایک خادم محمد بن نصیر نمبری کہتا ہے۔)
وَيَقُولُ يَا لَوْ بَاحِدٍ لِّلْمَعَارِمِ وَيَحِلُّ نِكَاحُ
الرِّجَالِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي أَدْبَارِهِمْ وَيَزْعَمُ
أَنَّ ذَلِكَ مِنَ الشَّامِعِ وَتَذَلُّلٍ وَأَنَّهُ إِحْدَى
السَّلَامَاتِ وَالطَّبَيَّاتِ وَإِنَّ اللَّهَ هَزَّ وَجَلَ لَمْ يُجِرْهُ
شَيْنًا مِنْ ذَلِكَ۔

دفعہ الشیعہ ص ۹۲ مولفہ ابو محمد الحسن بن

موسیٰ النوبختی مطبوعہ مطبعہ حبیبہ ریہ

مجمع اشرف

ترجمہ :

امام موسیٰ رضا کا ایک خادم بیان کرتا ہے۔ کہ محرم عورتوں (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ اور مرد کا مرد کے ساتھ نکاح کرنا۔ بھی جائز ہے۔ وہ ایک دوسرے کی دُبرا استعمال کریں گے۔ اور اس کا گمان ہے۔ کہ اس فعل میں تواضع اور انکساری پائی جاتی ہے اور یہ فعل خواہشات اور طیبات میں سے ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ان باتوں میں سے کوئی بھی حرام قرار نہیں دی۔

ملحہ فکریہ :

مذکورہ مسئلہ جس کتاب یعنی فرق الشیعہ سے پیش کیا گیا اس کا مؤلف علامہ نو بختی ہے۔ نور اللہ شوشتری نے مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۶۶ پر اس کے متعلق لکھا۔ ”در کتاب نجاشی مذکور است کہ در علم کلام بر جمیع امثال و نظائر فائز بود یعنی نو بختی اپنے دور کے تمام علماء کلام سے ممتاز و منفرد تھا۔ صاحب کتاب الکنی، والاقاب نے اسی کے متعلق کہا۔ ”بہت بڑا عالم اور کثیر کتب کا مصنف ہونے کے ساتھ ثقہ اور مضبوط تھا، تو ایسے عالم بے مثال، رافضی اور ثقہ آدمی کی بات اور وہ بھی اپنے گھر کے متعلق کب غلط ہو سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا کچھ شیعہ ایسے بھی ہیں۔ جو ماں، بہن اور بیٹی کے نکاح کو حلال کہتے ہیں۔ اور مردوں کے ساتھ وطی فی الدبر کے لیے نکاح کو بھی جائز کہتے ہیں۔ ان حالات و واقعات کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں عیاشی اور بد معاشرتی صرف الفاظ کی حد تک ہے۔ بلکہ اس کی عملی صورت بھی موجود ہے اور یہ سب کچھ ان کے ہاں اس لیے حلال و جائز ہو گیا۔ کہ انہوں نے ائمہ کی امامت تسلیم کر لی۔ جس کی بنا پر حلال و حرام

سب جائز ہو گئے۔ خود اپنی زبانی اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ حوالہ مسئلہ نمبر ۲۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

منہ ۲۲
عکسہ

بعض شیعہ فرقے یہ کہتے ہیں کہ امام کو مان لو۔ پھر ہر
حرام، حلال ہو جائے گا۔

فرق الشیعہ

كَانَ حَمْرُهُ بَيْنَ عَمَّارَةَ تَنَكَّحَ ابْنَتَهُ وَ أَحَلَّ
جَمِيعَ الْمَحَارِمِ وَقَالَ مَنْ حَرَّمَ إِلَّا مَا هُوَ فَيُلْغَضَعُ
مَا شَاءَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔

دفرق الشیعہ ص ۲۸ مطبع حیدر نیک اشرف
سن طباعت ۱۳۵۵ھ

ترجمہ:

حمزہ بن عمارہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ نکاح کر رکھا تھا۔ اور وہ تمام
محرم عورتوں کے ساتھ شادی کرنا حلال کہتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ جس
لے امام کو پہچان لیا۔ وہ جو چاہے کرنا پھرے۔ اسے کوئی
گناہ نہیں۔

لمحہ فکریہ !

قارئین کرام! بغور طلب بات ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں حلت و حرمت کا معیار کیا ہے۔ وہ یہ کہ امام کو مان لو۔ پھر حرمت کہیں نظر نہ آئے گی۔ ”زق الشیعہ“ کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ جو شیعہ مطبع میں چھپی اور اس کی عبارات انہی کی تحریر کردہ ہیں۔ بصورت دیگر اگر ان کتابوں میں مذکورہ حوالہ جات موجود نہ ہوں۔ تو فی حوالہ میں ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اور صرف ان کے نزدیک مسئلہ امامت پر قائم ہے۔ مان لو تو سب جائز اور نہ مانو تو بخشش کی کوئی امید نہ رکھو۔ امامت تسلیم کرنے پر ماں، بہن اور بیٹی سے جماع اور مردوں سے نواطت کر کے عجز و انکساری کا اظہار کرو۔ سب درست، لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔



ایک شیعہ فرقہ کا عقیدہ ہے کہ امام جعفر خدا اور ابوالخطاب ان کا رسول ہے۔ ارکان اسلام کسی کسی کو فرض نہیں سمجھتے

فرق الشیعہ

قَالَتْ إِنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ جَعْفَرَ ابْنَ مُحَمَّدٍ هُوَ اللَّهُ

جَلَّ وَعَزَّ وَتَعَالَى اللَّهُ عَنْ ذَاكَ عِلْقًا كَبِيرًا
 وَإِنَّ أَبَا الْخَطَّابِ يُخَيَّرُ مَرْسَلًا أَوْ سَلَةً جَعْفَرُ
 وَأَمَرَ بِطَاعَتِهِمْ وَأَحْلَى الْمُحَارِمِينَ الزَّنا وَالسَّرِقَةَ
 وَشَرِبَ الْخَمْرَ وَتَرَكَوا الزَّكَاةَ وَالصَّلَاةَ
 وَالصِّيَامَ وَالْحَجَّ وَأَيُّهَا الشُّهُوَاتِ بَعْضُهُمْ
 لِبَعْضٍ وَقَالُوا مَنْ سَأَلَهُ أَخُوهُ لِيُشْهِدَ لَهُ أَخُوهُ
 مُحَالِفِيهِ فَلْيُصَدِّقْهُ وَيُشْهِدْ لَهُ فَإِنَّ ذَاكَ
 قَرْمٌ عَلَيْهِ وَاجِبٌ وَجَعَلُوا الْفَرَايِضَ رِجَالًا
 سَتَرَهُمْ وَالْفَوَاحِشَ وَالْمَعَاصِيَ رِجَالًا
 وَتَمَاتُوا عَلَى مَا سَتَحَلُّوا قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
 يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَكَلِمَاتُ خِفَتِ عَنَّا
 بِأَبِي الْخَطَّابِ وَوَضَعَ عَنَّا الْأَعْلَالَ يُعْنُونَ الْقُلُوبَ
 وَالزَّكَاةَ وَالصِّيَامَ وَالْحَجَّ فَمَنْ عَرَفَ الرَّسُولَ
 النَّبِيَّ الْإِمَامَ وَلْيُصْنَعْ مَا أَحَبَّ -

(فرق الشیعہ ص ۴۲ مذكور فرقہ خطابیہ)

ترجمہ :

فرقہ خطابیہ ایسا فرقہ ہے جو امام جعفر صادق کے بارے میں "خدا" ہونے کا معتقد ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بڑا اور بلند بالا ہے۔ اور ابو الخطاب کو امام جعفر کا بنی مرسل مانتے ہیں۔ اس نے حرام باتوں کو حلال کر دیا۔ مثلاً زنا، چوری، شراب پینا۔ اور ان لوگوں نے زکوٰۃ دینا بند کر دی۔ نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ روزہ رکھنا ختم کر دیا۔

اور حج کی فریضت کا اٹھار کر دیا۔ اور تمام شہوتیں مباح کر دیں حتیٰ کہ مرد کا مرد کے ساتھ خواہش پوری کرنا بھی جائز ہو گیا۔ اور ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی بھائی اپنے مخالفوں کے خلاف اپنے بھائی سے گواہی دینے کا کہے۔ تو اس کی بات مان کر گواہی دینی ضروری ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تمام برائیاں اور فواحش، مردوں کے نام ہیں۔ (فعل نہیں) اور ان تمام چیزوں کو حرام ملال قرار دینے کے لیے بہانہ یہ بناتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ دعوہ تمہارے ساتھ تخفیف کا ارادہ رکھتا ہے کہتے ہیں کہ ابوالخطاب کے ذریعہ ہم پر تخفیف کی گئی اور ہم سے طوق اتار کر رکھ دیئے گئے۔ طوق سے مراد نمازیں، روزے، زکوٰۃ اور حج ہے۔ لہذا جس نے رسول اور امام کو پہچان لیا۔ وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

لمحکمہ

فرقہ خطابیہ کے امام جعفر صادق کے بارے میں ”إلا“ ہونے کے عقیدے سے تو صاحب فرق الشیعہ نے بیزاری کا اظہار کیا۔ لیکن دیگر بکواسات کو مرتقل کرنے پر اکتفا کیا۔ بہر حال فرقہ خطابیہ دوسرے شیعہ فرقوں کے نزدیک میسب ہی سہی لیکن ہے تو یہ بھی شیعہ۔ اس قسم کی جراتیں ان اہل تشیع میں نہ جانے کہاں سے آگئیں۔ یہ فرقہ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ کہ تمام حرام اشیاء کو امام جعفر نے بواسطہ اپنے پیغمبر ابوالخطاب ملال کیا۔ حالانکہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کا ایسا کہنا محال ہے۔ اسی فرقہ کی طرح دوسرے شیعہ فرقے بھی آجاکر ہر مسئلہ کی نسبت امام جعفر یا امام محمد باقر کی طرف کرتے ہیں۔ نہ ان کے پاس قرآن کی کوئی دلیل و آیت۔ نہ احادیث

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی تائید نہ اقوال ائمہ سے کوئی سروکار نہ صرفت اور صرف مسئلہ امامت کو تسلیم کرنا ہے۔ اور پھر لگائیں اُتار کر پھینک دی جاتی ہیں۔ کسی نے تھوڑی دوڑ لگائی تو متعہ، تقیہ اور دیگر محرمات کو حلال قرار دیا۔ اور کسی نے زیادہ دوڑ لگائی تو سب حرام کو حلال کرتا چلا گیا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

۲۶
منہ

ایک شیعہ فرقہ "متمسکین" متسنخ کا قائل ہے

"تمسک" کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک روح نکل کر دوسرے میں منتقل ہو جائے۔ پھر اس سے تیسرے چوتھے کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فرق الشیعہ

فِرْقَةُ قَالَتْ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ وَتَعَالَى اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا
رَأَيْنَا هُوَ نُورٌ يَدْخُلُ فِي أَبْدَانِ الْكَوْصِيَاءِ فَيُحْيِلُ
فِيهَا وَكَهَانَ ذَلِكَ النُّورِ فِي جَعْفَرٍ ثُمَّ خَرَجَ مِنْهُ
قَدْ خَلَّ فِي آيِ الْخَطَابِ فَصَارَ جَعْفَرٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ ثُمَّ

خَرَجَ مِنْ أَبِي الْخَطَّابِ قَدْ حَلَّ فِي مَعْمَرٍ وَ صَارَ
 أَبِي الْخَطَّابِ مِنَ الْمَلِيكَةِ فَمَعْمَرٌ هُوَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
 فَخَرَجَ ابْنُ اللَّبَّانِ يَدْعُو إِلَى مَعْمَرٍ وَقَالَ إِنَّهُ
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى لَهُ وَصَامَ وَحَلَّ الشَّهَوَاتِ
 كُلَّهَا مَعَ مَا حَلَّ مِنْهَا وَمَا حَرَّمَ وَلَيْسَ عِنْدَهُ
 شَيْءٌ مُحَرَّمٌ وَقَالَ لِمَنْ يَخْلُقُ اللَّهُ هَذَا إِلَّا لِيَخْلُقَهُ
 فَكَيْفَ يَكُونُ مُحَرَّمًا وَحَلَّ الزَّنا وَالسَّرَقَةَ
 وَشَرِبَ الْخَمْرَ وَالْمَيْتَةَ وَالذَّمَّ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ
 وَزِيغَاةَ الْأُمَمَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْأَخَوَاتِ وَنِكَاحَ
 الزَّجَالِ وَوَضَعَ عَنْ أَصْحَابِهِ هُسْلَ الْجَنَابَةِ
 وَقَالَ كَيْفَ اغْتَسَلَ مِنْ نُطْفَةٍ خُلِقَتْ مِنْهَا
 وَزَعَمَ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ أَحَلَّ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ وَحَرَّمَهُ
 نِائِمًا هُوَ أَسْمَاءُ رِجَالٍ -

(فرق الشیعہ ص ۴۴ تذکرہ فرقہ معمریہ)

(مطبوعہ جیدریہ عراق)

ترجمہ :

فرقہ معمریہ کہتا ہے کہ جعفر بن محمد "اللہ" ہے۔ وہ ایک نور ہے جو اویسا کے بدن میں داخل ہوتا ہے۔ اور ان میں حلول کر جاتا ہے وہ نور امام جعفر میں تھا۔ پھر ان سے نکل کر ابو الخطاب میں داخل ہو گیا۔ لہذا امام جعفر فرشتوں میں سے ہو گئے۔ پھر وہ نور ابو الخطاب سے نکل کر معمر میں داخل ہو گیا۔ تو ابو الخطاب فرشتوں میں سے ہو گیا پس معمر

بن گیا۔ پھر ایمان اعلان آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ ممبرا شہ ہے۔ اس نے اس کی نماز پڑھی۔ روزہ رکھا۔ اور تمام شہوات کو حلال کر دیا۔ جو حلال تھیں وہ بھی اور جو حرام تھیں وہ بھی۔ اس کے نزدیک کوئی چیز حرام ہے ہی نہیں۔ اور کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ اپنی مخلوق کے لیے بنایا ہے۔ پس یہ کیسے حرام ہو سکتا ہے۔ اس نے زنا، چوری، شراب نوشی، مردار، خون، خنزیر کا گوشت، اوڑن بیٹیوں بہنوں کے ساتھ نکاح اور مرد کا مرد کے ساتھ نکاح حلال کر دیا۔ اور اپنے منہ والوں سے غسل جنابت ختم کر دیا۔ اور کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں اس نطفہ کے نکلنے کی وجہ سے غسل کروں جس سے میں پیدا کیا گیا ہوں۔ اس کا زعم تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال و حرام قرآن میں شمار کیے ہیں وہ مردوں کے نام ہیں۔

لمنکر یہ

دیگر فرقوں سے یہ فرقہ چار قدم آگے بڑھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے محرمات کو محرمات سمجھا ہی نہیں۔ بلکہ انہیں مردوں کے نام سے تعبیر کیا۔ اور دلیل یہ دی کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کے استعمال کے لیے جب سب کچھ پیدا کیا۔ تو پھر ممانعت کس بات کی؟ نہ کوئی خوردنی نوشیدنی چیز حرام اور نہ ہی کوئی رشتہ ناجائز۔ ماں بہن بیٹی سب سے خواہش نفس پوری کی جا سکتی ہے۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصیاء میں حلول کیا۔ جب تک وہ اندر رہا وہ خدا ہو گئے۔ جب نکل گیا۔ تو فرشتے بن گئے۔ گویا کفر و شرک ایمان و مدم ایمان کی کوئی تفریق نہیں۔ اچھے بُرے کا امتیاز ختم۔ یہ عقائد ہم نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ فرقہ الشیعہ سے بقید صغہ ذکر کیے

ہیں۔ اگر کوئی ایک حوالہ غلط ثابت ہو جائے۔ تو بیس ہزار روپیہ نقد انعام۔

فَاخْتَارُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ



علی بن موسیٰ اور ان کے ماننے والے کا قرین

فرق الشیعہ

و زعموا ان علی بن موسی ومن ادعیء الامامة
من ولد موسی بعده فغیر طیب الولادة
و نفوهم عن انسابهم و کفر و اهر فی
دعویهم الامامة و کفر و القائلین بامامتہم
و استحلوا دماءہم و اموالہم و زعموا ان
الفرض من الله علیہم اقامة الصلوة الخمس
و صوم شهر رمضان و انکر و الزکوۃ و الحج
و سائر الفرائض و قالوا باباحۃ المحارم
من الفروج و الغلمان و استلوا ذلک
بقول الله عز وجل او یزق جہم ذکرانا
و قالو بتناسخ و ان الائمة عندہم

وَاحِدًا اِنَّمَا مَرُّ مُتَقَلُّوْنَ مِنْ بَدَنِ اِلَى بَدَنِ
وَالْمَوَاسَاتِ يَتَلَمَّسُوْنَ وَاجِبَةٌ فِي كُلِّ مَا مَلَكُوهُ
مِنْ مَالٍ وَكُلِّ شَيْءٍ اَوْحَلَى بِهِ رَجُلٌ وَمَتَلَمَّسُ فِي
سَبِيلِ اللّٰهِ فَلَهُ لَسِيْعٌ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَ اَوْصِيَاءِهِ
مِنْ بَعْدِهِ -

(فرق الشیخہ ص ۸۲ تا ۸۴ تذکرہ فرقہ بشریہ)

(مطبوعہ مطبع حیدرآباد نجف اشرف)

ترجمہ:

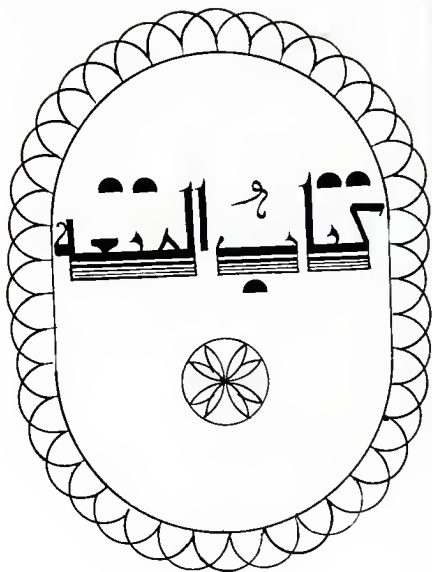
فرقہ بشریہ کا خیال ہے۔ کہ علی بن موسیٰ اور ان کے اولاد سے جس نے
بھی امامت کا دعویٰ کیا۔ وہ حرامی ہے۔ اُن کا اہل بیت کے خاندان
سے کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے امامت کا دعویٰ کر کے کفر کیا۔ اور
جن لوگوں نے ان کی امامت تسلیم کی وہ بھی کافر ہیں۔ ان کے خون
حلال ہیں۔ ان کے مال بھی حلال ہیں۔ اُن کا خیال یہ بھی ہے۔ کہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے پانچ نمازیں اور ایک مہینہ کے روزے
فرض ہیں۔ زکوٰۃ اور حج اور دیگر تمام فرائض کا انکار کرتے ہیں۔ اور
مرد و زن کی شرمگاہ استعمال کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور اس پر
اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل پیش کرتے ہوئے اللہ نے اُن کے
مردوں اور عورتوں سے جوڑے بنائے۔، تناسخ کے قائل
ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ امام درحقیقت ایک ہی ہے۔ وہی ایک بدن
سے دوسرے بدن میں منتقل ہو سکتا ہے۔ ان کے درمیان مواسات
واجب ہے۔ اور ان میں سے جو کسی چیز کے بارے میں وصیت

کر دے۔ دو مسیح بن محمد اور ان کے اوصیاء کی ہو جائے گی۔

ملفوظ

جیسا کہ آپ قارئین حضرات جانتے ہیں کہ اہل تشیع کا کوئی فرقہ ہو سوا امامت ان کا روح رواں ہے۔ اسی کو ثابت کرنے اور ثابت ہو جانے کے بعد پھر اپنے لیے کھٹی چھٹی پاتے ہیں جہاں حلال جائز و ناجائز سب ختم۔ یہی فرقہ بشیرؑ کو جس نے امام موسیٰ بن جعفر تک تو دوسرے شیعہ فرقوں کی موافقت کی۔ لیکن ان کے وصال کے بعد پھر گیا۔ اور محمد بن بشیر کو تاج امامت پہنایا۔ ان کے مقابلہ میں موسیٰ بن جعفر کو دوسرے لوگوں نے امام مقرر کیا۔ تو آپس میں کفر و شرک اور حرامی ہونے کے فتوے شروع ہو گئے۔ ان کم بختوں کو نہ اہل بیت کا احترام رہا۔ نہ ان کی ذاتی شرافت اور خوبیاں نظر آئیں۔ ان پر اور ان کے ماننے والوں پر کفر تک کا فتویٰ لگا دیا۔ کچھ اسی قسم کی باتیں ان اہل تشیع کے دیگر فرقوں میں بھی ہیں۔ ہم اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ یہ چند باتیں اگرچہ شیعہ فرقوں اور ان کے عقائد کے ہی متعلق تھیں۔ لیکن ان میں ان کی فقہ کی کچھ باتیں بھی تھیں۔ اس لیے ہم نے یہاں ذکر کر دی۔ اب آپ اندازہ فرمائیں کہ اسلام کا اور ان لوگوں کے مذہب کا کیا اتصال ہے؟ احکام الہی اور فرمودات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات اہل بیت کے معمولات و مقولات میں سے کسی کے ساتھ بھی ان کی بن نہیں آتی۔ ان لوگوں کی اول دائرہ فرقہ ہی ہے۔ کہ خواہشات نفسانیہ کے پورا کرنے کا کیا طریقہ ہو نا چاہیے۔ بس وہ جہاں سے جیسے حاصل ہو وہ جائز ہے۔ لیکن باقی سب کچھ ناجائز۔ اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ عطا فرمائے آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔



کتاب المتعہ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے قبل دور جاہلیت میں تعلیمات عیسوی و موسوی میں بہت زیادہ تحریف و کنیر ہو چکا تھا۔ اور اس دور کے علماء زر پرست نے خود اپنی غرض کی خاطر بہت سی حلال اشیاء حرام ٹھہرا دی تھیں۔ اور بہت سی حرام چیزوں کو حلال کر دیا تھا۔ لیکن اس کے ہوتے ہوئے سابقہ شرائع میں بہت سی تلامیم و تنسیخ کی بھی ضرورت تھی۔ تاکہ تکمیل انسانیت کے ساتھ ساتھ تکمیل شریعت بھی ہو جائے۔ لیکن ہر دور کے احکام شرعیہ اس وقت کے مخاطبین کے اعتبار سے اپنے طور پر ایک بہترین اصول و ضوابط تھے۔

جب سر در کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے۔ تو بچا کچھا دین عیسوی کہیں کہیں نظر آتا تھا۔ اس وقت شراب، خنزیر کا گوشت وغیرہ بہت سی اشیاء لوگوں میں حلال اشیاء کے طور پر معروف و قابل عمل تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے وقت بھی کچھ اس قسم کی چیزوں کی حلت کا ثبوت قرآن و حدیث میں سے ملتا ہے۔ انہی اشیاء میں سے ایک متعہ بھی تھا۔ جو ابتدائی دور نبوت میں بعض مخصوص حالات اور مجبوریوں کے تحت مختصر وقت کے لیے قابل عمل ہونا جائز سمجھا گیا۔ لیکن اس متعہ کے علاوہ اور بھی بہت سے دیگر احکامات

کو تدریجاً منسوخ کر دیا گیا۔ اور تفسیح کے بعد یہ اعمال بھی ان اعمال میں داخل ہو گئے۔ جو اس وقت سے قیامت تک کے لیے حرام ہو چکے ہیں۔ لہذا ان کے حرام قرار دیئے جانے کے بعد اب اگر کوئی ہٹ دھرم اور بے دین شخص ان کو دور جاہلیت کی طرح جائز اور حلال گردانے تو وہ دائرہ اسلام سے خود کو خارج جانے۔ اسی ضمن میں متعہ جو بامعہ مجبوری جائز ہوا تھا۔ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے دن الشرب العزت کے حکم سے حرام قرار دے دیا جو تا قیامت حرام ہی رہے گا۔

اس کی حرمت کا ذکر قرآن پاک میں سورہ مومن میں یوں ارشاد ہوا: و اب ہتھارے لیے صرف دو قسم کی عورتیں حلال ہیں۔ ایک تو وہ کہ جن کے ساتھ تم اپنی نکاح کر لو۔ اور دوسری وہ جو تمہاری ملک میں ہوں۔ (یعنی تمہاری ملک کو لونڈیاں جو اب ناپید ہیں۔) ان کے سوا کوئی اور عورت کسی طریقہ سے حلال نہیں۔ اگر تم نے ان (دو قسم کی عورتوں) کے سوا کسی اور عورت سے وطی کی۔ تو تم حدود اللہ کو پامال کرنے والے اور حرام کے مرتکب ہو گے۔

(پہلے سورت مومنون ع ۱۷)

اب چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ جس طرح شراب نوشی اور خنزیر کا گوشت کھانے کو تمام امت متفقہ طور پر حرام کہتی ہے۔ جمیع مسلمانوں کی طرح شیعہ لوگ بھی اس کی حرمت کے قائل ہوتے۔ اور اسے حلال کہنے والوں کو اسلام سے خارج سمجھتے۔ لیکن ان کی شہوت پرستی اور فحاشی نے الشرب العزت کی حدود کو پامال کرنا تو برداشت کیا۔ لیکن اسے حرام کہنے کی جرأت نہ کی بلکہ حقیقت تو یوں دکھائی دیتی ہے۔ کہ ان لوگوں نے نکاح متعہ کو اپنے مذمب کا اہم ستون قرار دیا۔ اور اس قبیح امر اور شہوت پرستانہ فعل کی اشاعت میں غایت درجہ کوشاں

رہے۔ اور اب بھی سر توڑ کوششوں سے اسے حلال کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ یہاں تک کہ اس متعہ کے حلال ہونے کے بارے میں شیعہ لوگوں کی بہت سی کتابوں میں موجود ہیں اور اس کے صرف حلال ہونے پر ہی اکتفا نہ کیا گیا۔ بلکہ جو شخص فعل خبیث (متعہ) نہیں کرتا۔ اس کے بارے میں اپنی طرف سے سخت سزائیں اور بہت بڑی وعیدیں گھڑی گئی ہیں۔ جن میں سے بطور نمونہ ایک وعید ملاحظہ ہو۔

”متعہ کے بغیر جو آدمی مر جائے۔ وہ قیامت کو کان اور ناک کے بغیر اٹھایا جائے گا“

اور جو اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اس کی فیضیت بیان کرتے ہوئے یہ لوگ زمین و آسمان کے قلابے ٹاڈتے ہیں۔ اور یوں اس فعل شنیع پر ابھارتے ہیں۔ کہ گویا متعہ کرنے والا صرف یہی ایک کام کرے۔ تو جنت میں اعلیٰ مقام پائے گا۔ مثلاً ”جو ایک دفعہ متعہ کرے۔ اس کا مرتبہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی مثل ہے۔ الخ وغیرہ وغیرہ (العیاذ باللہ) حقیقت امر یہ ہے۔ کہ شیعہ مذہب کی بنیاد ہی خواہشات نفسانیہ کی تکمیل اور شہوت پرستی پر ہے۔ یہ مقصد چاہے کسی حرام یا حلال طریقہ سے حاصل ہو۔ اس کی قطعاً پروا نہیں۔ جو شخص بھی اس مذہب کا بنور مطالعہ کرے گا۔ اور تعصب سے ہٹ کر ان کی کتب کی ورق گردانی کرے گا۔ وہ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ ایک ثلثیت النفس اور صاحب علم و حیاء یہ کیسے کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ مٹھی بھر جو کے عوض کسی بھی عورت کو راضی کر لو۔ اور پھر اسے جس طرح چاہو۔ اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرو“

اس لیے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ انقی شرم و حیاء پر اس قسم کے شہوت پرستوں اور حیاء سے عاری لوگوں نے من گھڑت روایات کے ذریعہ جو سیاہ بادل اور بے غیرتی دسے حیاتی کا گرد و غبار چڑھا ہے۔ اس کو قرآن و حدیث کے

اُفتاب تابدار اور اقوال ائمہ کے روشن چراغوں سے اس قدر دور و درگھیل دوں۔ جس طرح کہ
فَاخْرُجْ کے حکم سے شیطان کو سوں دور جا پڑا۔

لہذا میں ان کے اس عقیدہ و اہمیت اور مسلکِ فاحشہ کا قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ
سے مدلل اور مفصل رد لکھتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ متقدمین شیعہ اجماع کے اقوال
اس مسلک کی بنیاد بنیت ہیں اُن کے تمام استدلالات کی مجھ پر اور پرزور تردید پیش کرتا
ہوں۔ نہ کہ حق و صداقت کے خواہاں سے، حق و باطل کے درمیان با حسن وجہ امتیاز کر
سکیں۔ اور حق کو سینے سے لگائیں۔ اور قبول کریں۔ اور باطل سے بچیں۔ اور اُسے
اپنے نزدیک آنے کی راہ ہم نہ دیں۔ میں بختہ امید اور یقین کا مل سے کہتا ہوں
کہ میں نے اس باب میں جتنے دلائل پیش کئے ہیں۔ انہیں پڑھ کر ہر وہ غیر متعصب
آدمی جس کے دل میں ایمان کی روشنی ہے۔ اور جس کی طبیعت انصاف پسند ہے۔
وہ اس بات کو ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔ کہ

دو متعہ ایک منسوخ اور حرام فعل ہے۔ اور اس کو حرام ہونے کے بعد جائز اور
حلال سمجھنے والا اور اس کے عامل کو مختلف درجات کے وعدے اور غیر عامل کو سخت
وعیدیں سننے والا اور اصل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہلبیت
رضوان اللہ علیہم کا انتہائی گستاخ اور ان پر افتراء و باندھنے والا ہے۔ اور دین اسلام
سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

وَاللّٰهُ يَمْلِكُ مَن يَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ



جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ ابتدائے اسلام میں حسب سابق عقد متعہ اور نکاح موقت جائز تھے۔ لیکن جب عدت طلاق وغیرہ کے احکام نازل ہوئے۔ تو ان کو منسوخ کر دیا گیا۔ لیکن بعض ائمہ کے نزدیک عقد موقت اب بھی جائز ہے۔ جس کی وضاحت عنقریب آکر ہی ہے۔



عقد موقت: نکاح اور تزویج کے الفاظ سے اعتقاد پذیر ہوتا ہے۔ جس کے لیے شہادت شرط ہے۔ لیکن نکاح عام سے یہ مختلف ہے۔ کیونکہ عام نکاح میں میاں بیوی یا ان کے والیان کے درمیان اس نکاح کے لیے کوئی معین وقت یا زمانہ نہیں ہوتا۔ بلکہ زندگی ایک خاندان اور دوسری اس کی بیوی قرار پاتی ہے۔

بجائے عقدِ موقت کے کہ اس میں برکت نکاح، وقت کی تعیین ہوتی ہے۔ اسی امتیاز اور مخصوص وصف کی وجہ سے اس کو عقدِ موقت کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے منسوخ ہونے کی وجہ بھی دراصل یہی تعیینِ وقت ہے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشادِ عالی نقل فرماتے ہیں ثلاث

جدة من جدة و هزلن جدة۔ النكاح و الطلاق و العتاق۔

ترجمہ: نکاح، طلاق اور غلامی کو آزاد کرنا ایسے تین امور ہیں۔ کہ ان الفاظ سے ان کا معنی بہر حال مراد اور واجب العمل ہو جاتا ہے۔ چاہے از روئے ذائق و طہو لب کے ہوں۔ یا ان کے معانی کی نیت بھی ساتھ ہو۔ یعنی ان تین الفاظ کے بولنے والے کی نیت ہو یا نہ ہو۔ یہ واقع ہو جاتے ہیں۔ لہذا اگر کسی شخص نے لفظ نکاح یا تزویج کے الفاظ سے عقد کیا۔ اور بوقتِ عقد گواہوں کی موجودگی بھی متحقق تھی۔ تو عقد ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی شخص نے ایسے منعقد ہونے والے عقد میں، وقت کی تعیین کی شرط رکھی۔ یعنی ایجاب و قبول اور گواہوں کی موجودگی کے ساتھ ساتھ وہ اس نکاح کو ایک مخصوص زمین و مدت تک کرنے کی شرط لگاتے ہیں۔ تو اس شرط کو امام زفر رحمۃ اللہ علیہ شرطِ فاسد کہتے ہیں۔ اور شرطِ فاسد سے نکاح تو ہو جاتا ہے۔ لیکن خود شرطِ فاسد باطل ہو کر ملحوظ نہیں رہے گی۔ لہذا نکاح درست ہو گیا۔ اور تعیینِ وقت کی شرط کے بطلان پر وہ نکاح عام نکاح کی طرح تازندگی رہے گا۔ یہ شرط اُسی طرح باطل ہو جائے گی۔ جس طرح نکاح شغار میں مہر نہ ہونے کی شرط باطل ہو جاتی ہے۔

نکاح شغار یہ ہے۔ کہ ایک شخص اپنی بیٹی کسی دوسرے شخص کے بیٹے کو اور دوسرا شخص اپنی بیٹی اس کے بیٹے کو اس طرح نکاح میں دیتے ہیں۔ کہ ان کے درمیان یہ شرط طے پاتی ہے۔ کہ نہ میں اپنی بیٹی کا حق مہر تجھ سے لیتا ہوں۔ اور نہ تو ہی اپنی

بیٹی کا حق مہر مجھ سے طلب کرے۔ بلکہ وٹے سٹے کا نکاح کر لیتے ہیں تو اس صورت میں نفس نکاح تو منعقد ہو جائے گا۔ اور عدم مہر کی شرط باطل ہو جائے گی۔ اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

عقد منعقد

یہ عقد اَنْتَمَعَ یا اَسْتَمَعَ سے منعقد ہوتا ہے۔ اور اس نکاح میں شہادت شرط نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اسے ختم کرنے کے لیے طلاق اور پھر عدت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اس نکاح کے بعد خاوند پر نان و نفقہ اور رہائش کا بندوبست کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور بوقت نکاح اس کی مدت بھی شامل عقد ہوتی ہے۔ یعنی بالکل مختصر مدت کے لیے اسے بروئے کار لایا جاتا ہے۔ اور مذکورہ طے شدہ مدت گزرنے پر خود بخود نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اس مدت کے اختتام پر اگر یہی عورت بغیر عدت و طلاق کے اگر پھر عقد ثانی کرنا چاہیے۔ تو کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس قسم کا عقد ابتدائے اسلام میں دو دفعہ جائز اور حلال ہوا۔ اور دو دفعہ ہی ناجائز اور حرام ہوا۔ آخر جب اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ عطا فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا۔ جس کی وضاحت مندرجہ ذیل احادیث میں مذکور ہوئی۔

حدیث علت

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ كُنَّا نَعْرِضُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْسَ لَنَا نِسَاءً فَقُلْنَا أَلَا

نَسْتَخْصِيْ قَتْنَاهَا عَنْ ذٰلِكَ شَرَّ رَخْصَ لَنَا اَنْ
تَنْكِحَ الْمَرْأَةَ بِالشُّوْبِ اِلَى اَجَلٍ۔

(صحیح مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتہ

ص ۴۵۰ مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ:

قیس روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما
سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں
شریک ہوا کرتے تھے۔ اور ہمارے ساتھ (اپنی اپنی مشکوہ) عورتیں نہیں
ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔
کہ آپ ہمیں خصی ہونے کی اجازت عطا فرمائیں۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہمیں اس کی اجازت نہ دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس بات کی رخصت دے دی۔ کہ ہم کسی عورت سے کپڑے کے عوض
(مہر کے طور پر) ایک مختصر مدت کے لیے نکاح کر لیں۔

حدیث حرمت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَ الْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ
عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ
النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ أَكْلِ لَحْمِ
الْحِمَرِ إِلَى نِسِيَةٍ۔

(مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتہ ص ۴۵۲ مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ:

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے نکاح منع کرنے سے خیبر کے دن منع فرمادیا اور اس کے ساتھ گھریلو باتوں اگر حول کا گوشت کھانا بھی منع کر دیا۔

حدیثِ علت و حرمت علیٰ

عَنْ إِيَّاسِ بْنِ سَكَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ أُوطَاسٍ فِي الْمُتَعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ فَهَى عَنْهَا.

(مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعہ
ص ۴۵۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی)

ترجمہ:

ابن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اوطاس (فتح مکہ کے دن) صرف تین دن نکاح متعہ کی اجازت عطا فرمائی۔ پھر اپنے اس سے منع فرمادیا تھا۔

حدیثِ علت و حرمت علیٰ

قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا آتَيْهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذْنُتُ لَكُمْ فِي الْإِسْتِمَاعِ مِنْ

النِّسَاءِ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ ذَلِكَ إِلَى يَوْمِ
الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ
شَيْءٌ فَلْيُحْلِلْ سَبِيلَهُمَا وَلَا تَأْخُذُوا مِنْهَا
أَتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا -

(مسلم شریف، جلد اول باب التتبع ۱۵۱)
مطبوعہ اصح المطابع دہلی

ترجمہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ربیع بن سبرہ جہنی سے روایت
بیان فرمائی۔ اور ان سے ان کے باپ نے روایت کیا کہ وہ سبرہ جہنی
فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ تو اپنے لوگوں کو
مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے نکاح متہ
کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ (لیکن اب) اللہ تعالیٰ نے اس کو
قیامت تک حرام کر دیا۔ لہذا جس کے پاس اس طرح کے نکاح سے کوئی
عورت ہو۔ وہ اس کو چھوڑ دے۔ اور اس سے (وطی کا) عوضانہ واپس
نہ لے۔

حدیث حرمت

قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُمَيْنِيُّ
عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَقَالَ
أَلَّا يَسْهَأَ حَرَامٌ مِّنْ يَّوْمِكُمْ هَذَا إِلَى

يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كَانَ اعْطَى
شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ۔

(مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعہ
ص ۵۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی)

ترجمہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز کورین بن سبر وجینی نے اپنے باپ سے روایت
بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع
فرمادیا۔ اور ارشاد فرمایا خبہر دار! یہ (نکاح متعہ) آج کے دن سے
ماتامیت حرام ہے۔ اور جس کسی نے اس نکاح کے عوض کسی عورت
کو کوئی عوضانہ دیا ہو۔ وہ اس سے واپس نہ لے۔

حاصل کلام

نکاح متعہ دراصل زمانہ جاہلیت میں ایک مروجہ عقد تھا۔ اور ابتدائے
اسلام میں جاری رہا۔ لیکن فتح خیبر کے موقع پر آپ نے اس کو حرام قرار
دے دیا۔ اور اس کے بعد چند مجبور یوں کے پیش نظر اسے وقتی طور پر جائز قرار
دیا۔ جس طرح مردار اور خنزیر کا گوشت کھانا اور شراب نوشی بھی مباح
ہوئی تھی۔

لیکن ان مجبور یوں کے اختتام پر جو فتح مکہ کے زمانہ میں صرف تین دنوں تک
پیش نظر تھیں۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ماتامیت اللہ تعالیٰ
کے حکم سے حرام فرمادیا۔ اور جب دائمی نکاح (جو فی زمانہ اہل سنت میں رائج ہے)
کے احکام نازل ہوئے۔ تو اس عقد متعہ کو زنا کا حکم دے دیا گیا۔

بہذا اب اگر کوئی متعہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور اسے ابتدائے اسلام کی طرح
 جائز اور مباح سمجھتا ہے۔ تو ایسا کرنے والا مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں زنا کا
 مرتکب ہوگا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

فصل دوم

باب اول فی تعلیم کے اہمیت میں تعارف

تحفہ العلوم

عزت کہے۔

مَتَّعْتُكَ نَفْسِي فِي الْمُدَّةِ الْمَعْلُومَةِ بِالْمَبْلَغِ الْمَعْلُومِ
مرد کہے۔

قِيلَتُ الْمَتَّةُ لِنَفْسِي فِي الْمُدَّةِ بِالْمَبْلَغِ الْمَعْلُومِ۔
(تحفہ العلوم مصنف سید ابوالحسن الموسوی
الاصفا فی شیعہ حصہ دوم صفحہ نمبر ۳۰۲
مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ:

عورت مرد کو یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو مدت معلوم کے لیے چند
مہینہ ٹکوں کے عوض تیرے متہ میں دیا۔ اور مرد اس کے جواب میں کہے
کہ میں نے اس متہ کو اپنی ذات کے لیے چند ٹکوں کے عوض مہینہ وقت کے
لیے قبول کیا۔

الاستبصار

عَنْ زُرَّادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ مُتْعَةً بِغَيْرِ شُهُودٍ فَقَالَ لَا
بَأْسَ بِالتَّزْوِيجِ الْبَتَّةَ بِغَيْرِ شُهُودٍ فِيمَا
بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّمَا جَعَلَ
الشُّهُودَ فِي تَزْوِيجِ الْبَتَّةِ مِنْ أَجْلِ الْوَلَدِ
وَلَوْ لَا ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ بِهِ بَأْسٌ .

(الاستبصار جلد سوم ص ۲۸۸ فی جواز العقد)

علی المرأة متعه بغیر شہود مطبوعہ تہران
(طبع جدید)

ترجمہ:

زارہ نے کہا۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
ایسے شخص کا حکم پوچھا۔ جس نے بغیر گواہوں کے عقد متعہ کیا۔ تو آپ نے
ارشاد فرمایا۔ کہ اس آدمی اور اللہ تعالیٰ کا مین انعقاد کے لیے گواہوں کی کوئی
ضرورت نہیں۔ ہاں ایسے نکاح میں گواہوں کی ضرورت لازمی ہوتی
ہے۔ جس میں اولاد کی تنہا ہو۔ اور اگر خواہش اولاد نہ ہو۔ دمحض شہوت
کو ٹھنڈا کرنا ہو تو پھر گواہوں کے بغیر بھی نکاح درست ہے۔ (متعہ میں
چونکہ صرف خواہشات اور شہوت نفس کو پورا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اولاد
مقصود نہیں ہوتی۔ اور اگر بھولے سے صورت متعہ میں عورت حاملہ ہو جائے
تو اس سے پیدا شدہ بچہ کا نسب متعہ کرنے والے سے نہیں ہوتا۔ لہذا اس

میں لگا ہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔)

فروع کافی

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَتْعَةِ قَالَ
كَيْسَتْ مِنَ الْأَرْبَعِ لَا تَطْلُقُ وَلَا تَرِثُ
وَأَشْمَأْهُي مُسْتَأْجَرَةً۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۱۴ کتاب النکاح
باب انهن بمنزلة الاماء وليست
من الاربع مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے متعہ کے متعلق روایت ہے۔ کہ آپ نے
فرمایا۔ کہ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ ان چار عورتوں میں
شامل نہیں۔ جن کی شریعت نے بیک وقت نکاح میں رکھنے کی
اجازت دی۔ (اگر چار بیویاں کسی کے ہاں پہلے سے موجود ہوں۔ تو
بطریق متعہ پانچویں چھٹی سے وطی کرنا جائز ہے۔ اور قرآن کے احکام
کے خلاف نہ ہو گا۔) کیونکہ بطور متعہ نکاح میں آئی ہوئی عورت کو نہ
طلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ ہی وہ متعہ کرنے والے فائدہ کی
وارث بن سکتی ہے۔ وہ تو صرف ایک کرایہ پر لی گئی عورت ہے

فروع کافی

رَوَاهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَ ذَكَرْتُ لَهُ الْمَتْعَةَ أَهِيَ مِنَ الْأَرْبَعِ؟ فَقَالَ
تَزَوُّجٌ مِنْهُنَّ أَلْفًا فَإِنَّهُنَّ مُسْتَأْجِرَاتٌ -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۲ کتاب النکاح
باب انھن بمنزلة الاماء وليست
من الاربع مطبوعہ تہران طبع جدید -)

ترجمہ:

زرارہ کا باپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے
کہ میں نے امام موصوف سے متہ کے متعلق دریافت کیا۔ کہ متہ
سے نکاح میں آنے والی عورت چار عورتوں میں سے ہے؟ (جن کی
شریعت نے بیک وقت نکاح میں لانے کی اجازت دی) تو اپنے
فرمایا۔ تو ایسی ہزار عورتوں سے نکاح کر لے تو بھی وہ کسی شمار میں
نہیں کیونکہ وہ تو کرایہ پر لی گئی عورتیں ہیں۔

فروع کافی

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ اَبَانَ بْنِ تَغْلِبٍ قَالَ
قُلْتُ لِابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنِّي اَكُونُ فِي
بَعْضِ الظُّرُفَاتِ فَأَرَى الْمَرْأَةَ الْحَسَنَاءَ
رَكَامًا اَنْ تَكُونَ ذَاتَ بَعْلِ اَوْ مِنَ الْعَوَا حِرِّ قَالَ
لَيْسَ هَذَا عَلَيْكَ اِنْ شَاءَ عَلَيْكَ اَنْ تَصَدَّقَهَا فِي نَفْسِهَا -

(فروع کافی جلد پنجم کتاب النکاح ص ۴۵۲ باب انھما صدقہ
علی نفسہما مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابان ابن تغلب نے کہا۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ میں ایک مرتبہ حالت سفر میں تھا۔ تو میں نے ایک خوبصورت عورت دیکھی۔ لیکن مجھے اس بارے میں کوئی یقین نہ تھا۔ کہ وہ شادی شدہ عورت ہے۔ یا بدکار ہے۔ (لیکن میں اس سے جنسی تعلقات کا خواہش مند تھا۔ تو کیا اس عورت کے بیان پر مجھے یقین کر لینا چاہیئے اور اس سے متعہ کر لینا چاہیئے۔ اگر وہ کنواری یا بے عاوند ہو نا ظاہر کرے) تو امام جعفر نے فرمایا۔ تجھے اس بارے میں چھان بین کرنے کی کیا پڑی ہے۔ پس اتنا ہی کافی ہے۔ کہ تو اس کے کہنے پر اس کی تصدیق کرے۔ (اور اس سے متعہ کرے)۔

تہذیب الاحکام

مَحَمَّدٌ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قِيلَ لَهُ أَنَّ فُلَانًا تَزَوَّجَ امْرَأَةً مُتَعَةً فَقِيلَ لَهُ إِنَّ لَهَا زَوْجًا فَسَأَلَهَا فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَيْمَ سَأَلَهَا۔

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۲ فی تفصیل احکام النکاح
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔

کہ فلاں آدمی نے ایک عورت سے نکاح متعہ کیا۔ تو اس آدمی کو بتایا گیا۔ کہ اس عورت کا تو فائدہ موجود ہے۔ (اور یہ اس کے نکاح میں ہے) تو متعہ کے طور پر عقد کرنے والے نے اس عورت سے اس بارے میں پوچھا۔ یہ سن کر حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا۔ اُس آدمی نے اُس عورت سے کیوں پوچھا۔؟ (یعنی عقد متعہ کے لیے جب یہ کوئی شرط نہیں۔ کہ عورت کنواری ہو۔ یا خاوند کے بغیر ہو۔ یا خاوند والی ہو۔ تو پھر اس کی تحقیق کی کیا ضرورت تھی۔)

تہذیب الاحکام

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ سَأَلَ عَمَّارًا وَأَنَا عِنْدَهُ عَنِ الرَّجُلِ
الَّذِي يَتَزَوَّجُ الْفَاحِشَةَ مُتَّعَةً قَالَ لَا بَأْسَ -

(تہذیب الاحکام جلد ۲ ص ۲۵۳ فی
تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میری موجودگی میں عمار نے امام جعفر رضی اللہ عنہ سے
اس شخص کے بارے میں دریافت کیا۔ کہ جس نے عقد متعہ کے طور پر
ایک اوہاش (کنجری) عورت سے نکاح کر رکھا ہے۔ (اس کا کیا حکم ہے؟)
فرمایا۔ اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

من لایکفرہ الفقیہ

وَرَوَى عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ
سَأَلْتُ الرَّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ رَجُلٍ
تَزَوَّجَ امْرَأَةً مُتْعَةً فَعَلِمَ بِهَا أَهْلُهَا
فَزَوَّجُوا مِنْ رَجُلٍ فِي الْعِلَاقَةِ وَهِيَ امْرَأَةٌ
صَدَقٌ. قَالَ لَا تُمَكِّنْ زَوْجَهَا مِنْ نَفْسِهَا
حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا وَشَرَطُهَا قُلْتُ إِنْ
كَانَ شَرَطُهَا سَنَةً وَلَا يَصْبِرُ لَهَا زَوْجُهَا
قَالَ فَلْيَسِّقِ اللَّهَ زَوْجَهَا وَلْيَتَّصِدُقْ عَلَيْهَا
بِمَا بَقِيَ لَهُ.

(من لایکفرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۶۴ باب المتد

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

یونس بن عبد الرحمن کہتا ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے
ایک ایسے آدمی کے بارے میں دریافت کیا۔ کہ جس نے ایک عورت
سے عقد متعہ کر لیا تھا پھر جب اس عورت کے خاوند یا گھر والوں
کو اس عقد کا علم ہوا تو انہوں نے اس عورت کا نکاح صحیح کسی اور آدمی سے
کر دیا۔ اور علی الاعلان یہ نکاح یکہ لیکن ابھی اس عورت کو عقد متعہ کا
حق مہر لینا تھا۔ (اس سوال کے جواب میں امام موصوف نے فرمایا وہ
عورت اپنے صحیح اور سنے خاوند کو اپنے ساتھ اس وقت تک ہم بستری

نہ کرنے دے۔ جب تک عقد متعہ کی مدت اور شرط پوری نہ ہو جائے
 راوی کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر اس عقد متعہ کی شرط ایک سال کی
 ہو؟ (تو پھر بھی یہ شرط پوری کرنا چاہیئے) اور ادھر فائدہ کی یہ حالت
 ہو۔ کہ وہ اتنی مدت تک صبر نہ کر سکتا ہو؟ تو اس پر امام موصوف نے فرمایا۔
 کہ اس کے فائدہ کو خوب فدا کرنا چاہیئے۔ اور بقیہ مدت متعہ کا اس پر
 صدقہ کر دے (یعنی متعہ میں ہی گزارنے دے۔)

فروع کافی

عَنْ زُرَّارَةَ عَنِ ابْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
 قُلْتُ لَهُ جَعَلْتَ فِدَاكَ التَّوَجُّلَ يَتَزَوَّجُ
 الْمُتَّعَةَ وَيَنْقَضِي شَرْطُهَا ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا
 وَجِدْ آخَرَ حَتَّى بَانَ مِنْهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا
 الْأَوَّلَ حَتَّى بَانَ مِنْهُ ثَلَاثًا وَتَزَوَّجَتْ
 ثَلَاثَةَ أَزْوَاجٍ يَحِلُّ لِلأَوَّلِ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا
 قَالَ نَعَمْ كَمَا شَاءَ كَيْسَ هَذَا مِنْ الْخُبْرَةِ
 هَذَا مُسْتَجَرٌّ وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ الْإِمَاءِ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۷۰) کتاب النکاح

باب الرجل يتمتع بالمرأة

مراداً کثیرہ مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

زرارہ نے کہا۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا میں آپ پر قربان، کوئی آدمی کسی عورت سے جس شرط پر متعہ کرے۔ وہ پوری ہو جائے۔ پھر اسی عورت سے کوئی دوسرا شخص متعہ کرے۔ حتیٰ کہ دوسرے عورت اس سے بھی جدا ہو جائے۔ اور پھر وہی پہلا آدمی اس سے متعہ کرے۔ یہاں تک کہ وہ عورت اس سے تین دفعہ جدا ہوئی۔ اور تین مردوں نے اس سے نکاح متعہ کیا۔ تو کیا اسی عورت کا پہلے مرد سے ایک مرتبہ پھر عقد متعہ کرنا جائز ہے؟

آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔ یقینی دفعہ چاہے متعہ کرے۔ کیونکہ یہ حرہ (آزاد) عورت کی طرح نہیں۔ بلکہ یہ تو اجرت پر لی گئی ہے۔ اور اس کا حکم لونڈیوں جیسا ہے۔

فروع کافی

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يُتَزَوَّجُ الْعَتَّةُ
قَالَ تَقُولُ يَا أُمَّةَ اللَّهِ اتَّزَوَّجُكِ كَذَا وَكَذَا
يَوْمًا بِكَذَا وَكَذَا أَدْرِمَهَا فَإِذَا مَضَتْ تِلْكَ
الْأَيَّامُ كَانَ طَلَاقُهَا مِنْ شَرْطِهَا وَلَا عِدَّةَ
لَهَا عَلَيْكَ أَمْ يَجُوزُ لَكَ تَزْوِيجُ الْأَخْتِ
فِي عِدَّتِهَا.

دفعہ کافی مائتہ و فروع کافی جلد پنجم کتاب النکاح
باب شروط المتعہ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ہشام بن سالم سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یا حضرت! نکاحِ متعہ کیونکر کیا جاتا ہے؟ تو آپ نے اس کا طریقہ یوں ارشاد فرمایا۔ کہ نکاحِ متعہ کرنے والا مطلوبہ عورت کو کہے۔ اے اللہ کی بندی! میں تجھ سے چند دنوں کے لیے چند درجہوں کے عوض نکاح کرتا ہوں۔ سو جب مذکورہ دن گزر جائیں۔ تو طلاق خود بخود ہو جائے گی۔ اور ایسی عورت کی کوئی عدت نہیں یعنی نکاحِ متعہ کرنے والے کو اسی متعہ عورت کی سگی بہن سے دورانِ عدت (جو عام طور پر طلاق کے بعد ہوتی ہے) نکاح کرنا جائز ہے۔

فروع کافی

عَنْ زُرَّارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَكُونُ مُتْعَةً إِلَّا بِأَمْرَيْنِ - أَحَبِلِ مُسْمًى وَأَحْبِلِ مُسْمًى -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۵ کتاب النکاح
باب شروط المتعة مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے۔ کہ امام ہشام نے فرمایا۔ متعہ کے دو رکن ہیں۔ مدت مقررہ اور اجرت مقررہ۔

فروع کافی

عَنْ الْأَحْوَالِ قَالَ قُلْتُ لِأَيِّ عَبْدٍ اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَذْنَى مَا يُكْزَوْنَ بِهٖ الْمُتَعَدُّ؟ قَالَ كَفْتُ عَنْ بَرٍّ -

(۱) - فروع کافی جلد پنجم ص ۵۸۸ کتاب النکاح

باب ما یجزی من المهر فیہا
مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲) - تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۰
فی تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران،
طبع جدید

ترجمہ:

احوال کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ
متعد کی کم از کم اجرت کتنی ہے؟ تو وہ فرماتے گئے۔ مٹھی بھر گندم
(کافی ہے)

تہذیب الاحکام

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
تَمَنَّعَ بِأَلْمَا شِمِيَّةَ - (أَيْضًا) وَلَا بَأْسَ بِالتَّمَنُّعِ
بِأَلْمَا شِمِيَّةَ -

(تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۷۱ فی تفصیل احکام النکاح
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہاشمی عورت سے متہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

تہذیب الاحکام

وَلَيْسَ فِي الْمُتَعَةِ إِشْلَاءٌ وَلَا إِعْلَانٌ۔

تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۱ فی
تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران طبع ہوا

ترجمہ:

نکاح متہ میں نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی اعلان ہے۔ (مرد عورت دونوں تنہا چپکے چپکے یہ نکاح کر لیں۔ تو بھی درست ہے۔)

مذکورہ حوالہ جات فقہ جعفری کے مندرجہ ذیل

مسائل فقہیہ ثابت ہوئے

① نکاح متہ کے لیے نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی اعلان کی۔

② متہ کے بعد چھوڑی گئی عورت پر نہ کسی قسم کی عدت لازم ہے اور نہ اسے جُدا کرنے کے لیے طلاق کی ضرورت۔

③ اس عقد میں ذاولاد کی جستجو ہوتی ہے۔ اور نہ ہی میراث مقصود۔ بلکہ یہ مرد و زن کا مخصوص رقم کے عوض مخصوص وقت تک خواہشات نفسانی کی

تکلیف کا ایک باجمعی ذریعہ ہے۔ (جو شہوت رانی کا آسان طریقہ ہے) ۴
اس عقد میں عورتوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی مرد ایک وقت
ستر عورتوں سے عقد متعہ کرے۔ اور باری باری ان سے لطف اندوز ہو
تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی عجیب نہیں اور کوئی بے حیائی نہیں۔

۵ ایک عورت سے بیسیوں مرتبہ متعہ ہو سکتا ہے۔ اور ہزار مردوں
سے ایک عورت متعہ کر سکتی ہے۔ اور سینکڑوں مرتبہ متعہ کرنے والے
سے جدا ہونے کے بعد پھر بھی اجرت مقررہ پر جب چاہے وہ مرد
اسے نکاح متعہ میں لاسکتا ہے۔ اس میں حرمت غلیظہ کا سوال ہی پیدا
نہیں ہوتا۔

۶ قرآن کریم میں جن محرمات سے عقد کرنا ناجائز اور حرام قرار دیا گیا۔
اور وہ الْمُتَحَصِّنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ، میں جن کی صراحت کی گئی
ان سے متعہ کرنے کی کھلی جھٹی ہے۔

۷ جس عورت سے کسی نے متعہ کیا۔ اگر اس کی سگی بہن سے فوراً عدت
گزارے بغیر (نکاح) عقد متعہ کر لے تو کوئی حرج نہیں۔ (کیونکہ
ذِ طلاق کی ضرورت نہ عدت کا انتظار)

۸ ”مٹھی بھر گندم“ دے کر کسی عورت کی بگنگ جاڑ ہے۔ راتنا ستا
شاید ہی کوئی سواد ہو)

۹ شیبی نفس پرستوں اور شہواتِ نفسانی کے بندوں میں متعہ اس قدر
کثیر اوتوح ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کی عورت کا استثناء نہیں۔
خاندانِ نبوت۔ (بنو ہاشم) سے ہو یا کوئی طائفہ اور بازاری عورت۔
سب سے بلا امتیاز جائز اور درست ہے۔ (العباد بالہدم)

ع اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوچھی۔

اللہ تعالیٰ ایسے ناعاقبت اندیشوں اور ایمان سے عاری اور عقل کے اندھوں سے بچائے جنہوں نے تکمیل خواہشات نفسانیہ کے تشہ میں احترام خاندانِ نبوت کا بھی لحاظ نہ کیا۔

س چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میش اندر طعنہ پاکاں رکند !

أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ

فصل سوم



فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِمَّنْ فَاتُّوهُنَّ أَجُورَ هُنَّ
فَرِيضَةٌ۔ (پہ آیت ۱)

ترجمہ:

پھر ان میں سے جن سے تم متعہ کرو۔ تو مقرر کیا ہوا ہمارا نہیں ہے دو۔
(ترجمہ مقبول)

طریقہ استدلال شیعہ

ذکر کی گئی آیت سے ثبوت متعہ دو الفاظ سے ہوتا ہے۔ لفظ اول اسْتَمْتَعْتُمْ اور لفظ دوم، أَجُورَ هُنَّ، اسے۔ طریقہ ثبوت یہ ہے۔ کہ پہلا لفظ باب استفعال سے ہے۔ جس سے اگر حروف زائدہ کو چھوڑ کر حروفِ اصلہ لیے جائیں۔ تو بیسمِ تاہ اور عین بنتے ہیں۔ گویا اس لفظ کا اصل متعہ ہے۔ دوسرے لفظ میں دو اجور جمع ہے۔ اور اس کا واحد دو اجور ہے۔ اجور کا معنی اجرت، مزدوری اور معاوضہ

ہوتے ہیں۔ لہذا ان دونوں الفاظ کے مفہوم کے پیش نظر پوری آیت کا مفہوم یہ ہوا۔ کہ جب تم عورتوں سے متہ کر لو۔ تو ان سے مقرر کردہ اجرت ان کو دے دو۔ تو اس ترجمہ سے بغیر تاویل کے متہ معروفہ ثابت ہوتا ہے۔ اور لفظ اجرت سے حق مہر اس لیے مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حق مہر کا استعمال نکاح دائمی کے اندر مقرر کردہ رقم پر ہوتا ہے اور متہ چونکہ مقررہ وقت کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے مقابلہ میں وہ اجرت ہی کہنا مناسب تھا۔ اور اس ترجمہ و مفہوم کی تائید ایک قرات سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابی بن کعب رحمہ کی ہے۔ انہوں نے اس آیت کو اس طرح پڑھا۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاَنْتُمْ مَوْلٰى مَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ فَرِضَةٌ عَلیٰکُمْ لِمَا فَعَلْتُمْ۔ یعنی اگر تم نے ان عورتوں سے جو مخصوص وقت تک نفع اٹھایا۔ (متہ کیا) تو ان کو اس کی مقرر کردہ اجرت ادا کر دو۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ جس عقد میں وقت بھی مقرر ہو۔ اور اجرت بھی متین ہو۔ تو وہ عقد متہ ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ اورانی میں اس کی تفصیل و تشریح گزر چکی ہے۔

مذکورہ استدلال کے چند دندان شکن جواب

جواب اول:

آیت زیر بحث کہ جس سے شیعہ لوگوں نے علت متہ پر استدلال کیا ہے۔ وہ مکمل آیت نہیں۔ بلکہ آیت کا آخری حصہ ہے۔ اگر پوری آیت کو پڑھ کر اس کے مفہوم و معانی کو بغور دیکھا جائے۔ اور نظر انصاف سے سمجھا جائے۔ تو اس پوری آیت سے متہ معروفہ کا ثبوت صریح تو بہت دور کی بات ہے۔ اس کا تصور بھی نہیں آتا۔ پوری آیت کو یہ ملاحظہ فرمائیے۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ ۖ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ

(پ رکوع اول)

ترجمہ:

(اُمیں، بیٹیاں، اور بہنیں وغیرہ عورتیں جن کا اس آیت سے کچھلی آیت میں ذکر ہو چکا۔ ان سے نکاح کرنا تم پر حرام کر دیا۔) اور انہی کی طرح اُن عورتوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ جو شوہر والی ہیں۔ ہاں جو تمہاری لونڈیاں ہیں۔ (وہ حرام نہیں) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ حکم لازم (فرض) کر دیا ہے۔ مذکورہ محرمات کے علاوہ تم بعض مال جس عورت کو چاہو۔ نکاح میں لاسکتے ہو۔ لیکن ان سے یہ تعلق بطریقہ پاکلامنی اور حرام کاری سے بچنے کی غرض سے ہو۔ اس نکاح سے محض شہرت رانی مطلوب و مقصود نہ ہو۔ اور اس مقصد کے پیش نظر اگر تم نے کسی عورت سے نکاح کر لیا۔ تو اُن کو اُن کا حق مہر پورا ادا کر دو۔

تائین کرام غور فرمائیں۔ کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ان عورتوں کا ذکر کیا۔ جن میں نکاح حرام ہے۔ اور پھر اُن کے مساویہ عورتوں سے نکاح کے حلال ہونے اور اس کے طریقہ کو بیان فرمایا۔ اور کہا۔ کہ اگر تم کسی عورت کو رشتہ ازدواجیت میں لینے کی خواہش رکھتے ہو۔ تو اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ یہ خواہش اپنے مال کے ذریعہ پوری کرو۔ یعنی حق مہر ضرور باندھو۔ اور اس خواہش کی تکمیل محض پاکلامنی کی خاطر ہونی چاہیئے۔ شہرت رانی لاس اس میں کوئی خیال و مقصد

نہ ہونا چاہیئے۔

پچھلے اوراق میں ہم بہت سے حوالہ جات سے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ منہ میں آدمی کا مقصد جدید صرف شہوت پرستی اور حصول لذت ہی ہوتا ہے جس سے آیت زیر بحث میں منع کیا گیا ہے۔ اور پاکدامنی پر زور دیا گیا ہے۔ لہذا فہما استمتعتم سے منہ معروفہ کسی طور بھی مراد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے نکاح دائمی کے ذریعہ منکوحہ عورت سے نفع اندوز ہونا مقصود ہے۔ اور اس طرح کے نکاح میں جو مال صرف کیا جاتا ہے۔ اسے حق مہر کہتے ہیں۔ اور ”واجبہ“ سے مراد بھی یہی ہے۔

جواب دوم

وَاحِلٌ لَّكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ اِنْ تَبْتَغُوا
بِامْرِ الْكُفْرِ مُحْصِنِينَ غَيْرُ مُسَافِحِينَ فَمَا
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَانْتَدُ مِنْ اَجْوَ رَ مَنْ
فَرِيضَةً۔ پ۔ آیت ۱

”فہما استمتعتم“ میں لفظ ”وما“ سے مراد نکاح ہے۔ اور ”دوبہ“ میں بادیہیت کے لیے ہے۔ اور ضمیر مجرور (۴) کا مرجع نکاح ہے ”ومنھن“ میں لفظ ”ومن“، تبغیضہ اور ”ومن“ کا مرجع ”احل لکم ما“ میں لفظ ”وما“ ہے۔ اس ترکیب کے پیش نظر آیت کا معنی یہ ہوا۔ ”اؤں بہنوں وغیرہ محرمات کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنا تمہارے لیے جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کو بذریعہ مال اپنے نکاح میں لاؤ۔ اس طرح ازواجِ ربویوں کی تلاش کرو۔ اور اس مقصد کے حصول میں پاکدامنی اور احسان کی نیت ہو۔

نہ کہ شہوت رانی۔

پس وہ نکاح کو بطریقہ احسان جس کے ذریعہ اور سبب سے تم نے اُن عورتوں سے نفع اٹھایا۔ کہ جن کو تم نے پاکدامنی کی نیت سے اپنے مالوں سے تلاش کیا۔ اُن کو اُن کے مقررہ حق مہر ادا کرو۔

”فما استمتعتم به منهن“ میں تم پر وہن،، کا جب مرجع ہی، منکوحات ٹھہریں۔ تو پھر اس آیت سے متعہ معروفہ کو ثابت کرنا کس قدر جہالت اور بے علمی ہے۔

جواب سوم

آیت مذکورہ کے الفاظ ”فما استمتعتم اور اجور من سے متعہ اور اجرت مقررہ مراد لے کر اس سے متعہ معروفہ ثابت کرنا صریح مینہ دری ہی نہیں۔ بلکہ علوم قرآن اور مفہوم قرآن سے لاعلمی اور جہالت کا بھی جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

”فما استمتعتم“ کا اصل استمتاع ہے اور استمتاع سے حرمت زوائد کو نکال دیا جائے۔ تو وہ متاع،، باقی رہ جاتا ہے۔ اور فتناع کا معنی نفع اٹھانا ہے۔ متعہ معروفہ نہیں۔ جس کی تفصیل ہم پہلے دو جوابات میں بیان کر چکے ہیں اس وضاحت کے ہوتے ہوئے دعویٰ کرنا کہ ”فما استمتعتم“ سے متعہ معروفہ کا ثبوت صراحۃً ہے۔ اور یہ آیت کریمہ متعہ معروفہ کے جواز کے لیے نص صریح ہے تو یہ باطل اور لغو دعویٰ ہے۔ کیونکہ یہ دعویٰ تو تب صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔ جب شیعہ حضرات یہ ثابت کر دکھائیں کہ لفظ ”استمتاع“ کا معنی صرف اور صرف متعہ معروفہ ہی ہے۔ اس کے برعکس ہم اس لفظ کے قرآن پاک

میں ”نفع اٹھانے“ کے مفہوم میں استعمال ہونے والے مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ لہذا ملاحظہ فرمائیں۔

آیت ۱:

فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلْقِ اللَّهِ كَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ

(پہلے رکوع ۱۵)

ترجمہ:

انہوں نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا۔ جیسا کہ تم نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا۔

آیت ۲:

وَاللِّمُطَلَّاتِ مَتَاعٍ بِالْمَعْرُوفِ

(پہلے رکوع ۱۵)

ترجمہ:

اور طلاق دی گئی عورتوں کے لیے بھی نیکی کے ساتھ نفع پہنچانا ہے۔

آیت ۳:

مَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرَهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدَرَهُ

(پہلے رکوع ۱۵)

ترجمہ:

ان کو نیکی کے طور پر کچھ نفع پہنچاؤ۔ صاحبِ قدرت (مال دار) پر اس کی حیثیت اور غریب پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہے۔

آیت ۱۷:

قُلْ تَتَّبِعُوا آيَاتِ مَعِينِ كُفِّرُوا إِلَى النَّارِ -

(پکار کر ۱۷)

ترجمہ:

فرمادیجئے! تم لوگ (چند روز) نفع اٹھاؤ۔ پھر تمہارا انجام دوزخ کی آگ ہے۔

تم کہہ دو۔ کہ (چند روز) نفع اٹھاؤ کہ تمہاری بازگشت تو یقیناً جہنم کی طرف ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

ان چار مقامات کے لفظ متاع اور اس کی فروعات کا ذکر موجود ہے۔ لیکن اپنے ملاحظہ فرمایا۔ کہ کسی ایک جگہ پر بھی اس لفظ کو ”متعہ معروفہ“ کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہر جگہ ”نفع اٹھانا“ ہی مفہوم ہے۔ ہم نے ان آیات کا یہ ترجمہ از خود نہیں کیا۔ بلکہ خود شیعی مترجم مقبول کے ترجمہ القرآن سے لیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ جب ان کے گھر کا ایک مجیدی لفظ ”متاع“ کے متعلق کا ترجمہ ”نفع اٹھانا“ کرتا ہے۔ تو پھر ان کے فریب کا لگا ہوا درڑھے پڑے گا۔ اور ان کو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ لفظ استعمال اور متاع کا معنی صرف ”متعہ معروفہ“ ہی نہیں۔ بلکہ اور بھی معنی ہیں۔ اس لیے اس لفظ کا انحصار صرف ”متعہ معروفہ“ میں ماننا سراسر جمالت اور لاعلمی ہے۔

دعاوی کا دوسرا حصہ لفظ ”اجور“ میں ہے۔ جس کے متعلق ان کا یہ خیال ہے۔ کہ ”اجورت“ کا اطلاق متعہ معروفہ کے مقابلہ میں ہی آ سکتا ہے۔ نکاح دائمی کے لیے ”دستی مہر“ کا استعمال ہوتا ہے۔ اب ان کے اس دعویٰ

کی طرف آئیے۔ ہم پچھلے لفظ کی طرح خود قرآن پاک میں اس لفظ کا استعمال دوسری مہر کے لیے دکھاتے ہیں۔ جو دائمی نکاح کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ جس سے ان کی چہات اور واضح ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ فَأَنْكِحُوا مَن يَدُّنِ أَهْلِيْنَ وَأَثْوَمَنَ أَحْبُوْرَهُنَّ

(پ ۱ رکوع ۱)

ترجمہ:

پس اُن سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ اور ان کے مہربانی کے ساتھ ان کو دے دو۔ (مقبول)

۲۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوا مَن إِذَا آتَيْتُمُوْنَ أَحْبُوْرَهُنَّ

(پ ۲۸ رکوع ۸)

ترجمہ:

ہاں جو کچھ وہ خرچ کر چکے ہوں۔ تم ان کو دے دو۔ اور اس میں تم پر کوئی الزام نہیں کہ تم ان سے نکاح کرو۔ جب کہ تم اُن کو مہر دے دو (مقبول)

۳۔ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكُمْ أَرْوَاحَكُمُ الَّتِي آتَيْتُمْ أَحْبُوْرَهُنَّ

(پ ۲۱ رکوع ۲)

ترجمہ:

بے شک ہم نے حلال کیں تمہارے لیے وہ بیبیاں جن کے تم مہر دے چکے ہو۔

(ترجمہ مقبول احمد)

ان تین آیات میں سے ہر ایک میں لفظ ”واجور“، حق مہر کے معنی میں استعمال ہوا۔ جو نکاح دائمی کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ اور اس کا معنی ”وہمہر“، بھی خود شیعہ مفسر نے کیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ لفظ ”واجور“، کا اطلاق صرف اجرت معینہ پر ہی نہیں ہوتا۔ جو کہ متعہ معروفہ میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے۔ بلکہ ”وہمہر“، پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لیے اس لفظ کو بھی صرف ”واجرت معینہ“ میں محدود ماننا بھی جہالت کا بہترین اور کامل نمونہ ہے۔ تو ان گزارشات سے آپ حضرات نے یہ جان لیا ہو گا۔ کہ ”وہمہر“، کو آیت مذکورہ سے ثابت کرنے کے لیے شیعہ حضرات نے جن دوستوں پر اپنی عمارت متعہ کھڑی کی تھی۔ وہ گر گئے۔ تو اب ان کے ”وہمہر“، واسطے گھر کا قیام کب باقی رہ گیا۔ یہ ننھا ان کے استدلال کا انجام جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

قرأت ”ابی بن کعب رضی اللہ عنہ“ کا جائزہ

۱۔ قرأت سب سے متواترہ میں سے کسی ایک میں بھی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت کا ذکر نہیں ملتا۔ اور وہ الی اجل مسی، کے الفاظ وارز نہیں ہیں۔ اور یہ بات بھی واضح ہے۔ کہ قرأت سب سے سوا دوسری قرأت شاذہ کہلاتی ہے۔ لہذا ایک طرف قرأت متواترہ صحیحہ ہو۔ اور دوسری طرف قرأت شاذہ ہو۔ تو ترجیح اور تامل عمل قرأت متواترہ ہوتی ہے۔ ذکر قرأت شاذہ۔ اور اگر برسبین تنزل اس قرأت شاذہ کو مان لیا جائے تو ”الی اجل مسی“، کو ”واجور“، کے متعلق کرنا جائز ہے اور قریب ہونے کی وجہ سے متعہ معروفہ کو ثابت کرنا باطل ہے۔ کیونکہ

ترکیب کے اعتبار سے ”والی اجل مسمیٰ“ کو ”اجورہن“ کے متعلق کرنا جائز ہے۔ اور قریب ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق کرنا دو فہما استمتعتم کے متعلق کرنے کی نسبت بہتر ہے۔ اور اسی ترکیب کو حجت الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص نے تفسیر ”احکام القرآن“ میں ذکر فرمایا۔

تفسیر احکام القرآن

وَكَوْنًا فِيهِ ذِكْرًا لِأَجَلٍ لَّمَّا ذَكَرْنَا
عَلَى مُتَعَةِ النِّسَاءِ لِأَنَّ الْأَجَلَ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ
دَاخِلًا عَلَى الْمَلِكِ كَيْكُونَ تَقْدِيرُهُ فَمَا دَخَلَتْ
بِهِ مِثْلَتَ بِمَقَرٍّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَإِنَّهُ مَوْجِبٌ
مُطَوَّرٌ مِنْ عِنْدِ حُكْمِ الْأَجَلِ۔

تفسیر احکام القرآن جلد دوم ص ۱۴۸

باب المتعبارہ پنجم مطبوعہ بیروت

ترجمہ :

اور اگر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ الفاظ مان بھی لیے جائیں۔ تو پھر بھی عورتوں سے دو متعہ معروفہ، کا ثبوت حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ”والی اجل مسمیٰ“ کو ہر ”اجورہن“ پر داخل کرنا جائز ہے۔ لہذا اس تقدیر پر مفہوم یہ ہو گا۔ کہ جن عورتوں کے ساتھ ایک مقررہ وقت تک بہرہ ادا کرنے کا وعدہ کر کے ہم بستی کی۔ تو ان کو ان کے حق بہرہ مدت مقررہ کے گزرنے پر ادا کر دو۔

۲۔ گزشتہ اوراق میں جب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ احادیث صحیحہ کی روشنی

میں عقد متعہ کو حضور پر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے روز بحکم خدا قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا تھا۔ نوان اعاذیث صمیمہ کے مقابلہ میں ایک قرأت شاذہ کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟ لہذا یہ قرأت شاذہ ناقابل عمل ہوئی۔ ۲۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ۖ لَا يَأْتِيهِمُ الْبِرُّ مَا كَانُوا يَظُنُّونَ ۚ وَآجِلِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ ۚ فَلَا تُلَاقِيَهُمْ عَذَابُهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّؤَلَّمٌ ۖ فَمِنْ أَتْبَغَىٰ وَرَأَىٰ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۖ

(پہلے رکوع ۱۶)

ترجمہ:

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی ازدواج کے یا اپنے ہاتھ کے مال (لوٹریوں) کے اس صورت میں وہ قابلِ حلاوت نہیں ہیں۔ پس جو اس کے سوا خواہش کرے۔ پس وہی یادتی کرنے والے ہیں۔ (مقبول)

اس نصل قطعی اور حکم صریح نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اشرب العزیز نے حلت کو دراقسام کی عورتوں میں منحصر فرما دیا ہے۔ ازل قسم ان عورتوں کی ہے۔ جن کو تم اپنی زوجیت چیلے۔ (یعنی مشکوہ بیویاں) اور دوسری قسم ان عورتوں کی ہے۔ جو تمہاری ملوک لوٹریاں ہیں۔ ان دراقسام کی عورتوں کے سوا کسی تیسری قسم کی عورت سے وطی کرنا جائز نہیں۔ اور اگر کسی نے اس پابندی کو ٹھکراتے ہوئے تجاوز کر لیا۔ تو ایسا شخص زیادتی کرنے والوں میں شامل ہو گا۔ یعنی وہ زانی، بدکار اور اشد کافر مان ہو گا۔ اس کی تائید شیعہ تفسیرین سے بھی لیجئے۔

منہج الصادقین

(ضمن ابتغی پس ہر کہ جوید برائے مباشرت (و ر آء ذالک)
غیر از زمان و کنیزان خود (فا و لئک) پس آنکروہ (ہم العادون)
ایشانند و رگوزندگان از حلال بحرام۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم ص ۱۹۶ تا ۱۹۵)
مطبوعہ تہران

ترجمہ :

پس جو شخص اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے سوا کسی عورت سے ہم بستری کی خواہش
کے۔ اور اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے طلب کرے
تو ایسے لوگ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔ یعنی زانی
اور بدکار ہیں۔ اور ان کا یہ فعل شرعاً کسی صورت میں جائز نہیں ہوگا۔

مجمع البیان

(ضمن ابتغی و ر آء ذالک) اَنِّی طَلَبْتُ سِوٰی الْأَزْوَاجِ
& الْوَلَدِ الْمَمْلُوكَةِ (فا و لئک ہم العادون)
اَنِّی الظَّالِمُونَ الْمُتَجَبِّوْنَ اِلٰی مَا لَا یَحِلُّ
لَهُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ہفتم ص ۹۹ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ : سو جس نے اپنی منکوحہ بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں کے سوا کسی اور

عورت کو خواہشات نفسانیہ کی برآری کے لیے طلب کیا۔ تو ایسا کرنے والے ظالم ہیں۔ اور اس فعل کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔ جو اُن کے لیے حلال نہیں کیا گیا۔ (یعنی حرام فعل کے ترکیب ہوئے ہیں۔)

حاصل کلام:

یہ ہے۔ کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت پر اس کے شاذہ ہوتے ہوئے عمل کرنا کب جائز ہے۔ جب کہ اس کے مقابلہ میں قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ لہذا اس شاذہ روایت سے دو متعہ معروفہ، کو جائز اور حلال قرار دینا ہرگز درست اور قابل تسلیم نہیں۔ اس کے علاوہ اگر فقہی اصل کو بھی دیکھیں۔ تو تب بھی یہ علت ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ جب کسی جگہ علت اور حرمت کے دلائل مساوی ہوں۔ تو دلائل حرمت کو فوقیت اور اولیت ہوتی ہے۔ یہاں دونوں دلائل کی مساوات ہی کب ہے۔ بلکہ یہاں تو دلائل محرمہ جس قدر مضبوط اور قوی ہیں۔ اسی قدر دلائل مباحہ کمزور اور لالیعی ہیں ایک طرف نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ متعہ معروفہ کی حرمت ثابت کر رہی ہیں۔ اور دوسری طرف ایک روایت و قرأت شاذہ اس کو جائز اور حلال قرار دے رہی ہے۔ تو ایسے میں کون بے وقوف یہ کہے گا۔ کہ دلائل حجت قابل عمل ہیں۔ اور دلائل حرمت مرجوح اور ناقابل عمل ہیں؟

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

ایکٹ اعتراض

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُجِهِمْ حَافِظُونَ ۚ (۱۸) میں جن دو قسم کی عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حلت کو منحصر فرمایا ہے۔ ان میں پہلی قسم کے اندر وہ عورتیں بھی داخل ہیں۔ جو ”عقدہ متہ“ کے ذریعہ سے ہوں۔ کیونکہ یہ متمتعہ عورتیں بھی وقت مخصوص کے لیے ازواج ہیں۔ لہذا ان کو ”وَرَأَعَذَ اللّٰہُ“ میں داخل کر کے ان سے خواہش نفسانی کی برائری کو حرام قرار دینا قرآن پاک پر زیادتی ہے۔ اور متمتعہ کرنے والے مرد اور متمتعہ کرانے والی عورت کو زانی اور زانیہ یا حرام کہنا بالکل ناجائز ہے۔ اور یہ زیادتی بلا حجاز ہے۔

جواب اول

عورت متمتعہ کو ازواج میں داخل کرنا قرآنی آیات کے مفہوم کے خلاف بھی ہے۔ اور فقہ جعفریہ (شیعہ) سے بھی لاعلمی اور جہالت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ وہ عورت متمتعہ کے لیے دو فقہ جعفریہ میں واضح الفاظ کے ساتھ یہ موجود ہے۔ کہ اس عقد کے لیے نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ لفظ نکاح کی اسی طرح ایسی عورت کو طلاق دینے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ بلکہ وہ مدت مقررہ کے گزرنے پر خود بخود آزاد اور خود مختار ہو جاتی ہے۔ اور نہ ہی اسے آگے عقد کرنے کے لیے کسی مدت کی ضرورت ہے۔ جبکہ فقہ جعفریہ میں ”ازواج“ کے لیے گواہی

نفذ نکاح، طلاق اور عدت وغیرہ کی پابندی ہے۔ لہذا ازواج میں ”عورت متمتعہ“ کسی طور داخل نہیں ہے۔

جواب دوم

اگر قائل کے مطابق ”عورت متمتعہ“ ازواج میں داخل ہوتی۔ تو ازواج کی طرح اس کی تعداد پر بھی پابندی ہوتی۔ اور چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت ایک آدمی شہ عورتوں یا اس سے بھی زیادہ کو عقد متعہ میں اپنے پاس رکھ سکتا ہے حالانکہ ازواج کے بارے میں ”مَثْنٰی وَ ثَلَاثٌ وَ رُبْعٌ“ کی نص صریح سے چار تک حد بندی ہے۔

جواب سوم

متعہ کرنے والا مرد اگر شادی شدہ نہیں۔ تو وہ اگر متعہ کرنے کے بعد کسی وقت زنا کا مرتکب ہو جائے۔ تو ثبوت زنا کے بعد اس پر حد رجم جاری نہیں ہوگی بلکہ اس کو کنوارے کی سزا یعنی کوڑے لگائے جائیں گے۔ کیونکہ شریعت اسے شادی شدہ تسلیم نہیں کرتی۔ لہذا وہ محسن نہ ہوا۔ اگر متعہ کرانے والی عورت، دو ازواج، میں داخل ہوتی۔ تو اس سے ہم بستری کرنے والا لازماً شادی شدہ تسلیم ہوتا۔ اور محض شمار کیا جاتا۔ اور اس پر رجم میں رجم کی سزا نہیں دی گئی۔

حوالہ ملاحظہ ہو۔

مجمع البیان

فَاَجْلِدُوْهُ اَوْ اَكْلًا وَّ اَحَدٍ مِّنْهُمَا بِاَمَّةٍ جَدْدًا يَّعْنٰی

إِذَا كَانَا حُرَّتَيْنِ بِالْفَيْنِ يَكْرَنِينَ غَيْرِ مُحْصَنِينَ
فَمَاتَا إِذَا كَانَ مُحْصَنِينَ أَوْ كَانَا أَحَدُ مِمَّا
مُحْصَنًا كَانَ عَلَيْهِ الرَّجْمُ بِإِلْخِدَافٍ - وَ
الْإِحْصَانُ هُوَ أَنْ تَكُونَ لَهُ فَرْجٌ يُغْدُو إِلَيْهِ
وَيَرْوِجُ عَلَى وَجْهِ الدَّوَامِ -

(تفسیر مجمع البیان جلد ہفتم ص ۱۲۲ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(زانی اور زانیہ) دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگائے جائیں۔
جبکہ دونوں آزاد، بالغ کنوارے اور غیر محصن ہوں۔ لیکن اگر وہ دونوں یا ان
میں سے کوئی ایک محصن ہو۔ تو اس پر حدِ رجم ہے۔ جس میں کوئی خلاف نہیں
اور احصان یہ ہے۔ کہ کسی کے ہاں فرج (عورت کی شرمگاہ) بطور
نکاح ہو۔ اور وہ دائمی طور پر اسے جب چاہے صبح و شام مباشرت
کے طور پر استعمال کر سکے۔

وَحَلَّتْ مُتَمَعَةً، پر شیعہ حضرات کی دوسری دلیل

صحیح مسلم شریف

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ
يَقُولُ كُنْتُ نَفَرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَبِيسَ لَنَا نِسَاءً لَا قَتْلَ إِلَّا نَسْتَحْيِي

فَتَمَّانَا عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ نَتَكَحَّ الْعُرَاةَ
بِالشُّوْبِ إِلَى أَجَلٍ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا طِيبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ

(صحیح مسلم شریف جلد اول ص ۴۵۰ باب

نکاح المتعة مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ مل کر آپ کی میت میں جگوں میں شرکت کیا کرتے تھے اور
ہمارے پاس اپنی منکوحہ عورتیں نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے ایک مرتبہ
حضور سے خسی ہو جانے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ نے ہمیں منع فرما
دیا۔ پھر اس بات کی رخصت (اجازت) دے دی کہ تم ایک مقررہ
وقت کے لیے کسی عورت سے محض ایک کپڑے کے بدلے نکاح کر
لیا کرو۔ (یعنی آپ نے متعہ کرنے کی اجازت دے دی) یہ کہہ کر حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (اس کی تائید میں) یا ایہا الذین
امنوا لا تحرموا النکاح۔ پڑھی۔ یعنی اے مومنو! جو کچھ اللہ تعالیٰ
نے تمہارے لیے پاکیزہ اشیاء، حلال کر دیں۔ انہیں حرام مت کرو۔
(یعنی متعہ حلال ہے۔ اسے حرام نہ گردانو)

جواب اول:

عقد متعہ اور نکاح موقت میں فرق آپ کچھلے اور اراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔
مختصر یہ کہ دو عقد متعہ، میں لفظ اسْتَمْتَعْتُ اور اَتَمَتْتُ یا جو بھی لفظ "متعہ" کے

ماخذ سے ہو۔ اس کا اس عقد میں ذکر ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ تحفۃ العوام ص ۳۰۲ پر مذکور ہے۔ اور دو عقد موقت،، میں لفظ نکاح یا تزویج کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس میں شہادت بھی شرط ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جو عقد متہ کی بجائے ”عقد موقت“ پر دلالت کرتا ہے۔ اور دو نکاح موقت،، کی علت ”عقد موقت“ پر دلالت کرتا ہے اور ”نکاح موقت“ کی علت بعض علماء کے نزدیک اب بھی ہے۔ کیونکہ اس العقاد نکاح میں مجنون، ائمہ کرام وقت مخصوص کی قید باطل قرار دے کر اس کو نکاح دائمی قرار دیتے ہیں۔ جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکی ہے۔ لہذا اس وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر شیعہ اس حدیث سے دو عقد متہ معروفہ، کو ثابت اور جائز قرار دیتا ہے۔ تو وہ دراصل خود اپنی مذہبی کتب سے نا آشنا اور جاہل ہے۔

جواب دوم:

روایت مذکورہ کے راوی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور انہی حضرت سے بہت سی روایات صحیحہ میں مذکور ہے۔ کہ آپ (عبد اللہ بن مسعود) حرمت متہ کے قائل تھے۔ چنانچہ ان سے دو بیہقی شریف،، میں یوں منقول ہے۔

بیہقی شریف

عَنْ سُفْيَانَ قَالَ قَالَ بَعْضُ اصْحَابِنَا عَنِ الْحَكَمِ
بْنِ عَتِيبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ هَذَا
نَسَخْتُمَا الْعِدَّةَ وَالْطَّلَاقَ وَالْمِيرَاثَ قَالَ

الْعَدَّةُ بِعَيْنِ الْمُتَعَةِ وَرَدَّاهُ الْحُجَّاجُ بْنُ
أَرْطَاةٍ عَنِ الْحَكِيمِ عَنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ الْمُتَعَةُ مَنَسْرُخَةٌ
نَسَخَهَا الطَّلَاقُ وَالْمُتَدَاثُ وَالْعِدَّةُ
وَالْمِيرَاثُ -

(مستقی شریعت جلد ۷ ص ۲۰۷ کتاب النکاح
مطبوعہ مکہ مکرمہ)

ترجمہ:

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے کچھ ساتھیوں
نے حکم بن عقیبہ کے واسطے سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان
کیا کہ جناب ابن مسعود نے فرمایا کہ عدت، طلاق اور میراث نے
متعہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس طرح حجاج بن ارجطہ بھی بواسطہ حکم کے
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ذریعہ نقل کرتے ہوئے
کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا طلاق، حق مہر، عدت اور وراثت نے متعہ
کو منسوخ کر دیا ہے۔

حاصل کلام:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث میں اول تو لفظ "متعہ"
یا اس کے مشتقات میں سے کوئی لفظ نہیں۔ جن سے دو عقد متعہ، کا انعقاد ہوتا
ہے۔ لہذا اس حدیث سے متعہ معروفہ کو ثابت کرنا ہٹ و عمری اور سینہ زوری کے
سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور اگر اس سے متعہ ہی مراد لیا جائے تو بھی معاص

ہوں کا توں رہے گا کیونکہ جب یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متہ کی علت کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ ابتداء نے اسلام میں مخصوص وقت تک اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز کر دیا تھا۔ لیکن اس کا جواز دائمی نہ تھا۔ بلکہ آپ نے اسے فتح مکہ کے تیسرے روز کے بعد حرام قرار دے دیا تھا۔ لہذا کسی طور پر حدیث مذکورہ شیعہ حضرات کی مؤید نہیں بن سکتی۔ اور نہ ہی اس سے علت متعہ معروفہ ثابت ہوتی ہے۔

حلت متعہ پر شیعوں کی تیسری دلیل

تفسیر طبری

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ
قَالَ أَمَا تَقْرَأُ مَسُورَةَ النِّسَاءِ قَالَ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَمَا
تَقْرَأُ فِيهَا فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى
قُلْتُ لَا كَوَقْرَ أَثْنَاهَا فَكَذًا أَمَا سَأَلْتُكَ قَالَ فَلِأَنَّهَُا
كَذًا -

(تفسیر طبری جلد پنجم صفحہ نمبر ۱۰ مطبوعہ
مکہ مکرمہ)

ترجمہ:

ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی بابت دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیا تو نے مسورہ نساء نہیں پڑھی۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں پڑھی ہے تو آپ نے

فرمایا۔ کیا اس میں تم نے ”نما استمتعتم بدم منطلق الی اجل مسنی“ نہیں پڑھا۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ اگر میں نے آپ کی طرح اس آیت میں ”الی اجل مسنی“ کے الفاظ زیادہ پڑھے ہوتے۔ تو آپ سے یہ سوال ہرگز نہ کرتا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ آیت اسی طرح ہے جس طرح میں نے تمہارے سامنے ابھی پڑھا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے مجتہد صحابی بھی متعہ کی حلت کے قائل تھے۔ اور انہوں نے اس کی حلت قرآن سے ثابت فرمائی۔ تو اس کے ثبوت حلت کے لیے کیا یہ روایت کافی نہیں؟ ہم انشاء اللہ اس استدلال کا جواب بھی عرض کرتے ہیں۔ اور فیصلہ ناظرین کرام خود کر لیں گے۔

جواب اول:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ حدیث جیسی اور بھی کئی ایک اعاویش روایت کی گئی ہیں۔ لیکن ایک حقیقت یہ بھی ہے۔ جس سے انکار ممکن نہیں۔ وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس مجمع میں موجود نہ تھے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے دن متعہ کی ابدی حرمت کا اعلان فرمایا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کا کافی مدت تک متعہ کے جواز کے قائل رہے اسی لیے ایک وقت آیا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے اس خیال کی سختی سے تردید کی۔ اور انہیں زور دے کر سمجھایا۔ کہ تم جس کے جواز کے قائل ہو۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرما دیا ہوا ہے۔

اس سلسلہ میں صحیح مسلم شریف کی ایک دو روایات پیش خدمت ہیں۔

ملاحظہ ہوں۔

مسلم شریف:

عَنِ الْحَسَنِ وَ عَبْدِ اللَّهِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ
عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيٍّ أَنَّكَ سَمِعَ مِنْ عَبَّاسِ بْنِ يَسْلَمٍ
فِي مُتَعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ مَلَأَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَإِنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى
عَنْهُمَا يَوْمَ رَحْيَبَرٍ۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۴۵۲ باب
نكاح المتعة مطبوعہ اصح
المطابع دہلی)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق
سنا۔ کہ وہ عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے میں کچھ نرم خیال ہیں۔ (یعنی اس
کو جائز کہتے ہیں) تو آپ نے ابن عباس کو فرمایا۔ اس نرمی کو چھوڑ دیجئے
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خمیر متعہ کرنے اور پالتو
گدھا ذبح کر کے کھانے سے منع فرمادیا ہے۔

مسلم شریف کے صفحہ مذکورہ پر ایک اور حدیث ان الفاظ سے مروی ہے

مسلم شریف: جلد اول ص ۴۵۲

قَالَ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ لِفُلَانٍ
إِنَّكَ رَجُلٌ تَارِكٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:

راوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہتے سنا۔ کہ (اے ابن عباس!) تو ایک ایسا شخص ہے۔ جو متعہ کے بارے میں حق سے ہٹا ہوا ہے۔ مالا مال متعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا ہے۔

حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، بوجہ عدم سماعت فتح خیبر کے بعد بھی متعہ کرنے اور پالتو گدھے کے گوشت کھانے کو جائز سمجھتے رہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حلت کا فتویٰ دیتے رہے جب اس بات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم ہوا۔ تو انہوں نے ابن عباس کو فرمایا کہ تم حق پر نہیں ہو۔ حق یہ ہے۔ کہ ان دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر حرام قرار دے دیا تھا۔

کتب شیعہ مثلاً مجالس المؤمنین اور منتہی الآمال وغیرہ میں موجود ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تمام علوم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل کیے۔ اور انہی سے فیض یافتہ تھے پتہ چلا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے استاد محترم متعہ کی ابدی حرمت کے قائل تھے۔ البتہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہ معلوم نہ ہونے کے باعث کچھ مدت تک اس کی حلت کے قائل رہے۔ جنہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں سختی سے منع فرمایا۔ کہ اس کی حلت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرمادیا ہے۔ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متعہ کی ابدی حرمت کا ذکر فرمایا۔ تو اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال سے رجوع فرمایا۔ اور اس کی حرمت ابدیہ کے قائل ہو گئے۔ ترمذی شریعت میں اسی مضمون کی حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

جامع الترمذی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا كَانَتْ الْمُسْتَعَاةُ
فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يُقَدِّمُ الْبَلَدَةَ
كَيْسَرَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةً فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِتَدَرٍ
مَا يَبْزِي أَنْتَهُ يُقْبِلُ فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ وَ
تَصْدُحُ لَهُ شَيْئَةً حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَةُ الْأَعْلَى
أَرْوَاهُ أَجْلَهُمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ قَالَ
ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِرَاحٌ
فَهُوَ حَرَامٌ ۝

(جامع الترمذی جلد اول ص ۱۳۳ / البراہین
مطبوعہ دہلی، طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مسند
ابتداء اسلام میں (جائز) تھا۔ (وہ یوں) کہ کوئی آدمی کسی اجنبی شہر
میں وارد ہوتا۔ جہاں اس کی کوئی جان پہچان نہ ہوتی۔ تو وہاں اس شہر میں
کسی عورت سے اپنے قیام کی مدت تک شادی کر لیتا۔ جس کے ذریعہ
وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت بھی کرتی۔ اور اس کی ضروریات
زندگی بھی تیار کرتی۔ یوں ہوتا رہا۔ پھر وہ وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے،
وہ الاعلیٰ ازواجہم السلام، آیت کریمہ نازل فرمائی۔ ابن عباس
رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کہ اس آیت کے اترنے کے بعد اس میں مذکور

دواقسام کی عورتوں کے سوا ہر قسم کی عورت سے مباشرت کرنا حرام ہو گیا۔
(یعنی متہ حرام ہو گیا۔)

بہیقی شریف

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ الْمُتْعَةُ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ مَرُورًا
كَأَنْوَاعٍ يَتَرَعَّدُونَ هَذِهِ الْآيَةَ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ
بِهِنَّ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى الْآيَةَ) فَكَانَ التَّوَجُّلُ
يَقْدِمُ الْبَلَدَةَ لَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَرَجَّجُ
يَقْدَرُ مَا يَرَى أَنْ يَفْرُغَ مِنْ حَاجَتِهِ لِيَحْفَظَ
مَتَاعَهُ وَتَفْصَحَ لَهُ شَأْنُهُ حَتَّى نَزَلَتْ هَذِهِ
الْآيَةُ (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أَمْثَلُهُنَّكُمْ) إِلَى اخِرِ الْآيَةِ
نَسَخَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الْأُولَى فَحُرِّمَتْ الْمُتْعَةُ
وَتَصَدَّقَتْ بِهَا مِنَ الْقُرْآنِ (الْأَعْلَى أَرْوَاحُهُمْ أَوْ
مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ) وَمَا سِوَى هَذَا الْفَرْجِ
فَهُوَ حَرَامٌ.

(بہیقی شریف جلد ۱ ص ۲۰۵ تا ۲۰۷)

کتاب النکاح مطبوعہ مکتبہ مکرّمہ

ترجمہ:

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: متہ ابتداءً اسلام میں (جائز) تھا۔

اور لوگ اس کے جواز کے لیے دو فضا استمتعہ بہ الخ... آیت
 پڑھا کرتے تھے۔ اس کی صورت یوں ہوتی تھی کہ کوئی انجان آدمی کسی
 ایسے شہر میں وارد ہوتا۔ جہاں اس کی جان پہچان کسی سے نہ ہوتی۔ تو
 اپنے فارغ ہونے کے عرصہ تک وہ اس شہر کی کسی عورت شادی کر
 لیتا۔ تاکہ وہ اس کے سامان کی بھی حفاظت کرے۔ اور ضروریات زندگی
 بھی تیار کر کے دیتی رہے۔ ایسا ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے صَحِیْحُ
 عَلَیْکُمْ اَمْتًا یَحْکُمُ۔ پوری آیات حرمت نازل فرمائیں تو اس
 طرح اللہ تعالیٰ نے متعہ کو حرام کر دیا۔ اور اس کی حرمت کی تصدیق قرآن
 کی ایک مستقل آیت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ وَ اِلَّا عَلٰی
 اَزْوَاجٍ لِّسُرِّ اَوْ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمًا تِلْکُمُ۔ اس آیت
 میں جن دو اقسام کی عورتوں سے مباشرت جائز قرار دی گئی۔ ان کے
 سوا اور کوئی دوسری عورت مباشرت کے لیے استعمال کرنا حرام ہے
 (آیت میں مذکور دو اقسام کی عورتیں یہ ہیں۔ ایک وہ عورت جس سے
 نکاح شرعی کر کے اسے آدمی اپنی زوجیت میں لے لے۔ اور دوسری
 وہ مملوکہ لونڈی ہے۔ جس کے ساتھ بغیر نکاح کیے وھی از روئے
 شرع جائز اور حلال ہے۔ ان دو کے سوا کسی تیسری عورت سے
 ہم بستری حرام ہے۔ لہذا متعہ میں استعمال ہونے والی عورت
 چونکہ ان دو اقسام سے خارج ہے۔ لہذا ایسا کرنا حرام ٹھہرا۔

ان دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف جریہ بات منسوب کی گئی ہے۔ کہ آپ متہ کی علت ابدیہ کے قائل تھے۔ اور وقتاً آنستہ متعذر ہے۔ یہ وہی الخ، آیت کریمہ سے اس کی ابدی علت پر اس تہ لال کیا کرتے تھے۔ ان دونوں احادیث سے آپ کی طرف اس قول کی نسبت باطل اور غلط ٹھہری۔ کیونکہ ان دونوں احادیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے واضح الفاظ ہیں کہ آپ ابتدائے اسلام میں اس کے جواز کے قائل تھے۔ یہ اس وقت تک ہوتا رہا۔ جب تک دو حرمت علیکم مراعات نہ تھیں الخ۔ آیات نازل نہ ہوئیں۔ ان آیات کے نزول کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت استمتاع کو مفسوخ سمجھا۔ اور دوالا علی اذ واجلہما وما ملکت ایمانہما کے سوا کسی اور عورت سے مباشرت اور وطی حرام ہو گئی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سمجھانے کے بعد بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے پیچھے خیال کو ترک کر دیا تھا۔

لہذا اس صحت و غایت کے بعد بھی اگر کوئی نا عاقبت اندیش سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ کہے۔ کہ آپ علت متعذر کو دائمی طور پر جائز ہونے کے قائل تھے۔ اور اس کے لیے وہ آیت استمتاع، کہ اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر ان کی طرف سے پیش کرے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں یہی کہنا کافی ہے۔ کہ اس کو اپنے مسلک اور عقائد کے متعلق صحیح واقفیت نہیں۔

جواب دوم:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ کہہ دینا تو آسان ہے۔
 کہ آپ متہ کی علت ابدیہ کے قائل تھے۔ لیکن آپ کے مسک اور خیالات کی اس
 بارے میں تحقیق کچھ اور ہی بتاتی ہے۔ وہاں تک رسائی اسی شخص کو ہو سکتی ہے
 جو حقیقت کا متلاشی ہو۔ اور خیال پرستی کا باد اتار پھینکے۔ اے حضرت ابن عباس
 رضی اللہ عنہ سے ہی اس آیت کی تفسیر سنئے۔

تفسیر ابن عباس

وَيَقَالُ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ أَنْ تَطْلُبُوا بِأَمْوَالِكُمْ
 فَرْوُجَهُنَّ وَهِيَ الْمَتْعَةُ وَقَدْ نَسِخَتْ الْأَنْ
 (مُحْصِنِينَ) يَقُولُ كُونُوا مَعَهُنَّ مُتَرَوِّجِينَ
 غَيْرَ مُسَافِحِينَ) غَيْرَ ذَانِبِينَ بِإِلَاحِ
 (تَحْتَنُّعَكُمْ) (اسْتَنْتَفَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ)
 بَعْدَ الْبَيْعِ (فَأَتَوْهُنَّ) فَأَعْطَوْهُنَّ (أَجْرَهُنَّ)
 مَهْرَهُنَّ كَمَلَّةٍ (فَرِيضَةٍ) مِنَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
 أَنْ تَغْطُرَ لِمَهْرٍ تَامًا (وَلَا جَنَاحَ عَلَيْكُمْ)
 وَلَا حَرَجَ عَلَيْكُمْ (فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ) فِيمَا
 تَتَّفَعُونَ وَتَزِيدُونَ فِي الْمَهْرِ بِالتَّرَاضِي (مِنْ بَعْدِ
 الْمَرْفِيسَةِ) الْأُولَى الَّتِي سَمَّيْتُمْ لَهَا (إِنَّ اللَّهَ كَانَ
 عَلِيمًا) فِيمَا أَحَلَّ لَكُمْ الْمَتْعَةَ (رَحِيمًا) فِيمَا

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمُنْعَةَ وَيُقَالُ عَلَيْكَ بِأَمْطَرٍ اِكْتِمَارًا
الْمُنْعَةُ حَكِيمًا فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمُنْعَةَ

(تفسیر ابن عباس جزر رابع ص ۶۸ مطبوعہ

بیردت - لبنان)

ترجمہ:

فرمایا گیا ہے۔ کہ تم اپنے مالوں کے ذریعہ عورتوں کو تلاش کرو یعنی یہ کہ تم
اپنے اموال کے بدلے ان کی شرمگاہوں کو طلب کرو۔ اور یہی متعہ ہے
جو اب منسوخ کر دیا گیا ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا محصنین۔ یعنی ان عورتوں
کے ساتھ تم شادی کرنے کے بعد میاں بیوی کی زندگی بسر کرنے
والے بنو۔ "غیر مسافین"، یعنی نکاح کے بغیر عورت سے مباشرت
کے زانی نہ بنو۔ پھر جس عورت سے تم نے نکاح کے بعد نفع اٹھایا
انہیں ان کا کامل حق مہر ادا کرو۔ تم پر کامل حق مہر ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض
کر دیا ہے۔ اور باہمی رضامندی سے اگر میاں بیوی پہلے سے مقررہ
حق مہر میں کمی بیشی کر لیتے ہیں۔ تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً
اس بات کو جاننے والا ہے۔ کہ اُس نے منذ کو کیوں اور کب ہمک
جائز ٹھہرایا اور اس حکمت کا بھی اُسے خوب علم ہے۔ کہ پھر متعہ کو
حرام کیوں قرار دیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ متعہ کرنے والے
کی مجبوریوں کو جاننے والا ہے۔ اور تم پر اُسے حرام کرنے کی حکمت
سے بھی بخوبی آگاہ ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں تفسیر کبیر میں
منقول ہے۔ کہ آپ نے آخر عمر میں علت متعہ سے توبہ کر لی تھی۔ اور اس

سے رجوع فرمایا تھا۔ ملاحظہ ہو

تفسیر کبیر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ رَفَعَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ
قَالَ صَارَتْ هَذِهِ الْآيَةُ مَسْرُوحَةً بِقَوْلِهِ
تَعَالَى يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ
مِنْ عَدَّتِهِنَّ وَأَرْوِي كَيْفَ أَيْضًا أَنَّكَ قَالَ عِنْدَ مَوْتِهِ
اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ مِنْ قَوْلِي فِي الْمُتَعَةِ -
(تفسیر کبیر دہم ص ۴۹ پر انجیم مطبوعہ)

ترجمہ:

”فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ“ آیت کریمہ کے بارے میں
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ اپنے اس آیت
کو ”وَيَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ
مِنْ عَدَّتِهِنَّ“ اور انہی سے یہ بھی روایت کی گئی ہے۔ کہ اپنی
وفات کے قریب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں توبہ کی
اسے۔ اللہ! متد کے بارے میں جو میرا خیال تھا۔ میں اس سے
تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

حالتِ متمتعہ پر شیعہ حضرات کی چوتھی دلیل

اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے کہ عمر فاروق نے
فرمایا

مُتَمَتِّعَانِ كَأَنَّتَا عَلَى عِلْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَمَ مَثْبُتًا۔

ترجمہ:

دو متمتعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس میں تھے۔ میں ان
دونوں کو حرام کیے دیتا ہوں۔

مُتَمَتِّعَانِ كَأَنَّتَا عَلَى عِلْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَنُحِلُّهُمَا عَنْهُمَا وَأُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا
(تفسیر احکام القرآن للبخاری جلد دوم
ص ۱۵۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو متمتعہ جائز تھے۔ میں ان
دونوں سے منع کر رہا ہوں۔ اور ان پر عمل کرنے والوں کو
سزا دوں گا۔

طریقہ استدلال

اوپر ذکر کردہ دونوں روایات میں واضح طور پر نشان دہی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں متہ حلال اور معمول بہ رہا۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ جب دور فاروقی تک بھی متہ جائز تھا۔ توفیق مکہ اور یوم خیبر کے وقت متہ کی منسوخی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہ دونوں واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں رونما ہوئے اگر اس وقت متہ حرام کر دیا گیا ہوتا۔ تو دور فاروقی میں اس کی علت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرا ان دونوں حدیثوں میں واضح الفاظ میں موجود ہے۔ کہ متہ کو حرام کرنے والے اور اس سے روکنے والے اور اس کے حال کو سزا دینے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسا کہ صاف الفاظ بتا رہے ہیں کہ میں کو میں نے ان کو حرام کرتا ہوں۔ معلوم ہوا۔ کہ متہ کو حلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں اس کی حرمت کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن عمر بن خطاب نے اپنے دور خلافت میں اس کو حرام کر دیا۔ اب اہل سنت خود غور کریں، یہ کبھی فعل کو حلال یا حرام ٹھہرانے کا اختیار شرعی حضرت عمر کو ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مجاز ہیں؟ اور پھر جن اشیاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلال قرار دے چکے۔ ان کو حضرت عمر حرام قرار دے دیں۔ اور ان کے حرام کرنے سے وہ اشیاء حرام ہو جائیں۔ یہ قانون کس جگہ ہے؟ لہذا جب متہ دور نبوی اور دور صدیقی میں ان روایات کے مطابق حلال تھا۔ تو وہ اب بھی حلال ہی ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حرام کر دینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حلال کردہ چیز حرام نہیں ہو جاتی۔

جواب اول :

اس استدلال کا حقیقی جواب دینے سے پہلے چند باتیں گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ بات بالکل واضح ہو جائے۔

۱۔ کتب شیعہ سے متد کی تفسیر و تفصیل آپ گزشتہ ادراک میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اس کا غور ایک جگہ میں بیان ہو سکتا ہے۔ کہ "متد" خواہشات نفسانیہ کی برآری کے لیے ایک آزاد طریقہ ہے جس میں کوئی پابندی نہیں۔ اور حصول لذت اور شہوت نفس کو مان کر کے اور اس کی تکمیل کا آسان ترین طریقہ ہے۔ جب شیعہ مغزات سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دنیا دار اور نفس پرست سمجھتے ہیں۔ تو کسی دنیا دار اور نفس کے بندے کو متد جیسے بات کو بند کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو اس قسم کے افعال کو اور زیادہ پھیلنے اور ان کی وسیع پیمانی پر ترویج کی کوشش کرتا ہے۔ تو شیعہ لوگوں کے خیال کو ملتے ہوئے جو نا تو یوں چاہیے تھا۔ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس فعل کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ کیونکہ (برعم شیعہ) آپ کی پرری عمر مومنا اور آپ کا دورِ فدافت خصر مٹا خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کا زمانہ تھا۔ لہذا چاہیے تھا کہ آپ خود بھی ان میں مہمک رہتے۔ اور دوسروں کو اس کی طرف رغبت دلاتے۔ تاکہ سارا آگے کا آوا ایک رنگ میں رنگا ہوا ہو جائے۔ اور کوئی اس کی مخالفت کرنے والا نہ ہو۔ اور نہ کسی طرف سے انگشت نمائی ہو۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اور اس کے برعکس آپ نے اپنے متد جیسے آسان ذریعہ نفس پرستی کو روک دیا۔

۲۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس فعل شیعہ سے لوگوں کو

منع فرمایا۔ تو اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کہ آپؐ خوش نفس کے غلام نہ تھے۔ اور نہ ہی آپؐ دنیا دار تھے۔ بلکہ آپؐ کی شخصیت اعلیٰ اخلاق کی حامل اور دینی طور پر ایک اعلیٰ معیار تھی۔ خوفِ خدا اور اطاعت و محبتِ مصطفیٰ آپؐ کا اور خدا بچھونا تھا۔ خود بھی فواحش سے بچتے۔ اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے دوسروں کو بھی بد اخلاقی سے بچانے کی فکر کرتے۔

اب آئیے اس استدلال کا تحقیقی جواب دیا جائے۔ بات یہ ہے۔ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعہ کی حرمت کے بارے میں روشن دلائل یاد تھے۔ انہی کی بنا پر اپنے حرمتِ متعہ کا اعلان فرمایا۔ آپؐ یہ بھی جان چکے ہیں۔ کہ ابتدائے اسلام میں چند مجبور یوں کی بنا پر متعہ کو خنزیر کی طرح جائز اور عدل قرار دیا گیا تھا۔ اس کی علت کی خبریں دو دروازہ علاقہ جات میں پھیل گئی تھیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یومِ خیبر اور فتح مکہ کے تیسرے روز کے بعد اس کی حرمت کا اعلان فرمادیا

تو اس اعلان کے کچھ ہی روز بعد آپؐ کا اس دنیا سے انتقال ہو گیا۔ جس سے مسلمانوں پر ایک بہت بڑا امتحان آن پڑا۔ اسی عالم میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بار خلافت اٹھایا۔ اور اپنے دور خلافت میں کبھی فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے لیے کوشاں رہے۔ اور کبھی مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف صفتِ ارائی میں مشغول رہے۔ اس لیے ان اہم امور میں ہی دورِ صدیقی گزر گیا۔ اور صحابہ کرام بھی ان فتنوں کے سرکوبی میں ہمہ تن برسرِ پیکار رہے۔ لہذا علتِ منعہ کی خبر جو اس سے قبل دو دروازہ علاقہ جات میں پھیل چکی تھی۔ اس کی تفسیح کی بے بسی اور حرمت کی تشبیہ ہو سکی بلکہ دو دروازہ کو چھوڑ کر خود عام عرب علاقہ جات میں بھی اس کی کما حقہ تبلیغ و تشہیر نہ ہونے کی وجہ سے لبس صحابہ کرام تک بھی اس کی تفسیح اور عدم تفسیح کے بارے میں

مختلف روایات بیان کرتے تھے۔ غالباً اسی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ علت متعہ کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ فسوخ ہو چکا ہے۔ تو انہوں نے ابن عباس کو ذرا سخت لہجہ میں فرمایا۔ ابن عباس! تم دیوانے تو نہیں۔ جو علت متعہ کی بات کرتے ہو۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دائمی طور پر حرام فرمادیا ہے۔

لیکن دور صدیقی کے خاتمہ پر جب عنانِ خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سنبھالی۔ اور حالات بہتر سے بہتر ہونے لگے۔ نکتے دب گئے۔ اور فتوحات کا عام چرچا ہوا۔ اور اس بابرکت اور پرامن دور میں آپ نے جب دیکھا۔ کہ ابھی تک بہت سے لوگ متعہ کی علت کے قائل ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی حرمت کا اعلان ان تک نہ پہنچ پایا تھا۔ تو اس سراسر اغراض نفسانی اور خواہشات نفسانیہ کے جامع فعل سے معمولی طریقہ سے روکا گیا اور شاید نرمی کا مستند اثر نہ ہوتا۔ اس لیے ذرا سختی کی ضرورت تھی۔ تو آپ نے بڑی سمجھتی سے اس کے ارتکاب کرنے والوں کو تنبیہ کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کو حرام قرار دے دیا۔ اب جو شخص اس سے باز نہ آئے گا۔ میں اُسے سزا دوں گا۔ حضور کے زمانہ میں دو متعے حلال تھے۔ دو بھی ایک وقت مقررہ تک بعد میں انہیں آپ نے فسوخ و حرام کر دیا تھا۔ لہذا ان دونوں کی حرمت کا بھرپور اندازہ میں اب میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ متعۃ النساء کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدی طور پر حرام کر دیا تھا۔ لہذا جس نے اب یہ فعل کیا۔ میں اس پر نہ جاری کروں گا۔ اور یہ بہانہ قطعاً قابل قبول نہ ہو گا۔ کہ ہمیں اس کی حرمت کا علم نہ تھا۔ یعنی قولِ فاروقی حصر متعلما کا معنی یہ ہے اعدتِ حصر متعلما۔ کہ میں ان کی حرمت کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے منع کرنے میں چونکہ شدت کی ضرورت تھی۔ لہذا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی حرمت

کو اپنی طرف مجازی طور پر منسوب کیا۔ اور آپ کو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہ تھا کیونکہ آپ وقت کے حاکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیض و نائب تھے۔ اور ایک غلیظ یا نائب اپنے آقا کے کام کو اپنی طرف منسوب کرے۔ تو مجازاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ وہ کام دراصل آقا اور ملک کا ہی ہوتا ہے۔

خود قرآن مجید میں اس انداز کو اپنایا گیا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کے حضور جب جبرئیل امین تشریف لائے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دینے لگے۔ تو جوا الفاظ بولے وہ یہ تھے۔

”و میں تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا تیرے پاس آیا ہوں۔ تاکہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں“ (الْهَبْ لَکِ غُلَامًا زَكِيًّا) اور یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے۔ کہ بیٹا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود جبرئیل امین نے بیٹے کو دینا اپنی طرف منسوب کر دیا۔ تو ان کا ایسا کرنا اور کہنا مجازی تھا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم لانے والے تھے۔ اس کے حکم پہنچانے میں اس کے نائب تھے۔ تو جب قرآن میں اصل کا فعل مجازاً نائب کی طرف منسوب کرنا جائز ثابت ہوا۔ تو اسی طرح متعہ کی حرمت کا حکم تو دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ اب اس حکم کا اجراء فاروق اعظم کر رہے تھے۔ لہذا مجازاً اُسے اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا۔ میں حرام کر رہا ہوں۔ یا میں نے حرام کر دیا۔ تو جس طرح جبرئیل امین کا عطا ہوا ولد کی نسبت اپنی طرف کرنا قابل اعتراض نہیں۔ اسی طرح حرمت کی نسبت فاروق اعظم نے اپنی طرف کی۔ تو اس میں بھی کوئی مضائقہ اور حرج نہیں۔ اور یہ اعلان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے محض خدا خوفی اور اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے سے فرمایا اس میں شیطان کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔ جیسا کہ مخالفین کا خیال و گمان ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ مِنْ خَلْقِ عُمْرٍ-

یقیناً عمر کے سایہ سے بھی شیطان بھاگتا ہے۔ تو ایسے پاک و شفیق کا متعہ کی حرمت کا اعلان کرنا کسی غرض ذاتی پر مبنی نہ تھا۔

ربا یہ معاملہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے متعہ کی حرمت کا اعلان "وَحَرَّمَ" کے صیغہ سے کیا۔ اور یہ نسل ماضی واحد شکم کا صیغہ ہے۔ اس کا باب تفسیل ہے جس کا معنی یہ ہوتا ہے۔ کہ "و میں حرام کرتا ہوں" تو اس صاف و صریح معنی کی بجائے اس کا معنی یہ کرنا کہ "و میں حرام ہونے کا اعلان کرتا ہوں"، کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

تو اس معاملہ میں گزارش ہے۔ کہ قرآن پاک میں یہی لفظ اسی باب کے استعمال ہوا۔ لَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ.

(سورہ نورہ رکوع ۳)

ترجمہ:

وہ اس کو حرام نہیں کرتے جس کو اللہ نے حرام کیا۔

اب اس مقام پر دو حرام کرنا، مراد نہیں۔ بلکہ دو حرام سمجنا، مراد ہے۔ یعنی جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا۔ وہ اسے حرام نہیں سمجھتے۔ تو جیسے اس آیت میں "حرام کرنا"، مراد نہیں۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد "وَحَرَّمَ" کا معنی اور مراد اگر دو حرام کا اعلان کرنا، ہو۔ تو کیا قباحت ہے۔ اور کون سی زمین بچھٹ باقی ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا "وَحَرَّمَ" بولنا قرآن پاک کے اسلوب کے خلاف نہیں۔ بلکہ عین مطابق ہے۔

فاعتذروا یا اولی الاجمار

جواب دوم:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ لَا يَجْتَمِعُ اِصْنٰى عَلَى الضَّلَالَةِ
میری امت گمراہی پر متحد و متفق نہ ہوگی۔ اور اسی امت کے بارے میں قرآن حکیم کا
اعلان ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلْعَالَمِينَ تَأْمُرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

(پ ۲ رکوع ۲)

ترجمہ:

جو امتیں ہدایتِ مردم کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ ان میں سب بہتر ہو۔
نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور بدی سے منع کرتے ہو۔
(ترجمہ مقبول)

قرآن پاک کی آیت مذکورہ اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بالا سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام
امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اور تمام امت میں سے خاص کر صیبا کرام رضوانِ اعلیٰ علیہم
کی جماعت کا کسی امر پر اتفافی قطعاً گمراہی اور اللہ کی نافرمانی پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اعلان فرمایا۔ کہ یہ لوگ نیک باتوں کا حکم دیتے
ہیں۔ اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

تو ایسے قرآنی ارشاد اور احادیثِ نبویہ کے شواہد کے بعد کوئی شخص یہ کیسے تصور
کر سکتا ہے۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھرے مجمع میں ایسا اعلان کریں۔
جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے ٹکڑا ہوا ہو۔ اور اس اعلان کے سننے والے چپ

سادے رکھیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سیمت کو فی بھی اس کی مخالفت نہ کرے۔ اور نہ ہی اس کے خلاف احتجاج کرے۔ اور یہ بھی کیونکہ ممکن ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی ایسی بات پر عمر بن خطاب کی موافقت کریں۔ جو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احکامات کے باطل برعکس ہو۔

اس کے علاوہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بنفس نفیس اس مجمع میں ہونا اور اس اعلان پر احتجاج نہ کرنا اگر وہ غلط ہو تا، ایک عجیب امر ہے۔ کیونکہ شیعہ مطابقی کئی مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاروق اعظم کے فیصلہ جات کی مخالفت کی۔ جیسا کہ دو باب خلافت، میں ہم اس کو متعدد کتب شیعہ کے حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں۔ تو اگر یہ اعلان بھی غلط ہوتا۔ اور اس میں کسی شیعہ مخالفی قانون کی خلاف ورزی ہوتی۔ تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کی لازماً مخالفت کرتے۔ کیونکہ آپ کا اس وقت ایسا کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا ہونا تھا۔ کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے دونوں صاحبزادگان جناب حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو یہ وصیت فرمائی تھی۔

بہج البلاغہ

لَا تَتْرُكُوا الْأُمَرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ
الْمُنْكَرِ فَيَمُوتَ فِي عَلَيْكُمْ شَيْءٌ أَرْكَضَ ثَمَّةً
تَذْخُنُونَ فَلَا يَنْتَجِبَابُ لَكُمْ۔

(بہج البلاغہ، خط ۲، ص ۲۲، مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

۱۔ بیو! ام بالمعروف اور نہی عن المنکر، اگر ترک نہ کرنا بصورت دیگر

تم پر شریر ترین لوگ مسلط کر دیئے جائیں گے۔ پھر تم اللہ سے دعائیں مانگو گے۔ لیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے بیٹوں اور دیگر متفقین کو ”امر بالمعروف اور عن المنکر“ کی اس قدر تاکید فرمائیں، لیکن خود اس پر عمل نہ کریں۔ تو اس سے بڑھ کر بد عملی کیا ہو سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا تھا۔ تو یہ جتنی تھا۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی اتباع تھی۔ جس کی وجہ سے تمام موجود صحابہ کرام مع حضرت خیر خدا رضی اللہ عنہ کبھی نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ اور نہ ہی اس کی مخالفت کی۔ بلکہ اس کی تائید میں سب نے خاموشی اختیار فرما کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حرمت متعہ کا اعلان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عین مطابق ہے۔ اور اس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کا جذبہ کارفرما ہے۔ لہذا انہوں نے اعلان کی توثیق و تصدیق کر دی۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

المختصر

ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی السّماء کہتی ہیں کہ ہم حضورؐ کی اللہ علیہ السلام کے دور میں متعہ کیا کرتی تھیں۔ (نسائی طحاوی)

فتوح شیعہ:

مبلغ اعظم نے فرمایا۔ مولوی صدیق ذرا توجہ فرمائیے میرے ہاتھ میں تفسیر مظہری جلد ثانی ہے۔ اس کے ص ۴۷ سورہ نساء سے روایت منیئے۔

رَوَى النَّسَائِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي
بَكْرٍ قَالَتْ فَعَلْنَهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(فتوحات شیعہ اذان و اذان مولوی اسماعیل۔

مولف و مرتب الحاج ناہر حسین نجفی مبلغ اعظم
اکیڈمی فیصل آباد)

ترجمہ:

حضرت اسماء ابوبکرؓ کی بیٹی فرماتی ہیں کہ ہم نے رسول خداؐ سے متعہ کیا۔

کے زمانہ میں خود متعہ کیا ہے۔

اب فرمائیے مولوی محمد صدیق صاحب کہ حضرت ابو بکر کی بیٹیاں بھی رسول خدا کے زمانہ میں متعہ کیا کرتی تھیں یا نہ کرتی تھیں اگر متعہ کیا کرتی تھیں تو تم ان کے فعل کو نہ مایکوں کہتے ہو۔ کچھ شرم نہ کرو غلیفہ اول کی بیٹیوں کی عصمت پر حوصلہ نہ کرو۔

جواب:

مولوی اسماعیل شیعئی نے ایک طرف روایت بالا سے اپنا مسلک ثابت کرنا چاہا اور وہ بھی کتب اہل سنت سے۔ اور دوسری طرف سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی توہین کا اسے بہترین بہانہ مل گیا۔ بس قارئین کرام! روایت بالا کے بارے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اول تو اسماعیل شیعئی کو لازم تھا کہ اس کی سند بیان کرتا۔ کیونکہ اس نے بار بار اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ ایسی روایت جو بلا سند ہو وہ ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔ روایت بالا کی سند ناپید ہونے کی بنا پر خود اس کے بقول یہ روایت ناقابل استدلال و اشتباہ ہے۔ آج بھی ہمارا اعلان ہے کہ اس روایت کی سند ثابت کر کے اسے مرفوع ہی ثابت کر دو۔ تو میں ہزار روپیہ نقد انعام ملے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے مذکورہ دو کتابیں یعنی نسائی اور طحاوی میں سے متعہ کے باب میں مذکور تمام روایات کو بار بار پڑھا۔ لیکن اس روایت کا نام و نشان تک نہ مل سکا۔ کسی روایت کے درجات اور صحت کا اعتبار اسی طریقہ سے ہو سکتا ہے کہ جس کتاب سے اس کا حوالہ دیا گیا۔ اس میں اسے دیکھا جائے۔ اگر مل جائے۔ تو پھر اس کی سند اور اس کے روایت کی چھان بین کرنے پر اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس روایت کا سرے سے ان کتابوں میں ذکر ہی نہیں اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔ اور قاضی شامد اللہ صاحب کی تفسیر میں کسی ایسے شخص نے کمال پالاک سے اسے درج کر دیا۔ جو متعہ کے حجاز کا قائل ہے

اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ خود قاضی ثناء اللہ صاحب متعہ کی حرمت کے قائل ہیں۔ جس آیت کے تحت تفسیری حوالہ اسماعیل شبلی نے دیا۔ اسی آیت کے تحت قاضی صاحب متعہ کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

تفسیر مظہری

وَالْإِجْمَاعُ الْمُنْعَقَدُ عَلَى عَدَمِ جَوَازِ الْمُتْعَةِ وَ
تَحْرِيمِهَا لَا خِلَافَ فِي ذَلِكَ فِي عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ
إِلَّا مِنْ طَائِفَةٍ مِنَ الشَّيْعَةِ وَالْحُجَّةُ عَلَى تَحْرِيمِ
الْمُتْعَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ هُمْ يُعْرَضُونَ
حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَدَّكَ
أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ - فَمَنْ
ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ -
إِذْ لَا شَكَّ أَنَّ الْمَرْأَةَ بِالْمُتْعَةِ لَا تُسَمَّى زَوْجَةً
وَلِذَا لَا تَوَرَّتْ بَيْنَهُمَا -

(تفسیر مظہری جلد دوم ص ۵۷، زیر آیت)

فما استمتعتم به منهن

ترجمہ:

متعہ کے ناجائز ہونے پر اجماع منقہ ہے۔ اور اس کی حرمت میں ہر دور کے علماء میں سے کسی نے خلاف نہیں کیا۔ نہ وہ شیعوں کا ایک ٹولہ اس کی اباحت کا قائل ہے۔ اور متعہ کے حرام ہونے پر یہ آیات قرآنیہ دلیل وجہت ہیں۔ ”وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

مگر اپنی بیویوں اور ملکیتی فونڈیوں کو چھوڑ کر۔ ان کے بارے میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ سو شخص ان کے سوا کسی دوسری عورت کے سامنے بنے شرم

ہونا چاہتا ہے۔ تو وہی لوگ حد سے بڑھتے والے ہیں۔

یہ بات شک و شبہ سے بالکل خالی ہے۔ (یعنی یقینی ہے) کہ وہ عورت

جس سے منہ کیا گیا وہ متعہ کرنے والی کی بیوی نہیں کہلاتی۔ اور ان دونوں کے مابین دراشت بھی نہیں چلتی۔

توضیح:

قاضی صاحب نے حرمت متعہ پر اجماع نقل فرمایا۔ اور اس کی دلیل بھی پیش فرمائی۔ صرف اہل تشیع کی ایک جماعت اسے درست سمجھتی ہے۔ اس واضح اور دو ٹوک فتوے کے ہوتے ہوئے قاضی صاحب یہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ متعہ زمانہ رسالت اور اس کے بعد بھی جاری رہا۔ اس کی تائید کے لیے حضرت اسماء بنت ابی بکر کا حوالہ دیتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ روایت مذکورہ ذان کے مسلک کے مطابق ہے اور نہ ہی ان کی خود درج کردہ ہے۔

مذکورہ اعتراض کی تائید میں ایک اور روایت

اگر کوئی یہ کہے۔ کہ چوہم مان لیتے ہیں۔ کہ روایت مذکورہ کانسائی اور طحاوی میں نام و نشان تک نہیں۔ لیکن تفسیر مظہری میں اس موضوع کی ایک اور روایت جو مسلم شریف کے حوالہ سے لکھی گئی ہے۔ وہ اس کی تائید کرتی ہے۔ روایت یہ ہے۔

رَوَى مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَسَمْتُ عَلَى عَلِيٍّ عَهْدِ

رَسُوْلِي اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ،

ترجمہ :

اہم سلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ کہ جناب جابر نے کہا۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں متدیکیا ہے۔ جب اس روایت اور کچھ روایت کا مضمون ایک ہی ہے۔ تو مطلب واضح ہو گیا۔

جواب :

جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کا ہونا مذکور ہے۔ اس کا ہم بھی انکار نہیں کرتے۔ اس کی تفصیلی بحث ہم لکھ چکے ہیں۔ لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ اجازت کے بعد جب آپ نے اس کی ممانعت کر دی تھی۔ اس کے بعد کا کوئی ثبوت ہونا چاہیئے۔ اور طرفہ یہ کہ صاحب تفسیر مظہری نے مسلم شریف کی روایت مذکورہ کو منسوخ قرار دیا ہے۔ لیکن متعہ کے شوق میں اندھوں کو اس سے آگے کچھ نظر نہ آیا۔ پھر عجیب تمنا یہ کہ صاحب تفسیر مظہری نے آیت مذکورہ کے تحت جو لکھا ہے۔ شیعہ مفسرین نے وہ بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی لکھا ہے۔ صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

مجمع البیان

اِسْمَا اُطْلِقَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اِبَاحَهُ وَظَلَمِ
الْاَزْوَاجَ وَالْاَمَاءَ وَاِنْ كَانَتْ لَهُنَّ اَحْوَالٌ
يُحَرِّمُ وَطَهُمُنَّ فَيُحَالِ الْحَيْضُ وَالْعِدَّةُ
لِلْجَارِيَةِ مِّنْ رَّوْجِ لَهَا وَمَا اشْبَهَ ذَلِكَ لِأَنَّ

الْعَرَضَ بِالْأَيَّةِ بَيَانُ جَنَسٍ مَنِ يُحِلُّ وَطُؤَهَا
دُونَ أَحْوَالِ النَّبِيِّ لَا يُحِلُّ فِيهَا الْوَطْئُ فَمَنْ
ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ آخَى طَلَبِ سَوَى الْأَذْوَانِ وَ
الْوَلَايَةِ الْمَمْلُوكَةِ فَأَوْلَيْكَ هُمُ الْعَادُّونَ
آخَى الظَّالِمُونَ الْمُتَجَاوِزُونَ إِلَى مَا لَا يُحِلُّ
لَهُمْ۔

مجمع البیان جلد ہفتم صفحہ نمبر ۹۹
سورۃ مہنون غ)

ترجمہ :

بے شک اللہ تعالیٰ نے بیویوں اور اپنی لونڈیوں کے ساتھ وطی کرنے کو
مطلقاً مباح فرمایا۔ اگرچہ ان عورتوں کے ساتھ بعض حالات میں وطی کرنا
حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حالت حیض اور عدت میں۔ اور لونڈی جبکہ
اس کی کسی سے شادی کر دی گئی ہو۔ اور اس کے ساتھ ملنے جلتے دوسرے
احوال میں۔ کیونکہ آیت کریمہ سے غرض یہ ہے۔ کہ ان عورتوں کی جنس بیان
کر دی جائے۔ جن سے وطی حلال ہے۔ یہ غرض نہیں کہ وہ احوال بیان
کیے جائیں کہ جن میں وطی ناجائز ہوتی ہے۔ سو جو شخص بیویوں اور اپنی
مملوکہ لونڈیوں کے علاوہ سے وطی کرنے کی خواہش کرے گا۔ وہی ظالم
ہے۔ یعنی حلال کو چھوڑ کر حرام کی طرف تجاوز کرنے والے میں۔

توضیح :

علامہ طبرسی نے واضح طور پر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن عورتوں سے مرد کا وطی
کرنا جائز فرمایا ہے۔ وہ صرف دو ہیں۔ ایک مشکوٰۃ بیوی۔ اور دوسری مملوکہ لونڈی۔

لیکن اگر کوئی شخص ان دو کے علاوہ کسی تیسری عورت سے اباحتِ وطی کا قائل ہے تو وہ ظالم ہے۔ عقل کو دستک دیکھئے۔ کہ جس عورت سے اہل تشیع دو متعہ کریں وہ بیوی کا روپ و حارے ہوئے تھی۔ یا ان کی ملوکہ لڑائی جب ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں۔ تو پھر وہ وہی تیسری عورت ٹھہری۔ جس کی خواہش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے ظالم کہا۔ اور علامہ طبرسی نے اسے حلالِ وطی سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والا ظالم شمار کیا۔ چلو ہماری مدہی اپنے بڑے کی ہی مان لو۔ اور حرمت متعہ کے قائل ہو جاؤ۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



(معاذ اللہ)

متعہ کے حلال و جائز ہونے پر اہل تشیع کی گوشہ دلیس عبارات اہل سنت پر مبنی تھیں۔ ہم نے اس کے جوابات مفصل طور پر روض کر دیئے ہیں۔ اس کے بعد وہ جواز متعہ پر اپنی کتب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے پیش کرتے ہیں۔ اور متعہ کو سنت قولی و فعلی قرار دیتے ہیں۔ ان کے استدلال کی عبارات بعینہ پیش خدمت ہیں۔

حکمت متعہ پر سنت قولی

وسائل الشیعہ

عَنْ ذُرَّارَةَ قَالَتْ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ عُمَيْرَ النَّسَبِيِّ
إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ فَقَالَ مَا تَقُولُ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ
أَحَلَّهَا اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَعَلَى سُنَّةِ نَبِيِّهِ فَهِيَ حَلَالٌ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا أَبَا جَعْفَرٍ مِثْلَكَ يَقُولُ هَذَا
وَقَدْ حَرَّمَهَا عُمَرُ وَنَهَى عَنْهَا فَقَالَ وَإِنْ كَانَ

فَقَالَ فَتَالِیَ فَاِیُّیْهِ اُعِیْذُكَ یَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ اَنْ تُحِلَّ
 شَیْئًا حَرَّمَہُ عُمَرُ فَقَالَ لَہٗ فَاَنْتَ عَلٰی قَوْلِ
 صَاحِبِکَ وَاَنَا عَلٰی قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
 عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَهَلُمَّ اَلَا عِنْتُکَ اَنْ اَلْحَقَّ مَا قَال
 رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْ اَلْبَاطِلُ
 مَا قَال صَاحِبُکَ قَالَ فَاَقْبَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بَنُ عُمَیْرٍ
 فَقَالَ یَسِّرْکَ اَنْ نِّسَآءُکَ وَبَنَاتِکَ وَاَخَوَاتِکَ
 بَنَاتِ عَمِّکَ یَفْعَلْنَ قَالَ فَعَرَضَ عَنْہُ اَبُو جَعْفَرٍ
 عَلَیْہِ السَّلَامُ حِیْنَ ذَکَرَ نِسَآءَہٗ وَبَنَاتِ عَمِّہٖ ۔
 (وسائل الشیعہ جلد ۱۱ ص ۴۲۷ / ابوالفتح)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زدارہ کہتا ہے کہ عبداللہ بن عمر ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ آپ عورتوں کے قتلہ کچلے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسے حلال کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اس کی حلت تاقیامت ثابت ہے۔ پھر اس نے کہا۔ اے ابو جعفر! آپ جیسا آدمی یہ کہہ رہا ہے۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حرام قرار دیا اور اس سے منع فرمایا ہے۔ (یہ سن کر) امام محمد باقر نے فرمایا۔ انہوں نے اگر چہ ایسا کیا؟ عبداللہ بن عمر کہنے لگا۔ میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ نے اس چیز کو حلال قرار دیا ہے۔ جس کو حضرت عمر نے حرام فرمایا۔ یہ سن کر حضرت امام محمد باقر نے فرمایا۔ تو اپنے صاحب

کی بات پر قائم رہ اور میں تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر قائم ہوں۔ ا۔ اور میں تیرے ساتھ لعان کرتا ہوں۔ بے شک حق وہی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور جو تیرے صاحب نے کہا وہ یقیناً باطل ہے۔ اس پر عبد اللہ بن عمر اُسکے بڑھا۔ اور کہنے لگا تمہاری عورتیں، تمہاری بچیاں، تمہاری بھینیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں یہ کام کریں تو تجھے بہت خوشی ہوگی۔ امام باقر نے اپنی بیویوں اور چچا زاد بہنوں کا نام سن کر اُس سے منہ دوسری طرف کر دیا۔

وسائل الشیعہ

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ إِنَّ الشَّيْخَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَمَّا أُسْرِى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ قَالَ لِحَقِيقِي جَبْرِئِيلُ
فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ
تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِمُعْتَمِعِينَ
مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ النَّسَاءِ.

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۴۲۲ مکتب النجف)

باب السنحباب المتعمد مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر معراج کرایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے بوقت ملاقات کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے۔ کہ میں نے آپ کی اُمت کی

عورتوں کو چھتہ کرتی ہیں۔ معاف کر دیا ہے۔

جواب اول:

اہل تشیع نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے سرکاریہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کی روشنی میں متعہ کو جائز اور حلال قرار دیا ہے۔ یہ الزام اور بہتان اس لیے ہے کہ روایت مذکورہ کاراوی زرارہ و دشمنی ہے جس پر خود امام متعہ کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لعنت بھیجی ہے۔ امام کی طرف سے اس کے ملعون قرار دیے جانے کا ثبوت اہل تشیع کی مشہور و معتبر کتاب رجال کشی میں موجود ہے۔ لہذا ایسے آدمی کی روایت کا جو کربانِ امام سے ملعون قرار دیا گیا۔ کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

جواب دوم:

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی سند سے کتب شیعہ میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جن میں ان حضرات نے متعہ کو حرام اور ممنوع صریح فرمایا ہے۔ لیکن شیعہ تصنیفین نے ان روایات کو جب اپنے من بھاتے مذہب کے خلاف پایا۔ تو اس کی یہ تاویل کر دی کہ ان حضرات کے حرمت متعہ کے اقوال تعلقہ پر محمول ہیں۔ یعنی اہل بیت کے عظیم ائمہ نے تو متعہ کو حقیقتاً حرام قرار دیا اور ان کے شیعہ ائو اور فدائی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے امام کا یہ قول جھوٹا ہے۔ اہل تشیع کے الزام تعلقہ کو دیکھیے کہ اس وقت جبکہ ان کے نزدیک اسے اپنانا چاہیے تھا۔ امام باقر اُسے قریب تک آنے نہیں دے رہے۔ ابن عمر جس نے امام باقر سے سوال کیا۔ وہ حرمت متعہ کا قائل ہے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

کا قول بطور دلیل پیش کر رہا ہے۔ جب ابن عمر کا مسلک امام کے مسلک کے خلاف ہے تو دشمن کے سامنے اگر تفتیہ نہ کیا جائے۔ تو پھر اور کس مقام پر ہو گا۔ یہاں امام باقر رضی اللہ عنہ پر رواہ نہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں۔ تمہیں اپنے صاحب کا قول مبارک ہو۔ میں تو اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوں۔ میرا عقیدہ تو یہی ہے۔ کہ متعہ جائز ہے۔ ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ اور اسی مسئلہ پر ابن عمر سے لعان کرنے تک تیار ہو گئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امام محمد باقر کو تفتیہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے آپ کی وہ روایات جن میں متعہ کی حرمت موجود ہے۔ وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ علاوہ ازیں ائمہ اہل بیت کی سیرت جو اہل تشیع نے بیان کی۔ یہ واقعہ اس کے بھی خلاف ہے۔ جامع الاخبار وغیرہ میں مذکور ہے۔ کہ جس نے ہماری بات کو ظاہر کر دیا ہے اس نے اتنا بڑا جرم کیا۔ گویا اس نے ہمیں قصداً قتل کیا ہو۔ اب اگر امام محمد باقر کے اس قول کو ان کا قول ہی تسلیم کیا جائے۔ تو اس شخص کو کہ جس نے یہ قول ظاہر کیا۔ ان کا قاتل کہا جائے گا۔ اور کوئی شیعوں یہ کب چاہے گا۔ کہ وہ اپنی گردن پر امام باقر اور امام جعفر صادق کے قتل کا گناہ ڈالے۔ تو ائمہ کی یہ سیرت بھی بتلاتی ہے۔ کہ کسی ظالم نے جو از متعہ کے بارے میں ان کا یہ ملک بتایا ہے۔ لہذا یہ روایت ائمہ سے بھی موضوع اور دھوکہ سے پر ثبات ہوتی ہے۔

جواب سوہ:

اگر روایت مذکورہ میں بیان کیا گیا مسلک ائمہ امام باقر کا مذہب ہے۔ اور انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کی ربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوش خبری دینا بھی تسلیم کیا۔ کہ آپ کی امت کی متعہ کرانے والی عورتوں اور مردوں کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ تو وضاحت طلب یہ بات ہے۔ کہ اگر متعہ جائز اور حلال ہے۔ تو اس پر عمل کرنے والا گناہ گار کیسے ہو گا۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمادی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے۔

کو متعہ ہے۔ تو حرام لیکن اس کے کرنے کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ لہذا روایت کے یہ الفاظ جواز متعہ یا اس کے سنت ہونے پر کہاں دلالت کرتے ہیں؟

اور اگر یہ مطلب نہ لیا جائے بلکہ یہ لیا جائے کہ اس سے متعہ کا حلال ہونا ثابت ہو گیا۔ جیسا کہ روایت مذکورہ کے ناقلین کا مسلک ہے۔ اور اسی کی تائید اس سے بھی کی جاسکتی ہے۔ کہ امام نے جواز متعہ کے حق ہونے پر ابن عمیر کو لعان کی دعوت دی۔ تو پھر دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ جب ابن عمیر نے اس حلال و جائز کام کو سر انجام دینے کے لیے امام باقر کی بیویوں اور چچا زاد ہمشیرگان کو ان کے ذریعے اس کی دعوت دی۔ تو اس پر امام نے ناراض ہو کر متعہ کیوں پھیر لیا تھا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روایت مذکورہ بے سرو پا ہے۔ ورنہ جائز اور حلال کام سے ناراض ہونے کی کیا ضرورت تھی؟

فَاعْتَدِرْ وَيَا أُولِيَ الْآبْصَارِ

حَلَّتْ مُتْعَةٌ بِرَحْمَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
سنت فعلی

وسائل الشیعہ

عَنْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ إِنِّي لَا كُرَهُ
لِرَجُلٍ الْمُسْلِمِ أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا وَهَدَى
بَقِيَّتَ عَلَيْهِ خُلَّةٌ مِّنْ خَلَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَفْضِلُهَا.

قَالَ الصَّدُوقُ فَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأَيْتُ
لَا كَرَهُ لِرَجُلٍ أَنْ يَمُوتَ وَقَدْ بَقِيَتْ عَلَيْهِ
خُلَّةٌ مِّنْ خَلَدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَمْ يَأْتِهَا فَقُلْتُ هَلْ تَمْتَعُ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَقَرَأَ هَذِهِ
الْآيَةَ وَإِذَا سَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَى بَعْضِ أَرْوَاحِهِ حَدِيثًا.

دوساں الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۴۲۲

کتاب النکاح استنباب المتعہ

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بکر بن محمد راوی ہے کہ میں نے ان سے
متعہ کے بارے میں پوچھا پس آپ نے فرمایا۔ میں اس بات کو پسند نہیں
کرتا۔ کہ کوئی مسلمان مرد دنیا سے رخصت ہو جائے۔ اور اس کے ذمہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت اپنا نا باقی رہ جائے
شیخ الصدوق کا کہنا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں
اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ کہ کوئی مرد مر جائے۔ اور اس کے ذمہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایک خصلت باقی رہ گئی ہو۔ یعنی اس مرد نے مالے
نے وہ نہ اپنا ہی ہو۔ میں نے امام سے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے متعہ کیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اور یہ آیت پڑھی۔ وَإِذَا سَرَّ
النَّبِيُّ الْحَمْدَ۔

جواب:

”و خٹے بد مزہ ہا نہ بسیار“ ظالموں نے اپنی ہوس برآری اور نفس پرستی کے جواز کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کو بھی معاف نہ کیا۔ اور آپ کو متعہ کرنے والا ثابت کر دکھایا۔ معاذ اللہ۔

متعہ کیا ہے؟ پہلے اس کی وضاحت اور پھر مندرجہ بالا استہشاد کی حقیقت بیان ہوگی۔ متعہ ایک قسم کا عقد ہے جس میں ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان مقررہ رقم پر مقررہ وقت تک عقد کیا جاتا ہے۔ اس میں نہ گواہی کی ضرورت اور نہ ایجاب و قبول کی۔ پھر جب مقررہ وقت گزر جائے۔ تو خود بخود دونوں کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے۔ طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ بھی یاد رہے کہ متعہ غاوند والی عورت سے بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے کتبِ شیعہ میں یہ موجود ہے۔ کہ اگر حضرت عمر متعہ کو حرام نہ قرار دیتے۔ تو پھر کوئی بد بخت ہی ہوتا ہے جو نہ کرتا۔ یعنی متعہ اور زنا میں معمولی فرق ہے۔ ایک میں نکاح کی صورت ہے۔ اور دوسرے میں نہیں۔

یہ سُنو بھی مسئلہ ہے۔ کہ اپنی زوجہ سے جو وطی کرتا ہے۔ اُسے متعہ نہیں کہتے اور مولیٰ اپنی لونڈی سے نکاح کیے بغیر جو وطی کرتا ہے۔ اُسے بھی کوئی متعہ نہیں کہتے۔ لونڈی سے نکاح کیے بغیر وطی کرنا جائز اس لیے ہے۔ کہ وہ مولیٰ کی ملوکہ ہوتی ہے۔ ان باتوں کی وضاحت کے بعد اب ہم اہلِ سُنَد کی طرف آتے ہیں بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کیا جس پر آیت ۱۱۱ مسر النبی الخ۔ ولایت کرتی ہے۔ یعنی اس آیت کا شانِ نزول بتاتا ہے۔ کہ آپ کے متعہ کرنے پر یہ آتری۔ اب آئیے کہ آیت مذکورہ کے نزول سے قبل کونسا واقعہ ہوا تھا۔ اور کس عورت کے ساتھ ہوا تھا۔ اس کی تفصیل کتبِ شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

تفسیر منہج الصادقین

روایت اشہر اُنست کہ سبب نزول اِیسی آیت ^{اَل} بود کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم روز ہار قسمت فرمود بود میان زوجات اتفاقی ایک روز نوبت حنفہؓ پر با پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گفت یا رسول اللہ اجازت فرمائی تا بخدمت پدر بروم۔ و سے راضیست فرمود بعد از آنکہ او برقت آن حضرت ماریہ قبطیہ را کہ مادر ابراہیم بود و مقوقش کہ بادشاہ اسکندریہ۔ اورا بتحفہ بنزد رسول فرستادہ بود۔ سبحانہ حنفہ طلبید و در آن بخدمت خود نش مشرف گردانیدہ حنفہ چوں مراجعت نمود در سر راہ بستہ دید ہا پنجہ پشت ہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروں آمد عرق از روئے مبارکش می مکیہ حنفہ بر قضیہ مطلع شدہ بگریست و گفت یا رسول اللہ کنیز را نہانہ من آوردی و با و خلوت فرمودی و حرمت مرا نگاہ نہ داشتی و با دیگر زنان اِی عمل نہ کردی حضرت فرمود اے حنفہ اِی کنیز من است و خدا مئے تعالیٰ اورا بر من مباح گردانیدہ و من اورا برائے رضا مئے تو بر خود حرام گردانیدم۔

(۱۔ تفسیر منہج الصادقین جلد ۹ ص ۳۲۹)

سورۃ التحریم)

(۲۔ مجمع البیان پارہ ۲۵۸ زیر آیت واذ

اسر النبی الخ)

ترجمہ :

و اذ اسر النبی الخ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں مشہور ترین روایت یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

ازدواج مطہرات کی باریاں مقرر کر رکھی تھیں۔ اتفاقاً جس دن حضرت جعفر رضی اللہ عنہ باری تھی۔ تو حفصہ نے آپ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں اپنے والد صاحب سے مل آؤں؟ آپ نے اجازت دے دی۔ اجازت لینے کے بعد آپ نے ماریہ قبطیہ کو بولایا۔ یہ جناب ابراہیم کی والدہ تھیں اور اسکندریہ کے بادشاہ قنوقش نے بطور تحفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی تھیں جب ماریہ قبطیہ حضرت حفصہ کے گھر آگئیں۔ تو آپ نے اسے اپنی خدمت سے مشرف فرمایا۔ حفصہ جب واپس لوٹیں۔ تو دروازہ بند پایا۔ وہیں بیٹھ گئیں۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے چہرہ انور سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ حفصہ اس سے اتنا پر مطلع ہو گئیں تو رونے لگیں۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! لونڈی کو میرے گھر بٹھا کر اس سے خلوت فرمائی۔ اور حرمت کو نظر نہ رکھا اور دوسری عورتوں کے ساتھ یہ کام آپ نے نہ کیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حفصہ! یہ میری لونڈی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے میرے لیے مباح فرمادیا ہے اور میں تیری خوشنودی کی خاطر اسے اپنے اوپر حرام کیے دیتا ہوں۔

مفسر کریم:

جس آیت کریمہ کو امام جعفر صادق کے حوالہ سے جوازِ متعہ پر پیش کیا گیا ناظرین کرام! آپ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ کس ٹوٹائی کے ساتھ سسرار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ”صل متعہ“ کا ثبوت اس آیت سے پیش کیا گیا؟ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ کہ جن کے ساتھ آپ نے تنہائی فرمائی۔ کیا لونڈی کے ساتھ خلوت و متعہ، شمار ہوتی ہے؟ ہم یہ کلمہ پکے ہیں کہ لونڈی کے ساتھ نکاح کیے بغیر ولی کرنا مولیٰ کا حق ہے۔ نیز اس ولی کو ”متعہ“، بالاتفاق

ہیں کہتے۔ لیکن ان ناہنجاروں نے ان قواعد کو بالائے طاق رکھ کر ایک حرام فعل کو حلال قرار دینے کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کو بھی معاف نہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس حرام فعل کی نسبت کرنا کفر سے کم نہیں۔ متوہ کے حرام ہونے کا اہل سنت کو تو اقرار ہے ہی لیکن مرے کی بات یہ ہے کہ اسے حلال و جائز کہنے والے بھی دو حرام تسلیم کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مسائلک الافہام

عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ .
شَكَّوْنَا الْعَدْبَةَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَتَعَالَ
اسْتَمْتَعُوا مِنْ هَذِهِ النِّسَاءِ فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً
ثُمَّ نَزَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَهُوَ قَائِمٌ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ وَهُوَ يَقُولُ
إِنِّي كُنْتُ أَذْنُتُ لَكُمْ فِي الْإِسْتِمْتَاعِ أَلَا وَإِنَّ
اللَّهَ قَدْ حَرَّمَهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

(مسائلک الافہام جلد سوم ص ۲۰۰ کتاب

نکاح المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ :

ربیع بن سبرہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شہوت کی کثرت کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہاں کی عورتوں سے نکاح منع کرو۔ سو میں نے بھی ایک عورت سے نکاح منع کر لیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت

جب میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حجرا سودا اور باب کعبہ کے درمیان کھڑے تھے۔ اور یہ فرما رہے تھے۔
عَبَّ ثَنَکَ میں نے تمہیں نکاح منع کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔
خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ نے نکاح منع کو قیامت تک حرام فرما
دیا ہے۔

نوٹ:

اہل تشیع جب کوئی روایت یا حدیث اپنے مطلب کی نہیں پاتے۔ تو اسے
تقیہ پر محمول کر دیتے ہیں۔ ان کو تقیہ ہر جگہ کام دے دینا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے بارے میں تقیہ کرنے کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے تمام دین ہی خطرے
میں پڑ جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ آپ کا مذکورہ ارشاد تقیہ پر محمول نہیں۔ اور متعہ کی حرمت
ابدی ثابت ہو گئی۔ ایک طویل روایت سے اقتباس بھی ملاحظہ ہو۔ جو اہل تشیع کی
صحاح اربعہ میں سے ہے۔

الاستبصار

عَنْ زَيْدِ ابْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِي آثَبٍ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِخَوْمِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةَ وَنِكَاحَ الْمُتَعَةِ

(۱) الاستبصار جلد سوم صفحہ نمبر ۱۴۲

(الرباب المتعہ)

(۲) تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۵۱

(باب تفصیل احکام النکاح)

ترجمہ :

زید بن علی اپنے جد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھربو پالتو گھسے کا گوشت اور نکاح متعہ دونوں کو حرام فرمادیا۔

چونکہ اس روایت کے سارے راوی ائمہ اہل بیت ہیں۔ اور حرمت متعہ، اہل تشیع کے مسلک کے خلاف اور مسلک اہل سنت کے مطابق ہے۔ اور اس روایت میں مسلک اہل سنت کی تائید و تصدیق ہو رہی ہے۔ اس لیے دل کے چور نے جھجھوڑا۔ اور شیطان کے اُکسانے پر اس روایت کے ساتھ ہی صاحب الاستبصار نے یہ بڑھانک دی۔

فَالرَّجَبُ فِي هَذِهِ الزَّوَايِدِ كَانَ مَحْمِلَهَا عَلَى التَّقْيَةِ
لَا تَهَاوُفَتْهُ نَفْعًا مَتَّعَ.

ترجمہ :

یعنی چونکہ یہ روایت عام مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق ہے۔ اس لیے اپنے مسلک کو درست رکھنے کے لیے ہم اسے تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ گو یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی حرمت بطور تقیہ بیان کی۔ اور شیعہ مصنف ان حضرات کو اپنا ہم نوا اور ہم مسلک ثابت کرنے کے لیے ان پر یہ الزام لگا رہا ہے۔

کم بخت کو اپنی غلطی اور بد عقیدگی درست کرنے کی زسوجھی۔ اگر سوجھی تو یہ کہ ان کو اپنے تابع بنائے۔ و سيعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون -
 الایۃ کے مصداق ایک طرف یہ جرات اور دوسری طرف یہ کہ پیغمبر و رتقیہ کی بیماری سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ پیغمبر کے تقیہ نہ کرنے پر ان کی مشہور و معروف کتاب تلخیص المشافہ کی عبارت ایک سے زائد مرتبہ ہم لکھ چکے ہیں۔ اب ان عبارات کے پیش نظر آپ فیصلہ کریں۔ کہ مذہب امامیہ کی اصیت کیا ہے؟ مختصر یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ تولی اور فلی سے جو جواز متعہ ثابت کرنے کے کوشش کی گئی۔ ہم نے اس کی پوری پوری خبر لی۔ اور منہ توڑ جواب دیئے ہیں۔ جن سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ ایسی روایات ناقابل اعتبار و استہادہ ہیں بلکہ موضوع ہیں۔ اور اصول و قواعد اہل تشیع کے بھی خلاف ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

متعلقات

میں اہل تشیع کی دورنگی

کتب شیعہ میں یہ بات بڑی تفصیل و صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ کہ ان کے ہاں متعہ کرنے پر اجر جنرل ملتا ہے اس کے فضائل میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ تکمیل ایمان اس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

رَوَى أَنَّ الْعَرُومَنَ لَا يَكْمُلُ حَتَّى يَسْمَعَ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ ص ۳۴۲ باب استمباب المتعہ)

ترجمہ:

امام باقر سے مروی ہے۔ کہ کوئی مومن متعہ کیے بغیر کامل نہیں ہو سکتا۔ ایک طرف یہ دعویٰ کہ ان کے ہاں مومن اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک متعہ نہ کرے۔ اور دوسری طرف ان کے ہم مشرب لوگ اس فعل کو اپنے لیے بد نما داغ تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ محمد بن جواد مفیدہ لکھتا ہے۔

عراق، لبنان اور شام میں شیعہ متعہ کو دین میں

بدنکار و باغ سمجھتے ہیں

الفقہ علی المذہب الخمسہ:

لَكِنَّ الشَّيْعَةَ لُبْنَانَ وَ سُورِيَةَ وَ الْعِرَاقَ لَا
يَسْتَعْمِلُونَ الْمُتْعَةَ عَلَى الرَّغِيمِ مِنْ إِيْمَانِهِمْ
بِجَوَازِهَا وَ أَبَاحَتِهَا الْحَاكِمُ الشَّرْعِيَّةُ
الْجَعْفَرِيَّةُ فِي لُبْنَانَ كَعَمَلِ تَجْرِ وَ كَمَا ذُنُ
لِلزَّوْجِ الْمُتْعَةِ مُنْذُ انْشَأَتْهَا إِلَى الْيَوْمِ -

(الفقہ علی المذہب الخمسہ صفحہ نمبر ۳۶)

تذکرہ ولا المتعہ

ترجمہ:

لبنانی، شامی اور عراقی شیعہ متعہ پر عمل نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ اس کی اجازت
و اباحت کو اپنے دین کا بد نما و باغ سمجھتے ہیں اور فقہ جعفریہ کے یہ احکام
لبنان میں نہ تو جاری ہیں۔ اور نہ ہی لبنانی شیعہوں نے اپنی عورتوں کو
متعہ کی اجازت دی۔ ان کا یہ طریقہ اس وقت سے آج تک چلا آرہا ہے
جب سے متعہ کی حلت و اجازت بنائی گئی۔

ملحہ فکریہ: امام اول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں

کوفہ کو دار الخلافہ بنایا۔ کوفہ ملک عراق میں واقع ہے۔ ان کا مزار شریف نبوت اشرف میں ہے اور یہ شہر بھی عراقی ہے۔ امام حسینؑ اور ان کے بہتر جانشین جنہوں نے میدان کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ان حضرات کی قبریں کربلائے معلیٰ میں سرزمین عراق پر ہیں۔ امام موسیٰ کاظمؑ، امام رضاؑ کے مقبرے بغداد میں ہیں۔ گویا عراق شریعہ سے ائمہ اہل بیت کا مرکز رہا ہے شیعیت کے بانی یہی حضرات بتائے ہیں۔ تو بانیانِ مسلک شیعہ کے علاقہ جات میں شروع سے آج تک متعہ ایسی جمیع حرکت کی اجازت نہ دی گئی بلکہ ان علاقہ جات کے کفر شیعہ اسے اپنے دین کا بدنام داغ اور بدنامی سمجھتے ہیں۔ تو اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ کہ مرکز سے دور رہنے والے اہل تشیع نے اس بے حیائی کو خود گھڑا۔ اور نفس پرستی کے لیے اسے رواج دیا۔ لبنانی، عراقی اور شامی شیعہ کیا شیعیت میں دوسرے شیعوں سے کم ہیں؟ کیا انہیں اپنے ائمہ کی تعلیمات سے پیار نہیں ہے؟ کیا انہیں آخرت میں ائمہ کے سامنے سرخرو ہونے کی تمنا نہیں ہے؟ کیا انہیں اپنے ایمان کی تکمیل منظور نہیں؟ کیا انہیں یہ خوف نہیں۔ کہ اگر ہم نے متعہ پر عمل کیا تو ہمارے کان اور ناک کل قیامت کو کاٹ دیئے جائیں گے؟ ان حالات میں جب کہ شیعہ مراکز متعہ کو اپنے دین کا بدنام داغ قرار دیں۔ اور ادھر ادھر سے منہ بولے شیعہ اسے تکمیل ایمان کا سبب کہیں۔ ایک خالی الذہن قاری یہ بات بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس بارے میں جو اذواہاحت کے قائل شیعہ محض ہوس کی تکمیل کرتے ہیں۔ اور زنا سے بچنے کے لیے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے مزے لوٹنے کے لیے یہ بخواس گھڑتے ہیں۔ ورنہ اس کی حرمت کا عقل سلیم بھی فیصلہ کرتی ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

متنعہ زنانہ کی حد کو ختم کر دیتا ہے

وسائل الشیعہ

عَنْ زُرْعَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَمَاءٍ قَالَتْ سَأَلْتُ
عَنْ زَجَلٍ أَدْخَلَ جَارِيَةً يَتَمَتَّعُ بِهَا ثُمَّ أَتَنَى
أَنْ يَشْتَرِطَ حَتَّى وَقَعَهَا يَجِبُ عَلَيْهِ حَدُّ الزَّانِي
قَالَ لَا وَلَكِنْ يَتَمَتَّعُ بِهَا بَعْدُ وَ يَسْتَغْفِرُ
اللَّهُ مِنْ مَاتَ .

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۹۲ کتاب النکاح)

ترجمہ :

زرعہ کہتا ہے۔ کہ سہا نے کہا کہ میں نے پوچھا۔ اگر ایک مرد کسی عورت
کو اپنے گھر لے آئے۔ اور اس سے متنعہ کرنے کی خواہش ہو۔ پھر اُسے
نکاح متنعہ کرنا مجھول گیا، اور بغیر اس کے اُس سے متنعہ کر لیا تو کیا ایسے مرد
پر زانی کی حد جاری واجب ہوگی؟ فرمایا نہیں۔ لیکن وہ بعد میں نکاح متنعہ
کر کے پھر متنعہ کرے۔ اور جو کچھ کر لیا۔ اس کی اللہ سے معافی مانگے۔

نوٹ :

”وسائل الشیعہ“ میں یہ روایت جس باب کے تحت ذکر کی گئی۔ اُسے ان الفاظ
سے ذکر کیا گیا ہے۔

بَابُ مَنْ أَرَادَ التَّمَتُّعَ بِأَمْرَأَةٍ فَكَسَى الْعَقْدَ
حَتَّى وَطَّئَهَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ .

یعنی اس باب میں ائمہ اہل بیت سے مروی روایات۔ ذکر کی جائیں گی۔ جن میں یہ مسئلہ موجود ہو گا۔ کہ ایک مرد کسی عورت سے متعہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن رجب و بازی یا کسی اور وجہ سے وہ عقد کرنا بھول گیا۔ اور بغیر عقد کیے اس عورت سے وطی کر دیا۔ تو ایسے مرد پر حد زنا ہرگز جاری نہیں ہوگی۔

اس وحی کو خود تسیم بھی کیا جا رہا ہے۔ کہ یہ متعہ کے شرائط پر اس کیے بغیر ہوئی۔ لہذا نکاح متعہ نہ ہونے کی وجہ سے متعہ نہ بن سکی۔ اور عورت مذکورہ سے اس صورت میں جو کچھ کیا گیا وہ زنا ہے۔ لیکن فقہ جعفریہ اسے زنا تسلیم کر کے بھی اس پر حد زنا نہیں لگاتی۔ بلکہ اس جرم کے چھپانے یا معدوم کرنے کا یہ طریقہ سکھایا۔ کہ بھول چک معاف۔ اب سنجیدہ ہو کر نکاح متعہ کر کے پھر بازار عیش و عشرت گرم کر دو۔ اور ایک تیر دو شکار کا فائدہ حاصل کرو۔ نظر انصاف سے دیکھو۔ کہ کیا اہل تشیع کی فقہ میں زنا ایسی بدکاری کی کوئی شکل موجود ہو سکتی ہے۔ ایک مرد کو اجنبی عورت کے ساتھ بدکاری کرتے ہاتھوں ہاتھ دھریا جائے۔ اور اسے اس کی حد زنا لگانے کی کوشش کی جائے تو وہ پکار اُٹھے گا۔ کہ ہم نے آپس میں مخصوص رقم پر مخصوص وقت تک کے لیے نکاح کر لیا تھا۔ لہذا یہ زنا نہیں۔ اگر بھولے سے یہ شرائط نہ کر پائے ہوں۔ تو پھر کہا جائے گا۔ کیا ہوا۔ ہم ابھی پھر شرائط متعہ کے وطی کر لیتے ہیں۔ جس سے پہلی وحی کی گزیر ختم ہو جائے گی۔

فخر سوچئے۔ کیا حضرات ائمہ اہل بیت نے بدکاری کی اس طرح حوصلہ افزائی کی۔ جو تم ان کے سر تھوپنے جا رہے ہو۔ حاشا و کھا ان حضرات کی اصل تعلیمات ایسی خباثتوں سے پاک ہیں۔ اور دیار لوگوں، نے عبد اللہ بن سبا کے مشن

کی تکمیل کے طور پر امت محمدیہ کے سنو نوں کے قلام گھناؤنی سازش کر رکھی ہے
تاکہ ان کی بدنامی اور بے عزتی میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔

ولاحول ولاقوة الا باللہ

فصل چہارم



آیت نمبر (۱)

وَلَيْسَتَعْفِيفُ الَّذِينَ لَا يَحِبُّدُونَ فِئْكَ حَا
حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ قَضِيلِهِ - (پہ ۱۰۶)

ترجمہ:

اور جو تم میں سے (بوجہ غربت) نکاح (کے اخراجات و لوازمات) کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ انہیں عفت یعنی پاکدامنی برتنی چاہیے۔ (اور صبر کرنا چاہیے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں مساب مال کر دے۔

دلیل دوم آیت (۱۱)

وَمَنْ كَرِهَ انْطِغَ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَشْكِيَ الْمُحْصَنَاتُ

الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ
 فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ
 الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصَدِّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ
 عَفُوٌّ رَحِيمٌ

(سورة النساء پ ۱۷)

ترجمہ:

جو مرد تم میں مومن آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ (یعنی
 مالی طور ان کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو) تو انہیں مومن لونڈیوں میں
 سے کسی سے نکاح کر لینا چاہیئے۔ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے۔ جو تم میں
 سے بدکاری اور زنا سے خوف کھاتا ہو۔ اور اگر تم صبر کرو۔ تو یہ تمہارے
 حق میں بہت اچھا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

دلیل سوم آیت (۲)

وَالَّذِينَ مُّرْسِلُوْهُمْ جَازِلُوْهُمْ بِمَا ظَنُّوْا
 عَلَيْهِمْ اَوْ جَازِلُوْهُمْ بِمَا ظَنُّوْهُمْ
 فَاتَّبِعُوا حَيْثُ شِئْتُمْ وَلَا
 ذَلِكُمْ فَاوْتَبَكَ مِّنْ الْعَادُوْكَ

(پ ۱۷)

ترجمہ:

جو لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے سوا دیگر عورتوں سے اپنی شرمگاہوں
 کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ان پر کوئی طامست نہیں۔ سو جو اس کے

سوائی اور عورت کے طلب گار ہوں گے۔ تو وہی لوگ دھڑلے سے، تجاؤز
کرنے والے ہیں۔

حاصل کلام:

پہلی آیت میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اگر انہیں آزاد عورتوں کے
نکاح پر ہونے والے اخراجات اور بعد میں خورد و نوش اور رہائش وغیرہ ضروریات
کا پورا کرنا مشکل نظر آتا ہو۔ تو پھر انہیں اس وقت تک صبر سے زندگی بسر کرنی چاہیے۔
جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں مذکورہ ضروریات میں خود کفیل نہ کر دے۔

دوسری آیت میں اسی مضمون کو قدرے آسان انداز میں ایک دوسرے پر
یہی ذکر کیا گیا۔ وہ یہ کہ اسے مسلمانو! اگر تمہیں آزاد عورتوں سے نکاح کی قدرت نہیں۔
تو تمہیں مسلمان لونڈیوں سے نکاح کی اجازت دینی جاتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ
ایک شرط بھی ہے۔ وہ یہ کہ اگر تم آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کی طاقت نہ رکھتے
ہوئے اپنے بارے میں یہ محسوس کرتے ہو۔ کہ صبر نہ کر سکو گے تو بدکاری
نہ کرنا۔ ہاں مسلمان لونڈیوں سے نکاح کر کے مقصد برآری کر لینا۔ کسی اور طریقہ سے مقصد
برآری کی تمہیں اجازت نہیں۔

تاریخ کرام! آپ غور فرمائیں۔ اگر لونڈیوں سے نکاح کرنے کے علاوہ کوئی
در آسان طریقہ عند اللہ جائز ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت نشاندہی کر دیتا۔ اور متعدد
کو دیکھ لیجئے۔ کہ مقصد شادی (جبکہ صرف کچھ خواہش ہی میسر نہ ہو) اس سے کتنا
آسان اور مستحق حاصل ہو سکتا ہے۔ نہ حق مہر کی ضرورت۔ نہ رہائش و خوراک کی فہم لاری
ور نہ ہی دیگر ضروریات زندگی کی پابندی۔ اگر اس آسان طریقہ کی صلت کی گنجائش
ہوتی۔ تو پھر صبر و ضبط کی تاکید کیوں کی جاتی ہے بلکہ اس کی بجائے صاف اور سیدھے الفاظ

میں یہ کہا جاتا کہ اگر تمہیں آزاد عورتوں پر اٹھنے والے اخراجات کی طاقت نہیں۔ تو پھر کیا ہمارے چند ٹکوں اور کپڑے کے ایک ٹکڑے کے عوض تم متعہ کو کے اپنی خواہشات کی تکمیل کر سکتے ہو۔

روایت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی

شیعی تاویل

اہل تشیع جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے متعہ کے بارے میں یہ روایت اپنی کتب میں ذکر کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی۔ کہ آپ نے متعہ اور پالتو گدھے کا گوشت فتح خیبر کے وقت حرام کر دیئے تھے تو ساتھ ہی اس کی تاویل بھی کرتے ہیں۔ کہ متعہ حقیقت میں جائز اور حلال تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کرتے ہوئے اس کو حرام اور ناجائز کہا۔

پہلے یہاں لیتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ڈرتے ڈرتے تقیہ کا دامن تمام کماں کی حرمت بیان کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو کہ احکم المحاکمین ہے۔ اسے تو کسی کا ڈر نہیں۔ اور نہ ہی اسے تقیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ تو اس نادروقیوم نے متعہ کی حلت اور اس کے جواز پر کوئی حکم یا اعلان کیوں نازل نہ فرمایا۔ بلکہ مذکورہ آیات میں سے تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ کہ جس نے اپنی منکوحہ بیویوں اور زیر تصرف لونڈیوں کے علاوہ کسی تیسری قسم کی عورت کو اپنے لیے طلب کیا۔ اور اس سے مقصد براری چاہی۔ تو ایسے شخص کی یہ حرکت زنا اور حرام کاری ہوگی۔ اور وہ شخص اللہ کی حدود کو چھانڈنے والا ہوگا۔ حرام کام مرتکب ہوگا۔ اور اس کو اس جرم کی سزا جہم یا کوڑوں کی شکل میں دی جانی گی۔ اس مضمون کی تائید

کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

تفسیر منہج الصادقین

(فَمَنْ ابْتَغَىٰ) پس ہر کہ جو یہ برائے مباشرت (وَرَأَىٰ ذَٰلِكَ) غیر از زمان و کنیزان خود (فَأَوَّلَتْكَ) پس اگر وہ (هَسْرَ الْعَادُونَ) ایشاںد درگزندگان از حلال بحرام۔

(منہج الصادقین ص ۱۹۴-۱۹۵ جلد ششم
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

پھر جو شخص اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ کسی اور عورت کو مباشرت کے لیے تلاش کرے گا۔ پس وہی گروہ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والا ہے۔

مجمع البیان

(فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَأَىٰ ذَٰلِكَ) آتی طلب سیوی الآزواج
والاولاد المملوۃ کتیر (فَأَوَّلَتْكَ) لیسک ہم العادون
آتی الظالمون المستجبون رَوْنِ إِلَى مَا لَا
يَحِلُّ لَهُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد
ہفتم صفحہ ۹۹ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سو جس شخص نے اپنی بیویوں اور ملوکہ لونڈیوں کے سوا کسی عورت کو
(بہاشت کے لیے) طلب کیا۔ پس یہ لوگ ظالم ہیں۔ اور غیر حلال کی
طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔

شیخہ حضرات کی ان دونوں تفاسیر نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ کہ جو آدمی بھی
ان دو طرح کی عورتوں کے سوا کسی اور عورت سے بہاشت طلب کرے گا۔ اور بصورت
متہ کسی کو ان دو قسم کی حلال عورتوں کے علاوہ استعمال میں لانے کی جسارت کرے گا۔
وہ بدکار اور زانی قرار پائے گا اور اس کی سزا رجم یا کوڑوں کی صورت میں دی جائے گی

دلیل چہارم آیت ۷۱

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَخْلَقْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ
أَجُورَ مَنْ وَ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ
عَلَيْكَ - (پہلے ۳)

ترجمہ:

اے نبی! بے شک صلا کہیں ہم نے تمہارے لیے وہ بیبیاں
جن کے تم مہر دے چکے ہو۔ اور وہ لونڈیاں جو خدا نے تمہاری طرف
بطور مال غنیمت تم کو عطا فرمائیں اور جن کے تم مالک ہو۔

(ترجمہ مقبول احمد)

اس آیت کریمہ میں اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا۔ لیکن اس کا
حکم تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے صرف دو طرح کی
عورتیں حلال اور جائز فرمائیں۔ ایک وہ جن سے تمہارے حق مہر کے عوض نکاح ہو چکا

اور دوسری وہ لونڈیاں جو تمہاری ملک میں ہوں۔ بہذا اثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات میں صرف دو طرح کی عورتوں کو حلال ٹھہرایا۔ اور وہ تمام آیات محکمات غیر منسوخہ ہیں۔ اس لیے ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ”ممتعہ معروفہ“ کے ذریعہ مننے والی عورت ان دونوں اقسام میں داخل نہیں۔ اس لیے اس صورت میں یہ فعل زنا اور حرام ہی ہوگا اور متمتع عورت ان دونوں اقسام میں داخل نہ ہوگی۔

رَفَاعَتُہُمْ وَاِذَا اُولٰٓئِی الْاَبْصَارِ

دلائل از کتب شیعہ بر حرمت متعہ

دلیل از فروع کافی

عِدَّةٌ مِّنْ أَصْحَابِنَا عَنْ سُلَيْمِ بْنِ ذِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ
بْنِ الْحَسَنِ بْنِ شُمْدَةَ قَالَ كَتَبَ أَبَدُ الْحَسَنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى بَعْضِ مَوَالِيهِ لَا تَلْحَدُوا
عَلَى الْمُتَعَةِ إِنَّمَا عَلَيْكُمْ قَامَةُ السَّنَةِ
فَلَا تَشْتَفِلُوا بِهَا عَنْ قَرْنِكُمْ وَحَرِّائِرِكُمْ فَيَكْفُرُوا
وَيَسْبَرْنَ وَيَدَّ عَيْنَ عَلَى الْأَمْرِ بِذَلِكَ وَيَلْعَنُوا

از فروع کافی جلد پنجم مطبوعہ تہران طبع جدید

کتاب النکاح باب ۱۸

یجب ان یکف عنہما من کان

متغنیاً ص ۲۵۳

ترجمہ :

جناب ابوالحسن نے اپنے بعض خدام کو لکھ بھیجا متعہ پر اصرار مت کرو۔ تم
پر صرت سنت کی پابندی لازم ہے۔ اپنی منکوحہ اور آزاد عورتوں کو جو
نکاح میں ہوں۔ انہیں چھوڑ کر متعہ میں مصروف نہ ہو جاؤ۔ اگر تم نے

ایسا کیا۔ تودہ عورتیں (جو تمہارے نکاح میں ہیں) تمہاری ناشکری ہو جائیں گی۔
یا کفر کی طرف منسوب کریں گا اور تم سے یزاری کا اظہار کریں گی۔ اور اس
کی شکایت حاکم دقت کے پاس لے جائیں گے۔ اور وہ ہم سب پر لعنت بھیجتے
دیکھو وہ سمجھیں گے۔ کہ تمہیں حکم متعہ ہم نے دیا ہے۔ لہذا انہیں بھی تمہارے ساتھ
لعنت کرنے میں اکٹھا کریں گے۔

حاصل کلام:

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی کرم وجہہ نے اپنے ماتحتوں اور غلاموں کو
متعہ پر اصرار کرنے سے روکتے ہوئے یہاں تک فرمایا۔ کہ لوگ ہم پر لعنت کریں گے۔ اور
تکفیر تک سے نہیں چکیں گے۔ جو شخص اس فعل شنیع کی اس حد تک مذمت کرتا ہو۔
تو اس فعل کے متعلق اپنے آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فدائی اور جانی نثار کہلانے
والوں کو یہ کہتے ہوئے شرم آنی چاہیئے۔ کہ جو شخص ایک مرتبہ متعہ کرتا ہے۔ اس کو اہل
کادرجہ اور دودفعہ متعہ کرنے والے کو امام حسن کا درجہ اور عین دفعہ کا مرتکب حضرت علی
رضی اللہ عنہ کا درجہ اور چار دفعہ ارتکاب کرنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ پاتا
ہے۔ کیا یہ بجا اسات نہیں۔ اور کیا یہ من گھڑت لغویات نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو
ایک دفعہ متعہ کرنے کو بھی غلات منہ قرار دے کر اس سے منع کر رہے ہیں۔ کیونکہ
آپ ہی تودہ شخصیت ہیں۔ کہ جن سے سنی شیعہ بھی یہ روایت کرتے ہیں۔ کہ یوم خیبر کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھا اور متعہ حرام کر دیئے تھے۔ جب آپ اسے غلات
سنت بھی قرار دیں۔ اور اس کی حرمت کے روایت کرنے والے بھی ہوں۔ تو
پھر ان کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متعہ کو سنت
قرار دیتے ہیں۔ کیس قدر ظلم

اور بغض و عداوت کا بحر پر مظاہر ہے۔

دلیل دوم فروع کافی

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ اللَّيْثِيُّ
إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ مَا تَقُولُ
فِي مُنْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ أَحَدَهَا اللَّهُ فِي كِتَابِهِ
وَعَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ وَإِلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ فَهِيَ
حَلَالٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا أَبَا جَعْفَرٍ
مِثْلُكَ يَقُولُ هَذَا وَتَدْحَرُمَهَا عُمَرُ وَ
نَهَى عَنْهَا فَقَالَ وَإِنْ كَانَ فَعَلَ قَالَ إِنْ
أَعْيَيْدُكَ بِاللهِ مِنْ ذَلِكَ أَنْ تُحِلَّ شَيْئًا حَرَّمَ
عُمَرُ قَالَ فَقَالَ لَهُ فَأَنْتَ عَلَى قَوْلِ صَاحِبِكَ
وَأَنَا عَلَى قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
إِلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلُمَّ الْإِلَاحِيكَ أَنَّ الْقَوْلَ مَا
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
وَأَنَّ الْبَاطِلَ مَا كَانَ صَاحِبُكَ فَتَالَ
فَأَقْبَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ يَسِّرَكَ
أَنَّ نِسَاءَكَ وَبَنَاتِكَ وَأَخَوَاتِكَ وَبَنَاتِ
عَمِّكَ يَفْعَلْنَ فَمَا عَرَضَ عَنْهُ أَبُو جَعْفَرٍ
سَلَّيْهِ السَّلَامُ حِينَ ذَكَرَ نِسَاءَهُ

وَبَيِّنَاتٍ عَلَيْهِ -

- (۱) - البرہان فی تفسیر القرآن علامہ ابن حجرانی
طبع قم سورۃ النساء ص ۳۶۰ جلد پنجم
(۲) - فردغ کافی جلد پنجم مطبوعہ تہران طبع جدید
کتاب الکاح البواب المتعہ ص ۴۴۹

ترجمہ:

نذرانہ نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر بن الخطاب امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ہاں آیا۔
اور عورتوں کے متعہ کے بارے میں ان سے دریافت کیا۔ تو امام باقر نے
کہا۔ متعہ اللہ نے اپنی کتاب میں اور اپنے پیغمبر کی زبان سے حلال قرار دیا
ہے۔ تو وہ تا قیامت حلال رہے گا۔ سائل نے عرض کیا۔ اے ابو جعفر!
آپ یہ کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے اس کو
حرام کر دیا ہے۔ اور اس سے روک دیا ہے۔ امام باقر نے کہا۔ انہوں نے
ایسا کیا ہو۔ (ان کے حرام کرنے سے متعہ تھوڑا ہی حرام ہو گیا ہے۔)
عبد اللہ بن عمر نے کہا۔ میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ جس چیز کو
حضرت عمر رضی اللہ عنہ حرام قرار دیں۔ آپ اسے حلال سمجھ رہے ہیں۔ تو
امام باقر نے کہا۔ تمہیں اپنے صاحب (عمر) کا قول مبارک ہو۔ اور مجھے اللہ
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منظور ہے۔ اؤ میں اور تم اس بات
پر مباحہ کر دیں۔ کہ جو کچھ متعہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
میں نے پیش کیا۔ اور جو تم نے حضرت عمر کی روایت بیان کی۔ ان میں
سے میں سچا اور تم جھوٹے ہو۔ عبد اللہ بن عمر یہ سن کر کچھ آگے بڑھا۔ اور
کہنے لگا۔ کہ اگر آپ کی اپنی عورتیں، بیٹیاں۔ اور چچا زاد ہمیشہ گان متعہ کریں

تو کیا آپ خوش ہوں گے۔ یہ سن کر امام باقر نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اور
کچھ جواب نہ بن پڑا۔

کیا امام باقر رضی اللہ عنہ نے مباہلہ سے

واقعی فرار اختیار کیا؟

فروع کافی کی مندرجہ ذیل روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ دعوت مباہلہ میں
والے بھی خود امام باقر رضی اللہ عنہ میں۔ اور اس سے فرار بھی آپ نے ہی کیا۔ اگر واقعہ
(روایت) کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو اسی سے متہ کے ناجائز اور فعل بد ہونے
کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ جب امام باقر رضی اللہ عنہ کو سائل نے دو ٹوک الفاظ میں یہ کہا
کہ اگر آپ کی اپنی عورتیں، امیں، بیٹیاں وغیرہ متہ کریں۔ تو اسے پسند کریں گے۔ اور ایک حکم
شرعی پر عمل پیرا ہوتا دیکھ کر مستر محسوس کریں گے؟ اگر واقعی تا قیامت متہ معروفہ
جائز اور حلال ہوتا۔ تو امام موصوف کا اس پیش کش کے جواب میں خوشی و مسرت کا اظہار
فرمانا ایک دین دار کی علامت ہوتی۔ اور آپ قطعاً مباہلہ سے نہ کتراتے۔ لہذا آپ
کا اصرار نہ کرنا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ آپ اس فعل کو شرعیانہ اور مسلمانہ
فعل نہیں سمجھتے تھے۔

ربایہ مبارکہ اسی روایت کے ابتدائی الفاظ میں راوی نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ
سے متہ کی علت ابدی کا ذکر فرمایا۔ اور اس کی علت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔ اور اس کی کیا حقیقت ہے۔؟

تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ امام موصوف کی طرف یہ واقعہ ان لوگوں
نے خود گھڑ کر منسوب کر دیا ہے۔ ورنہ امام موصوف علت و حرمت کے

مناں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اور اس بارے میں کسی قسم کی شرم و علامت کی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کا ذاتی فرمان سماعت فرمائیے۔

فروع کافی

إِنَّ الْأُمَرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ فَرِيضَةٌ
عَظِيمَةٌ بِهَا تُقَامُ الْفَرَائِضُ - هَذَا كَقَضَبِ
اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمْ فَيَعْتَسِبُ بِعَقَابِهِ
فَيَمْلِكُكَ الْأَرْضُ فِي ذَا أَيْدِ النَّجَارِ وَالصِّغَارِ
فِي ذَا أَرِ الْكُتُبَارِ وَلَا تَخَافُوا فِي اللَّهِ
نَوْمَةً لَا يُسِيرُ -

دفعہ کافی جلد پنجم کتاب البہاد و بابا لامر
بالمعروف و نہی عن المنکر ص ۵۵ تا ۵۶)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک ایسا عظیم فرض ہے کہ اسی کی وجہ سے فرائض کا قیام ہوتا ہے۔ اگر اس فریضہ میں کوتاہی اور غفلت آن پڑے تو اللہ کا غضب ایسے لوگوں پر مکمل طور پر آتا ہے اور بڑوں کے گھروں میں نیک لوگ اور بڑوں کے گھروں میں چھوٹے سب ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس لیے آپ نے فرمایا۔ اللہ کے دین میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خاطر کسی کی ملامت کی پرواہ تک نہ کرو اور اس فریضہ کو انجام دیتے رہو۔

امام باقر رضی اللہ عنہ کے اس ذاتی ارشاد کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ اگر امام موصوت و انجلی متعہ کی علت ابدیہ کے قائل ہوتے۔ تو عبد اللہ بن عمر کے ساتھ دعوت مباہلہ میں مستورات کے متعلق باتوں سے شرم کھا کر کبھی اعراض نہ کرتے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ یہ واقعہ اول تا آخر سراسر من گھڑت ہے۔ اور حرام کاری کی لت اور بدکاری کی عادت کے باعث ان مجبور ہو کر ان ظالموں نے امام باقر رضی اللہ عنہ کو درمیان میں لاکھڑا کرنے میں ذرا بھی شرم و حیا نہ کی۔

ظہ بے حیا باشن و ہرچہ خواہی کن۔

دلیل سوم فروع کافی

عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ فِي الْمُتَعَةِ دَعْوُ مَا أَمَا يَسْتَحْيِي أَحَدُكُمْ أَنْ يَرَى فِي مَوْضِعِ الْمَدْرَةِ فَيَحْمِلُ ذَلِكَ عَلَى مَا لِحْيِ أَخُوهِ وَأَصْحَابِهِ۔

(فروع کافی جلد ۲، نجم مطبوعہ تہران طبع جدید)

کتاب النکاح اللہ یجب ان یکف

عنہا من کان مستعتیا ۴۵

ترجمہ :

مفضل کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ متعہ کے بارے میں فرما رہے تھے کہ اس کو چھوڑ دو۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے۔ کہ ایک شخص عورت کی شرنگاہ کو دیکھے

پھر اس کا تذکرہ اپنے بھائیوں اور اہل بیت کے۔

حضرات قارئین! یہ حدیث اس کتاب کی ہے۔ جو شیعہ لوگوں کے نزدیک صحیحین کتب حدیث میں سے ہے۔ اور اس کی روایت صحت میں کوئی قیل و قال نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ جس فعل (متعہ) کو بے حیائی کا نمونہ اور بے شرمی کی علامت قرار دیں۔ تو اس فعل بد کے ترکیب کو جنتی اور صاحب تقویٰ قرار دینا کس قدر بے غیرتی اور بے حیائی ہے کسی محبت اہل بیت کا ایسا عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ اور امام جعفر صادق کا کوئی غلام اسے جائز متصور نہیں کر سکتا۔ مجاہدان اہل بیت غلامانِ آلِ رسول اس کو زنا اور بدکاری کے زمرہ میں ہی شمار کرتے ہیں۔ اور شمار کریں گے۔

دریل چہارم۔ الاستبصار

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَسَاكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
قَالَ حَزَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَحُومَ الْحُمْرِ لَا هَلِيلَةَ وَنِكَاحَ الْمُتَعَةِ

(۱)۔ الاستبصار جلد سوم مطبوعہ تہران

طبع جدید ابواب المتعہ ص ۱۴۲

(۲)۔ تہذیب الاحکام جلد ۸ مطبوعہ تہران

طبع جدید باب تفصیل احکام

النکاح ص ۲۵۱

ترجمہ:

زید بن علی اپنے جدا مجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو

پالتر گدھوں کا گوشت کھانا اور نکاح متہ حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متہ کی حرمت کو واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ جس کی وجہ سے کوئی تاویل نہیں ہو سکتی لیکن اس مراحت و دافاحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شیعہ اس کی یہ تاویل کرے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا از روئے تفسیر ہے۔ تو ہم عرض کر دیں گے۔ کہ ایسا کہنے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انتہا درجہ کا بزدل سمجھتا ہے۔ اور آپ کے اس خطبہ کی قطعاً خبر نہیں رکھتا۔ جس میں آپ نے فرمایا۔

ہج البلاغہ

اگر میرے مقابلہ میں تمام عرب بھی آجائے۔ تو میں اُن کو پشت نہیں دکھاؤں گا۔ بلکہ میں ان کی گردن اتارنے میں حتی الامکان جلدی کروں گا۔ تاکہ میں زمین کو برے لوگوں سے پاک کر دوں۔

دفعہ البلاغہ خطبہ ۲۵

طبع جدید چھوٹا ساؤم (۲۱۸)

جب شیعہ لوگ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ کہ جس طرح شریعت کے قوانین کا بانی اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ اسی طرح ائمہ اہلبیت بھی بانیان شریعت ہیں تو ان کے اس عقیدہ کے بعد میں ان سے پوچھتا ہوں۔ اگر شریعت کا بانی ہی احکام شرعیہ کو بیان کرنے میں تفسیر کا سہارا لینا شروع کر دے۔ تو پھر کس در سے احکام شرعیہ صحیح طور پر معلوم ہو سکیں گے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تفسیر کا الزام ہی نہیں بلکہ

اتہام ہے۔ اور مولائے کائنات کی شان میں ان نام نہاد مہمان اہل بیت کی ناقابل معافی گستاخی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تادمِ آخر اپنا، اپنے رسول اور ان کی آلِ پاک کا خادم و غلام رکھے۔ اور ان کے افعال و اقوال پر عمل پیرا رکھ کر اخروی سرخروئی سے سرفراز فرمائے۔
آمین ثم آمین۔



مسلم شیعہ کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات پرستیدہ نہیں رہ سکتی۔ کہ وہ فعل جس کا بے حیائی اور بے غیرتی سے خواہ تھوڑا بہت ہی تعلق کیوں نہ ہو۔ اس کے حلال و جائز کرنے میں اور پھر اس پر عمل پیرا ہونے میں انہیں بہت زیادہ دلچسپی رہتی ہے۔ اسی دلچسپی کا نمونہ آپ گوشہ اوراق میں متعدد متعلق پڑھ چکے ہیں۔ وہ فعل جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت نے حرام و ناجائز قرار دیا۔ اسے جائز و حلال کرنے کے لیے انہوں نے کس قدر ہاتھ پاؤں مارے۔ اور کیسی کیسی غلط و رکیک تاویلات کا سہارا لے کر اپنی بات کو منوانے کی کوشش کی۔ ان کی یہ روش صرف متعہ تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ ہر بے حیاء اور حرام فعل سے انہیں دلی لگاؤ ہے اپنی لذت برآری اور اغراض ہسی کی خاطر ائمہ اہل بیت کو ملحوظ نہ رکھا۔ ہم اس سلسلہ میں انہی کی کتب سے اسی موضوع پر بطور نمونہ چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔

عورت کی شرمگاہ اُدھار دینی جائز ہے

فروع کافی

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ الْبُقَيْرِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ أَبَا
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَنَحْنُ عِنْدَهُ
عَنْ عَمْرِو بْنِ الْقَرَجِ فَقَالَ حَرَامٌ ثُمَّ مَكَثَ
قَلِيلًا ثُمَّ قَالَ لَعَنَ لَا بَأْسَ بَأَنَّ يَحِلَّ الرَّجُلُ
الْجَارِيَةَ لِأَخِيهِ -

(۱- فروع کافی جلد پنجم ص ۱۸۸ کتاب النکاح

باب الرجل يحل جاريته لآخيه

مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲- استبصار جلد سوم ص ۱۴۱ باب

حکم ولد الجارية المحللة

طبع جدید - تہران)

ترجمہ:

ابو عباس بقباقر روایت کرتا ہے۔ کہ کسی نے امام جعفر صادق رضی اللہ

سے عورت کی شرمگاہ کو اُدھار پر لینے دینے کے بارے میں پوچھا

توفر یا۔ حرام ہے۔ پھر کچھ دیر توقف کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے اپنی لونڈی کو حلال کر دے۔ تو کوئی حرج نہیں۔

اس موقع پر اگر ایک بات ذکر کروں۔ تو شاید نامناسب نہ ہوگی۔ شیعہ حضرات حرمت متین کے بارے میں اہل سنت پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال و جائز کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے منع کرنے والے کون ہیں؟ انہیں کس نے یہ حق دیا؟ میں بھی یہی سوال اب شیعہ حضرات سے کرتا ہوں۔ کہ تمہاری کتابوں میں مذکورہ بالا حدیث میں جو اپنے بھائی کی تکلیف کی خاطر لونڈی کی شرکاء کو ادھار دینا لکھا ہے۔ اور حلال کہا ہے۔ اس کے حلال کرنے کی کس نے اجازت دی ہے؟ جبکہ قرآن پاک میں صرف دو قسم کی عورتوں کو حلال قرار دیا گیا۔ جس کا تفصیلی ذکر پچھلے اوراق میں ہو چکا ہے۔ تو کسی عورت کی شرکاء ادھار کے طور پر کسی کو دینا اور اسے حلال سمجھنا کیا دین میں دخل اندازی نہیں؟ لیکن شیعہ حضرات کو اس کی کیا پرواہ۔ انہوں نے تو اپنی شہرت کو پورا کرنے اور بے حیائی کو فروغ دینے کی ٹھان رکھی ہے۔ یہ جیسے بھی ہو سکے۔ اس کی پرواہ نہیں۔

(لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

عورت سے لواطت بھی جائز ہے

الاستبصار

قَالَ قُلْتُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَأْتِيَ إِصْرًا أَتَى فِي دُبُرِهَا
فَالَ نَعَمْ ذَاكَ قَالَ قُلْتُ وَأَنْتَ تَفْعَلُ ذَاكَ
قَالَ لَا إِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَاكَ

(الاستبصار مصنفہ ابی جعفر طوسی شیعہ جوڑ)

ص ۲۲۳ فی اتیان النساء فیما دون

المخرج مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

صفوان کہتا ہے۔ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اگر کوئی
شخص اپنی عورت کے ساتھ اس کی دُبر میں طی کرتا ہے۔ (تو اس
کا کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ ہاں! ایسا درست ہے۔ سائل نے پوچھا۔
یا حضرت! آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟ فرمایا ہم ایسا نہیں کرتے۔

فروع کافی وغیرہ

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ صَفْوَانَ بْنَ
يَحْيَى يَقُولُ لِلرَّصَاعِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَجُلًا
مِنْ مَوَالِيكَ أَمَرَ فِي أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ مَسْئَلَةٍ

هَآ بِكَ وَاسْتَحْيِي مِنْكَ أَن يَسْتَكْثِرَ قَالَ وَمَا هِيَ ؟
 قُلْتُ الرَّجُلُ يَا قِيَامُ أَمْسَرَ قَدَّ فِي دُبُرِهَا قَالَ ذَٰلِكَ
 لَهُ قَالَ قُلْتُ فَأَنْتَ تَفْعَلُ؟ قَالَ إِنْكَ لَا تَفْعَلُ
 ذَٰلِكَ -

(۱۔ فرقہ کافی جلد پنجم ص ۴۰۵ کتاب النکاح
 باب محاش النساء مطبوعہ تہران
 طبع جدید)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۴۱۵
 فی السنۃ فی عقود النکاح و
 زفات النساء و اداب الخلوة
 و الجماع مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

نتیجہ:

علی بن حکم کہتا ہے۔ میں نے صفوان بن یحییٰ سے سنا۔ انہوں
 نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ آپ کے غلاموں میں سے ایک
 نے مجھ سے کہا ہے۔ کہ امام موصوف سے ایک مسئلہ پوچھنے میں
 مجھے کچھ جھجک سی آتی ہے۔ لہذا تم دریافت کر کے مجھے بتانا۔ امام
 موصوف نے پوچھا۔ وہ مسئلہ کیا ہے۔ کہا کہ ایک شخص اگر اپنی
 عورت کی دُبر میں دلی کرتا ہے۔ (تو اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ یہ اس
 کا حق ہے۔ (بائز ہے) میں نے پوچھا۔ آپ بھی ایسا شغل کرتے
 ہیں؟ کہنے لگے۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔

تہذیب الاحکام

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْقُودَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ التَّرَجُّلِ
يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ إِذَا رَضِيتِ
رَتَّبْتِيبِ الاحکام جلد ۲ ص ۴۱۴

فی السنۃ فی عقود النکاح الخ

مطبعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

عبداللہ بن ابی یعقوب کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کو ایسے شخص کے متعلق پوچھا۔ جو اپنی عورت کی دُبر میں دھلی کرتا ہے۔
فرمایا۔ جب عورت راضی ہو۔ تو کوئی گناہ نہیں۔

روایات مذکورہ میں آپ نے غور کیا۔ کہ کس قدر بے حیائی اور بے شرمی
کا مظاہرہ ہوا ہے۔ اور پھر ڈھٹائی یہ کہ اس بے غیرتی کو ایک ایسے عظیم انسان کی
طرف منسوب کیا گیا۔ جن کی عمر ہی تقویٰ اور شرم و حیا کی اُمینہ دار تھی۔ پھر اس
پر بھی ظالموں نے بس ٹکی۔ بلکہ امام رضا رضی اللہ عنہ سے ان کی اپنی زوجہ کے بارے
میں بھی سوال کر میٹھے۔ یا حضرت! کبھی آپ نے بھی شیغل فرمایا ہے؟ (معاذ اللہ)۔
تو آپ نے جواباً فرمایا۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔

فروع کافی

عَنْ عَمَّارِ بْنِ مَرْوَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَ قُلْتُ لَهُ رَجُلٌ جَاءَ إِلَى إِفْرَاكِةٍ فَسَأَلَ كَمَا أَنَّ
تَزَوَّجَهُ نَفْسَهَا فَقَالَتْ أَرَأَيْتَ لَوْ جَعَلَ نَفْسِي عَلَى أَنَّ
تَكْتُمُنِي مَعِيَ مَا شِئْتُ مِنْ تَطْهِيرِ أَوْ التَّمَايُوسِ وَتَمَالِ مَعِيَ
مَا يَمَانُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ إِلَّا إِنَّكَ لَا تَدْخُلُ
فَرَجْلَكَ فِي فَرْجِي وَتَسْلُكُ ذِي مَا شِئْتُ فَلَا فَيُ
أَخَافُ الْفَضِيحَةَ قَالَ لَيْسَ لَكَ إِلَّا مَا اشْتَرَطَ.

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۶ کتاب النکاح)

باب النواذر مطبوعہ تہران طبع جدید)

نتیجہ:

عمار بن مردان سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
ایسے شخص کے بارے میں پوچھا کہ وہ ایک عورت کے پاس گیا۔

اور اس سے شادی کی درخواست کی۔ عورت کہنے لگی۔ میں اس شرط

پر تجھ سے شادی کروں گی کہ نظر اور ہاتھ کے ذریعہ سے تو مجھ سے جو چاہے

کرے۔ اور اس طرح بھی تو مجھ سے وہی کچھ پائے گا۔ جو کسی مرد کو اپنی

عورت سے ہم بستری کرنے سے ملتا ہے۔ لیکن تو اپنی شرمگاہ میری

شرمگاہ میں داخل نہیں کرے گا۔ اور اپنی خواہش کے مطابق لطف اندوز

ہوگا۔ کیونکہ (صحیح و طے کرنے کی صورت میں) مجھے رسوائی کا خطرہ ہے۔

امام جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعات و شرائط سن کر فرمایا۔ اس مرد کو باندھی

گئی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

حاصل کلام:

روایت مذکورہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

نے بقول شیعہ دہلی فی الدہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ کیونکہ جب عورت مذکورہ نے یہ شرط لگائی کہ شرکاء سے شرکاء نہیں ملے گی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ کر لطف میں کمی نہ آئے گی۔ تو معلوم ہوا کہ شرکاء سے شرکاء نہ ملنے سے جو اسے رسوائی کا خطرہ تھا۔ وہ اولاد کا ہو جانا تھا۔ کہ کہیں معج دہلی کرنے سے استقرار حاصل ہو گیا۔ اور بعد میں اولاد ہو گئی۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ جب فرج کا فرج سے چھوٹا منوع ٹھہرے تو پورا مزہ لیتے کے لیے عورت کی دُور ہی باقی رہ جاتی ہے۔ جیسا کہ قوم لوط کے روتہ سے ثابت ہے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ یہ مکروہ اور غیر مہذب فعل شیعوں حضرات کی اپنی پسند ہے۔ لیکن اسے مستند ثابت کرنے کے لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پیش کیا۔ کیونکہ اس طریقہ کے بغیر دنیا انہیں جرتے مارتی۔ اب امام موصوف کی گردن پر بوجھ ڈالا۔ حالانکہ ان کے خواب و خیال میں بھی ایسی حرام کاری نہ آئی ہو گی۔ وہ تو دنیا سے پاکیزہ زندگی بسر کر کے اللہ کے ہاں سرخرو ہو گئے۔ اب یہ منحوس اور ہوس پرست ان کے نام سے اپنا کام نکال رہے ہیں حضرات اہل بیت اور ائمہ کرام اس قسم کے واہی تباہی افعال سے پاک و صاف تھے۔ کہاں امام صاحب اور کہاں یہ نجیبت فعل؟ شیعوں نے کیسی کیسی خباثتوں کو طیب و طاهر ائمہ کرام سے منسوب کر کے اپنے لیے دوزخ میں بگنگ کرائی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ حضرات کو اس قسم کے حرام اور بے جہا افعال سے گہری دلچسپی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو قرآن حکیم کے اس ارشاد سے ضرور سبق لیکھتے اللہ رب العزت صاف صاف فرماتا ہے۔

نساء كَمْ حَرَّتْ لَكُمَّ فَا تَوَحَّدُ بَيْنَكُمْ اِنِّي شَيْئُكُمْ - تم اپنی کہیتی کو جس طرف سے چاہو۔ اؤ۔ یعنی مباشرت کی کیفیت پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن مقام مباشرت مخصوص ہے یعنی جہاں سے

اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرماتا ہے۔ اور وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ۔ اللہ نے جو تمہارے مقدر میں لکھ دیا۔ اُسے تلاش کرو۔ یعنی اولاد کی خاطر اپنی عورت سے ہم بستری کرو اگر مقصد اولاد ہو۔ تو یہ وحی فی الدبر سے کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے ؟

لیکن بشیہ حضرات کو قرآن سے کیا تعلق ؟ بس ان کی ہوس نفس اور شہوت فرج کسی کسی طرح پوری ہونی چاہیئے۔ اور اگر یہ میسر آجائے۔ تو زہت قیامت۔ بلکہ معاملہ اس حد تک بڑھاتے ہیں کہ اس حیوانی طریقہ وحی کے بعد بعض صورتوں میں غسل کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ مسئلہ نئے۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا آتَى الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فِي ذُبْرِهَا فَلَمْ يَرْيُزْ فَلَا غُسْلَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَنْزَلَ فَعَلَيْهِ الْغُسْلُ وَلَا غُسْلَ عَلَيْهَا۔

از فروع کافی جلد سوم ص ۷۷ کتاب الطہارۃ

باب ما یوجب الغسل علی الرجل

والمراۃ مطبوعہ مکتبہ انوار طبع جدید

ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ پچھلی طرف (یعنی اس کی ذہر میں) وحی کر لے اور اسے انزال نہ ہو۔ تو اس صورت میں دونوں پر کوئی غسل نہیں۔ اور اگر انزال ہو جائے۔ تو مرد پر غسل ہے۔ عورت کو غسل کی ضرورت نہیں۔

اب آپ حضرات اندازہ لگائیں۔ کہ اہل تشیع کو افعال مذمومہ اور بے حیاء کاموں سے کتنی دلچسپی ہے۔ اور حوالہ بھی ان کی لہی لہو پیش کیا گیا۔ جو ان کے ہاں اصح الکتاب ہے۔ اور پھر ظلم کی حد کر دی گئی ہے۔ کہ اس شہوت پرستی اور حرام کاری کو سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور یہ اسی طرح من گھڑت روایت کا سہارا ہے کہ اپنا اتو سیدھا کرتے ہیں۔ امام موصوف کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ایک جیلر ہے۔ اگر اس پر کار بند ہو گے۔ تو مزے کا مزہ اور غسل سے نجات وہ اس طرح کہ عورت کے ساتھ اس کے پچھلے مقام میں دٹی کر دے۔ اور جب منی خارج (انزال) ہونے لگے۔ تو مادہ منویہ کو اس کی ذریعہ سے باہر خارج کر دے۔ اس سخت بھرے طریقہ سے مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ اور غسل کی ضرورت بھی نہ پڑے گی۔ نہ مرد کو اور نہ عورت کو قطعاً غسل کی کوئی ضرورت ہے۔ اس طریقہ سے زندگی مزے سے گویں گی۔ اور فاضل موسم سرمایہ ٹھنڈے پانی سے نہانے کا عذاب بھی ٹل جائے گا۔ سبحان اللہ! مذہب شیعہ کس قدر مہذب اور پاکیزہ مسائل اور کیسے کیسے سمجھے ہوئے افعال پیش کرتا ہے۔

ہینگ لگے نہ پھٹکڑی رنگ بھی چوکھا چڑھے

بوقت ضرورت ”زنا“ بھی نکاح صحیح ہوتا ہے

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى عُمَرَ فَقَالَتْ
إِنِّي زَيْتٌ فَطَلَيْتُ فِي قَامَرٍ بِلَا أَنْ تُرَجِمَ فَأَخْبَرْتُكَ بِكَ أَبِیْ الرَّؤُفِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ كَيْفَ زَيْتٍ فَقَالَتْ مَرَدْتُ بِأَبٍ دَيْتٍ قَامَرٍ

عَطَشٌ شَدِيدٌ فَأَسْتَنْقَيْتُ إِعْرَابِيًّا فَأَجَبَنِي إِلَّا
أَنْ أَمْكَنْدُ مِنْ نَفْسِي فَلَمَّا أَجْهَدَ فِي الْعَطَشِ وَخَفْتُ عَلَى
نَفْسِي سَقَانِي فَأَمْكَنْدُ مِنْ نَفْسِي فَقَالَ أَمِيرًا لَمْؤِمْنِيكَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ تَزَوَّيْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۷ کتاب النکاح ،
باب النواذر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کر لیا ہے
لہذا مجھے (اس گناہ کی سزا دے کر) پاک فرمائیے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے اسے رجم کا حکم سنایا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو ملی۔ تو آپ نے اس عورت سے پوچھا۔ تو نے زنا کیوں کر کیا؟ کہنے
لگی۔ ایک گاؤں میں سے میرا گزر ہوا۔ اور پیاس کی شدت کی بنا پر ایک
اعرابی سے پانی مانگا۔ لیکن اس نے کہا کہ میں تمہیں پانی تب دوں گا۔
جب تم مجھے اپنے نفس پر اختیار دو۔ لیکن جب پیاس کی شدت سے
میں نے مر جانے کے آثار دیکھے۔ تو میں نے وہ شرط قبول کر لی۔
اور اس نے مجھے پانی دیا۔ پھر اس نے شرط مجھ سے پوری کی۔ دینی
و ملی کی ایک سن کر حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رب کعبہ
کی قسم! یہ نکاح ہے۔ زنا نہیں۔

بے حیائی کی حد ہو گئی

ناظرین کرام اس واقعہ پر غور فرمائیں۔ متہ کی بے حیائی تو واضح تھی ہی۔ یہ واقعہ اس بے حیائی کو بھی میلوں پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ کیونکہ متہ میں تو عقد کرتے وقت "استمتع" یا "واقتض" اور ان سے ملتے جلتے مفہوم والے الفاظ کہنے پڑتے ہیں اور ایسا بوجہ قبول کی شرط کسی طور تھی۔ لیکن اب اس کی بھی ضرورت باقی نہ رہی۔ اور جب چاہو کسی شریف عورت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا لو۔ کوئی گناہ نہیں مسئلہ مذکورہ میں اگرچہ عورت مجبور تھی۔ لیکن اس سے بدکاری کا مرتکب اعرابی تو بے بس نہ تھا۔ اس نے پیاسی عورت کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے بدکاری کی۔ اور پھر ان پر خدا کا غضب یہ کہ جنہوں نے ایسا کرنا دو نکاح صحیح، قرار دے دیا۔ اور اس کی توثیق و تصدیق کے لیے ان ناہنجاروں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام استعمال کیا۔ اور وہ بھی موکد باقسم ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہوئے منسوب کیے و درپت کعبہ کی قسم! یہ زنا نہیں بلکہ نکاح ہے،

اس سے ثابت ہوا۔ کہ جس طرح کسی عورت کی بے بسی اور مجبوری میں اس سے زنا کرنا دو نکاح، ہوا۔ اسی طرح بالجبر کسی عورت سے ہوس نفس پورا کرنی بھی دو نکاح، ہی ہوگی۔ کیونکہ جبر و اکراہ میں بھی بے بسی اور مجبوری ہو جاتی ہے۔ مجبوری کے عالم میں کی گئی بدکاری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق نکاح، ٹھہری۔ تو اب اگر کوئی شخص شیعہ عورت سے بجر و اکراہ اور اس کی بے بسی کے عالم میں زنا کرے۔ اور پھر یہی حوالہ پیش کر کے نکاح ثابت کر دے۔ تو ایسے شخص کے اس فعل پر شیعہ حضرات کو ناراض ہونے اور اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں

ہونی چاہیے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

شیعہ مذہب میں "مشت زنی" بھی

جائز ہے

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ
الَّذِي قَالَ نَكَحْ نَفْسَهُ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۰ کتاب النکاح)

باب الفصحة ونكاح البهيمة

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ابن امین کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
 "مشت زنی" کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کوئی گناہ
 نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے والا اپنے ہاتھ سے اپنی منی نکال کر لطف اندوز
 ہو رہا ہے۔ (گویا) اس نے اپنے نفس سے نکاح کر کے ایسا
 کیا ہے۔

ایک طرف یہ قول اور دوسری طرف اس موضوع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
 سُنُّوْہُ - فَرَمَا - نَا كَحِجِّ الْيَدِ مَلْعُوْنَ -

یعنی ”مشت زنی“ لعنتی ہے۔ ایک لعنتی کو اگر شدید حضرات لعنتی نہیں مانتے
 تو کیا فرق پڑتا ہے۔ انہیں تو اپنا مقصد محبوب ہے۔ اور جہاں ممکن پر ہی کلمات وہ تو ان
 کے ہاتھ میں ہی ہے۔ آخر کہاں جائے گا۔

ناظرین کرام توجہ فرمائیں کہ ایک فعل کے مرکب کو اللہ تعالیٰ کے محبوب جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون کہیں۔ اور اسی فعل کے مرکب کو شدید حضرات اپنے
 فتویٰ کے ساتھ نرم گوشہ سے دیکھیں۔ اور بڑا جرم تو کجا اسے معمولی جرم بھی نہ گردنہیں
 تو اندریں حالات و دحتی، کس جانب ہو گا۔ اور بے حیائی اور شہوت پرستی کس کے
 پتہ میں پڑے گی؟ اور پھر اس پر ظلم یہ کہ اس غیث بات کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی
 طرف منسوب کرنا کس قدر ڈھٹائی اور بے ایمانی کا مظاہرہ ہے۔ (غور کا مقام ہے۔)

پھوپھی کی رضامندی سے بھتیجی اور خالہ کی

رضامندی سے بھانجی سے نکاح درست ہے

فروع کافی:

عَنْ اَبِي عُبَيْدَةَ الْاَحْدَاوَقِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْءُ عَلَى عَمَّتِهَا وَلَا
 خَالَاتِهَا اِلَّا بِاِذْنِ الْعَمَّةِ وَالْخَالَاتِ

(فروع کافی جلد پنجم ص ۲۵ کتاب النکاح باب المرأة تزوج علی عمہا او خالہا مسلمہ منہا ان بلین بڑا)

ترجمہ:

ابرمیدہ مذاق کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ کوئی شخص کسی عورت کی چھو بھی اور خالہ سے ان کی مرضی کے بغیر ان کی بھتیجی اور بھانجی سے شادی نہ کرے۔ دینی اگر ایک مرد کے نکاح میں کسی عورت کی چھو بھی یا خالہ ہے۔ اور وہ اس کے نکاح میں ہوتے اُسی عورت کی بھتیجی یا بھانجی سے بھی شادی کرنا چاہے۔ تو یہ شادی ایک شرط کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ چھو بھی یا خالہ بھی اس کی اجازت دے دے۔

اس حدیث کے الفاظ کو دیکھئے۔ راحت کے ساتھ چھو بھی بھتیجی اور خالہ بھانجی دونوں بیک وقت کسی کے نکاح میں آ سکتی ہیں۔ اور اس میں کوئی عیب نہیں جبکہ چھو بھی اور خالہ اس نکاح میں راضی ہوں۔ حالانکہ تمام مکاتب فقہ میں یہ قانون مسلم ہے کہ ہر مرد دو عورتیں جن میں سے کسی ایک کو مرد فرض کیا جائے۔ تو دونوں کا باہمی عقد شرعاً درست ہو تو ایسی دو عورتوں کو کوئی مرد اپنے نکاح میں بیک وقت جمع کر سکتا ہے۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک کو مرد تسلیم کرنے پر ان کا باہمی نکاح منع نہ ہونا از روئے شرع ناجائز ہو۔ تو ایسی دو عورتیں بیک وقت کسی کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس متفقہ قانون کی مذکور شدہ تطبیق کریں۔ تو یہ نکاح ناجائز ٹھہرتا ہے لہذا اہل تشیع کے ذکر شدہ مسئلہ کے مطابق دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں۔

- ۱۔ اموں کا بھانجی کے ساتھ اور چچا کا بھتیجی کے ساتھ نکاح درست ہے۔
- ۲۔ بھانجے کا خالہ کے ساتھ اور بھتیجے کا چھو بھی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

اب قرآن پاک کی اس بارے میں وضاحت اور نص صریح ملاحظہ فرمائیں۔
حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ

وَعَمَّا تَكُمَّرُ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِۖ

(پہلے آخری رکوع)

ترجمہ:

تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری چھو بھیاں اور تمہاری خالائیں حرام کر دی گئی ہیں۔ اور بھتیجیاں اور بھانجیاں بھی حرام کر دی گئی ہیں۔ (یعنی مذکورہ عورتوں سے شادی حرام ہے۔ یہ تھا قرآن کا فیصلہ۔ لیکن جہاں مقصد شہوت رانی اور بے حیائی کا فروغ ہو۔ وہاں قرآن کریم کی نص قطعی کی پرواہ کی کیا ضرورت ہے؟ صرف اتنا ہی کافی ہے کہ چھو بھی اور خالہ راضی ہوں۔ بس پھر بھتیجی اور بھانجی سے مطلب برآری کیوں ناجائز ٹھہرتی ہے؟ جب جانبدار راضی تو امیر اور اس کے رسول کی رضامندی کی کیا ضرورت ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شہیدہ حضرت کے نزدیک حرام کاری اور خواہش نفس کی تکمیل قرآنی احکامات سے کہیں بلند و بالا ہے۔ اور قابل ترجیح ہے۔ اس کی جھلک آپ گزشتہ اوراق میں بہت سے حوالہ جات سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

اس سے پیدائنے والی اولاد حلالی ہے۔

فروع کافی

الَّذِي يَتَزَوَّجُ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ الَّتِي ذَكَرَ
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ تَحْرِيمُهَا
 فِي الْقُرْآنِ مِنَ الْأَقْهَاتِ وَالْبَنَاتِ إِلَى آخِرِ
 الْآيَةِ كُلِّ ذَلِكَ حَلَالٌ فِي جِهَةِ التَّزْوِيجِ
 حَرَامٌ مِّنْ جِهَةِ مَا نَهَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَالَّذِي
 يَتَزَوَّجُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ قَهْرًا لَا يَكُلُّهُمْ تَزْوِيجُهُمْ
 مِنْ جِهَةِ التَّزْوِيجِ حَلَالٌ حَرَامٌ فَإِذَا
 مِّنَ الْوَجْهِ الْآخِرِ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ
 يَتَزَوَّجَ إِلَّا مِنَ الْوَجْهِ الَّذِي أَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
 فَلِذَلِكَ صَارَ سَفَاحًا مَزْدُودًا ذَلِكَ
 كُلُّهُ غَيْرُ جَائِزٍ الْمَقَامِ عَلَيْهِ وَلَا قَابِلٌ لَهُمُ التَّزْوِيجُ
 بَلْ يُفَرِّقُ الْأَمَامُ بَيْنَهُمْ وَلَا يَكُونُ

فَكَأَحْمَرُ زَيْنًا وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِّنْ هَذَا النُّوجِ
 أَوْلَادُ الزِّنَاءِ وَمَنْ قَذَفَ الْمَوْلُودَ مِنْ هَلْوَ لَا آءِ
 الَّذِينَ وَلِدُوا مِنْ هَذَا النُّوجِ جِلْدَ الْحَدِّ لَا سَبَّةَ
 مَوْلُودٍ يَتَرَوْنَهَا بِرُشْدَةٍ وَإِنْ كَانَ مُنْسِيًا
 لَهُ بِجَهَنَّمَ مِّنَ الْجَهَنَّمَاتِ الْمُحَرَّمَاتِ وَالْوَلَدُ مَنسُوبٌ
 إِلَى الْآبِ مَوْلُودٌ يَتَرَوْنَهَا بِرُشْدَةٍ وَعَلَى نِكَاحِ
 مِلَّةٍ مِّنَ الْمِلَلِ خَارِجٌ مِّنَ الْحَدِّ الزِّنَاءِ وَلَكِنَّهُ
 مُعَاقَبٌ عَقُوبَةُ الْفُرْقَةِ.

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۷۱ تا ۵۷۲)

کتاب النکاح باب تفسیر ما یحل

من النکاح وما یحرم الخ

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ :

جو شخص ان محرمات سے نکاح کرتا ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے
 قرآن پاک میں نکاح کرنا حرام فرمادیا۔ مثلاً ماٹیں، بیٹیاں وغیرہ سب
 عورتیں باعتبار نکاح کر لینے کے حلال ہیں۔ اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ
 نے ان سے نکاح حرام فرمایا۔ حرام ہیں۔ اور جو شخص ان سے شادی کرتا
 ہے۔ تو یہ سب باعتبار نکاح میں لانے کے حلال ہیں۔ ان میں حرمت
 اور فساد دوسری وجہ سے ہے۔ وہ اس لیے کہ ان سے شادی کرنے
 والے کو چاہیے یہ تھا۔ کہ وہ اس طرح (ان عورتوں سے) شادی
 کرتا۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی اس مخالفت

کی وجہ سے ایسا کرنے والا سفاح اور مردود ہے۔ لہذا اس کا یہ نکاح تا دیر
باقی نہیں رکھا جائے گا۔ اور نہ اسے اس نکاح پر ثابت رہنے دیا جائے
گا۔ بلکہ امام وقت ان کے درمیان فوراً جدائی کا حکم دے گا۔ لیکن ان کا
یہ نکاح زنا نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی اس نکاح سے پیدا شدہ اولاد حرامی
ہو گی۔ اور جس نے اس طرح پیدا ہونے والے کسی بچہ کی والدہ پر بدکاری
(زنا) کی قہمت لگائی اس پر کوڑوں کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ یہ
بچے ایک صحیح اور قابل تسلیم نکاح کے بعد پیدا ہوئے۔ اگرچہ حرام
ہونے کی وجہ سے ان میں کچھ فساد آگیا ہے۔ یہ بچہ اپنے باپ کی
طرف منسوب ہو گا۔ جو صحیح نکاح سے پیدا ہوا۔ ائمہ مذاہب میں سے
ہر مذہب کے مطابق یہ نکاح درست قرار پائے گا۔ اور زنا د کی
تعریف سے خارج ہو گا۔ لیکن اس طرح دونوں میاں بیوی بننے والوں
کو جدائی کی سزا دی جائے گی۔

دُنیا میں کوئی عورت حرام نہیں ہے

اس روایت میں تو اہل تشیع نے عیاشی، بدکاری اور خواہشات نفسانیہ
کی تکمیل کی حد کر دی۔ اس روایت کے پڑھنے سے پہلے ہی خیال آتا تھا۔ کہ
ان لوگوں نے متعہ معروفہ کی صورت میں اپنی شہوت کی آگ بجھانے کی کوشش کی
ہے۔ اور اس بارے میں یہ خیال بھی آتا تھا کہ عین ممکن ہے۔ کہ ایک عورت سے
کسی نے متعہ کیا۔ اور شوخی قسمت کہ اس کا حمل ٹھہر گیا۔ اور اتفاق سے اس نے
لڑکی جنمی۔ پندرہ بیس سال کے بعد چلتے چلتے پھر اسی لڑکی کے والد گرامی کو ثواب

وُٹنے کی ٹھانی ہو۔ اور وہ بنتی ہونے کی کوشش میں اس لڑکی سے متعہ کرے۔ تو ایسے احتمالات کی موجودگی کا سوچ کر انسانی روئنگے کھڑے ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ تو صورتِ متعہ میں احتمال تھا۔ روایت مذکورہ کو پڑھ کر تو پاؤں سے زمین سرکنے لگی۔ وہاں اپنی لڑکی کے ہاتھ و طی کا احتمال تھا۔ اور یہاں تو ماں، بیٹی اور بہن وغیرہ محرمات کے نکاح کو درست قرار دے دیا۔ جب اپنی ان رشتہ کی حقیقی عورتوں سے نکاح کے جواز کا فتویٰ دیا جا رہا ہے۔ تو متعہ سے پیدا ہونے والی لڑکی بہر حال سگی لڑکی سے رشتہ کے اعتبار سے کہیں کم ہے۔ اس سے وطی بطلانِ اولیٰ جائز ہوگی۔ پھر نہ بچہ پڑے یہ کہ اس طرح ماں، بیٹی اور بہن کے ساتھ وطی کے بعد اگر استمراء حاصل ہو گیا۔ اور بعد میں بچہ بچتی آدمی کا۔ تو اسے حرامی نہیں کہا جائے گا۔ اور جو اس نومولود کو حرامی کہے گا اس پر حد جاری ہوگی۔ اُسے کوڑے مارے جائیں گے۔ جس کا کھلم کھلا یہ مطلب ہوا کہ شیعہ حضرات کے نزدیک دنیا میں کوئی عورت حرام نہیں۔ ماں، بہن، بیٹی وغیرہ محرمات تک کو بھی نکاح میں دیا جاسکتا ہے۔ ایک چھوڑدو چار چار محرمات بیک وقت ہر س کی تسکین کا ذریعہ بنائی جاسکتی ہیں۔ ہزاروں عورتوں سے، بیک وقت عقدِ متعہ کر کے جشنِ بہاراں منایا جاسکتا ہے۔ اور اگر فرجِ فارغ نہ ہو تو دُبر سے قومِ لوط کی سنتِ زندہ کوئی جائز ہے۔ کچھ نہ ملے۔ تو اپنے ہاتھ سے شہوانی لذت کا موقعہ حاصل کرنا بھی کوئی معیوب نہیں۔

ذَیْقٌ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْغِ

شرمگاہ کے ذکر سے لطف اندوزی

فروع کافی

رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الدَّائِقِيِّ قَالَ دَخَلْتُ
حَمَامًا بِالْمَدِينَةِ فَإِذَا شَيْخٌ كَبِيرٌ وَهُوَ
قِيمُ الْحَمَامِ فَقُلْتُ لَهُ يَا شَيْخُ لِمَنْ هَذَا الْحَمَامُ؟
فَقَالَ لِي جَعْفَرُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ
فَقُلْتُ كَانَ يَدْخُلُهُ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ كَيْفَ كَانَ
يَصْنَعُ؟ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ فَيَبْدَأُ فَيُطِلُّ عَائَتَهُ
وَمَا يَلِيهَا ثُمَّ يَلْتُ إِذَا رَأَى عَلَى طَرَفِ إِحْلِيلِهِ
وَيَدْعُوْنِي فَأُطِلُّ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَبْرُمَا
مِنْ الْأَيَّامِ الَّذِي تَكْرَهُ أَنْ أَرَاهُ قَدْ رَأَيْتُهُ
قَالَ كَلَّا إِنَّ السَّوْرَةَ سَتَرَهُ ۝

(اسم فروع کافی جلد ششم ص ۹۷ کتاب التری
والتمل مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲) - من لا یخضرہ الفقیر جلد اول ص ۳۴

فی آداب الحمام مطبوعہ کفعمط طبع قدیم -

طبع جدید جلد اول ص ۶۵ مطبوعہ تہران طبع جمعہ

ترجمہ:

عبید اللہ اللہ الباقی سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ مرتبہ ایک حمام میں داخل ہوا۔ اچانک اس حمام کا نگران میرے سامنے آیا۔ میں نے پوچھا۔ اسے شیخ بید حمام کس کا ہے؟ کہنے لگا کہ یہ حمام امام باقر علیہ السلام کا ہے۔ میں نے پھر پوچھا کیا وہ خود اس حمام میں تشریف لاتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا وہ یہاں کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگا وہ یہاں آکر پہلے اپنے آئینہ تناسل اور اس کے ارد گرد زین ناف باؤں (کو صاف کرنے کے لیے) چونا لگاتے ہیں۔ پھر کپڑے کا ایک پٹی آئینہ تناسل پر لپیٹ کر مجھے بلاتے ہیں۔ میں بقیہ تمام بدن پر لپیٹ کرتا ہوں۔ میں نے ایک دن امام سے پوچھا کہ جس چیز آئینہ تناسل اور غلیظ شرنگاہ کو آپ خود دیکھنا اچھا نہیں سمجھتے۔ میں اسے حالت لیپ میں دیکھ لیتا ہوں۔ فرمایا۔ چونا لگا ہوا ہونا اس کے پردہ کے لیے کافی ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ

وَمَنْ أَطْلَى فَلَا بَأْسَ أَنْ يُلْقِيَ السَّتْرَ عَنْهُ
لِأَنَّ السُّورَةَ مَسْكُونَةٌ

من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۶۵ فی غسل الجمعة
وآداب الصائم مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

جس نے اپنی شرنگاہ پر چونا لگایا۔ تو اسے پردہ کا کپڑا اتار

دینے میں کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ چنانہی اس کا ستر ہے۔

من لا یخضرہ الفقیہ

فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْحَمَامِ سَأَلْنَا عَنِ الرَّجُلِ فِي السَّيِّدِ
فَإِذَا هُوَ عَلَى بَنِّ الْحُسَيْنِ وَمَعَهُ ابْنَتُهُ مُحَمَّدُ بْنُ
بَلَّحٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَفِي هَذَا الْخَبَرِ إِطْلَاقٌ لِلْإِمَامِ أَنْ
يَذْخُلَ وَكَدَهُ مَعَهُ الْحَمَامُ رَدُّ مَنْ لَيْسَ بِإِمَامٍ
وَذَلِكَ أَنَّ الْإِمَامَ مَعْصُومٌ فِي صِغَرِهِ وَكِبَرِهِ لَا يَقَعُ
مِنْهُ النَّظَرُ إِلَى عَوْرَةٍ فِي الْحَمَامِ وَلَا
غَيْرِهِ۔

۱۔ من لا یخضرہ الفقیہ ص ۲۵ فی آداب
الحمام و النورة مطبوعہ مکتبہ
طبع قدیم

(۲۔ " " " " جلد اول ص ۶۶ فی

غسل الجمعة و آداب الحمام
مطبوعہ تہران طبع ہمدان

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ جب ہم حمام سے نکلے۔ تو ہم نے غسل خانے میں موجود
اُدھی کے بارے میں پوچھا۔ کہ وہ کون ہے۔ اچانک (پتہ چلا) کہ وہ
جناب علی بن حسین ہیں۔ اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے محمد بن علی
بھی تھے۔

اس خبر میں امام کے لیے اس بات کی اجازت ہے۔ کہ وہ حمام میں اپنے
 ساتھ بیٹے کو بھی لے جاسکتا ہے۔ اور ربا وجود نا جائز ہونے کے صرف
 امام کے لیے (یا اس لیے جائز ہے۔ کیونکہ امام عمر کے ہر حصہ میں
 معصوم ہوتا ہے۔ چاہے بچپن ہو یا بڑھاپا۔ لہذا معصوم سے یہ ترفع
 نہیں ہو سکتی۔ کہ اس کی نظر کسی شخص کی شرمنگاہ کی طرف حمام یا دوسری
 جگہ میں پڑے۔

فروع کافی

عَنْ بَعْضِ مَنْ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 كَانَ يَقُولُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 فَلَا يَدْخُلُ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمِيزَرٍ قَالَ فَدَخَلَ
 ذَاتَ يَوْمٍ الْحَمَّامَ فَتَنَوَّرَ فَلَمَّا انَّ أَطْبَقَتِ
 الشُّورَةُ عَلَى بَدَنِهِ أَلْقَى الْمِيزَرَ فَقَالَ لَهُ
 مُوَلَّى لَهُ يَا بَنِيَّ أَنْتَ وَأُمِّي إِنَّكَ لَتُرْصِصُنَا
 بِالْمِيزَرِ وَلُزُومِهِ وَفَدَّ أَلْقَيْتَهُ عَنْ
 نَفْسِكَ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الشُّورَةَ قَدْ
 أَطْبَقَتِ الْعُرَّةَ.

افروع کافی بعد ششم ص ۵۰۲ تا ۵۰۳

کتاب الزی والتجمل

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ: امام باقر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس کا اللہ اور قیامت پر

ایمان ہو۔ اُسے تہبند باندھے بغیر حمام میں داخل ہونا منع ہے ہادی کہتا ہے کہ ایک دن امام باقر رضی اللہ عنہ حمام میں داخل ہوئے۔ آپ نے (ذریعات بالوں کو صاف کرنے کے لیے) چونا لگایا جب چرنے کا اچھی طرح لپک کر لیا۔ تو آپ نے تہبند اتار پھینکا۔ یہ دیکھ کر آپ کے ایک غلام نے عرض کیا حضور! آپ پر میرے ماں باپ قرآن! آپ خود ہی ہمیں حمام میں تہبند باندھے بغیر آنے سے منع فرماتے ہیں۔ اور آپ نے اب خود ہی اُسے اتار پھینکا ہے۔ فرمایا۔ کیا تو اس بات کو نہیں جانتا کہ چرنے شرمگاہ کو ڈھانپ لیا ہے۔ (تہبند سے بھی مقصد پردہ کرنا تھا۔ اور یہ مقصد چرنے کے لیے حاصل ہو گیا ہے۔ لہذا اگر چادر اتار دی ہے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اور میرا ارشاد اور میرا عمل باہم مختلف نہیں ہیں۔)

روایات مذکورہ سے ناظرین کرام کو یہ معلوم ہو چکا ہوگا کہ شیعہ حضرات شرمگاہ کے ذکر اور اس کے دیدار سے کس قدر لطیف اندوز ہوتے ہیں۔ آلات تناسل کی زیارت ان کا من پسند فعل ہے۔ اور اس نعل کے جواز کے لیے ائمہ کرام کی طرف من گھڑت روایات منسوب کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے حقیقت میں ان کی اپنی خواہشات نفسانی انہیں یہ کرکھاتی ہیں کہ ایسا لطیف جائز ہونا چاہیے۔ اور طاعت سے بچنے کی خاطر اس قسم کی روایات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا پردہ کرنا فرض قرار دیا ہے۔ لیکن شیعہ حضرات نے خاص کر شرمگاہ کی زیارت حاصل کرنے کے لیے صرف اس پر لپک کیا ہوا چونا ہی پردہ کے قائم مقام کر دیا۔ اور پھر غصب یہ کرتے ہیں کہ اس غیر شرعی فعل اور ناجائز عمل کے لیے ائمہ اہل بیت

کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں۔ کہ ان پاکیزہ اور شرم و حیا کے پیکروں نے اپنی شرمگاہوں پر چونا لگا کر تہ بند وغیرہ کے پردہ کو اتار پھینکا۔ اور شیعوں کو زیارت کا موقعہ بخشا۔

معاذ اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی امام اہل بیت اپنے جدا مجد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور احکامات کو ایسے پشت ڈالے اور ان کے خلاف نئے من گھڑت مسائل پر عمل کرے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف انتقال ہوا۔ تو حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دینے کے لیے آپ کے جسم اطہر سے کپڑے اتارنے کا ارادہ فرمایا۔ تو فوراً انہیں اور گھٹی لگئی۔ اور اونگھ کے عالم میں انہیں غیبی آواز سنائی دی۔ کہ خبردار! میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جسم اقدس سے کپڑے اتارنے کی کوئی کوشش نہ کرنا۔ اور نہ ہی انہیں اتارنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ کپڑوں سمیت ہی آپ کو غسل دیا جائے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے شرم و حیا کا یہ عالم کہ زندگی میں ان کی ؛ ازواج مطہرات آپ کی جائے ستر کو نہ دیکھ سکیں۔ اور بعد از انتقال اللہ تعالیٰ نے اس پردہ کو قائم رکھنے کا اہتمام فرما دیا۔ تو اسے دیکھ کر یہ کہنا کیونکر ممکن ہوگا کہ آپ کی نسل پاک میں سے وہ حضرات جو منصبِ امامت اور مقامِ رشد و ہدایت سے سرفراز ہوں۔ وہ اس قسم کی گھٹیا حرکات کریں۔ اور پھر اس کی من مانی تو جیبات بھی کریں۔ لہذا یہ ماننا پڑے گا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت ان اہمیت سے پاک تھے۔ صرف ان کے دودھیانِ محبت، کی یہ کثرہ سازیاں ہیں کہ محبت اہل بیت کی آڑ میں ہر مکروہ اور شرم و حیا سے عاری کام ان کے ہاں کا ثواب

ہن گیا۔ اور اس کے جواز و صلاح ہونے کے لیے ان برگزیدہ ہستیوں کو موش کے اپنی خباثت کا راستہ ہموار کر لیا۔

شیعہ مذہب میں رہنمائی ہونے کی آزادی

فروع کافی

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْمَاضِي عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْعَوْرَةُ
عَوْرَتَانِ الْقَبْلُ وَالْأُخْرَى فَاَمَّا الدُّبُرُ
مَسْتُورٌ بِالْإِلْتَيْنِ فَإِذَا اسْتَرَّتِ الْقَضِيبَ وَ
وَالْبَيْضَتَيْنِ فَقَدْ سَتَرَتِ الْعَوْرَةَ - وَقَالَ
فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى وَأَمَّا الدُّبُرُ فَقَدْ سَتَرَتْهُ
الْإِلْتَانِ وَأَمَّا الْقَبْلُ فَاسْتُرَّهُ بِيَدِكَ -

افروع کافی جلد ششم ص ۱۰۵ کتاب لاری
والتحمل مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شرمگاہیں دو ہیں۔ پیشاب
والی جگہ اور پافانہ کرنے والی جگہ ان میں دوسری شرمگاہ کہ تو دونوں
چوڑ چھپا لیتے ہیں نہ توجہ اگر تناسل اور دونوں غصیے تو نے کسی
طرح چھپا لیے۔ تو تو نے پردہ کر لیا۔ ایک اور روایت میں فرمایا۔
پافانہ کرنے کی جگہ کہ تو دونوں چوڑ چھپا لیتے ہیں۔ رہا پیشاب والی
جگہ (اگر تناسل) کا معاملہ تو اسے اوپر اٹھ رکھ کر چھپا لے۔ (پردہ

ہو جائے گا۔

شید حضرات کی وہ کتاب جو ان کے امام غائب کی مصدقہ ہے۔ اس کی اس روایت صحیحہ سے واضح ہوا۔ کہ ان کے ہاں پردہ کا وجود بالکل نہیں۔ کیونکہ آپ نے رایت مذکورہ میں دیکھا کہ جب دُبر چوتڑوں میں گھرے ہونے کے باعث پردہ میں ہے اور ذکر کے اوپر ہاتھ رکھ کر پردہ قائم ہو گیا۔ تو انہی دو جگہوں کا پردہ ضروری تھا۔ وہ ہو گیا۔ دُبر کا تو خود بخود پردہ چوتڑوں نے کر دیا۔ اور ذکر کا اپنے ہاتھ سے کر لیا۔ اس کے بعد جسم پر کسی کپڑے کی پردہ کرنے کے لیے ضرورت نہیں۔ ایک ہاتھ ذکر پر رکھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں ”فروع کافی“ کو لیا۔ اور خرید و فروخت کے لیے گلیوں بازاروں میں گشت کی اور تبلیغ و تقریر کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر گئے۔ ریں، بس، ہوائی جہاز اور ٹیکسی رکشہ پر ادھر ادھر آئے گئے۔ بارات میں شرکت کی۔ نمازیں پڑھیں۔ اور اگر کسی نے اس بڑی پراعتراض کیا۔ تو ”فروع کافی“ کا حوالہ دے دیا۔ تو آپ خود ہی اندازہ فرمائیں۔ کہ ایسے کامل اور مکمل پردہ کے ساتھ سیر و سیاحت کس شان کی ہوگی۔

ۛ

اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ النَّظَرُ إِلَى عَوْرَةٍ مِنْ كَيْسٍ
بِمُسْلِمٍ مِثْلُ نَظَرِكَ إِلَى عَوْرَةٍ

الْحِمَاة

- ۱۔ فروع کافی جلد ششم ص ۱۰۵ کتاب الزی
والتحمل مطبوعہ تہران طبع جدید
۲۔ من لایکفرہ الفقیہہ ص ۳۲ فی غسل یوم الجمعہ
مطبوعہ کتب طبع قدیم
۳۔ من لایکفرہ الفقیہہ جلد اول ص ۲۴ مطبوعہ تہران
طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: غیر مسلم
(مرد و زن) کی شرمگاہ کو دیکھنا ایسا ہی (جائنا ہے) جیسا کہ گدھے کی
شرمگاہ کو دیکھنا۔

گدھے یا دیگر حیوانات کی شرمگاہیں اور غیر مسلم مرد اور عورت کی شرمگاہیں کیا
مناسبت رکھتی ہیں پردہ کے احکامات انسانوں کے لیے ہیں۔ اگر وہ مسلمان ہیں
اور باپردہ رہنا ہر آدمی کے حیا و شرم کا آئینہ دار ہے۔ جو مسلم اور غیر مسلم دونوں میں
بلا امتیاز مذہب جاری و ساری ہے۔ مقام انسانیت اور درجہ حیوانیت میں
کس قدر بعد ہے۔ لیکن ان لوگوں کی لطف اندوزیوں نے غیر مسلم مرد و عورت کو
اس قدر بے حیا اور شرم سے عاری سمجھا۔ کہ وہ بھی اسی طرح ہیں۔ جس طرح حیوان
پھر اس پر بس نہیں۔ بلکہ ان کی شرمگاہوں کو دیکھنے والے بھی قابلِ غلامت نہیں
ٹھیک ہے۔ کہ غیر مسلم پردہ کے احکامات شرعیہ کے پابند نہ ہی۔ لیکن اپنے مذہب کی
اخلاقی قدروں سے تو باغی نہیں۔ چلو یہ بھی مان لیا کہ وہ اخلاقی طور پر انتہائی گراؤ
میں پڑ گئے۔ لیکن یہ کہاں کی شریعت ہے۔ کہ ایک مسلمان مرد یا عورت بھی اپنی

اسلامی اقدار اور احکامات شرعیہ کی پس پشت ڈال کر غیر مسلموں کی شرمگاہوں کو دیکھتا پھرے؟
حقیقت یہ ہے کہ شیعہ لوگوں کے نزدیک ہر وہ چیز جس سے ان کی خواہش
نفس اور ہوس پروری ہوتی ہو۔ وہ جائز اور حلال ہے۔ وہ اگر محرمات شرعیہ میں سے
بھی ہو۔ تو اُسے بھی کبھی امام کی طرف نسبت کر کے حلال و جائز کر لینا ان کے بائیں ہاتھ
کا کھیل ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تشیعہ مذہبؑ میں عورت کی شہرگاہ

دیکھنا اور اس کو بوسہ مینا جائز ہے

فروع کافی

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ الرَّجُلِ يُقَبِّلُ قَبْلَ الْمَرْأَةِ
قَالَ لَا بَأْسَ -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۹۷ کتاب النکاح
باب نواذر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن جعفر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر مرد، عورت کی
شہرگاہ کو چومتا ہے۔ تو اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا
کوئی حرج نہیں۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيْنَ يُنْظَرُ الرَّجُلُ إِلَى فَرْجِ

إِمْرَأَتِهِ وَهُوَ يُجَاوِزُ فَقَالَ لَا بَأْسَ-

(فردوس جلد پنجم ص ۹۷ کتاب النکاح،

باب نادر مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

ابنی حمزہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا آدمی
جماع کے وقت اپنی بیوی کی شہرہ نگاہ دیکھ سکتا ہے؟ فرمایا۔ کوئی
حرج نہیں۔

صرف دو روایات کے ذکر میں ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ انہیں پڑھ کر ہر
صاحب انصاف یہ کہنے پر مجبور ہو گا کہ یہ سب روایات پھر اور وہی تباہی بآئیں
ہیں۔ اور اس قسم کی خرافات کا ائمہ اہل بیت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ شیعہ لوگوں نے
محض اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل اور محض مزہ لینے کی خاطر ان بکواسات کو حضرات
ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ورنہ ان عظیم شخصیات سے اس قسم کی گلیا
اور تہذیب سے گری ہوئی باتیں محال نہ ہوں لیکن ناممکن ضرور ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

پر اطف مشغلہ

حلیۃ المتقین

از حضرت امام موسیٰ پر سیدند۔۔۔۔۔ اگر کسی فرج زن را بوسہ چوں است
فرمود باکی نیست۔ و از حضرت صادق پر سیدند کہ اگر کسی زن خود را بوسہ
کند و باو نظر کند چوں است ؟ فرمود کہ مگر لذتی از ایں بہتر ہے باشد۔ و بر
سیدند کہ اگر بدست و انگشت با فرج زن و کینہ خود بازی کند چوں است ؟
فرمود باکی نیست۔

دحلیۃ المتقین ص ۴۱ و آداب زنان
مطبوعہ تہران طبع قدیم

ترجمہ :

جناب امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا۔ اگر کوئی شخص
اپنی بیوی کی شرمگاہ چوم لیتا ہے۔ تو یہ فعل کیسا ہے ؟ فرمایا۔ کوئی
خطرہ (گناہ) نہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے
پوچھا۔ کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تنگ کر دے۔ اور پھر اس کی (شرمگاہ وغیرہ
کی) طرف دیکھے۔ اس کا کیا حکم ہے ؟ فرمایا شاید اس سے بہتر ہی کوئی
لذت ہو۔ (یعنی یہ بہترین لذت والا فعل ہے) اور پوچھا۔ کہ اگر کوئی شخص
اپنے ہاتھ اور انگلیوں سے اپنی بیوی اور اپنی لونڈی سے کھیتا ہے

تو یہ فعل کیسا ہے؟ فرمایا کہ اس میں کوئی خطرہ کی بات نہیں۔

ناظرین کرام! نیک بندوں کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا اور انہیں چومنا تو خضوعی مسئلہ جلا آرہا ہے۔ بعض اسے ناجائز اور اکثر اس کی اباحت کے قائل ہیں۔ مگر مذکورہ بالا حوالہ کو دیکھئے۔ کہ شیعہ حضرات نے عملی طور پر یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہاتھ پاؤں چومنا تو زہے قسمت! ہمارے لیے تو عورت کی شرمگاہ بھی چومنے کی چیز ہے۔ اور اسے بوسہ گاہ سمجھتے ہیں۔

دراصل کسی چیز کو چومنا اس سے عقیدت و محبت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے چونکہ ہم اہل سنت و جماعت کو اللہ کے نیک بندوں سے عقیدت و محبت اور دلی الفت ہر قی ہے۔ لہذا اس کا اظہار ہم دست بوسی سے کرتے ہیں۔ اور یہ ایک ایمانی فعل ہے۔ لیکن شیعہ حضرات کو دیکھئے۔ کہ ان کا نام نہاد و مجاہدِ اہلبیتؑ کو کس چیز سے محبت اور عقیدت ہے۔ ان کے لیے عورت کی شرمگاہ مرکز عقیدت اور منبع محبت ہے۔ لہذا اسے چوم کر اپنی عقیدت کا اظہار کر دیا۔ اب آپ ہی سوچیں۔ کہ ان کا یہ فعل ایمان کی نشانی ہے۔ یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بغاوت کی علامت؟ چونکہ ان لوگوں میں بے حیائی اور فسق و فجور ایک فطرت ثانی بن چکے ہیں۔ اس لیے آپ دیکھیں گے۔ کہ کبھی تو عورت کو ننگا کر کے ایک مرغوب چیز کی زیارت کے درپے ہوتے ہیں۔ اور گاہے اس میں انگلیاں پھیر کر حیوانات کو شرمائے جا رہے ہیں۔ اور بعض دفعہ فرط محبت و عقیدت میں اس کے بوسے لے کر شقاوتِ قلبی کو تسکین کا سامان بہم پہنچا رہے ہیں۔

ع

بے حیاباشں ہرچہ خواہی کن

فصل ششم

شیعہ کتب سے متعہ کی فضیلتیں اور برکتیں

گزشتہ اوراق میں آپ متعہ کی تعریف اور پھر اس کے جائز و حلال ہونے کے شیعہ دلائل پڑھ چکے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان بے معنی اور غلط دلائل کے جوابات بھی ہم نے گوش گزار دیئے۔ اُسکے چل کر حرمت متعہ پر قرآن و اقوال ائمہ اہل بیت سے شواہد و دلائل بھی پیش کیے۔ چونکہ متعہ کی حلت و جواز کے یہ حضرات قائل ہیں۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ اس جائز کام کی ان کے ہاں فضیلت اور برکت بھی ہوگی۔ لہذا ہم خود ان کی کتب سے چند ایسے حوالہ جات پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ جن میں حضرات ائمہ اہل بیت کا نام لے کر اس (متعہ) فعل مذموم کے ان لوگوں نے فضائل اور برکات بیان کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

متعہ کرنے والے کی مغفرت ہو چکی ہے۔

روایت اول:

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ السَّيِّئَ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أُسْرِى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ
قَالَ لِحَقِيقِي جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ
إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ لِي قَدْ عَفَرْتُ
لِلْمُتَعَمِّتِينَ مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ النَّسَاءِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۹۵)

فی المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں
کی سیر کرائی گئی۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے جبرئیل امین ملے۔ اور کہنے لگے
بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے ان مردوں کی مغفرت فرما
دی۔ جو عورتوں سے متعہ کرتے ہیں۔

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ حضرات کے عقائد کے مطابق ”متعہ“
اس قدر اللہ کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہے۔ کہ اس پر عمل پیرا ہونے والا یقیناً جنتی
ہونے کے لیے کافی ہے۔ کسی دوسرے فرض، واجب وغیرہ افعال خیر کی
کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب متعہ کرنے والے کی مغفرت متعہ سے ہو گئی۔
تو پانچوں گھی میں۔ (استغفر اللہ)

روایت دوم:

وَرَوَى أَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَكْمُلُ حَتَّى يَتَمَتَّعَ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۹۶)

فی المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

روایت کی گئی ہے کہ متعہ کیے بغیر کوئی آدمی کامل مومن نہیں بن سکتا۔

اس روایت سے بالکل واضح معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کے نزدیک متعہ تکمیل ایمان کی شرط ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ایمان ناقص ہو گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات اس شرط ایمان کی دولت سے ہمید مست ہیں۔ وہ ناقص الایمان ہیں ابھی سے انہیں ایمان کی تکمیل کی فکر کرنی چاہیے۔ کہیں نامکمل ایمان کے ساتھ سپرد خاک نہ ہو جائیں۔

روایت سوم:

وَفِي الْفِقْهِ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ
لَمْ يُعِدْ مِنْ بَكَرَتِنَا وَ يَسْتَحِيلُ مُتَعَتِنَا أَقْوَلُ
الْكُرَّةُ الرَّجْعَةُ وَ هِيَ إِشَارَةٌ إِلَى مَا ثَبَتَ عَنْهُمْ
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنْ رُجْعٍ عَلَيْهِمُ إِلَى الدُّنْيَا مَعَ
جَمَاعَتِهِمْ مِنْ شِيعَتِهِمْ فِي زَمَنِ الْقَائِمِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ لِيَنْصُرُوهُ۔

(۱)۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۲۴۷ سرورۃ النہار

مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

(۲)۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم،

ص ۲۹۱ باب المتعہ طبع جدید

تہران ۴۰

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا۔ جو ہماری ”وکرّت“ پر ایمان نہ لایا۔ اور جس نے ہمارے متعہ کو حلال نہ جانا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

”وکرّت“ کی تفسیر صاحب تفسیر صافی نے یوں کی۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ”وکرّت“ سے مراد رجعت ہے۔ جس کا معنی لوٹنا ہے۔ اور یہ اس عقیدے کی طرف اشارہ ہے۔ جو ہمارے ائمہ اہل بیت سے ثابت ہے۔ کہ وہ دنیا میں امام قائم کی نصرت اور معاونت کے لیے اپنے شیعوں کے ساتھ دو بارہ تشریف لائیں گے۔

آیت ”فَمَا اسْتَمْتَعْتُمُ الْخَمَّ“ کے تحت تفسیر منہج الصّادقین

میں مذکورہ فضائل متعہ کی روایات

روایت چہارم:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَمَتُّعٍ
مَرَّةً وَاحِدَةً عَتِيقٌ ثُلُثَةٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ
تَمَتُّعٍ مَرَّتَيْنِ عَتِيقٌ ثُلُثَاهُ مِنَ النَّارِ وَمِنْ
تَمَتُّعٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عَتِيقٌ كُلُّهُ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ:

(بقول شیعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا تہائی دوزخ کی آگ سے آزاد ہو گیا۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا۔ اور اس کا دو تہائی آگ سے آزاد ہو گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا دوزخ سے بالکل چھٹکارا ہو گیا۔

روایت پنجم:

قَالَ النَّبِيُّ (ص) مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً آمِنَ مِنْ سَخَطِ الْجَبَّارِ
وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ خَشِيَ مَعَ الْإِبْرَارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ زَاخَمَنِي فِي الْجَنَّةِ۔

(جلد دوم ص ۲۸۰)

ترجمہ:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ متعہ کرنے والا اللہ کے غضب سے بچا۔ دو مرتبہ متعہ کرنے والا اہل قیامت کو نیک لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا۔ وہ جنت میں مجھ سے ملاقات کرے گا۔

روایت ششم:

أَيْضًا قَالَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ
الْحُسَيْنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ
الْحَسَنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ

عَلَيْهِ وَمَنْ يَّمْتَحِ أَرْبَعَةَ مَرَّاتٍ دَرَجَتَهُ كَدَرَجَتِيْ-

(جلد دوم ص ۴۸۱)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا۔ جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا درجہ حسین کے درجہ کی مانند ہے۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا درجہ امام حسن اور امین مرتبہ متعہ کرنے والے کا درجہ حضرت علی کے درجہ کے برابر اور چار مرتبہ متعہ کرے۔ اس کا درجہ میرے (خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) درجہ جیسا ہے۔ (معاذ اللہ)

روایت سہتم:

اَيْضًا قَالَ مَنْ خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَتَمَتَّعْ جَاءَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ اجْدَعٌ-

(جلد دوم ص ۴۸۱)

ترجمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ جو شخص دنیا سے مرخص ہو گیا۔ اور وہ زندگی بھر ایک مرتبہ بھی متعہ نہ کر سکا تو بروز قیامت وہ اس حال میں اُٹھے گا۔ کہ اس کی ناک بھی کٹی ہوگی۔ اور کان بھی۔

روایت ششم:

فرمود بدرستیکہ برادرِ مہربانِ نبویؐ نزدِ من آمد و متعہ از نزدِ پدر و درِ گاہِ من آورد
و اُن متعہ زنانِ مومنہ است و بیش از من این متعہ را هیچِ پیغمبری از انبیاءِ ماضیہ

و من شہا باہل امریکینیم و ای سنت من است دوزمان من و بعد از من ہر کہ آن را قبول کند و باں عمل کند و اجائے آن کند از من باشد و من آزادی راضی و ہر کہ مخالفت من کند باں چہاں امر کردہ ام بخدائے مخالفت کردہ بداندیہی مرد مال کی اذاہل ایں مجلس کسی کہ تکذیب آن کند بچہیت بغض او بمن پس من گواہی میدہم کہ اذراہل دوزخ ہست پس لعنت خدا بر آن کیسے باد کہ مخالفت من کند و رایں ہر کہ انکار آن کند انکار نبوت من کردہ و ہر کہ مخالفت آن کند مخالفت من کردہ و ہر کہ مخالفت من کردہ مخالفت خدا کردہ و ہر کہ مخالفت خدا کردہ اذراہل دوزخ باشد۔ و بدانید کہ متعہ امر لیت کہ حق تعالی مرا باں مخصوص ساختہ بچہیت شہرت من بر غیر از انبیاء و سابق۔

(ص ۲۸۱)

ترجمہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ جبریل امین میرے پاس اللہ کی طرف سے ایک تحفہ لے کر آئے۔ وہ تحفہ مومن عورت کے ساتھ متعہ کرنے کا تھا۔ مجھ سے قبل کسی پیغمبر کو یہ تحفہ نہ عطا ہوا۔ میں تمہیں اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتا ہوں۔ اور یہ میری سنت ہے میری موجودگی میں اور میرے بعد جو بھی اس کو قبول کرے گا۔ اور اس پر عمل کرے گا۔ وہ مجھ سے ہوگا۔ اور میں اس سے بھی اس کی مخالفت کی۔ وہ اور بوجہ مجھ سے بغض کے اس کی تکذیب کی۔ تو اس کے بارے میں میں دوزخی ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ لہذا اس پر اللہ کی لعنت جس نے میری مخالفت کی۔ جس نے اس کا انکار کیا۔ اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔ اور جس نے متعہ کی مخالفت کی۔ اس نے میری

مخالفت کی۔ اور میرے مخالفت کرنے والے نے دراصل اللہ کی مخالفت کی۔ اور اللہ سے مخالفت کرنے والا ہر شخص دوزخی ہو گا۔ اور خوب جان لو کہ متعہ ایک ایسا حکم ہے۔ جو صرف اور صرف مجھے عطا ہوا کیونکہ دیگر انبیاء کرام پر مجھے شرف حاصل ہے۔ اس بنا پر ایک قابلِ فخر کام (متعہ) بھی مجھے ہی ملنا چاہیے تھا۔)

متعہ میں ہر بوسے پر حج و عمرہ کا ثواب ہر حرکت پر پہاڑوں جتنا ثواب

روایت ۹:

ہر کہ ایک بار در مدت عمر متعہ کند از اہل بہشت باشد۔ وہ ہر گاہ کہ متعہ و متعہ باہم بنشینند فرشتہ برایشان نازل گردد و حراست ایشان کنند تا آنکہ اذان مجلس برخیزند و اگر باہم سخن کنند سخن ایشان ذکر و تسبیح باشد و چوں دست یکدیگر را بدست گیرند ہر گاہیک کہ کرد باشند از انگشتان ایشان ساقط گردد و چوں یکدیگر را بوسہ نہند حق تعالیٰ ہر بوسہ مجھے و عمرہ برائے ایشان بنویسد و چوں غلوت کنند ہر لذت و شہوت حساستے بنویسد مانند کدو ہائے برافراشتہ

(جلد دوم صفحہ نمبر ۲۸۱)

ترجمہ: فرمایا جس نے عمر میں مرت ایک مرتبہ متعہ کیا۔ وہ جنتی ہو گا۔ اور جس وقت متعہ کرنے والا مرد اور متعہ کو آنے والی عورت باہم مل بیٹھتے ہیں۔ تو ان پر فرشتہ نازل ہوتا ہے۔ اور ان کی حفاظت مجلس کے برخاست ہوئے ملک کرتا رہتا ہے۔ اور اگر وہ دونوں باہم گفتگو کرتے ہیں۔ تو ان کی باتیں ذکر اور تسبیح شمار ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں۔ تو ان کے

تمام گناہ ان کی انگلیوں سے نکل جاتے ہیں۔ اور جب دونوں برسہ بازی کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے ہر ایک برسہ کے عوض ایک حج اور عمو کا ثواب عطا کرتا ہے۔ پھر جب خلوت (وطی) کرتے ہیں۔ تو ہر لذت اور شہوت کے بدلہ میں پہاڑ جیسی بلند و بالا نیکی ان کے اعمال میں درج کی جاتی ہے۔
روایت ۷۱:

فرمود کہ جبرئیل مرا گفت یا رسول اللہ حق تعالیٰ میفرماید کہ چون متمتع و متمتعہ بر خیزند و بغسل کردن مشغول شوند در حالیکہ عالم باشد کہ من پروردگار ایشان و ای متعہ سنت من است بر پیغمبر من ملائکہ خود گوئیم کہ اے فرشتگان من نظر کنید بایں دو بندہ من کہ برخاستہ اند و بغسل کردن مشغول اند و میدہ اند کہ من پروردگار ایشان گواہ باشید باینکہ من آمرزیدم ایشان را و آب بر پیشانی و سر و از بدن ایشان نگذرد مگر آنکہ حق تعالیٰ بہر موعے وہ حسہ برائے ایشان بزیادہ و سیدہ محکمہ و وہ در جہ رفع نماید پس امیر المومنین (ع) بروایت و گفت۔ اَنَا مُصَدِّقُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ (ص) چسیت جزائے کسی کہ در این باب سہمی کند فرمود کہ: اَجْرُ هُمَا (ص ۲۸۱ تا ۲۸۲)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب متعہ کرنے والا مرد اور متعہ کرانے والی عورت (متعہ سے فارغ ہو کر) اٹھتے ہیں۔ اور نہانے میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ میں ان کا پروردگار ہوں۔ اور متعہ میرے پیغمبر پر میری سنت ہے۔ تو میں اپنے مقرب فرشتوں کو کہتا ہوں۔ اے فرشتو! میرے ان دو بندوں کی طرف دیجو۔ کہ جو متعہ کر کے اٹھے ہیں۔ اور غسل کرنے میں مشغول ہیں۔ اور یہ بھی یقین رکھتے ہیں۔ کہ میں ان کا

پروردگار ہوں۔ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں اور ان کے جسم کے کسی بال سے جب پانی گزرتا ہے۔ تو میں اس ایک بال کے عوض دس نیکیاں عطا کرتا ہوں۔ دس برائیاں ختم کر دیتا ہوں۔ اور دس درجے بلند کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ! میں آپ کی (اس بات کی) تصدیق کرتا ہوں۔ لیکن ارشاد فرمائیے۔ کہ جس نے متوہ کے لیے جدوجہد کی اس کی جزا کیا ہے؟ فرمایا۔ اس کو ان دونوں کے مجموعہ کے برابر ثواب ہوگا۔

روایت ۱۱:

گفت یا رسول اللہ! اجر ایساں چہ چیز است فرمود چوں غسل مشغول شوم بہر قطرہ آب کہ از بدن ایساں ساقط شود حق تعالیٰ فرشتہ میا فرزند کہ تسبیح و تقدیس او سبحانہ کند و ثواب اں برائے غافل ذخیرہ شود تا روز قیامت اسے علی ہر کرایں سنت را ہل فرما گیرد و احیائے اُن نمکند از شیعہ من باشند و من از وی بری باشم۔ (جلد دوم ص ۲۸۲)

ترجمہ :- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! متوہ کرنے والے مرد اور عورت کا کیا ثواب ہے؟ فرمایا۔ جب متوہ سے فراغت پانے پر وہ غسل میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو ان کے ایک ایک بال سے قطرہ گرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ایک ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتا رہتا ہے۔ اور اس کا ثواب اس غسل کرنے والے کے لیے ذخیرہ ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ قیامت آجاتی ہے۔ اسے علی! جس نے اس سنت کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اور اس پر عمل پیرا نہ ہوا۔ وہ میرا شیعہ نہیں ہے۔ اور میں اُس سے بیزار ہوں گا۔

روایت ۱۲:

رسول خدا (ص) روزے با صحابہ نشہ بود از ہر جانب سخنی در پیوستہ از جمہل من متہ در میاں آمد آنحضرت فرمود اے مرد ماں: بیج میدانی کہ متعہ اچہ فیصلت و ثواب است۔ گفتند نہ یا رسول اللہ! فرمود جبرئیل اکنوں بر من نازل شد و گفت اے محمد! حق سبحانہ ترا سلام میرساند و تجتہ و اکرام میفرماید و میفرماید کہ امت خود را بمتعہ کردن امر کن۔ کہ اکں از سنن صالحان است۔ ہر کہ روز قیامت بمن رسد و متعہ نکردہ باشد حسنات اور بقدر ثواب متعہ ناقص باشد اے محمد (ص)! درمی کہ مؤمنی صرف متعہ کند نزد حق تعالی افضل از ہزار درام است کہ در غیر اکں اتفاق نماید۔ اے محمد! در بہشت جمعہ از حورالعین ہستند کہ حق تعالی ایشان را برائے اہل متعہ آفریدہ اے محمد! (ص) چوں مومن راعقہ متعہ کند از جائے خود برنجین و تاکہ حق تعالی اور را بیاورد و اں مومنہ را نیز مغفور سازد و منادی از آسمان ندا کند کہ اے بندہ مومن حق تعالی میفرماید کہ سے بندہ مومن من متعہ کردہ امی بامید ثواب من ہر کینہ ام و ترا مسرور سازم بچغیر سیئات تو و مضاعف حسنات تو و از صادق (ع) مرویست کہ متعہ از دین است و دین آب و ما۔ ہر کہ بآن عمل کند بدین عمل کردہ باشد و ہر کہ انکار کند انکار دین کردہ و بغیر از دین ما اعتقاد نمودہ بدستی کہ متعہ نواست در سلف و امان است از شرک۔ (ص ۲۸۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ رونق افروز تھے اور ادھر ادھر کی مختلف باتیں ہو رہی تھیں۔ چلتے چلتے متعہ بھی زیر بحث آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے۔ کہ متعہ کی فیصلت کیا ہے۔ اور اس کا ثواب کس قدر ہے؟ انہوں نے کہا۔ نہیں کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی جبرئیل آیا۔ اور اللہ کا سلام و اکرام دے کر کہا

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اپنی امت کو متوکر کرنے کا حکم دیں۔ کیونکہ وہ صالحین کی سنت ہے۔ جو بروز قیامت میرے پاس آیا۔ اور اس نے متعہ نہ کیا ہو گا۔ تو اس کی نیکیوں میں متعہ کی نیکی نہ ہو گی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ایک درہم جو کوئی مومن متعہ کرنے میں خرچ کرے گا۔ کسی دوسری جگہ میں ہزار درہم کے خرچ کرنے سے افضل ہو گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے عقد متوکر کرے گا۔ اور پھر متعہ میں مشغول ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ متعہ سے فراغت سے قبل ہی اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ اور وہ مومن عورت جس سے متعہ کیا جا رہا ہے۔ وہ بھی بخش گئی۔

ایک آواز دینے والا آسمان سے آواز دے گا۔ کہ مومن آدمی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومن بندے! چونکہ تو نے ثواب کی غرض سے متعہ کیا ہے۔ لہذا میں آج تیرے تمام گناہ معاف کر کے تجھے خوش کرتا ہوں۔ اور تیری نیکیوں کو دگنا کر کے تجھے ستر عطا کرتا ہوں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کی گئی ہے۔ کہ متعہ ہمارے اور ہمارے آباؤ اجداد کے دین میں سے ایک اہم کام ہے۔ جس نے اس پر عمل کیا۔ اُس نے ہمارے دین پر عمل کیا۔ اور جس نے انکار کیا۔ اُس نے ہمارے دین کا انکار کیا۔ اور اس دین کا اقرار کیا جس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں یہ بات حق ہے۔ کہ متعہ اسلام دگرے ہوئے نیک لوگ ہیں قریب العمل تھا۔ اور اس کی بجا آوری میں شرک سے امن مل جاتا ہے۔

متعہ سے پیدا شدہ بچہ دوسرے بچوں سے افضل ہے۔

روایت ۱۲:

دولہ متعہ افضل است از دولہ زوجہ دائمہ و منکراں مرتد و کافر است۔

(تفسیر منہج الصادقین ص ۸۲ جلد دوم۔ سورۃ النساء الجز الثانی مطبوعہ تہران)

ترجمہ :

متعہ کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ بچی اس بچہ بچی سے کہیں بہتر ہے۔ جو دائمی نکاح کے ذریعہ کسی عورت کے ہاں پیدا ہو۔ اور اس (افصیلت کا) منکر مرتد اور کافر ہے۔

منہج الصادقین سے مذکورہ نوع دروایات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ تین مرتبہ متعہ کرنے والے پر دوزخ حرام ہے۔
- ۲۔ تین مرتبہ متعہ کرنے والا یقیناً جنتی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت میں ملاقات کرے گا۔
- ۳۔ ایک دفعہ متعہ کرنے سے مرتبہ حسنی، دو مرتبہ متعہ کرنے سے مرتبہ حسنی، تین دفعہ متعہ کرنے سے مرتبہ جیدری اور چار دفعہ متعہ کرنے سے مرتبہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ملتا ہے
- ۴۔ متعہ کرنے والے کو قیامت کے دن ناک، کان کٹنے کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ یعنی اس کا تشد کیا جائے گا۔ جو کوین اسلام میں حرام ہے۔ لیکن شیعہ لوگوں کے نزدیک یہ قیامت کو بھی واقع ہو گا۔
- ۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو متعہ ایک مخصوص تحفہ عطا فرمایا۔ جو آپ پیشتر کسی بھی پیغمبر کو عطا نہ ہوا۔ لہذا اس مخصوص تحفہ پر بات دن عمل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور پروردگار عالم کو راضی کرنا چاہیئے۔ اور اس سے روگردانی کر کے دوزخ کے مستحق نہ بنیں۔

۷۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے زیادہ اشرف و اکرام ہیں۔ اس لیے آپ کو متعہ جیسا اشرف و اکرم تحفہ دیا گیا۔

۸۔ متعہ کرنے والے دونوں مرد اور عورت کے غسل کے وقت گرنے والے پانی کے ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا ہو کر ان کے لیے تاقیامت ذکر و تسبیح کرتا رہتا ہے جس کا ثواب ان دونوں کے نامہ اعمال میں درج کیا جائے گا۔

۹۔ متعہ کرتے وقت ایک بوسہ لینا۔ حج و عمرہ کے ثواب سے کم نہیں۔ اور متعہ میں مشغول ہونے والے سے ہر شہوانی حرکت پر ایک عظیم پہاڑ کے برابر سیکی و ثواب کا وعدہ ہے۔
۱۰۔ متعہ میں معاونت اور اس کے لیے راستہ سہوار کرنے والا متعہ کرنے والے دونوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔

۱۱۔ متعہ کرنے والے کے نہانے سے ہر قطرہ پر ایک فرشتہ کے پیدا ہونے اور اس کی تسبیح کا انکار کرنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ماننے والوں دشمنوں سے خارج ہے۔

۱۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق متعہ دین آئمہ کا جزو ہے۔ اور اس کی جزئیت کا منکوحہ دین سے خارج ہے۔

۱۳۔ متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد صحیح دائمی نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد سے کہیں بہتر ہے۔ اگر کوئی اس کا انکار کرے۔ تو وہ مرد اور کا فر ہے۔
۱۴۔ جو شخص متعہ نہ کرے وہ ہرگز شیعہ کہلانے کا حقدار نہیں۔

۱۵۔ متعہ کرنے سے سابقہ زندگی کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یعنی نماز چھوٹی ہے زکوٰۃ نہیں دی حج سے اعراض کیا ہے۔ جھوٹ اور غیبت کا ارتکاب کیا ہے اور دنیا جہان کا ہر گناہ دامن معصیت میں پھیٹ لیا ہے۔ تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ بس متعہ کر لو سب گناہ معاف، شامد اسی لیے شیعہ فرقہ نماز

دفعہ میں سستی کا ارتکاب کرتا ہے۔ کہ انہیں متعہ ہی کافی ہے۔

- ۱۵۔ وہ ایک درہم جو متعہ والی عورت کو بطور نفیس "ادائیجی جاتا ہے۔ کسی اور جگہ ہزار درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ یعنی راہ خدا میں ہزار درہم خرچ کرنے سے وہ ثواب نہ ملے گا۔ جو متعہ میں ایک درہم صرف کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔
- ۱۶۔ جنت میں کچھ خوریں ہیں جو اللہ نے صرف متعہ کرنے والوں کے لیے پیدا کی ہیں۔

متعہ کرنے والے کے تمام گناہ معاف اور غسل

کے ہر قطرے کے برابر درجات کی بندی حاصل ہوتی ہے

وسائل الشیعہ:

عَنْ صَالِحِ بْنِ عَقْبَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لِلشَّيْخِ ثَوَابُ مَا لَئِنْ
كَانَ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَخِلَافًا
عَلَى مَنْ أَنْكَرَ مَا لَمْ يُكَلِّمْهَا كَلِمَةً إِلَّا كَتَبَ
اللَّهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً وَلَمْ يَمُدَّ يَدَهُ إِلَيْهَا إِلَّا
كَتَبَ اللَّهُ لَهُ حَسَنَةً فَإِذَا دَنَى مِنْهَا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ
بِذَلِكَ ذَنْبًا فَإِذَا اغْتَسَلَ غَمَرَ اللَّهُ لَهُ بِقَدْرِ مَا
مَرَّ مِنَ الْمَاءِ عَلَى شَعْرِهِ قُلْتُ يَمُدُّ الشَّعْرَ
قَالَ بَعْدَ الشَّعْرِ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۴۴۲)

(کتاب النکاح باب استعجاب المتعہ)

توجہ:

صالح بن عقبہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے میں نے متعہ کرنے والے کے ثواب کے بارے میں پوچھا کہ کیا اُسے اس پر ثواب ہوگا؟ فرمایا۔ اگر وہ متعہ اس نیت سے کرتا ہے کہ اس سے اللہ راضی ہو جائے۔ اور جو متعہ کے منکر میں۔ ان کی مخالفت ہو جائے۔ (تو اس کا بہت ثواب ہے تفصیل یہ ہے) عورت کے ساتھ جتنی باتیں کرے گا۔ اس کے ایک ایک کلمہ پر ایک ایک نیکی ملے گی۔ اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا۔ تو اُسے ہاتھ گنے سے پہلے ایک نیکی اسے عطا ہو جائے گی۔ پھر جب اس کے قریب جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ فراغت پر جب غسل کرے گا۔ تو پانی کے ہر اس قطرے کے موافق اس کی مغفرت ہوگی۔ جو اس کے بالوں پر سے گزرا۔ میں نے پوچھا۔ بالوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔ فرمانے لگے۔ ہاں۔ بالوں کی تعداد کے برابر۔

متعہ کرنے کے بعد غسل کرنے پر ہر قطرے سے ستر فرشتے پیدا ہوں گے جو اس کے لیے ناقیامت مغفرت مانگیں گے

وسائل الشیعہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ
تَمَتَّعَ شُغْرًا غَسَلَ إِلَّا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ

تَقَطَّرُ مِنْهُ سَبْعِينَ مِائًا يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيَلْعَنُونَ مُتَجَنِّبَهَا إِلَى أَنْ تَقُومَ
السَّاعَةُ.

(وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۴۴۴ کتاب النکاح.)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو مرد
متہ کرتا ہے۔ پھر غسل کرتا ہے۔ تو اس کے غسل کے پانی کے ہر ایک قطرہ پر
اللہ تعالیٰ ستر فرشتے پیدا فرماتا ہے۔ یہ فرشتے قیامت تک متہ کرنے والے
کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اور جو متہ سے اجتناب کرتا ہے۔ اس پر
قیامت کے قائم ہونے تک لعنت بھیجتے ہیں۔

لحوظ فرمائیے:

باپ (امام محمد باقر) کی روایت سے متہ کرنے والے کی مغفرت اور درجات
کی بندی ثابت ہوئی تھی۔ اور بیٹے (امام جعفر صادق) کی روایت سے کہ ڈروں فرشتے
پیدا ہو کر متہ کرنے والے کی مغفرت اور اس سے منہ موڑنے والے پر تا قیامت لعنت
کرتے ہیں۔ ان فوائد وافرہ وکثیرہ کی کسے ضرورت نہیں۔ کون ہے جسے اپنے گنہوں
کی مغفرت مطلوب نہ ہو۔ اور کون ہے جو فرشتوں ایسی معصوم مخلوق کی لعنت سے بچنا
دچا ہوتا ہو۔ جب شیعیت میں یہ سب کچھ صرف متہ کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے
تو اس سے بڑھ کر آسانی کیا ہوگی۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ عراقی، شامی اور لبنانی شیعہ
اپنی مغفرت کیوں نہیں پسند کرتے۔ اور وہ مغفرت کے ہی سبب عظیم کو اپنے دین
کی توہین کہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ دو متعہ کی اباحت صرف اور صرف اس بیٹے کی گئی ہو کہ کس طرح بھی زنا کا الزام نہ آ سکے۔ اور عیش و عشرت بھی نہ چھوٹنے پائے۔ مزاج شریعت تو یہی ہے کہ ہر اس بات کی حوصلہ شکنی کی جائے جس میں خواہشات نفسانیہ کی برآری نظر آتی ہو۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”ومتعہ“ کو حرام فرما دیا تھا۔ اور اسے کتب شیعہ بھی تسلیم کرتی ہیں اور مسلک شیعہ کے مراکز بھی اس بدعاشی سے زمانہ قدیم سے لے کر آج تک دور رہے۔ اول تا آخر اس کی اباحت و اجازت خود ساختہ ہے۔ اور بس۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

فصل ہفتم

بیت خاندان نبوتی
ایر بڑی بیاضیہ

”جواز متعہ“ کی کذب بیانیوں

ضلع بھکر کے ایک قصبہ منیکرہ میں ایک مرتبہ بیعتی جلسہ میں شرکت کے لیے جانا پڑا تو جلسہ کے منتظمین میں سے خطیب اہل سنت مولانا حافظ احمد حسن رضوی خطیب اعظم منیکرہ، مولانا غلام رسول اور محمد رمضان عطشی (ایم۔ اے تالیخ) نے اصرار کیا کہ ہمارے علاقہ کے ایک شیعہ عالم نے جواز متعہ کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے جو بظاہر عالمانہ و لائل سے بھرپور نظر آتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہماری بہت سے سادہ لوح سنی متعہ کے جواز کے قائل ہو جائیں۔ اس لیے اس کا جواب انا چاہیے۔ بہر حال میں نے اُن سے مذکورہ کتاب لے لی۔ اور وعدہ کیا کہ اگر کوئی نئی دلیل جوئی۔ تو ضرور اس کا جواب دے دیا جائے گا۔ اور اگر وہی پرانی باتیں کہیں تو میں اس سے قبل متعہ کی بحث میں ان کے جوابات سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اب جبکہ دفعہ جعفریہ کے امتیازی اور انوکھے مسائل پر بحث ہو رہی تھی۔ اور یہ بحث وہ باب النکاح، تک پہنچ چکی تھی تو مجھے اثر جازدی کا مذکورہ کتابچہ

مختصر یہ کہ ”متعہ“ کی اباحت صرف اور صرف اس لیے کی گئی کہ کس طرح بھی زنا کا الزام نہ آ سکے۔ اور عیش و عشرت بھی نہ چھوٹنے پائے۔ مزاج شریعت تو یہی ہے کہ ہر اس بات کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ جس میں خواہشات نفسانیہ کی برآری نظر آتی ہو۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”متعہ“ کو حرام فرمادیا تھا۔ اور اسے کتب شیعہ بھی تسلیم کرتی ہیں اور مسلک شیعہ کے مراکز بھی اس بد معاشی سے زمانہ قدیم سے لے کر آج تک دور رہے۔ اول تا آخر اس کی اباحت و اجازت خود ساختہ ہے۔ اور بس۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

فصل ہفتم

بیت خانشہ کی زیارت
ایثار بڑی بی بی اصفیہ

”جوازِ متعہ“ کی کذب بیاباں

ضلع بھکر کے ایک قصبہ منکیرہ میں ایک مرتبہ یعنی جلسہ میں شرکت کے لیے جانا پڑا تو جلسہ کے منتظمین میں سے خطیب اہل سنت مولانا حافظ احمد حسن رضوی خطیب اعظم منکیرہ، مولانا غلام رسول اور محمد رمضان عطشی (ایم۔ اے تالیف) نے اصرار کیا کہ ہمارے علاقہ کے ایک شیعہ عالم نے جوازِ متعہ کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے جو بظاہر عالمانہ دلائل سے بھرپور نظر آتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہماری بہت سے سادہ لوح سنی متعہ کے جواز کے قائل ہو جائیں۔ اس لیے اس کا جواب اُنا چاہیے۔ بہر حال میں نے اُن سے مذکورہ کتاب لے لی اور وعدہ کیا کہ اگر کوئی نئی دلیل جوئی۔ تو ضرور اس کا جواب دے دیا جائے گا۔ اور اگر وہی پرانی باتیں کہیں تو میں اس سے قبل متعہ کی بحث میں ان کے جوابات سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اب جبکہ ”وقفہ جعفریہ“ کے امتیازی اور انوکھے مسائل پر بحث ہو رہی تھی اور یہ بحث ”باب النکاح“، ”بک پہنچ چکی تھی تو مجھے اثیر جاڑوی کا ذکر کرنا کچھ

یاد آیا۔ اُسے پڑھا۔ دلائل پر نظر دوڑائی۔ تو اس کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی۔ کہ اس میں جوازِ متعہ کے دلائل کو انوکھے انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ کچھ اس طرح کہ اسمائے رجال کی کتب سے مختلف حوالہ جات کے ذریعہ بعض روایات کے بارے میں دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی۔ اس سے یہ معلوم بھی ہوا۔ کہ جاڑوی کو اس فن سے واجبی سی واقفیت بھی نہیں۔ اسی کتبِ بچہ کے آخر میں ایک مسکارانہ اعلان بھی جڑ دیا۔ جس کا عنوان ”مخلصانہ لیل“ ہے ملاحظہ ہو۔

”میں نے اس رسالہ میں کسی فرقہ اسلامیہ کے خلاف ناشائستہ الفاظ استعمال نہیں کیے۔ لیکن جھنگ کے مولوی بہت گندی زبان استعمال کرتے ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ جب میرا یہ رسالہ مارکیٹ میں اُسے گا۔ تو یہ سُنی علماء بجائے اس کے کہ اس کا جواب دیں یہ جواب نہیں دیں گے بلکہ عدالت کی طرف جوع کریں گے۔ کہ اُسے ضبط کر لیا جائے۔ لیکن اس کو ایسے نہیں چاہیئے۔ بلکہ ان کو چاہیئے کہ حکومت کو درمیان میں لانے کی بجائے فقہ جعفریہ کے مسلمہ و منسحق مسلمہ مجتہدین اور مسلمہ صحابہ کرام کے تفسیری اقوال اور ائمہ اہل بیت سے نقل کردہ روایات سے متعہ کا عدم جواز ثابت کریں۔ چشم مارو شن و دل اثنا د۔“

ہم نے اس رسالہ کا مکمل طور پر مطالعہ کر کے اس میں مذکور چند کذب بیانیوں اور فریب کاریوں کو یکجا جمع کر کے ہر ایک دھوکہ دار کذب بیانی کو اس کے عنوان سے لکھا اور پھر اس کا جواب سپرد قلم کیا ہے۔ ہم نے سوچا تھا۔ کہ رسالہ مذکورہ کے الفاظ و معنی دونوں پر میر حاصل بحث کی جائے۔ لیکن الفاظ کی بحث کو چھوڑ کر صرف معانی کی بحث پر اکتفا کیا گیا۔ حتیٰ کے متلاشی اور غیر متعصب حضرات اگر دونوں رسالہ جات کے مضامین کو سامنے رکھیں گے۔ تو امید قوی ہے۔ کہ حق و باطل کے درمیان ان کے لیے اتنا ذکرِ ناگوئی مشکل نہ رہے گا۔ دو باللہ التوفیق

کذب بیانی

اور
دھوکہ دے

ایشیر جاڑوی نے اپنے رسالہ جواز متعہ میں ص ۱۰ سے لے کر ۷۱ تک آیات قرآنیہ سے جو جواز متعہ پر پانچ عدد دلائل پیش کیے ہیں ان کے ترتیب وار جوابات ۔

جواز متعہ

دلیل اول

اس وقت کی تاریخ شاہد ہے کہ لوگوں میں جس متعہ کا رواج تھا اور وہ ایک مدت متعہ کہلاتی تھی۔ آیت کا انداز بیان بھی واضحاً اس امر کی نشاندہی کر رہا ہے کہ متعہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ ایک عادت جاریہ ہے۔ اس لیے آیت نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ تم جو متعہ کرتے ہو اس میں عورت کی اجرت کو ملحوظ رکھو اور طامثل مثول نہ کرو۔ بلکہ اجرت دینا فریضہ واجبہ ہے۔

دلیل دوم

استماع عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور زبان کے لفظ کو اسی معنی میں استعمال

کرنا ہو گا جس معنی میں عوام استعمال کرتے ہیں رفائے عمومی کے خلاف استعمال کرنا ہو تو اس کے لیے کسی ایسی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو غیر متعل معنی میں استعمال کرنے کی وجہ جواز بن سکے جبکہ آیت متعہ میں استمتاع کو نکاح دائمی میں استعمال کیا جاتا ہے اور نکاح دائمی میں استعمال کرنے کی نہ کوئی وجہ جواز ہے اور نہ کوئی دلیل۔ لہذا آیت میں استمتاع کا معنی وہی کرنا ہو گا جو عرب کا عرف عام کیا کرتا تھا۔ اور وہ ہے متعہ۔

دلیل چہارم:

آیت میں اُجُودَ هُنَّ (میعادی نکاح والی عورتوں کی اجرت) اس حقیقت کی کھلی دلیل ہے کہ استمتاع کا معنی دائمی نکاح نہیں بلکہ میعادی نکاح متعہ ہے کیونکہ دائمی نکاح کے لیے نہ تو کسی آیت ۷ نہ کسی حدیث ۷ اور نہ ہی کسی عرب کے قول میں اجرت کا لفظ بولا گیا ہے۔ بلکہ دائمی نکاح کے لیے صدق یا مہر کا لفظ آتا ہے۔ لہذا آیت میں استمتاع کا معنی دائمی نکاح اور اُجُودَ هُنَّ کا معنی مہر کرنا ایسا معنی ہے جو نہ صرف بلا دلیل ہے۔ بلکہ مقصود ذات احادیث، سنت رسول اور عمل صحابہ کے عریض خلافات ہے۔

دلیل پنجم:

آیت کا سیاق و سباق بھی بتا رہا ہے کہ استمتاع کا معنی دائمی نکاح نہیں بلکہ میعادی نکاح ہے کیونکہ آیت ۲۳ سے ۲۷ تک اُن عورتوں کا ذکر ہے جن سے نکاح جائز نہیں۔ بوقت طلاق عورت کو دیئے گئے مال کی واپسی سے ممانعت ہے۔ جن عورتوں سے نکاح نہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ وہ یہ ہیں۔ والدہ کی منکوحہ نسبتی ماں، رضاعی ماں، بیٹی، بہن، رضاعی بیٹی، رضاعی بہن، خالہ، پھوپھی، بھتیجی

بھانجی، ساس، بیو، کسی کی منکوحہ، و دونوں بہنوں کا جمع کرنا۔ اس فہرست کے بعد ارشاد فرمایا۔

أَحِلَّ لَكُمْ مِمَّا قَرَأْتُمْ هَٰذَا الْحُكْمَ - علاوہ ازیں تمہارے لیے ہر عورت سے نکاح جائز ہے۔ اب چونکہ حکم نکاح دائمی کا تھا۔ اور میعاد ہی نکاح کا بیان اس میں نہیں آتا تھا۔ اس لیے ذات احدیت نے بطور خاص آخر میں حکم متعدد ارشاد فرمایا۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ - اگر تم متعد کر دو۔ تو واجب ہے کہ جس عورت سے متعہ کر رہے ہو۔ اس کی اجرت اسے ادا کر دو۔ امید ہے۔ جناب والا کے ذہن میں ذات احدیت کی تقسیم الگنی ہوگی کہ نکاح کی دو قسمیں ہیں۔ دائمی اور میعاد ہی۔ - دائمی نکاح حق مہر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور حق مہر۔ نکاح میں میعاد ہی نہیں اجرت ہوتی ہے۔ آخر میں اللہ نے عورتوں کی ایک اور قسم بتائی۔ جن سے نکاح جائز ہے۔ لیکن یہی دو اقسام کی طرح اس قسم کو مطلق ادا کرنے کی بجائے مشروط قرار دیا ہے۔ اور شرائط بھی بیان فرمادیئے ہیں کہ جس شخص میں وہ شرائط موجود ہوں کینزوں سے نکاح کر سکتا ہے۔ اور جس میں وہ شرائط موجود نہ ہوں کینزوں سے نکاح نہیں کر سکتا۔ آخر میں میں بطور اختتام بتایا۔

يُؤَيِّدُ اللَّهُ لِيَكُنَّ لَكُمْ وَبَيِّدَ كُمْ سَنَ الْاٰلِ دِيْنٍ
مِنْ قَبْلِ دِكُمْ -

ترجمہ :-

اللہ تمہیں پہلے لوگوں کے راستے بتانا چاہتا ہے۔ ان آیات میں غور و فکر سے ہم اس نتیجہ پہنچے ہیں کہ آیت میں لفظ استمتاع کا معنی میعاد ہی نکاح ہے۔

دائی نکاح نہیں اور میعادی نکاح کا دوسرا نام متعہ ہے۔ جواز دوسرے نص قرآن جائز ہے۔ اور اسے منسوخ نہیں کیا گیا

(جواز متعہ ص ۱۵ تا ۱۴)

دلیل اول کا جواب:

تاریخی شہادت کہ متعہ اسلام سے پہلے ہی چلا آ رہا ہے الخ۔ یہ بات ہم اہل سنت کے لیے مضر ہے اور نہ اہل تشیع کے لیے مفید کیونکہ دور جہالت میں مروج امور اسلامی امور قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ ہاں اگر اسلام آن سے منع کرے تو ان کے کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے دن اس کی حرمت کا اعلان فرما کر اس کی اباحت وغیرہ کو ہمیشہ کے لیے دفن فرمادیا۔ اس اعلان کی شہادت جس طرح کتب اہل سنت دیتی ہیں کتب شیعہ میں بھی یہ بالتصریح موجود ہے۔ حوالہ کے لیے الاستبصار جلد سوم ص ۱۲۲ ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں تہذیب الأحکام جلد ۷ ص ۲۵۱ پر بھی اس کا واضح تذکرہ موجود ہے۔

دلیل دوم کا جواب:

تاریخی شہادت کہ متعہ اسلام سے پہلے متعہ معروفہ کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں بھی اس کا معنی میعادی نکاح (متعہ معروفہ) ہی ہے۔ الخ مذکورہ عبارت میں دو امور ہیں۔ اول یہ کہ لفظ استعمال متعہ معروفہ میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ دیگر معنی میں نہیں۔ اور دوسرا امر یہ کہ قرآن کریم نے بھی اسے اسی معنی میں ہی استعمال کیا ہے۔

ان دونوں امور کی تردید ہم قرآن کریم سے پیش کرتے ہیں۔ پارہ مذکورہ ۱۵

فَاَسْتَمْتَعُوا بِخَلْقٍ لِّمَرْكَبٍ مَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ اَنْهٰمْ نَافِعٌ
 جنوں سے نفع اٹھایا جیسا کہ تم نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا (ترجمہ مقبول) شیعہ مترجم
 نے استمتاع کا معنی نفع اٹھانا کیا ہے۔ اور یہ درست بھی ہے۔ کیونکہ اگر اس لفظ
 کے حروف زائدہ کو نکال دیا جائے اور اصل حروف باقی رکھیں۔ تو م۔ ت۔ ع۔ ماوہ
 نکلے گا۔ اس کا معنی نفع ہے اور اگر آیت مذکورہ میں استمتاع کا معنی بقول جاڑوی متعہ
 معروفہ کیا جائے۔ تو پھر اپنے حصہ کے ساتھ معادی نکاح (اجرت طے کر کے) کرنا
 پڑے گا۔ اس سے دلی کرنا پڑے گی۔ لہذا معلوم ہوا کہ استمتاع کے متعہ معروفہ
 کے علاوہ اور معانی بھی ہیں استمتاع کی طرح لفظ متاع بھی ہے۔ قرآن کریم میں
 ایک جگہ آیا ہے۔

وَلِلْمُطَلَّاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ.

(پٹ رکوع ۱۵)

ترجمہ :

اور طلاق دی گئی عورتوں کے لیے بھی نسیکی کے ساتھ نفع پہنچانا ہے
 (ترجمہ مقبول)

اسی آیت کے مضمون سے دو متعہ الطلاق، کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مَتَّعُوْهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمَقْتَرِ
 قَدَرُهُ

(پٹ ع ۱۵)

ترجمہ :

ان کو نسیکی کے طور پر نفع پہنچاؤ۔ صاحب قدرت (مالدار) پر اس کی
 حیثیت اور غریب پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہے۔

اس آیت میں مذکور لفظ استمتاع، متاع، منفعہ نفع پہنچانے کے معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اگر جاڑوی کو اصرار ہو۔ کہ ان سب مقامات پر دو متعہ معروفہ، اسی مراد ہے۔ اور پھر بھی اصرار ہو۔ کہ متعہ معروفہ قرآن کی نص سے جائز ہے۔ تو پھر اس متعہ معروفہ کا اجر و ثواب بھی قرآن سے سن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ كَسَمْتُمْ اَنْ لَا يَمْلِكَ لَكُمْ سُلْطٰنٌ اِلٰى النَّارِ -

(دیکھ ۱۷۷)

ترجمہ:

تم کہہ دو کہ (چند روز) نفع اٹھا لو کہ تمہاری بازگشت تو یقیناً جہنم ہی کی طرف ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اب آئیے ذرا جاڑوی صاحب کے ادعاؤ کے مطابق توجہ کریں۔ اسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجئے! میعاد دی نکاح (متعہ معروفہ) کرتے رہو۔ آخر تو یقیناً تمہیں جہنم کی طرف پھرنے ہے۔ گویا متعہ کرنے والے کے جہنمی ہیں۔ کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے متعہ کرنے والوں کے لیے کیسی بہترین خوش خبری سنائی ہے جاڑوی اور اس کے ہم نواؤں کو اپنے ضابطہ کے تحت اس کی مبارک ہو۔

دلیل سوم کا جواب:

اشیر جاڑوی کے بقول استمتاع کا معنی دو متعہ معروفہ، ہی ہے۔ اور اگر اس کے خلاف دوسرا معنی لینا پڑے۔ تو اس کے لیے کوئی وجہ جواز یا قرینہ و دلیل ہونی چاہیے اور یہ کہ آیت استمتاع میں دوسرے معنی کی کوئی وجہ جواز نہیں الخ۔

جہاں تک لفظ استمتاع کا معنی صرف میعاد دی نکاح یا گیا۔ ہم نے اس کا ابطال قرآن کریم سے پیش کر دیا ہے۔ اب آیت مذکورہ میں اس سے مراد دائمی نکاح

ہونے پر وجہ جواز اور دلیل و قرینہ کا ہونا تو اس کے لیے اسی آیت کے انہدرا میں اللہ تعالیٰ نے دو لفظ ذکر فرمائے۔ مُحْصِنَاتٍ عَتِیْرَ مُسَافِحَاتٍ۔ یعنی عورت محرم کے سوا دوسری سے استفادہ اور حصول منافع کی غرض یہ ہے کہ تم اس طرح پاکیزگی کا حصول کرو۔ اور حرام کاری یعنی ضیاع لطفہ سے بچ جاؤ۔ لہذا یہ دو لفظ استمتاع کی بھی غرض و غایت بیان کر رہے ہیں اس لیے ایسا استمتاع جس میں محض شہوتانی اور دقتی اُبال ٹھنڈا کرنا ہو۔ وہ عند اللہ درست ہی نہیں اور متعہ معروفہ یا بقول جاڑوی میعاد کی نکاح اپنے نام سے اپنی غرض بیان کر رہا ہے۔ کہ محض وقت پاس کرنا ہے اور اس کے لیے اجرت ملے کرنا ہے۔ اور اگر اس سے مراد نکاح دائمی لیا جائے تو اُن دونوں الفاظ پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ اب وجہ جواز آپ کے خیال میں آگئی ہو گی۔ اگر صدق دل سے یہ چاہت تھی کہ وجہ جواز مل جائے۔ تو استمتاع سے مراد دو نکاح دائمی ہو گا۔ وہ ہم نے بیان کر دی ہے۔ اب تمہاری نیت اور عقیدہ ہے جو چاہو اختیار کرو۔

دلیل چہارم کا حجاب:

دھوکہ دیتے ہوئے اشیر جاڑوی نے اپنی تائید کے لیے لفظ اُجُودَہً مَقْرُوبَہً کو دلیل بنایا۔ اور کہا کہ نکاح دائمی کے حق مہر کے لیے لفظ اجرت استعمال نہیں ہوا۔ ۱۰۱

قرآن کریم کے مطالعہ کرنے والا اس امر سے بخوبی آگاہ ہو گا۔ کہ وہیں بھی ان لفظوں کی طرح ایک فریب ہے۔ ورنہ قرآن کریم میں کئی جگہ پر نکاح دائمی میں حق مہر کے لیے دو اجرت کا لفظ مذکور ہے۔

۱۔ فَانْكَحْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ اُجُورَهُنَّ

بِالْمَعْرُوفِ

(پ ۵ غ)

ترجمہ:

پس ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ اور ان کے مہر کی
 کے ساتھ ان کو دے دو۔ (مقبول شیعہ)

۲۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوا هُنَّ إِذَا أَبْتُمُوهُنَّ
 أَجُورَهُنَّ۔ (پ ۲۱-۲۴)

ترجمہ:

اور اس میں تم پر کوئی الزام نہیں۔ کہ تم ان سے نکاح کرو جبکہ تم ان کو مہر
 دے دو۔ (مقبول شیعہ)

۳۔ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أَجُورَهُنَّ۔

(پ ۲۲، ۲۴)

ترجمہ:

بے شک ہم نے حلال کیں تمہارے لیے وہ بیبیاں جن کے مہر دے
 چکے ہو۔ (مقبول شیعہ)

مذکورہ تین آیات قرآنیہ میں لفظ اجرت استعمال ہوا۔ پہلی دو آیات میں
 بالتصریح لفظ نکاح کے ساتھ اور تیسری آیت میں لفظ زوجیت کے ساتھ ہے۔
 زوجیت بھی نکاح کا ہی اثر ہے۔ میعاد نکاح میں زوجیت کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا
 لہذا معلوم ہوا کہ اجرت کا لفظ صرف متعہ معروفہ کے لیے اور مہر و صدق کا لفظ صرف
 نکاح دائمی کے لیے مخصوص کر دینا قرآن کریم کی تکذیب کے مترادف ہے۔ اور
 سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کی جاہلانہ کوشش ہے۔

دلیل پنجم کا جواب :

آیت استمتاع کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ اس سے مراد متعہ (میعادی نکاح) ہے۔ الخ۔

سیاق و سباق مختصر توں ہے کہ سورۃ النساء میں ابتداءً نکاح میں بیک وقت کتنی عورتیں ہو سکتی ہیں۔ اس کی تعداد بیان فرمائی۔

فَاَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنً وَثُلَاثَ
وَرُبَاعَ۔

ترجمہ :

یعنی تم اپنی پسند کی دو، تین یا چار عورتیں بیک وقت نکاح میں لا سکتے ہو۔

یہاں لفظ نکاح فرما کر میعادی نکاح کا معاملہ ختم کر دیا گیا۔ پھر حق مہر کے مسائل بیان فرمائے۔ اس کے بعد کچھ آیات کو چھوڑ کر ان عورتوں کا ذکر ہے۔ جن سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے۔ ان کے تذکرہ کے بعد اَحِلَّ لَكُمْ مَعَا وَكَاءَ الخ فرما کر ان عورتوں کی نشاندہی فرمادی۔ جن سے نکاح والہی کرنے کی اجازت ہے۔ اس کے متصل فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ الخ الفاظ پر پچھلے مضمون کے بالکل متصل ایک ہی آیت میں وارد فرمائے۔ اور ہر فریضہ میں چار مرتبہ ہے۔ کہ حرف و وفاء، مابعد کو اپنے ماقبل سے حکم میں ملتا ہے۔ اور ماقبل کی ہی تفسیر کرتا ہے۔ اور دو مِثْلُ شَيْءٍ، میں ضمیر مَن کا مرجع بھی وہی عورتیں۔ جو اَحِلَّ لَكُمْ ما وراء الخ سے مراد ہیں اور ان عورتوں سے عرض ارتفاع اور استمتاع بھی یہ بیان فرمائی کہ پاکدامنی، پیش نظر ہونی چاہیئے۔ نہ کہ شہوت رانی اور وقتی تسکین۔ لہذا یہ سیاق و سباق

داخل کرتا ہے۔ کہ محرمات ابدیہ کو چھوڑ کر تہار سے یہ دو اقسام کی غور تیں احسان
اور عدم سفاح کے پیش نظر جائز ہیں۔ ایک تہاری ملوکہ کنیزیں اور دوسری وہ آزاد
عورتیں جن سے تم نکاح کی نیت سے اور پاکدامنی کی غرض سے نکاح کرنا چاہتے ہو اگر
ایہ ارادہ ہو۔ تو ان کے مقررہ حق مہر ان کے سپرد کر دو۔ بیاق و سابق ہم نے پیش کر دیا۔
اور اس کے مطالعہ کے بعد آیت میں استمتاع سے مراد قارئین خود سمجھ جائیں گے
ممکن ہے۔ اشیر جائز دی کو سمجھ نہ آئے۔ کیونکہ وہ تو شوقِ متعہ میں اندھا ہورہا ہے۔ البتہ
غیر جانبدار اس سے صحیح سمجھے گا۔ کہ تمام احکام نکاح دائمی کے ہیہ ان میں برہ ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر (۳)

تفسیر طبری کی عبارت سے جوازِ منفعہ ثابت کرنے
کی کوشش

کتاب جوازِ منفعہ

اب ایک نگاہ میں اُن ائمہ تفسیر میں سے کچھ متفق علماء نے آیت میں استمتاع کا معنی منفعہ کیا ہے۔ مرت علامہ محمد ابن جریر طبری کی تفسیر جامع الابیان سے چند ایک کی نشاندہی زیادہ مناسب رہے گی کیونکہ سوادِ اعظم کی نگاہ میں علامہ محمد ابن جریر طبری قابلِ اعتماد افراد میں سے ایک ہیں۔ معنائے استمتاع میں طبری کی تفسیری روایات۔

۱۔ طبری نے اپنے سلسلہ سند سے سنی روایت لی ہے۔ سنی کہتا ہے
فما استمتعتم به منهن کی آیت سے مراد منفعہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ
مرد، عورت کے ساتھ مدتِ معینہ تک کے لیے نکاح کرے جبکہ دو گواہ موجود
ہوں۔ اور عورت کے ولی سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔ مدت گزرنے کے
بعد عدت اور مرد میں کوئی رشتہ نہ رہے گا۔ عورت مرد سے بُری ہوگی

اور عورت کو استبراد کرنا ہوگا۔ اور ان کے درمیان توارث نہیں ہوگا۔

۲۔ طبری نے اپنے ذریعہ سند کی بنا پر مجاہد سے نقل کیا ہے کہ فمّا استمتعتم بہ منہن سے مراد نکاح متعہ ہے۔

۳۔ طبری نے ابوشنابت سے روایت کی ہے کہ ابوشنابت کہتا ہے کہ ابن عباس نے مجھے قرآن کا ایک حصّہ دیا اور کہا کہ یہ قرآن ہے جو بعینہ پڑھ کر مجھے سنایا۔ اور اس میں فمّا استمتعتم بہ منہن اجور من الی اجل مسمیٰ ہے۔ الی اجل مسمیٰ (مدت معینہ تک) قرآن کے الفاظ نہیں بلکہ اُجّی کا ذاتی تشبیہ کی اور تفسیری فقرہ ہے۔ جس کا مقصد آیت سے نکاح متد ثابت کرنا ہے۔

۴۔ طبری نے ابونضر سے نقل کیا ہے کہ ابونضر کہتا ہے کہ میں نے ابن عباس سے نکاح محرم کے متعلق پوچھا۔ تو ابن عباس نے کہا کہ تو سورۃ النکاح نہیں پڑھا کرتا ابونضر نے کہا کہ کیوں نہیں پڑھتا ہوں۔ ابن عباس نے کہا۔ فمّا استمتعتم بہ منہن الی اجل مسمیٰ کبھی نہیں پڑھا۔

۵۔ طبری نے مختلف سلسلہ سند سے حدیث نمبر ۴ کے الفاظ میں حدیث بیان کی ہے۔

۶۔ طبری نے حدیث نمبر ۳ کے الفاظ میں بعینہ ایک حدیث مختلف سلسلہ سند سے بیان کی ہے۔

۷۔ طبری نے عمیر سے اور عمیر نے ابن عباس سے روایت نمبر ۳ کی طرح روایت کی ہے۔

۸۔ طبری نے قتادہ سے نقل کیا ہے۔ قتادہ کا بیان ہے کہ ابی ابن کعب مصحف میں۔ میں نے ابن عباس سے نقل شدہ حدیث نمبر ۴ کی طرح خود دیکھا ہے۔

۹۔ طبری نے ابراہیم سے اور ابراہیم نے ابن عباس سے بعینہ حدیث نمبر ۳ کی طرح ایک حدیث بیان کی ہے۔

۱۰۔ طبری نے شبہ سے نقل کیا ہے۔ شبہ کہتا ہے۔ کہ میں نے حکم سے پوچھا کیا آیت متعہ منسوخ ہے؟ حکم نے جواب دیا حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو حرام قرار نہ دیتا تو کوئی بدعت ہی ارتکاب نہ کرتا۔

۱۱۔ طبری نے عمرو ابن مٹرہ سے نقل کیا ہے۔ عمرو کہتا ہے۔ کہ میں نے سعید ابن جبیر سے آیت متعہ کی تلاوت بعینہ حدیث نمبر ۴ کی طرح متعہ تشریحی الفاظ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمَّیٍّ (مدت معینہ تک) سنی ہے۔

علامہ طبری کی ان گیارہ روایات جن میں سے مفہوم تو تمام کا ایک ہی ہے۔ البتہ الفاظ اکثر تو ایک جیسے ہیں جبکہ بعض احادیث کے الفاظ مختلف ہیں۔ اور سلسلہ سند تمام کا جدا جدا ہے۔ کا مقصد واضح اور غیر مبہم ہی ہے۔ کہ متعہ جائز اور غیر منسوخ ہے۔ یہ تمام روایات تفسیر قرآن میں آئی ہیں۔ اب کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اتنے صحابہ مع جبرائیل جناب عبداللہ ہی عباس سب جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ان تمام کو آیت متعہ منسوخ ہونے کا علم نہ تھا۔

ہمارا مقصد چونکہ متعہ کے بارے میں تمام پہلوؤں کو دیکھنا ہے۔ اور اس سلسلہ میں درست یا نادرست جو بھی مواد موجود ہے۔ اس کو پیش کر کے صحیح حکم شریعت اسلامیہ معلوم کرنا ہے۔ اس لیے علامہ طبری کی ان احادیث و روایات کو بھی پیش کرنے کے بعد آیت متعہ غیر منسوخ اور جواز منہ کی دلیل بنتی ہے۔ اب علامہ طبری کی ان روایات کو بھی پیش کر رہے ہیں تاکہ برادران اہل سنت کو اس سلسلہ میں جو غلط دیا جاتا ہے۔ وہ اس سے بچ جائیں اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ اس سلسلہ میں علامہ طبری کو کل پانچ ایسی

روایات ملی لگی ہیں۔ جو حرمت متعہ کی دلیل میں انہوں نے پیش کی ہیں۔

- ۱۔ حسن سے روایت ہے کہ آیت میں لفظ استمتعتم سے مراد نکاح ہے
- ۲۔ مجاہد سے منقول ہے کہ آیت میں لفظ استمتعتم سے مراد نکاح ہے
- ۳۔ مجاہد سے مروی ہے کہ آیت میں استمتاع سے مراد نکاح ہے۔
- ۴۔ طبری نے علی بن طلحہ سے اور علی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ کے الفاظ کے متعلق فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اگر کسی عورت سے نکاح دائمی ایک مرتبہ کرے تو اس عورت کا حق مہر مرد کے ذمہ واجب الادا ہو جاتا ہے۔ استمتاع سے مراد نکاح دائمی ہے۔ اور اسی سلسلہ میں ارشاد قدرت ہے۔ اَلْوَاٰلِیُّنَ الْمَرْسُوٰیۃُ صَدَقَتِهِنَّ

- ۵۔ طبری نے علی بن طلحہ سے اور علی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بہ منطلق کے متعلق کہا کہ یہ نکاح دائمی ہے۔ اور قرآن میں نکاح دائمی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر تو بذریعہ نکاح دائمی کوئی عورت سے۔ اور اس سے لطف اندوز ہو جائے۔ تو اس کی اجرت حق مہر ادا کرے ہاں اگر عورت اپنی طرف سے ادا کردہ یا وعدہ کردہ حق مہر میں سے تجھے کچھ یا تمام معاف کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ نے عورت کے لیے عدت و نفقہ اور میراث دونوں کو واجب قرار دیا ہے۔

حائزہ

ان پانچ روایات کا ہمیں جائزہ لینا ہو گا کہ حرمت متعہ کے تقاضے کیسے پورا کرتی ہیں؟ اور کیا ان سے حرمت متعہ ثابت ہو بھی سکتی ہے۔ یا نہیں؟ متن کے لحاظ سے ان روایات کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی تین روایات میں یہ صراحت نہیں کہ استمتاع سے مراد دائمی نکاح ہے۔ بلکہ صرف لفظ نکاح ہے۔ اور لفظ نکاح سے مراد جس طرح دائمی نکاح یا جاسکتا ہے۔ اسی طرح نکاح میعاد ہی بھی یا جاسکتا ہے۔ اس اعتبار سے پہلی تین روایات حرمت متعہ کے تقاضے پورا نہیں کرتیں۔ بلکہ ان تین روایات کو جس طرح حرمت متعہ کے لیے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ان تین روایات کو جواز متعہ کی دلیل بھی بنایا جاسکتا ہے۔ ان تین روایات میں نہ تو نکاح دائمی کا ثبوت ہے اور نہ نکاح میعاد کی نفی ہے۔ لہذا یہ تینوں روایات حرمت متعہ کی دلیل بننے سے قاصر ہیں۔ اب ان ہی آخری دو روایات میں جن میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ استمتاع سے مراد دائمی نکاح ہے۔ اور اجرت سے مراد حق مہر ہے۔ تو حسب ذیل امور کی بنا پر یہ بھی حرمت متعہ کی دلیل بننے سے قاصر ہیں۔

- ۱۔ علامہ طبری کی وہ روایات جو انہوں نے جواز متعہ کے بارے میں نقل کی ہیں وہ تعداد میں گیارہ ہیں۔ اور جو حرمت متعہ کی متعلق روایات نقل کی ہیں۔ ان کی تعداد دو ہے۔ گیارہ اور دو کا مقابلہ کوئی دانش مند کرنے کی جسارت نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ جس طرف دو روایات ہیں۔ وہ پہلو کمزور ہے۔ اور جس طرف گیارہ روایات ہیں۔ وہ پہلو طاقتور ہے۔ لہذا جواز متعہ کی گیارہ

روایات کے مقابلہ میں حرمت متعہ کی دو روایات ہمیں آسکتیں۔ دو روایات کا چھوڑنا جتنا آسان ہے گیارہ روایات کا ترک کرنا اتنا مشکل ہے۔ اور یہ حقیقت ثبوت متعہ کی دلیل ہے۔

۲۔ جواز متعہ کے سلسلہ میں علامہ طبرسی کی نقل کردہ روایات ہیں۔ جن میں محدثین اثنا عشریہ علمائے فقہ جعفریہ، ائمہ اہل سنت اور علمائے سواد اعظم کا اتفاق کمال ہے۔ اور اسی کا نام اجماع امت ہے۔ جبکہ دو روایات اولاً تو امت محمدیہ کی ایک امت بڑی تعداد کے لیے قابل قبول ہیں۔ اور ثانیاً علمائے سواد اعظم نے بھی انہیں ماننے میں تامل سے کام لیا ہے۔ لہذا جواز متعہ کی روایات درست اور قابل قبول ہیں۔

۳۔ حرمت متعہ کے سلسلہ میں نقل ہونے والی دو روایات مخالف قرآن ہیں جبکہ جواز متعہ کی گیارہ روایات حکم قرآن کے مطابق ہیں۔ جو روایات حکم قرآن کے کھلی مخالف ہوں۔ دو تو کی اگر دو سو بھی ہوں جب بھی قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔ اور حکم قرآن کے موافق روایات گیارہ کی بجائے صرف ایک ہو جب بھی قابل قبول ہوگی۔ لہذا حرمت متعہ کی روایات ناقابل قبول یعنی کی وجہ سے قابل رد ہیں۔ اور جواز متعہ کی روایات قابل قبول ہیں۔

۴۔ جواز متعہ کی روایات تعداد میں زیادہ ہونے، امت کے لیے اجماعی ہونے اور مطابق قرآن ہونے کے علاوہ سلسلہ سند میں اتنی قوی اور مضبوط ہیں کہ ان میں کسی قسم کی جرح و تنقید کی گنجائش نہیں جبکہ حرمت متعہ کی دو روایات تعداد میں کم ہونے، امت میں متنازع فیہ ہونے اور مخالف قرآن ہونے کے علاوہ سلسلہ سند میں اتنی کمزور تر ہیں کہ احادیث پر جرح و تنقید کے اصول کے سامنے ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ٹھہر سکتیں۔ لہذا جواز متعہ کی احادیث

صحیح اور حرمت متعہ کی روایات نادرست اور قابل رد ہیں۔

(جواز متعہ مصنفہ اشیر جازوی شیعہ از صفحہ ۲۴۱ تا ۲۴۲)

مکتبہ انوارِ نعمت دریا خان بھکر)

جواب:

جاڑو شیعہ کی مذکورہ طویل ترین تحریر تین امور پر مشتمل ہے

امیر اقل

طبری میں آیت استمتاع سے مراد متعہ معروفہ کے حق میں گیارہ اور نکاح کے منہوم پر پانچ روایات مذکور ہوئیں۔ مومناں الذکر پانچ میں سے تین میں صرف نکاح لکھا ہے۔ جو میعاد دی اور دائمی نکاح دونوں پر برہے جانے کی وجہ سے مساوی ہوا۔ صرف دو روایات نکاح دائمی کے حق میں ہیں۔ اس لیے دو گیارہ کی متبادل میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

امر دوم:

ملت متعہ کی روایات شیعہ سنی دونوں مکتبہ فکر کی کتب میں موجود ہونے کی وجہ سے یہ امر اجماعی ہوا۔

امر سوم:

طبری میں مذکور دو روایات ہی نکاح دائمی پر دلالت کرتی ہیں۔ جب کہ

گیارہ عدد روایات، ثبوت متعدد پر دلالت کرتی ہیں۔ اور وہ دونوں قرآن کریم کی آیت کے بھی خلاف ہیں۔ لہذا وہ قابل قبول نہیں۔

جواب امر اول

تعداد کی قلت اور کثرت کو روایات میں ترجیح اور عدم ترجیح کا معیار قرار دینا جاڑوی کا اپنے گھر کا ضابطہ اور قانون تو ہو سکتا ہے۔ فنِ حدیث اور روایت میں اس نام کا کوئی قانون موجود نہیں۔ اور زمین روایات میں لفظ نکاح کو میعاد دی اور دائمی دونوں کے لیے مشترک، ماننا اس کی دوسری جہالت ہے۔ جس عورت سے نکاح دائمی ہو اسے منکوحہ کہتے ہیں۔ اور جس سے وقتی ہو۔ اسے منکوحہ نہیں بلکہ متمتعہ یا مستاجرہ کہتے ہیں۔ قلت و کثرت روایات کو معیار ترجیح ٹھہرانا جہالت ہے۔ ہاں وصف، عدالت وجہ ترجیح بن سکتی ہے۔ علم اصول کی معتبر کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

نور الانوار

فَإِذَا وَقَعَ الشَّعَارُ ضُ بَيْنَ الْخَبَرَيْنِ فَالْتَرَجِّحْ
لَا يَقَعُ بِفَضْلِ عَدَدِ الرُّوَاةِ وَبِالذُّكُورَةِ وَ
الْأُنْثَرَةِ وَالْحُرِّيَّةِ يَعْنِي إِذَا كَانَ فِي أَحَدِ
الْخَبَرَيْنِ الْمُتَعَارِضَيْنِ كَثْرَةُ الرُّوَاةِ وَ فِي
الْآخَرِ قَلَّتُهَا أَوْ كَانَ رَاوِي أَحَدِهِمَا مَذْكُورًا وَ
الْآخَرُ مُؤْتَبَرًا أَوْ رَاوِي أَحَدِهِمَا حُرًّا وَ الْآخَرُ
عَبْدًا لَمْ يُتَرَجَّحْ أَحَدُ الْخَبَرَيْنِ عَلَى الْآخَرِ
بِهَذِهِ الْمَعْرِفَةِ لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَةَ فِي هَذَا السَّبَابِ

الْعَدَالَةُ وَهِيَ لَا تَخْتَلِفُ بِانْكَثَرَةِ وَالذُّكُورَةِ
وَالْحُرِّيَّةِ فَإِنَّ عَاشِشَةً كَانَتْ أَفْضَلَ أَكْثَرِ الرِّجَالِ
وَبَدَلًا كَانَ أَفْضَلَ مِنْ أَكْثَرِ الْخَرَائِرِ وَجَمَاعَةً
الْمَلِكَةِ الْعَادِلَةِ أَفْضَلُ الْكَبِيرِ الْعَاصِيَةِ وَفِي قَوْلِهِ
فَضْلُ عَدَدٍ وَالتَّرْوَادِ إِيَّاهُ إِلَى أَنْ عَدَدًا لَا يَتَرَجَّحُ
عَلَى عَدَدٍ بَعْدَ أَنْ كَانَ فِي دَرَجَةِ الْأَحَادِ .

(ذوالانوار ص ۲۰۵ بمبئی المعارض)

(سید کینی)

ترجمہ:

جب دو خبروں (اعادیت) کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو
ترجیح کا یہ طریقہ نہیں کہ زیادہ راویوں والی کو ترجیح دی جائے۔ مذکور
راوی کے مقابلہ میں مومنث کو ترجیح نہ ہو۔ آزاد راوی کی روایت غلام
کی روایت سے رائج ہو جائے۔ مطلب یہ کہ دو متعارض خبریں ایسی
ہیں کہ ایک میں راویوں کی تعداد زیادہ اور دوسری میں کم یا ایک کا
راوی مذکور اور دوسری کی مومنث یا ایک کا راوی آزاد اور دوسری کا
غلام تو اس اعتبار سے ترجیح نہ ہوگی۔ کیونکہ روایت کی ترجیح میں اصل
اعتبار دو عدالت کا ہے۔ اور عدالت میں کثرت و قلت یا تذکرہ
تائید کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا عورت ہوتے ہوئے بیت سے مردوں سے افضل
ہیں۔ در حضرت بلال رضی اللہ عنہ باوجود غلام ہونے کے بیت سے
ایک آدمیوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور مختصر (افراد مشتعل) جماعت جو

مائل ہو۔ ایسی جماعت سے افضل جوتی ہے۔ جس کے افراد تو بہت زیادہ ہوں۔ لیکن ہوں فاسق و فاجر۔ اور راویوں کی تعداد کے زیادہ ہوتے ہوئے اس کو فضیلت قرار نہ دینا اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ جب راویوں کی تعداد ایک خبر واحد میں تھوڑی ہو۔ اور اس کے مقابل میں زیادہ۔ تو اس کی بیشی کا روایت کی صحت و عدم صحت میں کوئی اثر نہیں پڑتا۔

توضیح:

عبارت مذکورہ نے واضح کر دیا۔ کہ خبر واحد کے درجہ میں قلت و کثرت رواہ یکساں نہیں۔ اگر ترجیح کی وجہ ہوگی۔ تو وہ ان کا عادل یا غیر عادل ہونا ہوگی۔ خبر واحد کے راویوں کی قلت و کثرت اس لیے کہا۔ کہ اگر کثرت راویان سے وہ خبر درجہ توازن کو پہنچ جائے۔ کہ جن کا تھوٹ پر اکٹھا ہونا ناممکن ہو۔ تو اتنی کثرت اس روایت کو خبر واحد سے نکال کر خبر متواتر میں داخل کر دے گی۔

تو معلوم ہوا۔ کہ خبر واحد کے ہوتے ہوئے راویوں کی کمی بیشی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ بہر حال خبر واحد ہی رہے گی۔ اس کی اصل تصدیق ہم خود ان شیعوں کی کتاب سے پیش کیے دیتے ہیں۔

معالم الاصول

اصْلُ وَخَبْرُ الْوَاحِدِ هُوَ مَا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ التَّوَاتُرِ
مَوْجُودًا كَثُرَتْ رَوَايَتُهُ أَمْ قَلَّتْ وَلَكِنَّ شَأْنَهُ
إِفَادَةُ الْعِلْمِ بِنَفْسِهِ -

(معالم الاصول ص ۲۳۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اصل - خبر واحدہ ہوتی ہے۔ کہ جس کے راویوں نے تعداد حد تواتر تک نہ پہنچے۔ برابر ہے کہ راوی تعداد میں فیصل ہوں یا کثیر اور یقین کا فائدہ دینا اس کی شان نہیں ہے۔

توضیح:

اشیر جاڑوی نے راویوں کی قلت اور کثرت کو جو معیار صحت اور عدم صحت قرار دیا خود اسی کے مسئلہ کی اہم کتاب اس کی تردید کرتی ہے۔ اور بانگ دہل کہہ رہی ہے کہ اشیر جاڑوی فرا جابل ہے۔ نہ اُسے علم اصول آتا ہے۔ اور نہ ہی اس نے اسے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تعداد ایک ہو یا بہت اس سے خبر واحد، خبر واحد ہی رہتی ہے ہاں اگر تواتر تک تعداد ہو تو اس کا اعتبار ہے۔ لیکن تواتر سے کم تھوڑے، زیادہ کا کوئی امتیاز نہیں بلکہ مذکور موش، آزاد غلام کا بھی فرق نہیں۔ اہل سنت کی کتاب میں سنیہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کا ذکر ہے۔ اس پر کوئی شیعہ سیخ پا ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس سے ہم یہ کہیں گے۔ کہ خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مؤنث ہوتے ہوئے کتنے مردوں سے افضل ہیں۔ اور اسی طرح ایک عادل ایک طرف اور بیسیوں فاسق و فاجر دوسری طرف دیکھئے تاکہ ان کے شیخ صدوق، طوسی، کلینی وغیرہ ایک ہی ان کے نزدیک جم غفیر بد بھاری ہے۔

جواب، امر دوم:

”جواز متعد، فریقین کی کتب میں موجود ہونے کی وجہ سے متفق علیہ مسئلہ ہوا الخ یہاں بھی دھوکہ دیا گیا۔ کیونکہ روایات کے اتفاق سے ودا جماع، کا انعقاد

ہیں ہو کرتا۔ بلکہ اتفاق ارادہ اس کی اصل ہے۔ جیسا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلائصل کی روایات شیعہ سنی دونوں کی کتب میں مذکور ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق غلیفہ تھے۔ لیکن اس اتفاق کے باوجود شیعہ اسے دو اجماع، نہیں کہتے اشیر جاڑوی کے قانون کے مطابق یہی بات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صادق آتی ہے۔ لہذا اس پر اجماع ہونے کی وجہ سے وہ دو متفق علیہ، قرار پائی۔ اس کا انکار عند اللہ بظن کے سوا کسی اور وجہ سے نہیں ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ اتفاق روایات اور چیز ہے۔ اور اتفاق ارادہ دوسری چیز ہے۔ اور دو اجماع، اس دوسری قسم کے اتفاق کا نام ہے۔

جواب المرسوم :

دو عدد روایات چونکہ خلاف اجماع اور مخالف قرآن ہیں۔ لہذا وہ ناقبول ہیں الخ۔ کے الفاظ آپ پڑھ چکے ہیں۔

اشیر جاڑوی نے صرف ایک تفسیر سے کس چالاکی اور مکاری سے یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ اس میں جس قدر نفی و اثبات متعہ کی روایات ہیں۔ بس ان کی تعداد اتنی ہی ہے۔ تفسیر مظہری، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک وغیرہ کئی اور تفاسیر بھی ہیں کہ جن میں حرمت متعہ کی بہت سی روایات ہیں۔ اور اہل سنت کی تمام تفاسیر اور فہمی مکاتب حرمت متعہ پر متفق ہیں۔ بلکہ اہل تشیع کے ہاں بھی اس کی تائید میں حوالہ جات موجود ہیں۔ بہر حال اہل سنت کے ہاں حضرات صحابہ کرام سے حرمت متعہ پر اجماع کی بہت سی روایات ہیں۔ جن میں سے ایک دو پیش خدمت ہیں۔

تفسیر ابو جعفر الناسخ والمنسوخ

وَقَبِلَتْ حُرْمَةُ الْمُتَعَةِ بِاجْتِمَاعِ الصَّحَابَةِ وَالْإِجْمَاعِ
قَوِيٌّ مِنْ هَذَا.

(تفسیر ابو جعفر الناسخ والمنسوخ جلد ۱ ص ۱۰۵)

ترجمہ:

”حرمت متہ“ اجماع صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ اور اجماع صحابہ پیر حال
خبر واحد سے زیادہ مضبوط دلیل ہے۔

فتح الباری

قَالَ الْخَطَّابِيُّ تَحْرِيمُ الْمُتَعَةِ كَالْإِجْمَاعِ إِلَّا بَعْضُ
الشَّيْئَةِ.

(فتح الباری جلد ۱ ص ۱۴۲)

ترجمہ:

خطابی نے کہا۔ کہ حرمت متہ ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف اہل تشیع کا
اس میں اختلاف ہے۔

امور ثلاثہ کے جوابات سے آپ پر یہ بات منکشف ہو گئی ہوگی۔ کہ انہر جاڑوی
نے فریب اور دھوکہ دہی سے اپنے ساتھیوں اور امور ثلاثہ کے جوابات آپ پر یہ بات
اور عوام اہل سنت کو یہ باور کرانے کی جسارت کی۔ کہ متہ بائز ہے لیکن حقیقت حال سامنے
کس نے پر بخز بی جان چکے ہوں گے۔ کہ یہ مکرو فریب اور دھوکہ تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر ۳

حرمت متعذالی سنی روایات پر بے جا تنقید

جواز متعذ

حرمت متعذ کی دو روایات اور ان کے راوی کا حال سنیں۔ پہلی روایت کے سلسلہ سند میں دو راوی ہیں معاویہ ابن صالح اور علی بن طلحہ۔ معاویہ ابن صالح کے متعلق برادران اہل سنت کی مشہور کتاب میزان الاعتدال جن کے مصنف معروف ترمذی عالم علامہ ذہبی ہیں۔ جلد ۵ ص ۱۳۵ شمارہ نمبر ۸۶۲ میں لکھتے ہیں۔ لَا يَحْتَجُّ بِهَا قَابِلٌ اسْتِدْلَالٍ نہیں۔ یعنی معاویہ بن صالح کی حدیث اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جاسکے۔ یا اس پر اعتماد کیا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں معاویہ ابن صالح سے ایک حدیث بھی نقل نہیں کی۔ اب علی بن طلحہ جو حرمت کی روایت کا دوسرا راوی ہے۔ اس کے منطلق علامہ ذہبی اور امام احمد بن حنبل سے سن لیجئے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

میزان الاعتدال

فہو مدلس کذاب یسند الحدیث الی اناس لم یرہم
ولم یروا عنہم قال رحیم لم یسمع علی بن ابی طلحہ
التفسیر عن ابن عباس وقال احمد بن حنبل لہ
منکرات ۔

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۱۳۴ شمارہ
۵۸۷۵)

ترجمہ:

علی بن ابی طلحہ تدلیس کنندہ ہے اور جھوٹا ہے۔ یہ اپنی حدیث کا سلسلہ
ایسے افراد سے جوڑتا ہے جنہیں نہ تو اس نے دیکھا ہوتا ہے۔ اور نہ
ہی ان سے روایت کی ہوتی ہے۔ رحیم کا کہنا ہے۔ کہ علی بن ابی طلحہ نے
ابن عباس سے تفسیر کا ایک لفظ بھی نہیں سنا۔ امام احمد حنبل فرماتے
ہیں۔ کہ علی بن ابی طلحہ نے عجیب باتیں بنائی ہیں۔

یہ ہیں ائمہ فن روایت جن کے واضح فتاویٰ ہیں کہ معاویہ ابن صالح ناقابل
اعتماد ہے۔ اور امام بخاری نے اس کی کسی حدیث کو صحیح بخاری میں نہیں ذکر کیا۔
علی بن ابی طلحہ جھوٹا ہے۔ جن لوگوں کو اس نے دیکھا تک نہیں کہتا ہے۔ کہ میں نے
ان سے حدیث سنی ہے۔ اب ایسے راوی جس کی حدیث امام بخاری جیسے افراد
نہیں ان کی کسی حدیث کو لینا دیانت اور دینداری کے صریح خلاف ہوگا۔ لہذا
حرمت متعہ کی پہلی روایت حرمت متعہ کی دلیل نہیں بن سکتی۔

جواب: اثیر جاڑدی نے عبارت بالا میں حرمت متعہ کی روایت کے دو

راویوں پر حرج ذکر کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ راوی معاویہ بن صالح قابل استدلال نہیں۔ اور اسی وجہ سے امام بخاری نے اس کی ایک روایت بھی اپنی صحیح میں ذکر نہیں کی۔

راوی جناب معاویہ بن صالح کے بارے میں وہ جملہ جو معترضین نے ذکر کیا۔ وہ ابو حاتم کی رائے ہے۔ صرف ایک ناقد کی رائے جو ناقہ بن کی آراء کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ لیکن اثیر جاڑوسی نے اس ایک رائے کو تمام ناقدین کی رائے کے طور پر پیش کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا۔ کہ اس کی حدیث اس قابل نہیں۔ کہ اس سے استدلال کیا جاسکے۔ یہ ایک کھلا دھوکہ ہے۔ بہت سے محدثین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ اور ان کی روایت کو قابل حجت تسلیم کیا ہے۔ اس پر میزان الاعتدال سے بھی حوالہ پیش کریں گے۔

رہا یہ معاملہ کہ امام بخاری نے ان کی کوئی روایت اپنی صحیح میں ذکر نہیں کی۔ تو اس کی وجہ وہ نہیں جو جاڑوسی نے بیان کی۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے۔ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی بارے میں اپنی مخصوص شرائط ہیں۔ اور وہ بہ نسبت دوسرے محدثین کرام کے ذرا سخت ہیں ان شرائط کے موجود ہونے کی بنا پر انہوں نے معاویہ بن صالح کی روایت کو نہیں لیا۔ یہ اسی طرح ہے۔ کہ جس طرح امام بخاری نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بھی اپنی صحیح میں درج نہ کی۔ اس کی وجہ بھی وہی شرائط کا نہ پایا جانا ہے۔ کیونکہ امام بخاری اور امام جعفر صادق کے درمیان جو واسطے ہیں۔ وہ امام بخاری کی شرائط پر پورے نہیں اترتے۔ لیکن امام مسلم کی شرائط روایت چرنکہ معاویہ بن صالح میں پائی جاتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے صحیح مسلم میں ان کی روایت کو ذکر فرمایا ہے۔ ان دونوں باتوں کی تصدیق ملاحظہ ہو۔

معاویہ بن صالح کی شخصیت

میزان الاعتدال:

مُعَاوِيَةُ ابْنُ صَالِحٍ الْحَضْرَمِيُّ الْحَمِيمِيُّ قَاتِلُ
الْأَنْدَلُسِ أَبُو عُمَرَ رَوَى عَنْ مَكْمُولٍ وَالْكَبَارِ وَ
عَنْهُ ابْنُ وَهْبٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَابْنُ
صَالِحٍ وَطَائِفَةٌ وَثَبَتَ أَحْمَدُ وَابْنُ زُرْعَةَ وَ
غَيْرُهُمَا وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ وَهُوَ عِنْدِي صَدُوقٌ
وَهُوَ مِمَّنْ احْتَجَّ بِهِ الْمُسْلِمُونَ الْبُخَارِيُّ وَ
تَرَى الْحَاكِمُ يَرْوِي مُسْتَذْرِكَةً أَحَادِيثَهُ وَيَقُولُ
هَذَا عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ فِيهِمْ فِي ذَلِكَ وَ
يَقْدِرُ -

میزان الاعتدال ص ۱۷۹ تا ۱۸۰ جلد ۲

حرف میم مطبوعہ مصر طبع قدیم اولی ۱۳۲۵ھ

ترجمہ:

ابو عمرو معاویہ بن صالح حضرمی حمیمی قاتل اندلس کے قاضی تھے مکمل اور دوسرے
بڑے بڑے حضرات سے روایت حدیث کرتے ہیں اور ان سے
ابن وہب، عبد الرحمن بن مہدی ابو صالح اور دوسرے بہت سے

محدثین کرام نے روایت حدیث فرمائی۔ امام احمد ابو ذر عمر وغیرہ نے انہیں
 ”وثقہ“ کہا۔ ابن عدی کا کہنا ہے کہ یہ میرے نزدیک ”صدوق“ ہیں۔
 اور وہ یہ ہیں کہ جن سے امام مسلم نے حجت پکڑی۔ امام بخاری نے نہیں
 مستدرک میں حاکم نے ان کی روایات ذکر کیں۔ اور کہا کہ یہ روایت
 امام بخاری کی شرط پر ہے۔

توضیح:

معاویہ بن صالح کے بارے میں دونوں امور کی صراحت ہو گئی۔ کہ ابو حاتم نے
 اگرچہ ان کے بارے میں دو لا یحتج بہ، کے الفاظ کہے ہیں۔ لیکن امام احمد بن حنبل
 اور ابو ذر عمر ایسی جلیل القدر شخصیات ان کی ثقاہت کی تصریح فرما رہے ہیں۔ امام بخاری
 نے اگرچہ اپنی شرط پر ان کی روایت کو پورا نہ اترتے پایا۔ لیکن صاحب مستدرک
 نے ان کی ہی شرط پر انہیں پورا اترنا ہوا دکھایا۔ ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔

تہذیب التہذیب

قِيلَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُمَيْصِيُّ أَحَدُ الْأَعْلَاءِ
 وَقَاضِي الْأَنْدَلُسِ وَعَنْهُ ثَوَرِيٌّ وَكَيْثُ بْنُ
 سَعْدٍ وَابْنُ وَهْبٍ وَمَعْنُ بْنُ عِيسَى وَزَيْدُ بْنُ
 حَبَابٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَحَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ
 الْخِطَّاطُ وَبِشْرُ بْنُ الشَّرِيٍّ وَأَسَدُ بْنُ مُوسَى وَأَبُو
 صَالِحٍ كَاتِبُ اللَّيْثِ وَغَيْرُهُمْ قَالَ أَبُو طَالِبٍ عَنْ
 أَحْمَدَ خَرَجَ مِنْ جَمْعٍ قَدِيمًا وَكَانَ ثِقَةً وَقَالَ

جَعْفَرُ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ ابْنِ مَعِينٍ ثِقَةٍ وَقَالَ الْأَجَلِيُّ
وَالنَّسَائِيُّ ثِقَةً وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ ثِقَةً مَحْدُثٌ
وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ بِالْأَنْدَلُسِ قَاضِيًا وَكَانَ
ثِقَةً كَثِيرُ الْحَدِيثِ وَقَالَ ابْنُ خَرَّابٍ صَدُوقٌ وَقَالَ
ابْنُ عَدِي لَدَى حَدِيثٍ صَالِحٍ وَمَا أَرَاهُ بِحَدِيثِهِ
بَحْثًا وَهُوَ عِنْدِي صَدُوقٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي
الِشَّقَاتِ وَقَالَ الْبَزَازُ كَيْسٌ بِهِ بَأْسٌ وَقَالَ أَيْضًا
ثِقَةً.

(تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۲۱۰ حرف میم)
مطبوعہ بیروت بمطابق دائرۃ المعارف
حیدرآباد دکن ہند

ترجمہ:

بیان کیا گیا ہے کہ ابو عبد الرحمن حمصی مشہور محدثین میں سے ایک ہوئے
ہیں۔ اور اندلس کے قاضی تھے۔ ان سے روایت کرنے والے چند حضرات
کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ثوری، ایث بن سعد، ابن وہب، من بن عیسیٰ
فرید بن حباب، عبد الرحمن بن مہدی، حماد بن خالد الحلیط بشیر بن السری
اسد بن موسیٰ اور ابو صالح کاتب ایث وغیرہ۔ امام احمد سے ابوطالب
بیان کرتے ہیں کہ یہ راوی حمص سے جب تشریف لے گئے۔ تو ثقہ
تھے۔ ابن مین سے جعفر طایسی نے ان کی ثقاہت بیان کی۔ الاصلی اور
نسائی نے انہیں ثقہ کہا۔ ابو زرعة انہیں ثقہ محدث کہتے ہیں۔ ابن سعد کا
کنا ہے۔ کہ یہ اندلس میں قاضی تھے۔ اور کثیر الحدیث محدث ثقہ تھے

ابن خراش نے بھی انہیں ثقہ لکھا۔ ابن عدی ان کی حدیث کو صالح کہتے ہیں۔
 اور یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ مجھے ان کی روایت کردہ حدیث میں کوئی بحث نہیں
 اور وہ میرے نزدیک صدوق ہیں۔ ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقہ
 راویوں میں کیا۔ اور نبرائے کہا۔ کہ ان کی مرویات پر کوئی بحث نہیں
 اور یہ ثقہ بھی ہیں۔

ملحہ فکریہ :

اثیر جاڑوی اگر ایمان داری سے کام لیتا۔ اور حق و باطل کو اپنے اپنے مقام پر
 رکھتا۔ تو بہرگز نہ کہتا۔ کہ جناب معاویہ بن صالح ایسے راوی ہیں۔ جن کی روایات ۔
 قابل استدلال نہیں۔ اور اُسے میزان الاعتدال کی پوری عبارت نقل کرنی چاہیئے
 تھی۔ لیکن وہ جانتا تھا۔ کہ ایسا کرنے سے اس کا بھانڈا چورس ہے میں چھوٹ جائے
 گا۔ حرمت متعہ کے ایک راوی کے بارے میں آپ نے جاڑوی کی کذب بیانی
 دیکھی۔ اور اب دوسرے راوی جناب علی بن ابی طلحہ کے متعلق سنئے۔ جاڑوی
 نے میزان الاعتدال میں مذکور ہے۔ لیکن اس راوی کے حالات وغیرہ کے بارے
 میں یہ دو لفظ مدلس، کذاب (کہ اپنی خرافات کو صاحب میزان کی طرف سے پیش
 کر دیا۔ اور ایسا کرنے سے ذرا مجبور خوفِ خدا نہ آیا۔ کہ مجھ سے اس کی باز پرس ہوگی ان
 دو الفاظ کو اگر جاڑوی میزان الاعتدال سے مذکور راوی کے بارے میں دکھائے
 تو منہ مانگا انعام پائے۔ ورنہ وہ انعام تو مل کر ہی رہے گا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید
 میں الفاظ سے ذکر فرمایا۔ **اللعنة على الكاذبين**۔ علی بن ابی طلحہ راوی
 کے بارے میں اسماء الرجال کی مشہور کتاب میں یہ تحقیق مذکور ہے۔

تہذیب التہذیب

قَالَ نَسَائِي كَتَبَ بِهِ بَاسًا ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي
الْشَّقَاتِ لَهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ حَدِيثٌ وَاحِدٌ فِي ذِكْرِ
الْعَزْلِ رَوَى لَهُ الْبَاقُونَ حَدِيثًا آخَرَ فِي الْفَرَاتِ
قُلْتُ وَنَقَلَ الْبُخَارِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ رَوَايَةً مُعَاوِيَةَ
ابْنِ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَيْئًا كَثِيرًا.

(تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۴۰ مطبوعہ)

(دائرة المعارف حیدرآباد دکن)

ترجمہ:

امام نسائی نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ کی روایات لینے میں کوئی حرج نہیں ہے
ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ امام مسلم نے ان کی سن
ایک روایت عزل کے بارے میں ذکر کی۔ اور دوسرے محدثین نے
ان کی ایک اور روایت فرائض کے بارے میں بھی ذکر کی ہے۔ میں
کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اپنی تفسیر میں ایسی بہت روایات
ذکر کی ہیں۔ جو انہوں نے معاویہ ابن صالح کے واسطے سے حضرت
ابن عباس سے بیان کیں۔

ملخص کریں

امام نسائی جس کی روایات پر اعتبار کریں۔ ابن حبان جہنم ثقہ بتائیں۔ امام مسلم
اور دیگر محدثین ان سے روایت کریں اور امام بخاری ایسا جلیل القدر محدث ان کی

تفسیری روایات اپنی کتاب میں درج فرمائیں۔ جو انہوں نے بالواسطہ حضرت ابن عباس سے بیان کیں۔ ان تمام خوبیوں کو بالائے طاق رکھ کر جاڑوی نے انہیں بھی اپنا ساتھی بنانے کی ناپاک کوشش کی۔ اور بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ اپنی طرف سے ان کے بارے میں ”کذاب“ لکھ دیا۔ اور پھر کہاں بے حیائی سے الزام صاحب میزان الاعتدال کے سر تھوپ دیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کذب بیانی جاڑوی کے رگ دریشہ میں اپنے بڑوں کی طرح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ خود بھی گمراہ ہے اور گمراہ کن باتوں سے سادہ لوح لوگوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے آخر دوزخ کا ایندھن بھی تو اللہ تعالیٰ نے تیار کرنا ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر (۴)

جواز متعہ

علامہ طبری کی حرمت متعہ کے سلسلہ میں دوسری روایت کے سلسلہ میں پر نظر ڈالیں۔ سند کے اعتبار سے یہ روایت بھی ریت کا تھر تھرتا ہوا محل ہے۔ جسے انگلی کا ایک معمولی سا اشارہ بھی کافی ہے۔ اس روایت کا سلسلہ سند بالکل نہیں ہے۔ یہ روایت نہ تو کسی اصحابی سے منسوب ہے۔ اور نہ ہی کسی تابعی سے منسوب ہے۔ اس روایت کا کوئی راوی معلوم نہیں۔ کیونکہ زید بن اسلم کے تین بیٹے عبداللہ بن زید، اسامہ بن زید اور عبدالرحمن بن زید ہیں۔ ان تینوں اپنے بچے زید میں سے کسی کا نام نہیں لیا گیا۔ کہ زید کے ان تینوں بیٹوں میں سے کون ابن زید راوی ہے۔ نہ تو خود زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف مصداقیت حاصل کیا ابنائے زید میں سے کوئی آنحضرت کے زمانہ میں تھا۔ بلکہ ابنائے زید۔ دوسری ہجری کے وسط میں سے کوئی نامعلوم ابن زید جو روایت کرے وہ قابل قبول ہو سکتی ہے۔ علامہ زہبی میزان الاعتدال جلد دوم ص ۴۲۵ شمارہ نمبر ۴۳-۴۱ میں رقم طراز ہیں۔ قال الجوز جانی الثلاثۃ ابتداء زید و الثلاثۃ صغفار فی الحدیث۔ جوز جانی کہتا ہے۔ کہ زید کے تین بیٹے ہیں۔ جو کہ نقل حدیث میں ناقابل اعتماد ہیں۔

امیزان الاعتدال جلد دوم ص ۵۴۲ شمارہ نمبر ۴۸-۴۱ قال یحییٰ ابن معین

بنو زید بن اسلم لیسوا بشی زید بن اسلم کے بیٹے لیس بشی ہیں۔ علم رواۃ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ زید کے منوں بیٹوں میں سے جو بیٹا بھی راوی ہو۔ وہ ناقابل اعتماد ہے۔ اور اس کی روایت مقام استدلال میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ حقیقت حال۔ پس منظر اور پیش منظر کا جائزہ لینے کے بعد خود بلاد ران اہلسنت کی کتابوں نے اور معتبر علماء۔ کی کتابوں نے اور معتبر علماء نے اہل سنت نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ حرمت متعہ کی دونوں روایات جو علامہ طبری نے نقل کی ہیں وہ کسی بھی لحاظ سے قابل تسلیم نہیں۔ لہذا جواز متعہ کی روایات درست ثابت ہوئیں اور متعہ جس طرح زمانہ رسول علیہ السلام میں جائز تھا آج بھی اسی طرح جائز ہے۔

(جواز متعہ از اشیر جاڑوی ص ۲۶)

جواب:

پہلا دعویٰ کہ روایت کی سند بالکل نہیں۔ دوسرا دعویٰ کہ زید بن اسلم راوی کے تین بیٹے ہیں۔ اور تینوں ناقابل اعتبار ہیں۔ اور مزید یہ کہ ان میں سے راوی ایک ہے اور وہ بھی نامعلوم ہے۔ لہذا روایت مذکورہ قابل تسلیم نہیں

اشیر جاڑوی کو ہم اندھا تو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ تفسیر قرطبی کے حوالہ جات نقل کرتا ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے، ”ضرور کہیں گے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ روایت مذکورہ کی سند بالکل نہیں۔ سفید جھوٹ ہے۔ تفسیر طبری میں اس کی سندوں مذکور ہے۔“

تفسیر طبری

حدثنا یونس قال اخبرنا ابن وهب قال قال ابن زید الخ۔

(تفسیر طبری جلد ۵ ص ۵۰۱ آیت فاستمتعتم)

سند مذکور میں دو راویوں کو ابن وہب، ابن زید کہہ کر لکھا گیا۔ شاید جاڑوی کو اس سے
 مغالطہ لگا ہو۔ کہ ابن زید یا ابن وہب کو ٹی نام نہیں۔ اس لیے راوی کا صراحۃً نام ذکر
 نہ کرنا روایت میں اعتراض کی گنجائش نکالتا ہے۔ یا اسے دوسرے غفلتوں میں
 یوں کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ راوی دو مہرل ہیں۔ اگر ایسی بات پیش نظر ہے۔ تو یہ اس کی
 بہت بڑی حماقت ہے۔ کیونکہ اگر کسی کا نام نہ لیا جائے۔ اور اس کے باپ کا نام
 لے کر اسی کی طرف اُس کے بیٹے ہونے کی نسبت کر دی جائے۔ تو باپ کی شہرت
 کی وجہ سے اس کا بیٹا بھی معلوم و معروف ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ
 کسی کا نام اتنا معروف نہ ہو۔ جس قدر اس کی کنیت وغیرہ ہوتی ہے۔ خواہ کنیت
 حقیقی ہو یا مجازی۔ جیسا کہ وہ ابو جہل، کہنے سے سبھی جانتے ہیں۔ کہ یہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کا دشمن تھا۔ اور اگر اس کا نام پوچھیے۔ تو مشکل ہی کو ٹی بتا سکے گا۔ خود جاڑوی
 نے بھی تو اسی انداز کو اپنایا ہے لکھا ہے۔ کہ ”ابن رشد اندلسی نے یہ دعویٰ کیا ہے“
 مختصر یہ کہ روایت مذکورہ میں دو راویوں کا تذکرہ ابن وہب اور ابن زید سے کرنا
 ان کی جہالت کو لازم نہیں ہے۔ راوی کا مجہول ہونا تب لازم آتا۔ کہ ابن وہب
 یا ابن زید کے بارے میں اسمائے الرجال کی کتابوں سے کچھ نہ ملتا۔ ابن وہب کے
 مراد عبد اللہ بن وہب بن منبہ ہے۔ اور ابن زید سے مراد محمد بن زید ابن مہاجر
 ابن قنفذ ابن عمیر بن جدعان القرشی ہے۔ اگر جاڑوی کو کسی راوی کی کنیت سے
 اس کا شجرہ نسب تلاش کرنا مشکل تھا۔ تو کسی اہل علم سے پوچھ لیتا۔ کتب اسماء
 الرجال میں مصنفین کا یہ طریقہ چلا رہا ہے۔ کہ کتاب کے آخر میں مختلف کنیت والے
 حضرات ذکر کر کے ان کے نام و نسب بیان کرتے ہیں۔ ابن وہب اور ابن وہب
 اور ابن زید کی کنیت تلاش کر کے ان کے بارے میں بھی واقفیت حاصل کی جاسکتی
 تھی۔ لیکن پھر اسے دھوکہ کہ یہ مواد کہاں سے ملتا۔ ذہن ذیباہنذیب جلد ۲۹۵

پران زید کنیت والے راوی کا تذکرہ موجود ہے۔ وہاں اس کی سیرت اور روایت حدیث میں اہمیت مل سکتی ہے۔ لیکن دوسری بڑی حماقت اس کی دیکھئے کہ ”ابن زید“ سے مقصود زید کا بیٹا ہے۔ جن کا نام محمد ہے۔ اس کے بارے میں کچھ اظہار خیال کرتا۔ لیکن ”زید اسلم“ کے نام کا راوی لے کر پھر اس کے میٹوں کے نام اور ان کے متعلق باتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ کہاں ”زید بن اسلم“ اور کہاں ابن زید بن مہاجر؟ زید بن اسلم کے تین بیٹے چھوڑ چار ہوں اس سے ہمیں کیا غرض جبکہ اس کے نام کا راوی روایت مذکور میں ہے نہیں۔ اور پھر فرق تماشا یہ کہ زید بن اسلم نام کا راوی صرف ایک ہے۔ اور اس کے جو حالات میزان الاعتدال کے حوالے سے جاڑ دیئے پیش کیے۔ وہ اس کتاب میں موجود ہی نہیں۔ اگر کتاب مذکور سے محمد بن اسلم کے وہ حالات جو اس نے بیان کیے۔ ثابت کر دے۔ تو منہ ہلکا انعام ملے گا۔ محمد بن اسلم کے حالات مذکور کتاب میں یوں مرقوم ہیں۔

میزان الاعتدال

زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ مَوْلَى عُمَرَ تَكَدُّ ابْنُ عَدِي يَذْكُرُهُ
فِي الْكَامِلِ فَإِنَّهُ رَفَعَهُ حُجَّةٌ قَدْ رَوَى عَنْ حَقَّادِ
ابْنِ زَيْدٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يَتَكَلَّمُونَ
فِي زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ فَقَالَ لِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ مَا
تَعْلَمُ بِهِ بَأْسًا إِلَّا أَنَّهُ يُفَسِّرُ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ .

(میزان الاعتدال جلد اول ص ۳۶۱ حوالہ الزام)

ترجمہ :

زید بن اسلم مولیٰ عمر کا تذکرہ ابن عدی نے الکامل میں کیا۔ اور اسے ثقہ اور

قابلِ حجت کہا۔ حماد بن زید سے روایت کی گئی ہے۔ کہ میں میرے منہ سے
 گیا۔ تو وہاں لوگوں کو زید بن اسلم کے بارے میں ادھر ادھر کی باتیں
 کرتے پایا۔ مجھے عیداشد بن عمر نے کہا۔ ہم اس سے روایت کرنے
 میں کوئی تھکی نہیں محسوس کرتے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ یہ شخص قرآن کریم کی
 تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے۔

مذکورہ حوالہ سے ہمارا یہ مقصد نہیں۔ کہ زید بن اسلم کیسا راوی ہے۔ کیونکہ روایت
 زیر بحث میں اس نام کا کوئی راوی ہے ہی نہیں ہم نے یہ حوالہ اس لیے درج کیا
 ہے۔ تاکہ قارئین کرام یہ جان سکیں۔ کہ جاڑوی نے جو رجحانی کے حوالہ سے اس
 کے تین بیٹے بیان کیے تھے۔ وہ تینوں حدیثوں میں ضعیف تھے۔ اور ابن معین
 کے حوالہ سے لکھا۔ کہ وہ اسے لاشیٰ کہتے ہیں۔ زید بن اسلم نام کا راوی صرف ایک
 ہی ہے۔ اس لیے میزان الاعتدال میں نہ تو جو رجحانی کا کہیں قول موجود اور نہ ہی یحییٰ
 ابن معین کا لاشیٰ کہنا۔ اس سے جاڑوی کی جہالت کس قدر عیاں ہو رہی ہے ایسے
 جابل کی دیلوں کا جواب دینے کے لیے طبیعت گوارا ہی نہیں کرتی۔ لیکن عوام کو
 حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ لکھنا پڑا۔ اب آئیے اس راوی کی
 طرف کو حرمت متعہ میں جن کو ابن زید کہہ کر لکھا گیا۔ اسما الدجال سے ان کی سیرت و
 اہمیت سنئے۔

تہذیب التہذیب

مَحَمَّدُ ابْنُ زَيْدِ ابْنِ الْمُطَايِرِ بْنِ قَنْغَدَ بْنِ حُمَيْرٍ
 بْنِ جَذْعَانَ الْقَسْبِيِّ التَّيْمِيِّ الْمَدَنِيِّ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ
 وَرَوَى عَنْ أَبِيهِ وَأُمِّهِ وَأُمِّ مَرَامٍ وَحُمَيْرٍ مَوْلَى أَبِي

اللَّحْمِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ وَابْنُ أُمَامَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ
 وَسَلَامَةَ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ وَسَعِيدُ ابْنِ الْمُسَيَّبِ
 وَطَلْحَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْفٍ وَنُجَيْمُ بْنُ
 الْمُكْدَرِ وَابْنُ سَيْلَانَ وَعَلِيٌّ بْنُ رَوَى عَنْهُمْ
 زُهْرِي وَمَالِكٌ وَهَشَامُ بْنُ سَعْدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ
 بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مَحْمَدٍ
 وَابْنُ أَبِي ذُئْبٍ وَابْنُ لَهْيَعَةَ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ
 وَبِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ وَآخَرُونَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
 أَحْمَدَ عَنْ أَبِيهِ شَيْخٌ ثِقَةٌ وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ
 وَأَبُو زُرْعَةَ ثِقَةٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثِّقَاتِ
 قُلْتُ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ وَالْأَجَلِيُّ ثِقَةٌ وَقَالَ الْبَرْقَانِيُّ
 عَنِ الدَّارِ قُطَيْبٍ يَحْتَجُّ بِهِ وَقَالَ مَرْءٌ أَخْرَجَ
 يَعْتَبَرُ بِهِ -

(تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۷۳ تا ۷۴)

(۱۷۴ حرف الیم مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

محمد بن زید بن مہاجر مولیٰ ابن عمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی
 والدہ کا نام ام حرام تھا۔ دوسرے حضرات کہ جن سے اس نے روایت
 کی۔ وہ یہ ہیں۔ عمیر مولیٰ ابی الہم، عبد اللہ بن عامر، ابراہام بن ثعلبہ، سالم بن
 عبد اللہ بن عمر، سعید بن مسیب، طلحہ بن عبد اللہ بن عوف، محمد بن المنکدر
 اور ابن سیمان وغیرہ۔ ان سے روایت کر کے واسطے چند حضرات

کے یہ نام ہیں۔ زہری، مالک، ہشام، ابن سعد، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار، عبد العزیز بن محمد، ابن ابی ذئب، ابن لہیعہ، حفص بن غیاث بشر بن مفضل وغیرہ۔ عبد اللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ محمد بن زید ثقہ راوی ہے۔ ابن معین اور ابو زر ع نے بھی اسے ثقہ کہا ابن جہان نے ثقہ راویوں میں ان کو ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں کہ ابو داؤد اور الاملی نے بھی ان کو ثقہ کہا۔ برتانی نے دائرۃ فی سے نقل کیا کہ یہ قابلِ حجت ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ قابلِ اعتبار ہیں۔

مفسرہ :-

حرمت متعہ کی دو عدد روایات کے راویوں پر جاڑوسی کی تنقید کا ہم نے پول کھول کر رکھ دیا ہے۔ فریب اور دھوکہ سے ان راویوں کے بارے میں جھوٹی باتیں خود بنائیں اور دوسروں کے سر تھوپ دیں۔ محمد بن زید ایک جلیل القدر تابعی ہیں۔ جنہیں جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوگی۔ اور ان کا سلسلہ روایات تہذیب التہذیب کے حوالہ سے ہم پیش کر چکے ہیں۔ ان کے اساتذہ اور شیوخ میں یکتائے روزگار لوگ ہیں۔ اور پھر ان سے روایت اخذ کرنے والوں میں مشاہیر حضرات کی طویل فہرست ہے۔ لہذا جاڑوسی کا یہ کہنا انتہائی کذب بیانی ہے۔ کہ واپس منظر اور پیش منظر کا جائزہ لینے سے ثابت ہوا کہ اہل سنت کے کتابوں نے اور متبرعہ علمائے اہل سنت نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ حرمت متعہ کی دونوں روایات جو علامہ طبری نے نقل کیں۔ وہ کسی بھی لحاظ سے قابلِ تسلیم نہیں۔ لہذا جواز متعہ کی روایات درست ثابت ہوئیں۔ الخ، اس پر اتنا ہی تبصرہ کافی ہے۔ سے بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

دھوکہ اور کذب بیانی ۵

حرمت متداولی روایات متواترہ نہیں

جواز متعمد

ابن رشد اندلسی نے ہدایۃ المجتہد جلد ۲ ص ۵۷ پر حرمت متعمد کے سلسلہ میں واردہ احادیث کے لیے دعوائے تواتر کیا ہے۔ شیعہ سنی اصول حدیث کے مطابق حدیث متواترہ اُسے کہا جاتا ہے۔ جس کے ناقل صحابہ اتنی مقدار میں زیادہ ہوں۔ کہ انہیں جھٹکایا نہ جاسکے ضعیف و قوی غرور و کلاں اور صالح و غیر صالح ہر ایک کا دعویٰ ہو کہ میں نے خود اپنے کانوں سے آنحضور کی زبان سے یہ حکم سنا ہے۔ اگر ابتداءً آنحضور سے حدیث نقل کرنے والے مثلاً پانچ یا چھ صحابہ ہوں اور پھر ان پانچ یا چھ صحابہ سے سننے والے پچاس یا ساٹھ بن جائیں۔ تو ان تمام کا سلسلہ سند انہی پانچ یا چھ سے جاملے۔ تو ایسی حدیث کو کسی بھی اصول حدیث میں حدیث متواترہ نہیں کہا جاسکتا۔ جبکہ حرمت متعمد کے لیے تمام منقولہ احادیث کا آخری سلسلہ سند تین صحابہ تک جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

اور تین صحابہ سے نقل شدہ حدیث کسی بھی لحاظ سے حدیث متواترہ کی فہرست میں نہیں آسکتی۔ جن تین صحابہ کی طرف احادیث حرمت متعمد کو

منسوب کیا گیا ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ (۱) حضرت علی بن ابی طالب
 (۲) سلمہ بن اکوع۔ (۳) سبرہ ابن معبد جہنی۔ یا تو یہ کہا جائے کہ علامہ اندلسی حبیباً بالبصیر
 شخص معنی تو اتر سے نادائق تھا۔ یا خواہ مخواہ حرمت متعہ ثابت کرنے کی خاطر دعویٰ
 تو اتر کا خلق ڈالا۔ اور یا مولانا مودودی کی طرح حدیث کے سلسلہ میں اس کے نزدیک مزاج
 رسول کو دخل نہ تھا۔ یعنی اگر کسی حدیث کا راوی خواہ ایک ہو ضعیف سے ضعیف تر ہو
 اور وہ حدیث مزاج رسول کے مطابق ہو تو قابل تسلیم۔ اور اگر کسی حدیث کے راوی
 ستو سے بھی زیادہ ہوں لیکن وہ حدیث مزاج رسول کے خلاف ہو تو قابل تسلیم
 نہیں ہوگی۔ بہر صورت تین صحابہ سے نقل کی جانے والی کسی حدیث کو بھی،
 حدیث متواتر کہنا نہ صرف اصول حدیث کا منہ چڑانا ہے۔ بلکہ احکام خدا سے کھلا
 مذاق ہے۔

(جواز متعہ ص ۲۷ مکتبہ انوارِ نجف دریا خان بھکر)

جواب:

- مذکورہ عبارت میں اٹھائے گئے نکات کا خلاصہ یہ ہے۔
- ۱۔ ابن رشد بالبصیرت اور اہل سنت کا قابل اعتماد عالم ہے۔
 - ۲۔ حرمت متعہ کی روایات کا سلسلہ سند میں صحابہ تک پہنچتا ہے۔ علی المرتضیٰ
 سلمہ بن اکوع اور سبرہ ابن معبد۔
 - ۳۔ حدیث متواتر کی اجماعی تحریرین۔

ابن رشد کی سیرت

محمد بن احمد اندلسی المعروف ابن رشد واقعی یگانہ روزگار تھا۔ اس کا انہماک فلسفہ
 منطق اور طب کے علوم میں تھا۔ لہذا ایک فلسفی اور منطقی عالم ہونے کی وجہ سے علوم

مذکورہ میں تو اس کی تحقیق قابل تسلیم ہے لیکن علم حدیث اور فقہ وغیرہ میں کمزور تھا امام غزالی اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

الکفی واللقاب

ابْنُ رُشْدٍ أَبُو الْوَلِيدِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ
أَنْدَلُسِي الْمَالِكِي أَوْحَدُ زَمَانِهِ فِي الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ
وَالطَّبِّ وَالْفَلَسَفَةِ إِنَّمَا ذَكَرَهُ الْغَزَالِيُّ بِمَعْزِلٍ
عَنْ مَرْتَبَةِ الْيَقِينِ وَالْبُرْهَانِ وَقَالَ فِي آخِرِهِ
لَا شَكَّ أَنَّ هَذَا الرَّجُلَ أَخْطَأَ عَلَى الشَّرِيعَةِ كَمَا
أَخْطَأَ عَلَى الْحِكْمَةِ۔

الکفی واللقاب جلد ۱ ص ۲۹۰ تذکرہ

ابن رشد مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ابن رشد ابوالولید محمد بن احمد اندلسی مالکی اپنے زمانہ کا علم و فضل اور
طب و فلسفہ میں یکتا شخص تھا۔ امام غزالی نے اس کا تذکرہ جہاں کیا
وہاں اس کی باتوں کو برہان اور یقین کے درجہ سے کم پر رکھا۔ اور آخر
میں فرمایا۔ بے شک یہ شخص شریعت اور حکمت میں ٹھوکریں کھانے
والا ہے۔

حدیث متواتر کی بحث

اشیر چاڑوی نے لکھا کہ اگر ایک روایت کے راوی پانچ چھ صحابہ ہوں

تو وہ روایت اگرچہ اگے جا کر دو چار سو لوگوں سے مروی ہو وہ پھر بھی متواتر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ متواتر وہ روایت ہے۔ کہ جس کے ناقلین اتنی تعداد میں ہوں جنہیں جھٹلایا نہ جا سکے۔ بقول جاڑوی حدیث متواتر کی تعریف میں دو باتیں غور طلب ہیں۔ ایک یہ کہ پانچ چھ صحابہ کرام کی روایت، روایت متواترہ نہیں۔ دوسری یہ کہ اتنے راوی ہونے چاہئیں کہ ان کی تکذیب ناممکن ہو۔ ان دونوں باتوں سے ثابت ہوا۔ کہ پانچ چھ صحابہ کرام کی تکذیب ممکن ہے۔ اس لیے ان کی روایت درجہ تواتر تک نہیں پہنچ سکتی قطع نظر اس کے کہ کیا حرمت متعہ کے راوی صرف تین حضرات ہی ہیں۔ ہم پہچنتے ہیں کہ اگر ایک روایت کو علی المرتضیٰ، حسن حسین، سلمان فارسی، مقداد اور عمار یا سرچھ صحابہ بیان کریں۔ تو کیا اہل تشیع کے نزدیک وہ متواتر ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر پانچ چھ صحابہ کی روایت میں غیر متواتر کہنا غلط ہوا۔ اور اگر کہو کہ ان چھ حضرات کی روایت غیر متواتر ہے۔ تو اپنے مذہب کی خیر منادو۔ کیونکہ تمہارے مذہب میں اگر روایت میں ائمہ سے کسی امام کا نام نہ ہو۔ تو وہ خواہ کتنے بھی ہوں۔ ناقابل اعتبار۔ اور اگر امام کا نام آجائے تو اس ایک کی وجہ سے حدیث مقبول۔ اب فرض کیجئے۔ کہ ایک روایت علی المرتضیٰ اور حسین کی بیان کرتے ہیں۔ ان تینوں سے پھر اگے بیان کرنے والے تعداد میں بہت ہو جاتے ہیں۔ تو کیا ایسی روایت متواتر نہ ہونے کی وجہ سے نامقبول اور غیر معتبر ہوگی؟ اُدھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (جو حرمت متعہ کی روایت کے ایک راوی ہیں) کا مقام اہل تشیع کے نزدیک انبیاء سے بھی بلندو بالا ہے۔ اسی بنا پر ان کی مرقیات کو درجہ تواتر دیا جاتا ہے۔ لہذا اگر آپ اکیلے راوی ہوں تو وہ روایت متواتر ہو اور اگر وہ ان کے ساتھ ہوں جائیں۔ تو وہ متواتر نہ بن سکے۔ یہ منطقی سمجھ سے بالاتر نہیں۔ بہر حال حدیث متواتر کی تعریف جسے جاڑوی نے اجمالی کہا۔ وہ غلط

ہے۔ اہل سنت کی اصول فقہ کی ایک کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

قَوْلُهُ رَوَى قَوْمٌ سَوَاءٌ كَانُوا كُفَرًا أَوْ مُسْلِمِينَ
عَدُوًّا أَوْ فَسَاقًا إِلَّا أَنَّ الرُّوَاةَ إِذَا كَانُوا عَدُوًّا
فِي الْعَدِّ الْقَلِيلُ مِنْهُمْ يَحْصُلُ الْعِلْمُ وَإِذَا كَانُوا
فَسَاقًا فَلَدَبْدَبٌ يَعْلَمُ مِنَ الْعَدِّ الْكَثِيرِ مِنْهُمْ
وَلَوْ أَحْبَبَ وَاحِدٌ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِخَبَرٍ وَسَكَتَ
الْبَاقُونَ وَعَلِمَ بِالْأَمَارَاتِ أَنَّهُمْ لَوْ كَانُوا مُتَرَدِّدِينَ
فِي هَذَا الْخَبَرِ لَمَا سَكَتُوا فَهَذَا الْخَبَرُ أَيْضًا
فِي حُكْمِ الْمُتَوَاتُرِ يُفِيدُ الْعِلْمَ وَيُسْمَى تَوَاتُرًا
سَكُوتِيًّا.

رحمۃ اللہ علیہ نور الانوار ص ۸۰ باب اقسام السنۃ

مطبوعہ طبع

ترجمہ :

(خبر متواتر وہ ہے کہ جسے روایت کرنے والی ایک قوم ہو قوم کے
یہ افراد خواہ کافر ہوں یا مسلمان، عادل ہوں یا فاسق برابر ہیں۔ ہاں
اگر روایت کرنے والے افراد عادل ہوں گے۔ تو ان کی تعداد اگرچہ
قلیل ہی کیوں نہ ہو پھر بھی علم یقینی حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر فاسق
ہوں گے۔ تو پھر تعداد بکثرت ہوگی تب جا کر مفید علم ہوگی۔ اگر ایک
جماعت کی روایت صرف ایک آدمی دیتا ہے۔ دوسرے چپ
رہتے ہیں۔ اور ان کی خاموشی بعض علامات کے ذریعہ اس پر
دلالت کرتی معلوم ہوتی ہے کہ اگر انہیں اس میں کوئی تردد ہوتا تو وہ

فاشوش نہ رہتے۔ تو ایسی خبر بھی متواتر کے حکم میں ہوگی۔ لہذا مفید علم و یقین بھی ہوگی۔ اس قسم کی روایت کو دو متواتر سکوتی، کا نام دیتے ہیں۔

توضیح :-

اہل سنت کے ہاں تواتر کا مطلب یہ ہے کہ عدد شہادت سے راویوں کی تعداد زیادہ ہو۔ اس زیادتی کی ابتداء یا انتہا کتنے پر ہوتی ہے اس کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی سکتی۔ مقصد یہ ہے کہ اُن کی بات سے علم یقینی حاصل ہو جائے۔ چاہے وہ پانچ تھچہ ہوں یا اس سے زیادہ اسی طرح ایک آدمی جب روایت بیان کرتا ہے۔ اور دوسرے موجود حاضرین اس کی تردید نہیں کرتے۔ بلکہ خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ تو وہ بھی متواتر سکوتی ہے۔ حرمت متعہ کی روایت میں جب روایت علی المرتضیٰ نے ابن عباس کو ڈانٹا۔ اور فرمایا۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام کر دیا ہے۔ تو پھر تمہیں اس کے جواز پر اصرار کیوں؟ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس کے سامنے حدیث مصطفیٰ بیان کی تو اس وقت موجود کسی صحابی نے اس کی تردید نہ کی۔ بلکہ سکوت فرمایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس روایت پر تواتر سکوتی ہے۔ اور موجود صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اسی لیے اہل سنت کی کتب میں حرمت متعہ پر وہ اجماع صحابہ، منقول ہے۔ اس تحقیق کے بعد اثیر جاڑوی کی لن ترانہوں کی حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت دوسرے اور دو صحابہ کرام کی حرمت متعہ کی روایت کے تواتر کا انکار ہٹ دھرمی سے سوا کچھ نہیں۔ بلکہ خود اپنے مسلک پر کلباڑا مارنا ہے۔ (فاعتدوا یا اولی الابصار)

دھوکہ

اور

کذب بیانی

حرمت متعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت
کا ایک راوی سفیان بن عیینہ مدلس ہے۔

جواز متعہ :-

حرمت متعہ کی ایک حدیث کو حضرت علی سے
منسوب کیا گیا ہے۔ جو کہ حضرت علی کی عظمتِ علمیہ کو داغدار کرنے کی ایک کھلی اور
ناپاک سازش کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ ایک طرف حضرت علی کو حدیثِ حرمت متعہ
کا ناقل قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف تحریم متعہ کے بعد حرمت متعہ پر حضرت علی
کے افسوس اور اعتراض کو نقل کیا گیا ہے۔ اور حضرت علی کو نفاذِ بیانی کا مرتکب قرار
دیا گیا ہے۔ یہ فیصلہ غیر متعصب اور سلیم الفکر ذہن پر چھوڑا جاتا ہے۔ کہ وہ خود یہ فیصلہ
کرے کہ حضرت علی کی ایک حدیثِ حرمت متعہ درست ہے یا حرمت متعہ پر
اعتراض درست ہے جب کہ حرمت متعہ کی صرف ایک حدیث ایک غیر ذمہ دار
راوی سے منقول ہے۔ اور تحریم متعہ پر اعتراض کئی ذمہ دار ناقلین حدیث نے نقل

کیا ہے۔ غیر ذمہ داری۔ حرمت متعہ کے سلسلہ میں جو حدیث حضرت علی کی طرف منسوب ہے اس کا راوی سفیان بن عیینہ ہے۔ سفیان بن عیینہ نے عبداللہ بن محمد حنفیہ اور حسن بن محمد حنفیہ ابن علی ابن طالب کے نقل کی ہے۔ سفیان بن عیینہ کے متعلق علامہ ذہبی کی میزان الاعتدال جلد دوم ص ۱۰۰ سے پوچھ لیں کہ شیخ کس قماش شخص کا راوی ہے۔

میزان الاعتدال

كَانَ يُدَلِّسُ وَلِحِكِّ الْعُلُودِ مِنْهُ أَنَّهُ لَا يُدَلِّسُ
إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ -

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۱۰۰)

ترجمہ :

سفیان بن عیینہ تدلیس کفہ تھا۔ البتہ اس کی عادت یہ تھی کہ تدلیس میں کسی موثق راوی کو طوط کرتا تھا۔

یہ ہے اس کی حدیث کی تصویر جو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کھینچی ہے۔ جس نے حرمت متعہ کی حدیث کو حضرت علی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کا کام ہے۔ کہ تدلیس کرتا ہے۔ اور تدلیس میں یہ خیال رکھتا ہے۔ کہ کوئی غیر معتبر آدمی نہ آجائے جب اس قسم کا راوی حرمت متعہ کی حدیث نقل کرے۔ تو اس حرمت کی کیا قیمت پڑ جاتی ہے۔ اور ایسی حدیث کو کیسے احکام شرعیہ میں مقام استدلال پر پیش کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ حدیث من گھڑت ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی نسبت حضرت پر بہتان اور افتراء پر دازی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(جواز متعہ ص ۳۱)

جواب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اگر حرمتِ متعہ کے قائل تھے تو پھر یہ الفاظ وہ اگر حضرت عمر متعہ کو حرام نہ کرتے تو کوئی بدعت ہی زنا کرتا کہتا ان کی تضاد میں بی نظاہر کرنے ہیں۔ اس لیے اس تضاد کو ختم کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ حرمتِ متعہ کا راوی غیر ذمہ دار ہے۔ اس کی حرمتِ متعہ کی روایت ناقابلِ استدلال ہے اور آپ کا افسوس کرنا راجح۔ کیونکہ سفیان بن عیینہ غیر ذمہ دار راوی ہے۔ الخ۔

سفیان بن عیینہ کے بارے میں حقیقت حال

اشیر جاڑوی کا سارا زور اس بات پر لگا کہ سفیان بن عیینہ بحوالہ میزان الاعتدال مدلس ہیں۔ اور یہ وصف ان کے غیر ذمہ دار ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ جناب سفیان بن عیینہ کے بارے میں جاڑوی کا یہ قول دھوکہ اور کذب بیانی کا مرتع ہے۔ اس کی گواہی میزان الاعتدال کی عبارت دے رہی ہے۔

میزان الاعتدال

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الْهَلَالِيُّ أَحَدُ الثَّقَاتِ الْأَعْلَامِ
اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى الْاجْتِهَادِ بِذَلِكَ وَكَانَ يُدَلِّسُ
لِإِكْرَامِ الْمُعْهُودِ مِنْهُ أَنَّهُ لَا يُدَلِّسُ إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ
وَكَانَ قَوِيًّا الْحَفِظِ وَمَا فِي أَصْحَابِ الزُّمَرِ
أَصْفَرُ مِثْقَالِ مَنْهُ وَمَعَ هَذَا فَهُوَ مِنْ أَتْبَعِيهِمْ
قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هُوَ أَتْبَعُ النَّاسِ فِي عَمْرٍو

بن دینار۔

دمیزان الاعتدال جلد اول صفحہ نمبر ۳۹

حرف سین مطبوعہ مصر طبع قدیم

ترجمہ:

سفیان بن عیینہ ہلالی مشہور ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں۔ ان کی روایت سے احتجاج کرنے کے بارے میں تمام امت کا اجماع ہے تدلیس کرتے تھے۔ لیکن ان کی تدلیس کا وقوع اس طرح تھا۔ کہ صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے تھے۔ مضبوط حافظ کے مالک تھے امام زہری کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ قوی ہونے کے باوجود تمام سے بڑھ کر خبردار تھے۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے۔ کہ عمرو بن دینار کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ قوی اور ثابت ہے صاحب میزان علامہ ذہبی نے ان کی روایات کو باتفاق امت قابل احتجاج بتایا۔ اور مشہور ثقہ راویوں میں سے ایک کہا۔ اور امام احمد بن حنبل ایسے ناقدین نے ان کی ثقاہت اور مضبوطی پر اجماع دیکھا ہے۔ ان حضرات کے اقوال کے سامنے جاڑوی کا انہیں ”وغیر ذمہ دار“ قرار دینا انتہائی غیر ذمہ دارانہ بات ہے۔ یہ بات اس نے تدلیس کے لفظ سے نکالی ہے۔ بہر حال وہ تدلیس اسے پہلے اور بعد جو کچھ ان کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ جاڑوی اسے گولی کر گیا۔ تاکہ عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالی جاسکے۔ آئیے اب تدلیس کی تھوڑی سی بات ہو جائے۔

تدلیس کیا ہے؟

اور اس کا حکم کیا ہے؟

حدیث پاک کی روایت کرتے وقت راوی کا اپنے شیخ کے اسم گرامی کی بجائے شیخ کے شیخ کا اسم گرامی لکھ دینا کس طرح سے پڑھنے والے کو یہ سمجھا جائے کہ راوی نے اُس (شیخ اشغ) سے اس حدیث کی سماعت کی ہوگی۔ حالانکہ سماعت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ طریقہ روایت تدلیس کہلاتا ہے۔ یہاں بھی جاڑوی نے اپنا اتو سیدھا کیا۔ اور لکھا کہ وہ (سفیان بن عیینہ) عادت کے طور پر تدلیس میں کسی موقی آدمی کو قوث کرتا۔ ”قوث کرنا“ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں کسی کی بے عزتی مقصود ہو۔ یادہ بری الذمہ ہو اور اس کے باوجود اس پر کوئی الزام تھوپ دیا جائے۔ لیکن سفیان بن عیینہ اپنے شیخ کے شیخ کا نام اس بنا پر نہیں لیتے تھے کہ انہیں بھی درمیان میں گھسیٹ کر لاکھڑا کیا جائے۔ بلکہ وہ تو پہلے ہی اس روایت کے راوی ہوتے ہیں۔ لہذا انہیں وہ قوث کرنا، کرنے کا الزام دینا ایک بے وقوف کی بڑی ہو سکتی ہے۔ پھر وہ تدلیس، ایسی صفت نہیں کہ وہ کسی صورت میں بھی ذمہ دار نہ بن سکے۔ اگر ایسا ہی ہوتا۔ تو پھر سفیان بن عیینہ کی روایات سے احتجاج پکڑنے کا کیا معنی ہوگا۔ اور پھر ایسے شخص کو مشہور ثقہ مضبوط اور ثابت کہنا کب درست ہوگا۔ حالانکہ یہ سب باتیں ائمہ حدیث نے سفیان بن عیینہ کے بارے میں کہی ہیں۔ اس لیے ان کی تدلیس کا طریقہ وہ نہ تھا۔ جو جاڑوی نے ”قوث کرنا“ کے الفاظ سے بیان کیا۔ بلکہ وہ ہے۔ جو صاحب میزان کی عبارت سے اخذ ہوتا ہے۔ یعنی تدلیس کرتے تھے۔ لیکن

ان کی تدلیس کرنے میں عادت یہ تھی کہ ان مشائخ سے کرتے۔ جو ثقہ ہوتے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ثقہ سے تدلیس قابل استدلال ہے یا نہیں۔

مقدمہ لمعات التنیق

وَذَهَبَ انْجَمُهُنَّوُ إِلَى قَبُولِ تَدْلِيسٍ مَنْ عُرِفَ
اَنَّهُ لَا يَدْلِسُ اِلَّا عَنْ ثِقَةٍ كَابْنِ عِيْنَةَ وَ اِلَى
رَدِّ مَنْ كَانَ يَدْلِسُ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَ غَيْرِهِمْ۔

(مقدمہ لمعات التنیق ص ۲۴ مکتبہ المعارف
الطبعیہ شیش محل لاہور)

ترجمہ:

جمہور کا یہ مذہب ہے کہ ہر اس شخص کی تدلیس قبول ہوتی ہے جو صرف
ثقہ لوگوں سے تدلیس کرتا ہو جیسا کہ ابن عیینہ۔ اور اسی طرح جمہور کا یہ بھی
مسک ہے کہ ہر اس شخص کی تدلیس رد کر دی جائے گی جو ضعیف
راویوں سے تدلیس کرتا ہو۔

تدلیس اور اس کا حکم اپنے ملاحظہ کیا۔ تدلیس دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ
جو ثقہ راویوں سے ہو۔ اور دوسری غیر ثقہ یعنی ضعیف راویوں سے۔ ان میں سے
اول الذکر تدلیس مقبول اور دوسری مردود ہے۔ لیکن ابن عیینہ کی تدلیس قسم اول
سے ہونے کی وجہ سے (جو مقبول ہونی چاہیے) اس طرح قابل استدلال نہیں۔
جاڑوی نے یہ کہاں ہے قانون نکال لیا ہے؟ اسی پر اُس کے بنے بنائے مکان
کی بنیاد تھی۔ لہذا جب تحقیق کے میدان میں یہ ثابت ہو گیا کہ ابن عیینہ کی تدلیس
قابل قبول ہے۔ تو پھر یہ کہنا کہ ”ایسی حدیث کو احکام شرعیہ میں بطور استدلال

کیسے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ کہ یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے، کہاں کی عقل مندی اور دیانت داری ہے۔ بہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب سفیان بن عیینہ کا مقام و مرتبہ کچھ اور بھی بیان کر دیا جائے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ قبول جاڑی و دیہ کس تماش کے راوی تھے، کی اصلیت کیا ہے۔

تہذیب التہذیب

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ابْنُ أَبِي عِمْرَانَ مَيْمُونُ الْهَلَلِيُّ
أَبُو مُحَمَّدٍ الْكُوفِيُّ سَكَنَ مَكَّةَ رَوَى عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ
ابْنِ عُمَيْرٍ وَابْنِ إِسْحَاقَ السَّبْعِيِّ وَزِيَادَ بْنَ عُلَاقَةَ
وَأَسْوَدَ بْنَ قَيْسٍ وَابَانَ ابْنَ تَغْلِبٍ الخ

(تہذیب التہذیب جلد چہارم ص ۱۱)

(حرف سین)

ترجمہ:

سفیان بن عیینہ ابن ابی عمران مکہ میں ساکن تھے۔ آپ عبد الملک
ابن عمیر، ابواسحاق السبعی، زیاد بن علاقہ، اسود بن قیس، ابان ابن
تغلب وغیرہ محدثین کرام سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ اور ان سے
روایت کرنے والے چند حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ اعلمش،
ابن جریج، شعبہ، نوری، مسعودیہ ان کے شیوخ میں سے ہیں ابواسحاق
فرازی اور حماد بن زید وغیرہ۔ ابن مدینی نے کہا ہے۔ کہ امام زہری کے
اصحاب میں ان سے بڑھ کر زیادہ صاحب تقویٰ کوئی نہ تھا۔ الاصلی
الکوفی کا قول ہے کہ ابن عیینہ حدیث میں ثقہ اور ثابت ہے۔ حدیث

ان کے معاملہ میں بہت اچھے تھے۔ اور انہیں محدثین کرام میں صاحب حکمت محدث کہتے ہیں۔ امام شافعی کا کہنا ہے۔ کہ اگر امام مالک، سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم ختم ہو گیا ہوتا۔ اور یونس بن عبد الاعلیٰ کہتے ہیں میں نے امام شافعی کو نقل سنا ہے کہ امام مالک اور سفیان دونوں ہم پلہ ہیں۔ ابن مدینی نے کہا۔ کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے کہا۔ کہ میرے اساتذہ میں سے ابن عیینہ کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ میں نے عرض کیا اے ابوسعید! کیا سفیان بن عیینہ حدیث کے امام تھے؟ کہنے لگے۔ وہ متواتر چالیس سال سے امام فی الحدیث چلے آ رہے ہیں۔ علی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے بشر بن مفضل سے سنا۔ کہ اب زمین پر ابن عیینہ کی مثل کوئی باقی نہیں ہے۔ عثمان دارمی کہتے ہیں۔ میں نے ابن معین سے پوچھا۔ کہ عمر و دینار کے اصحاب میں سے ابن عیینہ یا ثوری کون تمہیں زیادہ محبوب ہے؟ کہتے لگے۔ ابن عیینہ، اُس سے زیادہ عالم ہے۔ ابن دہب کا قول ہے۔ کہ میں نے ابن عیینہ سے بڑھ کر قرآن کریم کا زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا۔ امام شافعی کہتے ہیں۔ میں نے ابن عیینہ کے سوا کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں دیکھا جس میں علمی جوہر ہو۔ امام احمد کہتے ہیں۔ میں نے قرآن کریم اور سنت کا ابن عیینہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ ابن سعد انہیں ثقہ، شایع، جہت اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔ ابو داؤد سے اجری بیان کرتا ہے۔ کہ ابومعاویہ کہتے ہیں۔ کہ ہم جب امام اعش کے ہاں سے پڑھ کر فارغ ہوتے تو سیدھے ابن عیینہ کے پاس آتے یحییٰ ابن سعید کا کہنا ہے۔ کہ معمر بن نسبت امام زہری کے شاگردوں میں مجھے ابن عیینہ زیادہ محبوب ہیں۔ ابن مہدی کا قول ہے کہ اہل حجاز کی حدیث کو سب

زیادہ جاننے والا ابن عیینہ تھا۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں۔ کہ ابن عیینہ دنیا والوں کے لیے حجت تھے۔ اور ان کے علاوہ امام مالک، شعبہ اور ثوری بھی حجت تھے۔

مفکر یہ:

جناب سفیان بن عیینہ کے بارے میں ائمہ حدیث اور علماء نے بالاتفاق کہا ہے۔ کہ ان کی تدلیس مقبول ہے۔ اور یہ خود بہت بڑے قرآن و سنت کے عالم تھے۔ ثقہ، ثابت اور قابل حجت تھے۔ ان کے اساتذہ اور شاگرد ایسے ایسے کہ ڈھونڈے سے ایسے نہیں۔ ان (ابن عیینہ) کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حرمتِ منہ والی روایت ناقابل استدلال، موضوع اور من گھڑت بنائی گئی ہے۔ جاڑوی کا روایت مذکورہ کو غیر صحیح قرار دینے کا یہی حربہ تھا۔ اپنے اس کی حقیقت حال جان لی۔ ہم یہاں تک بالفرض تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ چلو ابن عیینہ کی سند والی روایت ناقابل استدلال اور ضعیف ہو گئی۔ لیکن اس کے علاوہ بھی یہی روایت مسلم شریف میں چار دیگر اسناد سے مروی ہے۔ اور وہ چاروں اسناد صحیح ہیں۔ لہذا قابل حجت و استدلال بھی ہوئے۔ ان چاروں کی صحت نے ان کی کمزوری کو بھی چھپا لیا۔ کیونکہ قانون ہے۔ کہ ایک حدیث اگرچہ ضعیف ہو۔ لیکن جب اسے مختلف اسناد سے روایت کیا گیا ہو۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمتِ منہ کی مسلم شریف میں پانچ روایات مذکور ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی سند علیحدہ ہے۔ اگر ابن عیینہ کے سند والی روایات چھوڑ بھی دی جائیں۔ تو پھر بھی چار روایات صحیحہ سند سے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ منہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرام ہے۔ اور

اگر وہ روایت بھی شامل کر لی جائے۔ تو پھر پانچ عدد روایات صحیحہ سند سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متعہ معروفہ کو حرام کہتے اور سمجھتے تھے۔ اور تا قیامت اس کی حرمت کا قول انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا تھا۔

دھوکہ کذب بیانی

جواز متعہ پر طبری کی ایک عبارت

جواز متعہ

اگر اسی حدیث سفیان بن عیینہ کے ساتھ اس افسوس کو شامل کریں جسے قابل اعتماد علماء اہل سنت نے قابل اعتماد ذرائع حدیث سے نقل کیا ہے۔ تو اس جھوٹ کی قلعی اور بھی کھل جاتی ہے جو حرمت متعہ کے سلسلہ میں حضرت علی سے منسوب کیا گیا ہے۔

۱۔ رَوَى الطَّبْرِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ الْكَبِيرِ جلد ۵ ص ۱۳
بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَنِ الْحَكَمِ
عَنْ آيَةِ الْمُتَعَةِ أَمْ هِيَ مَنْسُوحَةٌ ۙ قَالَ لَا ۚ ثُمَّ
قَالَ الْحَكَمُ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَوْلَا أَنَّ عُمَرَ
نَهَى عَنِ الْمُتَعَةِ مَا زِلْنَا إِلَّا شَبَقًا۔

طبری نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۱۳ پر صریح سند کے ذریعہ شعبہ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے حکم سے آیت متعہ کے متعلق پوچھا۔ کیا آیت متعہ

منسوخ ہے؟ حکم نے کہا۔ نہیں۔ پھر حکم نے کہا۔ حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر عمر متعہ پر پابندی نہ لگاتا تو کسی بد نصیب کے سوا کوئی شخص زنا کا ارتکاب نہ کرتا۔

۲۔ فخر الدین رازی نے تفسیر جلد ۵ ص ۵۰ پر بعینہ یہی روایت انہی الفاظ میں حضرت علی کا حضرت عمر پر اعتراض نقل کیا ہے۔

۳۔ علامہ جلال الدین السیوطی نے تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۴۷ پر بلا کم و کاست حضرت عمر پر حضرت علی کا اظہار افسوس اور اعتراض نقل کیا ہے۔

۴۔ احکام القرآن جلد دوم ص ۱۷۹ ابو بکر رازی جصاص نے حضرت علی کا یہی قول اظہار افسوس اور حضرت عمر پر اعتراض نقل کیا ہے۔ جس میں آخری لفظ مَا زَنَى إِلَّا شَقِيًّا مَا زَنَى إِلَّا شَقِيًّا کوئی بد نصیب ہی زنا کرتا کی جگہ بہت قلیل ہی زنا کرتے نقل کیا ہے۔

۵۔ ہدایۃ المبتدئ جلد دوم ص ۵۸ پر ابن رشد اندلسی نے اور ۶۔ تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۱۴۱ پر علامہ جلال الدین السیوطی نے حافظ عبدالرزاق اور حافظ ابن منذر کے صحیح سلسلہ سند سے قابل اعتماد راوی عطاء سے بھی حضرت عمر پر تحریم متعہ کا اعتراض اور اظہار افسوس حضرت علی سے نقل کیا ہے۔

علاوہ ازیں ان سلسلہ ہائے سند کے علاوہ دیگر مختلف سلسلہ ہائے سند جو کہ صحیح ہیں۔ سے قابل اعتماد اعتراض بمقدار وافر نقل کیا ہے۔ لہذا ثابِت ہوا کہ حرمت متعہ کی حدیث کو حضرت علی سے منسوب کرنا غلط محض اور افتراء ہے۔ اور جواز متعہ درست ہے۔ اور حکم اسلام ہے۔ جو جس طرح زمانہ رسول میں جائز اور عین اسلام تھا۔ اسی طرح آج بھی عین اسلام اور جائز ہے۔

جواب:

اشیر جاڑوی نے حضرت علی المرتضیٰ کے انفسوس کی روایات کو جو چھ عدل فقہائیر میں موجود ہیں۔ یہ صحیح سند و سند کے ساتھ ہونا ذکر کیا ہے۔ اس کذب بیانی اور غابازی کی جس طرح مذمت کی جائے وہ کم ہی ہوگی۔ ان چھ کتب تفسیر میں سے کسی ایک میں بھی ”سند صحیح“ کا لفظ موجود نہیں ہے۔ یہ اضافہ جاڑوی کا خود تراشا ہوا ہے اس قدر بے دینی اور کذب بیانی اور پھر اپنے آپ کو دفاصل قلم پر سپیل جامعہ حسینیہ لکھنا ہمیں تو اس سے یکا پتہ چلا ہے۔ کہ ان کے تمام فاضلوں کا یہی حال ہے۔

تبین

ہماری طرف سے بیش ہزار روپیہ نقد انعام کی پیشکش ہے۔ اگر جاڑوی ایند کمپنی کوئی بھی یہ ثابت کر دے کہ تفسیر طبری میں ”باسناد صحیح“ کا لفظ یہاں موجود ہے جس کی بنا پر قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی۔ کہ طبری کی طرح من وعن علامہ السیوطی امام رازی وغیرہ نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے۔ اس پر قرآن کریم کی صرف دو آیات ہی ذکر کر دینا کافی ہیں۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين۔ اور لعنة الله على الكاذبين۔ ہمارا اعلان ہے۔ کہ لکھنؤ سے قم تک کے اصاغرو اکابر سبھی سر جوڑ کر بیٹھ جائیں۔ اور روایت مذکورہ میں ”باسناد صحیح“ کا لفظ دکھا دیں تو منہ مانگا انعام پائیں۔

”حرمت متہ“ پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے انفسوس کرنے کی ثنویہ روایت کی طرف ہم آتے ہیں۔ آئیے ذرا اسماء الرجال سے اس روایت کے

راویوں کے حالات دیکھیں۔ روایت مذکورہ میں حضرت علی المرتضیٰ سے بیان کرنے والے راوی کا نام ”دحکم“ ہے۔ اور پھر ان سے اگے شعبہ نے بیان کی یعنی اس روایت کا اصلی اور مرکزی راوی ”دحکم“ ہے۔ شیعہ سنی کتب اسماء الرجال میں ہم نے ایسے حکم کو بہت تلاش کیا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کرنے والا اور شعبہ کا شیخ و استاد ہو۔ میزان الاعتدال میں حکم نامی جتنے راویوں کا تذکرہ ہے۔ ان میں سے ایک دو کو چھوڑ کر سب کے متعلق ”مجهول“ کا لفظ موجود ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ حکم بھی ہے۔ لہذا، مجهول راوی کی روایت کی کیا وقعت ہے۔ کہ اسے مقام استدلال میں پیش کیا جائے۔ دنیا نے شیعیت کو دعوت ہے۔ کہ وہ ہماری یا اپنی کسی کتاب سے بھی اس حکم راوی کا تذکرہ بتائیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ سے راوی ہو اور جناب شعبہ نے اس کی شاگردی کی ہو۔ جب اس راوی کا اتہ پتہ ہی معلوم نہیں۔ جس نے حضرت علی المرتضیٰ کے افسوس کرنے والی روایت ذکر کی۔ تو اس کی روایت اس روایت کا کیسے مقابلہ کر سکتی ہے۔ جو قوی اور مرفوع کا درجہ رکھتی ہے۔ اس قوی روایت کو حضرت علی المرتضیٰ سے امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ کہ اپنے ابن عباس کو فرمایا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متع سے منع فرما دیا تھا۔ یا امام مسلم کے بقول حضرت علی المرتضیٰ نے ابن عباس کو ڈانٹ کر کہا۔ کہ تو راستے سے ہٹا ہوا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متع سے منع فرما دیا ہے۔

طبری کا ایک راوی حکم شیعہ ہے

دحکم، نامی راوی جو کہ شعبہ کا استاد ہے۔ اس کا کچھ تذکرہ تہذیب التہذیب میں ملتا ہے۔ لیکن یہ حکم راوی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں کرتا۔

ہذا یہ حکم بھی حجت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر مان لیا جائے کہ یہ حکم وہی ہے۔ جس نے حضرت علی کی انفس والی روایت ذکر کی ہے۔ تو پھر بھی اہل سنت کے نزدیک قابل حجت نہیں۔ کیونکہ صاحب تہذیب التہذیب نے اس کے بارے میں لکھا۔

تہذیب التہذیب

الحکم بن عتیہ الکندی وَكَانَ فِيهِ تَشْيِيعٌ إِلَّا أَنَّ
ذَلِكَ لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُ۔

(تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۴۴۴)

ترجمہ:

حکم بن عتیہ کندی۔ اس میں تشیع پایا جاتا تھا۔ مگر اس کا اس سے ظاہر ہونا معلوم نہیں۔

بہر حال اس کی اگرچہ ثقاہت بھی معلوم ہو جائے۔ تب بھی قابل حجت نہیں کیونکہ متقدم اہل تشیع کا ایک مذہبی شعار ہے۔ اور اس کے جواز کی روایت کسی سنی سے ہی قابل قبول ہو سکتی ہے۔ اور یہ تشیع سے موصوف ہونے کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت بھی نہیں کرتا۔ اس لیے اس حکم نامی راوی کے حوالہ سے حضرت علی المرتضیٰ کا انفس کرنا ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ

اور

کذب بیانی نمبر

حرمت متعہ والی حدیث صحیحین میں تضاد اور حضرت
 علی رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کے متعلق کسی قول کے
 نہ ہونے کا دعوے

جواز متعہ:

سلم بن اکوع سلم بن اکوع وہ راوی ہے جس کی ایک ہی نقل کردہ حدیث صحیحین
 میں ایک دوسرے سے دست بگریبان صحیح مسلم جلد چہارم ص ۱۹ مکتبہ شعیب
 برنس روڈ کراچی میں سلم بن اکوع حرمت متعہ کی حدیث نقل کرتا ہے جبکہ ہی سلمہ
 صحیح بخاری جلد سوم ص ۸۴ حدیث ۱۰۴ مطبوعہ لاہور پر جواز متعہ کی حدیث بیان کرتا ہے
 جواز متعہ از سلم بن اکوع صحیح بخاری جلد سوم ص ۸۴ کتاب النکاح حدیث
 ۱۰۴ ادینی کتب خانہ اردو بازار لاہور

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ
 قَالَا كُنَّا فِيْ جَنْشٍ فَأَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ آذَنَ لَكُمْ

أَنْ تَمْتَعُوا فَأَسْتَمْتَعُوا حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ
ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ أَيُّمَا
رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ تَوَافَقَا فَعِشْرَةٌ مَا بَيْنَهُمَا
ثَلَاثَ لَيَالٍ فَلَيْنَ أَحَبَّأَنَّ تَيْتَرَ يَدَاؤُ وَيَتَنَارُ كَا
تَتَنَارُ كَا۔

پھر سلمہ خود کہتا ہے۔ - فما ادری اُشی کان لنا خاصة
اھل للناس عامة جابر بن عبد اللہ اور سلمہ بن اکوع روایت کرتے
ہیں۔ ہم ایک لشکر میں تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے
پاس آکر فرمایا۔ کہ تم کو متعہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لہذا متعہ کر لو۔
بخاری کہتے ہیں۔ کہ سلمہ بن اکوع نے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اور مرد باہم موافق ہو جائیں تو تین
شب تک باہم عشرت کرنا جائز ہے۔ اس کے بعد اگر کسی یا زیادتی
کرنا چاہیں تو وہ مختار ہیں۔ نہ معلوم یہ ہمارے لیے خاص تھا یا یہ سب
لوگوں کے واسطے جائز ہے۔۔۔۔۔ یہ دونوں حدیثیں نقل کرنے کے
بعد خود اجتہاد فرماتے ہوئے علامہ بخاری کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ نے
حضرت علی سے اور حضرت علی نے حضرت جواز متعہ کی منسوخی نقل
فرمائی ہے۔ حالانکہ اگر حرمت متعہ واقعاً ہوتی اور حرمت متعہ کے
راوی حضرت علی ہوتے تو اولاً حضرت عمر کے اعلان تحریم متعہ پر
اعتراض نہ کرتے ثانیاً طریق اہل بیت سے بھی کوئی ضعیف السند
یا قوی السند حدیث منقول ہوتی نہ تھا و نیز صحابہ سے بھی حرمت متعہ
کی کوئی حدیث نقل کی جاتی۔ لہذا اس کا واضح مقصد یہ ہے کہ حرمت متعہ

کی احادیث غلط محض جعلی اور افتراء ہیں۔ اور تحریم متعہ ایک شخص کی ذاتی رائے ہے جو کسی بھی لحاظ سے قابل اعتبار نہیں۔ جواز متعہ اور سلمہ بن اکوع اور صحیح مسلم علاوہ انہیں امام مسلم نے اس حدیث کو دوسرے الفاظ سے نقل کیا ہو۔ ملاحظہ ہو۔

صحیح مسلم

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ حَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ وَنِكَاحِ
الْمُتْعَةِ۔

جابر اور سلمہ نے کہا کہ ہم پر رسول اللہ کا منادی نکلا۔ اور اس نے پکارا کہ رسول اللہ نے تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے یہ دونوں احادیث جابر بن عبد اللہ اور سلمہ بن اکوع سے جواز متعہ کے لیے نقل کی ہیں۔ لیکن ان میں بھی تفریق موجود ہے۔ صحیح بخاری کے مطابق آنحضور بنفس نفیس جابر اور ابن اکوع کے پاس تشریف لائے۔ جبکہ صحیح مسلم کے مطابق آنحضور کا منادی ندا کرتا ہے۔ صحیح بخاری کے مطابق آنحضور کی اجازت متعہ صرف جابر بن عبد اللہ اور سلمہ بن اکوع سنتے ہیں۔ جبکہ صحیح مسلم کے مطابق اذن متعہ کا اعلان عام ہوتا ہے۔ اور میدان جنگ میں موجود تمام صحابہ سنتے ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے جواز متعہ کی حدیث سلمہ بن اکوع سے باختلاف الفاظ نقل کی ہے۔ لیکن

حرمت متعہ کی حدیث نقل کرنے میں امام مسلم تہنارہ لگئے اور امام بخاری نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ جس کی وجہ واضح ہے۔ امام بخاری نے حرمت متعہ کے لیے سلمہ بن اکوع کی جانب منسوب کردہ حدیث کو نہ تو قابل عمل سمجھا ہے اور نہ ہی قابل نقل۔

(جواز متعہ مصنفہ اشیر جازوسی)

جواب :

مذکورہ عبارت چند امور پر مشتمل ہے۔ بطور خلاصہ وہ یہ ہیں۔ (۱) سلمہ بن اکوع کی نقل کردہ ایک حدیث باہم دست بگریبان ہے (۲) حضرت علی المرتضیٰ سے حرمت متعہ پر کوئی حدیث مروی نہیں۔ اگر ہوتی تو آپ اس پر افسوس کیوں کرتے (۳) حضرت علی المرتضیٰ سے اگر حرمت متعہ پر کوئی حدیث ہوتی۔ تو اہل بیت سے کوئی نہ کوئی اسے ضرور ذکر کرتا (۴) سلمہ بن اکوع سے جواز متعہ کی روایت بخاری اور مسلم دونوں نے ذکر کی۔ لیکن حرمت متعہ کی روایت صرف مسلم میں ہے بخاری نے اس میں ساتھ چھوڑ دیا۔ (۵) کسی بھی صحابی سے حرمت متعہ پر کوئی روایت نہیں۔ ان امور کا سلسلہ وار جواب پیش خدمت ہے۔

۱۔ حضرت سلمہ بن اکوع سے ایک روایت ہونا اور وہ بھی باہم مخالف ہونا اکون بے وقوف یہ تسلیم کرے گا۔ جناب سلمہ بن اکوع سے مسلم شریف ایک دو روایات ہیں۔ پہلی روایت جابر بن عبد اللہ سے ہے جس میں متعہ کی اجازت کا ذکر ہے۔ اور دوسری عائشہ سے ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سال اول اس میں تین دن تک متعہ کی اجازت دینا اور اس کے بعد منع فرما دینے کا ذکر ہے۔ حوالہ کے لیے مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۵۵-۴۵۴ ملاحظہ ہو۔ یہ ایک روایت نہیں بلکہ دو ہیں۔ انہیں ایک کہہ کر پیش کرنا "مخل تم"

کا کمال ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں تناقض کہاں؟ پہلی روایت میں جواز متعہ کا ذکر ہے۔ اور دوسری میں مذمت جواز کے گزرنے پر حرمت متعہ کا ذکر ہے۔

۲۔ یہ کہنا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ پر کوئی حدیث موجود نہیں، پہلی بات کی طرح یہ بھی جھوٹ ہے۔ مسلم شریف اور صحیح بخاری میں ان کی وہ روایات سند صحیح کے ساتھ موجود ہیں۔ جن میں حرمت کا ذکر ہے۔ رہا یہ کہ اگر آپ سے حرمت متعہ کی روایات ملتی ہیں۔ تو پھر حضرت عمرؓ پر افسوس کا اظہار کیوں کیا گیا؟ تو اس بارے میں ہم پہلے تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ یہ روایت مجہول راوی سے ہے لہذا اس میں اجماع صحابہ کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں اس لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کی روایت جس کو تمام صحابہ کرام کی تائید حاصل ہے وہ قوی ہے۔ اور افسوس والی کمزور۔ اس لیے ان دونوں کے مراتب کے فرق کے پیش نظر آپ کے کلام میں تناقض نہیں ہے۔

۳۔ جہاں تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کی روایت اور پھر اسے اہل بیت کے ذکر کرنے کا معاملہ ہے۔ تو جاڑوی کو اپنی کتابوں کے دیکھنے کا بھی موقع نہ ملا۔ نہ جانے قم سے فیض کیسے بن گیا۔ جاڑوی صاحب آپ کی صحاح اربعہ میں سے الاستبصار اور نہذیب الاحکام میں یہ روایت موجود ہے۔

حرمت متعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے روایت

الاستبصار وتہذیب الاحکام

عن زید بن علی عن ابائہ عن علی علیہ السلام
قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُؤْمِ الْحُمْرِ
الْأَمْلِيَّةِ وَنِكَاحِ الْمُتْعَةِ

۱- الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۲

البراب المتعہ

۲- تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۵۱

باب تفصیل احکام النکاح

ترجمہ:

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک
تمام ان حضرات سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو
پالتو گدھوں کا گوشت اور نکاح متعہ کو حرام فرمادیا ہے۔

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک تمام ان حضرات سے
حرمت متعہ کی روایت کر رہے ہیں۔ جو اہل بیت کے ممتاز افراد ہیں۔ ان تمام
نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے سے پہلی شخصیت سے روایت

سنی۔ حتیٰ کہ زید بن علی تک وہ روایت پہنچ گئی۔ اب اشیر جاڑوی کے لیے یہی راستہ رو جاتا ہے۔ کہ یا تو اس روایت کا انکار کر دے۔ لیکن یہ ان کی صحاح اربعہ میں موجود ہے انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ یا پھر اس بات کو تقیہ پر محمول کر کے اہل بیت کو غلط بات کہنے والا ثابت کرے۔ لیکن تقیہ کا زمانہ بھی نہ تھا کسی کا خوف و خطر بھی نہ تھا۔ اس لیے اب جاڑوی کو یا تو حرمت متعہ تسلیم کر لینی چاہیے۔ یا پھر ان ائمہ اہل بیت کی محبت کا طوق گلے سے اتار دینا چاہیے۔ جو جھوٹ موٹ پہن رکھا ہے۔

۴۔ جواز متعہ کی روایت سلمہ بن اکوع سے مسلم اور بخاری دونوں نے ذکر کی۔ لیکن حرمت متعہ کی روایت میں امام مسلم تنہا رہ گیا۔ اس کی وجہ خود جاڑوی نے بیان کی۔ کہ بخاری کے نزدیک سلمہ بن اکوع کی یہ روایت ناقابل عمل و نقل ہے چلے مان لیا۔ کہ سلمہ بن اکوع کی یہ روایت ناقابل عمل و نقل ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت کیسے ہو گیا۔ کہ متعہ حرام نہیں۔ اگر امام بخاری کے نقل کرنے پر فیصلہ چاہے ہو۔ تو پھر ہم تمہیں سلمہ بن اکوع سے کہیں زیادہ مضبوط شخصیت کی حرمت متعہ پر روایت بخاری شریف میں دکھاتے ہیں۔ اسے ہی تسلیم کر لو۔

بخاری شریف

حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّيْنَةَ أَنَّهُ سَمِعَ زُهَيْرِي يَقُولُ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ ابْنِ عِلَاجٍ وَأَخُوهُ عَبْدُ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِمَا أَنَّ عَلِيًّا قَالَ لَا بَنَ عَتَابٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَ

عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۶۷، مطبوعہ

اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے وقت متہ کرنے اور پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا تھا۔

حرمت متہ کی یہ روایت امام بخاری نے ذکر کی۔ اور ذکر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے۔ اب ذرا جاڑوی کے پاس دعویٰ کو دیکھئے۔ کہتا ہے۔ کہ سلمہ بن اکوع کی حرمت متہ کی روایت امام بخاری کے نزدیک ناقابل عمل ہے۔ اس لیے اُسے نقل کیا۔ اور یہ روایت حضرت علی المرتضیٰ سے نقل کر کے امام بخاری نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ قابل عمل ہے۔ اب اس پر عمل جاڑوی کو تسلیم کر لینا چاہیے لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم سے سند فاضل اسی لیے دی گئی۔ کہ جھوٹ کو کبھی بھی جدا نہ ہونے دینا۔ یہ سند فاضل کی نہیں بلکہ پاگل کی ہے۔ یا پھر یہ فاضل فضیلت سے نہیں بلکہ فضول سے بنا ہے۔

۵۔ حرمت متہ پر کسی بھی صحابی کی روایت موجود نہیں۔ سچ کہتے ہیں۔ کہ جو اسی اور جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ اپنی تصنیف جواز متہ کے ابتداء میں خود تسلیم کر آیا ہے۔ کہ حرمت متہ کی روایات صرف تین صحابہ سے ملتی ہیں۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ، سلمہ بن اکوع اور سبرہ بن معبد جنہی۔ اور اب یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ کہ حرمت متہ کی روایت کسی صحابی سے موجود نہیں۔ یہ خدا جب دین لیتا ہے حماقت اُسی جاتی ہے۔

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر ۹

جواز متعہ

حرمیت اور مسلم بن اکوع از صحیح مسلم جلد چہارم طبع مکتبہ شینیب روضہ کراچی نمبر ۱۱

امام مسلم تک اس حدیث کے پہنچنے میں ابن محمد اور عبد الواحد بن زیاد و راوی بھی ہیں۔

عن ایاس ابن سلمۃ عن أبیہ قال رخص رسول اللہ
عام أو طائس فی المتعۃ ثلثاً ثم فلی عتلتها۔

ترجمہ:

ایاس بن سلمہ اپنے باپ سلمہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ آنحضرت نے
ادھاس کے سال تین بار متعہ کی اجازت دی۔ اور پھر منع کر دیا۔

اولاً تو سلمہ کی یہ حدیث اس کی اپنی سابقہ حدیث جسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم
دونوں نے نقل کیا ہے معارض ہے۔ ثانیاً اگر یہ حدیث قابل اعتماد ہوتی۔

تو امام بخاری اس حدیث کو قطعاً نظر انداز نہ کرتے۔ ثانیاً علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال
جلد ۱ ص ۴۸۵ میں یونس ابن محمد اور عبد الواحد بن زیاد و راویوں کو اس قابل قرار نہیں

دیا کہ ان سے حلال محمد کے خلاف کسی نقل حدیث کو قابل اعتماد سمجھا جائے۔ ملاحظہ فرمائیے میزان الاعتدال جلد چہارم ص ۴۸۵ ابن معین، نسائی اور احمد نے یونس بن محمد کو قابل اعتماد نہیں سمجھا۔ عبدالواحد ابن زیاد بن محمد بن کثیر کی فہرست میں ہے۔ جن کی کذب بیانی اور افتراء پر دازی انھیں انشس ہے۔ میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۶۷ میں مرقوم ہے۔ کہ عبدالواحد ابن زیاد اختراع حدیث کرتا تھا، اور انہیں اعمش سے منسوب کرتا تھا۔ حالانکہ اعمش سے اس نے ایک حرف بھی نقل نہ کیا۔ میزان الاعتدال جلد دوم شمارہ ۵۲۸۷

میزان الاعتدال

قال ابو داود و دعود عبد الواحد الى احاديث كان
يرسلها للاعمش فوصلها بقوله حدثنا
الاعمش حدثنا مجاهد في كذا وكذا قال
عبد الواحد ليس بشئ
(میزان الاعتدال جلد دوم شمارہ نمبر ۵۲۸۷)

ترجمہ :

ابوداؤد فرماتے ہیں۔ کہ عبدالواحد نے ان تمام کو جنہیں اعمش نے مرسل چھوڑا ہے لیا اور حدثنا الاعمش کہہ کر مجاہد سے سلسلہ سند جوڑ دیا۔
- یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔ کہ عبدالواحد یس بشئ ہے۔
حرمت متنعہ کے سلسلے میں نقل کی گئی دوسری حدیث کا یہ عالم ہے۔ اور
یہ حقیقت ہے۔ ہذا حضرت علی سے نقل کردہ حدیث حرمت متنعہ کی طرح سلمہ
ابن اکوع کی حدیث حرمت متنعہ جی جلی من گھڑت اور خود ساختہ ثنابت ہوئی

اور جواز متعہ جس طرح قرآن میں موجود تھا۔ آج بھی ہے۔ اور اسے حرام قرار دینا احکام خدا میں تصرف ہے۔ جس کا حق خداوند عالم کے سوا کسی کو نہیں۔

(جواز متعہ ص ۴۶ مصنف اشیر جاڑوی)

جواب:

گذشتہ سطور میں جاڑوی نے پچھلی باتیں ہی دہرائی ہیں۔ جن کا جواب ہم تحریر کر چکے ہیں۔ یہاں صرف سلمہ بن اکوع سے مروی حرمت متعہ کی روایت کے دو افراد یونس بن محمد اور عبد الواحد بن زیاد پر جرح کر کے حدیث کو مجروح ثابت کیا گیا۔ اور حوالہ کے لیے میزان الاعتدال کا نام لیا۔ اب ہم ان دونوں کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں۔

میزان الاعتدال میں مذکورہ جلد اول صفحہ پر یونس بن محمد نامی کسی راوی کا تذکرہ نہیں۔ لہذا جس کا نام و نشان تک نہ ہو اس کے متعلق ابن معین نسائی اور احمد کا قول نقل کرنا واضح جہالت ہوگی۔ جو فاضل قم کی امتیازی علامت ہے۔ دوسرے راوی عبد الواحد کے متعلق جو کچھ جاڑوی نے کہا ہے۔ یہ کہ وہ یہ ہے کہ عبد الواحد نے دوسروں کی مرسل احادیث کو متصل بنانے کی کوشش کی۔ اور یہ کہ محدثین میں عبد الواحد کا شمار کذاب اور مفتری لوگوں میں ہوتا ہے۔ اس دوسرے الزام کے بارے میں جاڑوی نے وہی کچھ کیا جو یونس بن محمد کے ساتھ روا رکھا۔ یعنی میزان الاعتدال میں عبد الواحد بن زیاد کے بارے میں ان الفاظ کا نام و نشان تک نہیں۔ بلکہ ان کے متعلق یہ الفاظ درج ہیں۔

میزان الاعتدال

قَالَ عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ سَأَلْتُ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ

الْوَّاحِدِ بْنِ زِيَادٍ فَقَالَ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ أَحْمَدُ
وَعَفِيرَةُ ثِقَّةٌ وَحَدَّثَ عَنْهُ مُسَدَّدٌ وَ
قُتَيْبَةُ وَخَلْقٌ وَرَوَاهُ عُثْمَانُ أَيْضًا عَنْ يَحْيَى
ثِقَّةٌ وَقَالَ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ.

دمیزان الاعتدال جلد دوم صفحہ نمبر ۱۵۷

مطبوعہ مصر قدیم

ترجمہ:

عثمان بن سعید نے یحییٰ ابن معین سے عبد الواحد بن زیاد کے بارے
میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ وہ بیس لاشی ہے۔ اور امام احمد وغیرہ نے
اسے ثقہ کہا۔ اس سے مسدد اور قتیبہ وغیرہ بہت سے محدثین نے
روایت کی۔ عثمان نے یحییٰ سے اس کی ثقاہت لکھی ہے۔ اور
یہ بھی کہا۔ اس کی روایات لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ تو تھی ان کے بارے میں وضاحت کہ کس قسم کے راوی تھے۔ اب پہلا
الزام لیجئے۔ کہ یہ مرسل روایات کی سند میان کرتے تھے۔ جناب اعمش نے
جن روایات میں ارسال کیا۔ ان کی صحت پر انہیں اعتماد تھا۔ اس لیے ان کی سند
کے اتصال اور متواتر ہونے پر زور نہ دیا۔ لیکن ان کے بعد عبد الواحد بن زیاد نے
بڑی جانفشانی سے ان مراسیل کی پوری سند ذکر کی۔ اب اس کو عبد الواحد کی خوبیوں
میں شمار کریں گے یا ان کی کمزوریوں پر محمول کریں گے؟ ان کی اس خدمت اور دیگر
حالات کے پیش نظر جید علماء نے انہیں ثقہ کہا۔ اور ان کی مرویات ذکر کرنے میں
کسی حرج کو دخل نہ کیا۔ لیکن جاڑوی توجہ بٹ بوسلنے اور من گھڑت باتیں بنانے
کی قسم اٹھائے ہوئے ہیں۔ اگر حق و صداقت کی تلاش مقصود ہو تا تو عبد الواحد

بن زیاد کے بارے میں وہی لکھتا۔ جو کتب اسماء الرجال نے لکھا ہے۔ اپنی خود ساختہ نہ لکھتا۔ عبد الواحد بن زیاد کی سیرت کتب اسماء الرجال سے ملاحظہ ہو۔

تہذیب التہذیب

عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ الْعَبْدِيُّ - رَوَى عَنْ أَبِي
إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ وَعَاصِمِ الْأَحْوَلِ وَالْأَعْمَشِ
وَأَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ وَعَنْهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ وَ
عَفَّانٌ وَعَارِمٌ وَمُعَلَّى بْنُ سَعْدٍ قَالَ أَبُو عَوَانَةَ
عَبْدُ الْوَاحِدِ ثِقَةٌ وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ ثِقَةً
كَثِيرَ الْحَدِيثِ وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ وَأَبُو حَاتِمٍ
ثِقَةٌ قَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِهِ بَأْسًا وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ
ثِقَةٌ عَمِدًا إِلَى أَحَادِيثِكَ كَانَ يَرْسُلُهَا الْأَعْمَشُ
فَوَصَّلَهَا قَالَ الْأَجَلِيُّ الْبَصَرِيُّ ثِقَةٌ حَسَنُ
الْحَدِيثِ وَقَالَ الدَّارُ قُطَيْبِيُّ ثِقَةٌ مَأْمُونٌ وَ
ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الشَّقَاتِ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ
أَجْمَعَ لَا خِلَافَ بَيْنَهُمْ أَنَّ عَبْدَ الْوَاحِدِ نَبِيَّ
زِيَادٍ ثِقَةٌ ثَبَتَ وَقَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ النَّارِ سِيَّ
ثِقَةٌ لَمْ يَحْتَلْ عَلَيْهِ بِقَادِحٍ -

(تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۴۳۷ ح ۴۳۸)

ترجمہ:

عبد الواحد بن زیاد عبدی کے اساتذہ و شیوخ میں سے چند یہ ہیں۔

ابو اسحاق الشیبانی، عاصم الاحول، اعلمش اور ابو مالک الشعمی۔ اور ان کے شاگردوں میں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ ابن ہمدی غفان، عارم اور علی ابن سعد ابو غواتہ نے انہیں ثقہ کہا۔ ابن سعد نے ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہا۔ ابو ذر عہ اور ابو حاتم دونوں نے ثقہ کہا۔ نسائی نے یس پر باسا کہا۔ ابو داؤد نے ثقہ کہا۔ اور یہ بھی کہا کہ جن احادیث کو اعلمش ارسال کر دیا کرتے تھے یہ ان کی سند بیان کر دیتے تھے۔ ابی بصری نے ثقہ اور حسن الحدیث کہا۔ دارقطنی نے ثقہ مامون کہا۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ روایوں میں رکھا۔ ابن عبد البر نے کہا۔ کو تمام محدثین کرام کا اتفاق ہے۔ کہ عبد الواحد بن زیاد ثقہ ثابت ہے۔ ابن قطان فارسی نے بھی ثقہ کہا۔ اور کہا کہ ان پر کوئی حرج نہیں ہوئی ہے۔

لمحذریہ

”عبد الواحد بن زیاد، کے متعلق جرح اور تنقید کرتے ہوئے جاڑوی نے یہ لکھا ہے۔ کہ ”اس کی کذب بیانی اور افتراء پر دازی افہر من اشمس ہے“، ایک طرف یہ الزام اور دوسری طرف عظیم محدثین اور ناقدین کا انہیں بالاتفاق ثقہ کہنا یہ جاڑوی کے خود کذاب اور افتراء پر داز ہونے کی ایسی دلیل ہے۔ جو افہر من اشمس ہے۔ عبد الواحد اپنے شیخ جناب اعلمش کی مراسیل کی سند بیان کرتے ہیں لیکن اس محنت اور غلی خدمت کو جاڑوی اس رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ کہ عبد الواحد اختراع حدیث کرتا تھا۔ اور اسے اعلمش کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ اس سے آپ جاڑوی کا یتیم فی العلم ہونا جان چکے ہوں گے۔ اُدھر میزان الاعتدال اور

تہذیب التہذیب اس کی خوبی بیان کریں۔ اور ادھر اس متعہ کی پیداوار کو وہی نقص نظر آئے۔ ابن قنطار فارسی نے تو سوا باتوں کی ایک بات کہہ دی۔ کہ کوئی جرح و تنقید کرنے والا عبد الواحد میں نقص نہیں نکال سکتا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حرمت متعہ کی حدیث کے یہ دونوں راوی قابل اعتماد اور ثقہ ہیں۔ اس لیے ان کی روایت کردہ احادیث صحیح اور قابل حجت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ اور کذب بیانی

جواز متعہ

سبرہ ابن معبد جہنی۔ اب حرمت کے سلسلہ میں تیسری حدیث جو سبرہ ابن معبد نے نقل کی ہے۔ آپ نے سبرہ کے متعلق علماء سواد اعظم کے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ایک نگاہ میں انہیں بھی دیکھ لیں تاکہ حرمت متعہ کی قطعی کھل جائے۔ اور حواشی کا حکم الہی طشت از بام ہو جائے۔

(۱)۔ سبرہ سے احادیث اس کے بیٹے ربیع ابن سبرہ کے علاوہ کسی نے بھی نقل نہیں کیں۔

(ب)۔ ربیع بن سبرہ راویان حدیث کی فہرست میں مجہول اشخصیت ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ امام بخاری میں نے پوری صحیح بخاری میں سبرہ بن معبد سے ایک حدیث بھی نہیں لی۔ کیونکہ سبرہ سے اس کے بیٹے ربیع کے سوا کسی دوسرے راوی نے ایک حدیث تک نقل نہیں کی۔ امام بخاری کے بعد

امام مسلم کو ہی دیکھ لیجئے کہ پوری صحیح مسلم میں حرمت متعہ کی حدیث کے علاوہ کوئی ،
دوسری حدیث نقل نہیں کی۔

(ج۷)۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں ص ۴۴۴ پر احادیث سبرہ کے متعلق لکھا ہے کہ علمائے
روایت سبرہ ابن مہدی کی حدیث کو درست قرار نہیں دیتے کیونکہ عبد الملک
بن ریح بن سبرہ ابن مہدی ناقل حدیث ہے اور عبد الملک کے متعلق ابن معین
نے کافی کچھ لکھا۔ یہی وجہ ہے کثرت احتیاج اور سخت ضرورت کے
باد جو امام بخاری نے سبرہ کی ایک حدیث کو بھی قبول نہیں کیا اگر امام بخاری
کے نزدیک سبرہ کی حدیث درست ہوتی تو وہ یقیناً احادیث سبرہ کو اپنی
صحیح بخاری میں جگہ دیتے۔ مزید تفصیل کے لیے الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۱
ص ۱۳۵ ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ ہوا کہ حدیث حرمت متعہ
اہل بیت کی دیرار ہے۔ اور جس طرح یہ اصول ہے کہ ایک غلطی کو چھپانے کے لیے
کئی غلطیاں کی جاتی ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر کی تحریم متعہ کو جائز قرار دینے
کے لیے تنسیخ آیت کے لیے ہتھ پاؤں مارنے پڑے۔ حدیث ساز فیکڑی کی
طرت رجوع کو ناپڑا اور ایسے افراد کی احادیث نقل کی گئی جو یا تو معیار حدیث
پر راہ نہیں کرتے اور یا وہ اس کے خلاف کافی سے زیادہ اظہار خیال کر چکے
ہیں۔ لہذا نہ تو کلام حضرت علی تحریم متعہ کے تقاضے پورا کرتا ہے۔ نہ حدیث
مسلم ابن اکوع معیار صحت پر پوری اترتی ہے۔ اور نہ ہی حدیث سبرہ
تنسیخ احادیث کی اہمیت رکھتی ہے۔ اور جواز متعہ جس طرح تھا وہیں کا
وہیں رہا۔

(جواز متعہ تصنیف اشیر طاہری شیعہ)

جواب:

مذکورہ عبارت تین امور پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ سبرہ ابن معبد کا بیٹا ربیع بن سبرہ چونکہ ”مجهول الشخصیت“ ہے اس لیے سبرہ بھی مجهول ہوا۔

دوم:

بخاری نے سبرہ کی ایک روایت بھی ذکر نہ کی۔ اور مسلم نے صرف ایک ہی روایت حرمت متذوالی ذکر کی ہے۔ کسی اور روایت کا نام و نشان نہیں ملتا۔

سوم:

احادیث سبرہ اس لیے نامقبول ہیں کہ ان کی روایت کرنے والا عبد الملک بن ربیع (یعنی جناب سبرہ کا پوتا) ہے۔ اور اس پر ابن معین نے بہت کچھ کہا ہے۔

اول:

کسی راوی کا مجهول ہونا دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک نسب کے طور پر اور دوسرا عدالت میں۔ جناب سبرہ کے نسب کا تذکرہ تو کتب اسما الرجال میں موجود ہے۔ سبرہ ابن معبد عروسہ جہنی۔ ان کے بیٹے ربیع اور پوتے عبد الملک تک کے نام موجود ہیں۔ اس لیے جہالت باعتبار نسب کے تو نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ عدالت میں مجهول ہیں۔ تو اس سلسلہ میں کتب اسما الرجال میں ان پر کوئی تنقید موجود نہیں ہے۔

بلکہ اس کے برعکس ان کے صحابی ہونے کی شہادت موجود ہے اور تمام صحابہ کرام کی عدالت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے۔ فرمایا وہ میرے تمام صحابہ عادل ہیں، آپ کے اس ارشاد کے پیش نظر جب جناب سبرہ کی صحابیت کی طرف خیال جاتا ہے۔ تو فوراً ان کی عدالت سامنے آجاتی ہے اثیر جاڑوی نے بھی ایک جگہ راوی پر تنقید کرتے ہوئے یہ کہا وہ کہ اس نے زمانہ رسول بھی نہ پایا! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو زمانہ رسول بیستر ہودہ قابل اعتبار و اعتماد راوی ہے۔ لہذا صحابی ہونے کی وجہ سے کسی ناقد نے ان کی عدالت پر اعتراض نہیں کیا۔ ان کا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا درج ذیل امور سے ثابت ہے۔

تہذیب التہذیب

سَبْرَةُ بْنُ مَعْبِدٍ بْنِ عَوْسَجَةَ لَهُ صُحْبَةٌ
وَقَعَ ذِكْرُهُ فِي حَدِيثِ عَلَّقَةِ الْبُخَارِيِّ فِي
أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سَبْرَةَ
ابْنِ مَعْبِدٍ وَابْنِ الشُّمُوسِ أَنَّ النَّبِيَّ أَمَرَ بِالْعَاءِ
الْقَلَامِ يَمْنَعُ مِنْ أَجْلِ مَيَاةِ الشُّمُودِ وَعَنْهُ ابْنُ
الرَّبِيعِ وَذَكَرَهُ ابْنُ سَعْدٍ فِي مَنْ شَهِدَ الْخَنْدَقَ
فَمَا بَعْدَ مَا۔

تہذیب التہذیب جلد سوم ۲۵۳

حرف اسین

ترجمہ: سبرہ ابن معبد عسجدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے۔

(یعنی صحابی ہیں) ان کا نام اس حدیث میں آیا جسے امام بخاری نے احادیث الانبیاء میں تفسیقاً ذکر کیا۔ کہا کہ سبرہ ابن معبد اور ابوالشتموس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا گرا دینے کا حکم دیا۔ یعنی اس وجہ سے کہ اس میں قوم ثمود کا پانی ملا ہوا تھا۔ ان سے ان کا بیٹا ربیع روایت کرتا ہے۔ اور ابن سعد نے کہا۔ کہ سبرہ غزوہ خندق اور اس کے بعد روفا ہونے والے غزوات میں حاضر ہوئے تھے۔

جب کہ جناب سبرہ کا صحابی ہونا ثابت ہے۔ تو پھر ان کی عدالت بھی ثابت۔ لہذا انہیں دو مجہول الشخصیت، ”کہنا زری جہالت ہے۔ اور پھر اس پر مزید جہالت یہ کہ ان کے بیٹے ربیع کو مجہول کہا کہ جاڑوی نے ان کی جہالت بیان کی۔ نہ بیٹے کی جہالت پر کوئی دلیل اور نہ کہیں یہ قانون کہ بیٹے کے مجہول ہونے سے باپ بھی مجہول ہو جائے۔ یہ تھی اثیر جاڑوی کی علمیت۔

دوم:

امام بخاری نے سبرہ کی کوئی روایت ذکر نہ کی۔ اور امام مسلم نے صرف ایک ہی بیان کی۔ لہذا مجہول ہونے کی وجہ سے ہوا۔ خدا تعالیٰ وے۔ امام بخاری نے اگرچہ ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ لیکن عدم روایت سے ان کا مجہول ہونا کیسے ثابت ہو گیا۔ کیا پوری بخاری شریف میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کوئی روایت ہے؟ اگر نہیں تو پھر ان کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے نام سے اپنی فقہ چمکا رہے ہو؟ امام بخاری کے علاوہ دیگر محدثین نے ان کی روایات ذکر کیں۔ جس کا جاڑوی کو بھی اعتراف ہے۔ ان میں ایک امام مسلم ہیں۔ اگرچہ ان کی صحیح مسلم میں ان کی صرف ایک روایت ذکر فرمائی۔ لیکن امام مسلم نے یوں ہی سنی سنائی

بر حدیث اپنی صحیح میں درج نہیں کر دی۔ بلکہ جب تک اُسے شرائط پر پورا اترتے نہ پایا اس وقت تک اُحسن کا ذکر نہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ امام مسلم کی شرائط صحت روایت پر چونکہ حدیث سبرہ پورا اترتی تھی۔ اس لیے امام مسلم نے اسے درج فرما دیا۔ صحیح مسلم میں روایت کا درج ہونا تو اس امر کی دلیل ہے کہ وہ صحیح ہے۔ اور جائز و ہیبتناثر دینے کی کوشش میں ہے۔ کہ چونکہ ایک ہے۔ اس لیے اس کا راوی مجہول ہوا۔ عجیب منطق ہے اور انوکھا ضابطہ۔ نہ کسی نے اس سے قبل پیش کیا اور نہ ہی کسی کے ذہن میں آیا۔ ممکن ہے ثبوت جو از متعہ کے شائق کو یہ ضابطہ اس کا بابا ابلیس بتا گیا ہو کیونکہ اُسے حرام کاموں کو جائز ثابت کرنے کے بہت دلائل آتے ہیں۔

سوم:

حرمت متعہ کی جناب سبرہ کی روایت چونکہ ان کے پوتے عبد الملک مروی ہے۔ اور عبد الملک کے بارے میں ابن معین نے بہت کچھ لکھا۔ لہذا یہ روایت ریت کی دیوار سے بڑھ کر نہیں۔ سو اس بارے میں سنیئے۔ جناب سبرہ سے روایت کرنے والے صرف عبد الملک ہی نہیں بلکہ ایک اور راوی عبد العزیز بھی ہیں۔ اور مسلم شریف میں روایت حرمت متعہ ان دونوں سے مذکور ہے۔ کتب اسما دار جال میں یہ مذکور ہے کہ وہ روایت سبرہ جو عبد الملک کے واسطے سے مروی ہو۔ ضعیف ہے۔ اس واسطے کہ ہوا اگر دوسرے واسطے سے مروی ہو۔ تو وہ ضعیف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرمت متعہ کی روایت جو عبد الملک کے واسطے سے ہے اس میں اگرچہ ضعف ہے۔ لیکن اُسے موضوع نہیں کہا جاسکتا۔ اب اسی روایت کو جب عبد العزیز کے واسطے سے ذکر کیا گیا۔ جو کہ ضعیف بھی نہیں۔ تو اس روایت کی تا کید ہو گئی۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر ایک حدیث ضعیف

کی دوسری غیر ضعیف حدیث تائید و توثیق کر دے۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے
لہذا روایت عبد الملک بوجہ تائید کے ضعف سے نکل کر قوت میں داخل
ہو گئی۔

آخر میں ہم جناب سبرہ کے بیٹے ربیع کے متعلق ایک حوالہ پیش کر رہے
ہیں۔ کیونکہ ربیع کو دو مہجول الشفیت کہہ کر جاڑوی نے سبرہ پر تنقید کی تھی۔
جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ بیٹے پر تنقید سے باپ کو ملوث کرنا زری حماقت ہے۔ لیکن
اس وقت جبکہ بیٹا بھی تنقید سے خالی ہو۔ تو پھر اس پر فرضی جرح و تنقید ثابت کر
کے اس کے باپ کو بدنام کرنا وہ عبد اللہ بن سباد کی تعلیم کا اثر ہی ہو سکتا ہے؟

تہذیب التہذیب

رَبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ وَقَالَ الْأَجَلِيُّ حَجَّارٌ حَنِ تَابِعِيُّ ثِقَّةٍ
وَقَالَ النَّسَائِيُّ ثِقَّةٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثِّقَاتِ۔

(تہذیب التہذیب جلد سوم ص ۲۴۴)

حرف الراوی

ترجمہ:

ربیع بن سبرہ کے بارے میں الاہلی نے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ امام نسائی
نے بھی اسے ثقہ کہا۔ اور ابی حبان نے اس کا ذکر ثقہ راویوں میں کیا ہے
جہاں تک حرمت متعہ پر بقول جاڑوی تین روایات ہیں۔ اور ان کو ناقابل
اعتماد ٹھہرانے کی نہایت کذابانہ چالاک کی۔ ہم نے اس کذب بیانی اور دھوکہ دہی
کو طشت از بام کر دیا ہے۔ روایات مذکورہ ریت کی دیوار نہیں ہیں بلکہ ان پر
کی گئی۔ جھوٹی تنقید مار عجبکوت سے بھی لگی گزری ہے۔ ہم نے اس کو تار تار کر کے

الگ کر دیا۔ اس بنا وٹی محب علی کو جواز متعہ کی فکر اس قدر دامن گیر رہے کہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث کو بھی درخور اعتناء نہ سمجھا۔ اور بڑی ڈھٹائی سے لکھ دیا کہ ”کلام حضرت علی تحریم متعہ کے تقاضے پورے نہیں کرتا“ اسے کلام علی بھی تسلیم کر رہے ہو۔ اور پھر اسے ”و تقاضے پورے نہ کرنے والا“ کہہ کر کس کو خوش کرنا چاہتے ہو۔ یہی علی المرتضیٰ ہیں۔ جن کا مقام و مرتبہ تھا اسے عقائد کے اعتبار سے انبیاء سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور جن کی ہر بات قابلِ حجت ہے۔ غلامو! جن کا نام لے کر دکان چمکاتے ہو۔ ان کی توہین سے بھی باز نہیں آتے حدیث علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مستند مرفوع اور صحیح ہے۔ اسے ہم تحقیق سے ثابت کر چکے ہیں۔

لہذا ”جواز متعہ جیسے تھا ویسا ہی رہا“ اس سے اپنوں کا دل تو بہلایا جا سکتا ہے۔ لیکن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چاہنے والوں کے نزدیک جواز متعہ کا وجود ختم ہو گیا ہے۔ اور اب بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح بقول علی المرتضیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دے دیا تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ

اور

کذب بیانی نمبر

جواز متعہ

نوٹ: اب ذرا شرح نووی کے دعوائی اجماع اور امام فخر الدین رازی کے مذکور فرمان کا موازنہ کریں۔ کہ ان میں سے کون درست ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ صرف اہل سنت کے ہاں متعہ منسوخ ہے۔ اور عبداللہ بن عباس اور عمران بن حصیب جواز متعہ کے قائل ہیں۔ اور علامہ نووی لکھتے ہیں۔ کہ حرمت پر اجماع ہے۔

(جواز متعہ ص ۴۱)

جواب:

ایشیہ جٹرووی نے رسالہ دو جواز متعہ ص ۳۹ پر ایک عنوان ”متفق علیہ نظر یہ ہے کہ تحت چند حوالہ جات درج کیے ہیں۔ جن میں ابتداءً اسلام میں متعہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور آخر میں مندرجہ بالا دھوکہ اور کذب بیانی کا ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ ہم اس سے قبل اس امر کی تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ آیت استمتاع کہ جسے اہل تشیع جواز متعہ کی سند کے طور پر لاتے ہیں۔ اس کا صحیح معنی نکاح دائمی ہے

اس کی مزید تحقیق انشاء اللہ ذکر ہوگی۔ اب اس کی طرف آئیے۔ کہ ابتدا اسلام میں متعہ جائز تھا۔ سو اس بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ دو متعہ، دو دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز فرمایا۔ اور دونوں دفعہ حرام بھی فرما دیا تھا۔ اس کی قطعی تحریم فتح مکہ کے دن ہوئی تھی۔ اور پھر تمام صحابہ کرام نے اس کی حرمت پر اجماع فرمایا تھا۔ جاڑوی نے بزرگ خود امام رازی اور امام نووی کے نظریات کو متناقض کہا۔ حالانکہ ان میں درحقیقت کوئی تناقض نہیں ہے۔ امام نووی نے حرمت متعہ پر اجماع کا قول کیا ہے اور امام رازی نے آیت متعہ کی تفسیر کا دعویٰ کیا ہے اس میں قابل غور یہ بات ہے۔ کہ امام رازی نے تنسیخ کا قول اپنی طرف سے نہیں کیا۔ بلکہ اس کا ایک پس منظر بیان کیا۔ وہ اس طرح کہ امام موصوف نے حرمت اور جواز متعہ کی، مختلف روایات ذکر فرمانے کے بعد روایت حرمت کو بطور ناسخ اور روایت جواز کو بطور مفسوخ ذکر کیا۔ جواز کے منسوخ ہونے پر انہوں نے روایت ذکر کی ہے۔ اس لیے تنسیخ کا دعویٰ ان کا اپنا نہیں۔ کہ قارئین کرام کو یہ تاثر دیا جائے۔ کہ امام نووی حرمت متعہ پر اجماع کہتے ہیں۔ اگر اجماع تھا۔ تو پھر امام رازی تنسیخ کا دعویٰ کیوں کر رہے ہیں۔ اس لیے دونوں اماموں کے اقوال میں تعارض نہیں ہے۔ حرمت کی صورت چونکہ شروع اسلام سے تھی۔ اسی لیے صحابہ کرام نے اپنی مجبوری اور، معذوری کا اظہار کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حرمت، حلت میں تبدیل فرمادی۔ پھر اس وقتی حلت کو ختم فرما کر اس کی اصلیت بحال فرمادی۔ یہی امام رازی کا بیان ہے۔ اور اسی کو امام نووی نے آخر میں ذکر فرمایا۔

تناقض کی ایک اور صورت بھی ہو سکتی ہے۔ وہ اس طرح کہ امام رازی متعہ کی تنسیخ کا قول کرتے ہیں۔ حالانکہ عبداللہ بن عباس اور عمران بن حصین جواز متعہ کے قائل تھے۔ اگر وہ جواز، مفسوخ ہو چکا تھا۔ تو پھر ان صحابہ نے اس کے خلاف

کیوں عقیدہ بنائے رکھا؟ لہذا معلوم ہوا کہ امام رازی کا قول منسوخ درست نہیں۔
حقیقت حال یہ ہے کہ امام رازی نے عبد اللہ بن عباس کے متعہ کے بارے
میں تین اقوال نقل کیے ہیں۔ ۱۔ متعہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ ۲۔ حالت اضطرار میں جائز
سمجھتے ہیں۔ ۳۔ اس کے جواز کو منسوخ کہتے ہیں۔ اور اس تیسرے قول میں امام رازی
نے عبد اللہ بن عباس کا جواز متعہ سے رجوع اور توبہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ
اقوال میں وہ پہلا قول کہ جس سے انہوں نے رجوع فرمایا۔ اور توبہ کر لی۔ جائز دینی نے
اُسے تو لے لیا۔ اور اُن کی توبہ و رجوع کو گول کر گیا۔ آخر ایسا کرنا ہی اس کے لیے مفید
تھا۔ کیونکہ دوسرا اور تیسرا قول نقل کرنے سے اس کی قائم کردہ عمارت دھڑام
سے گر جاتی اور ان دونوں کو ذکر کرنے سے اس کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ جاتا
ایسے تفسیر کبیر سے یہ اقوال ملاحظہ کریں۔

تفسیر کبیر

الرَّوَايَةُ الثَّالِثَةُ أَنَّهُ أَقْرَبُ بَيِّنَاتِهَا صَارَتْ مَنْسُوخَةً
رَوَى عَطَاءُ الْخَرَامِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ
(فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ مِنْهَا) قَالَ صَارَتْ هَذِهِ الْآيَةُ
مَنْسُوخَةً لِقَوْلِهِ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ
النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ) وَرَوَى أَيْضًا
أَنَّهُ قَالَ عِنْدَ مَوْتِهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ
مِنْ قَوْلِي فِي الْمُتْعَةِ۔

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۴۹ زیر آیت فما
استمتعتم مطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ:

تیسری روایت (حضرت عبداللہ بن عباس سے) یہ ہے کہ انہوں نے جواز متہ کی آیت کے منسوخ ہونے کا اقرار کیا۔ عطاء الخراسانی نے ابن عباس سے آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ کے بارے میں روایت کی کہ وہ اسے منسوخ فرماتے تھے۔ اور اسکی ناسخ یہ آیت نبلا تے تھے یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء الخ۔ اور خراسانی سے ہی یہ روایت بھی ہے کہ ابن عباس نے بوقت انتقال یہ کہا دے اللہ! متہ کے متعلق جو میرا قول (جواز کا) تھا۔ میں اس سے تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس اگرچہ جواز متہ کے قائل رہے۔ اور اسی قول پر اہل تشیع اور جاڑوی غلبیں بجاتے ہیں لیکن یہ آخری کیفیت اُن کی کیوں نقل نہیں کرتے۔ یا انہیں نظر کیوں نہیں آتی۔ اللہ کے حضور جاتے وقت آخری دُعا یہ مانگی کہ اے اللہ! جواز متہ کے قول سے مجھے معاف کر دے۔ اس کے بعد ان کی طرف سے جواز متہ کا کونسا قول تلاش کرو گے۔ ہو سکتا ہے کہ جاڑوی سا کم فہم یہ کہہ دے کہ یہ روایت امام رازی نے اپنی طرف سے گمراہ پیش کی۔ اس وہم باطل کو بھی ہم جڑ سے اکھیڑ دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر جسے دو تفسیر ابن عباس کہتے ہیں۔ اس میں اُن کی اپنی زبانی اس بارے میں الفاظ پیش نہ مت ہیں :-

تفسیر ابن عباس:

وَيُقَالُ اَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ اَنْ تَطْلُبُوا بِأَمْوَالِكُمْ

فَرُوجَهُنَّ وَهِيَ الْمُتْعَةُ وَقَدْ سُيِّحَتْ الْآنَ
 (مُحْصِنِينَ) يَقُولُ كُونُوا مَعَهُنَّ مُتَزَوِّجِينَ
 (غَيْرِ مُسَافِحِينَ) غَيْرَ زَانِينَ بِلَا نِكَاحٍ
 (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ) اسْتَنْفَعْتُمْ (بِهِ وَمِنْهُنَّ)
 بَعْدَ النِّكَاحِ (فَاتَوْهُنَّ) فَأَعْطُوهُنَّ (أُجُورَهُنَّ)
 مُهُورَهُنَّ كَامِلَةً (فَرِيضَةً) مِنَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
 أَنْ تُعْطُوا الْمَهْرَ تَامًا (وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ)
 وَلَا حَرَجَ عَلَيْكُمْ (فِي مَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ) فِيمَا
 تَقْصُصُونَ وَتَزِيدُونَ فِي الْمَهْرِ بِالتَّرَاضِي
 (مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ) الْأُولَى الَّتِي سَمَّيْتُمْ لَهَا
 (إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا) فِيمَا أَحَدَ لَكُمْ مُتْعَةً
 (حَكِيمًا) فِيمَا حَزَمَ عَلَيْكُمْ الْمُتْعَةَ وَيُقَالُ
 عَلَيْنَا بِأَضْطِرَّارِكُمْ إِلَى الْمُتْعَةِ حَكِيمًا فِيمَا
 حَزَمَ عَلَيْكُمْ الْمُتْعَةَ۔

(تفسیر ابن عباس ص ۶۸ زیر آیت

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ)

ترجمہ:

اور کہا گیا ہے کہ ان تبتغوا یا موا انکم کا معنی یہ ہے کہ تم مال
 کے عوض ان کی شہر مگاہوں کو طلب کرو۔ یہی متعہ ہے۔ اور اب
 یہ منسوخ ہو چکا ہے محصنین کا معنی یہ ہے کہ تم عورتوں کے ساتھ باقاعدہ
 شادی کر کے رہو۔ یوں نہیں کہ نکاح کیے بغیر زنا کرتے رہو۔ پھر تم نے

ان عورتوں میں سے جس سے نکاح کے بعد نفع اٹھایا۔ تو اُن کے حق مہر مکمل ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر اُن کا مہر ادا کرنا فرض کر دیا گیا ہے۔ اور تم پر اس صورت میں کوئی حرج نہیں کہ آپس میں رضامندی کے ساتھ حق مہر میں کمی یا زیادتی کرو۔ یہ کمی یا زیادتی اس حق مہر پر ہوگی جو بوقت نکاح تم نے بیوی کے لیے مقرر کر لیا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے متعہ کو حلال کرنا بخوبی جانتا ہے۔ اور حرمتِ متعہ کی حکمت بھی اُس سے پوشیدہ نہیں۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس مجبوری کو جانتا ہے۔ جس کی وجہ سے تم متعہ کے خواہش مند ہوئے۔ اور متعہ کی پھر حرام کر دینے کی حکمت وہ بہتر جانتا ہے۔

توضیح:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر سے اُن کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ متعہ حرام ہو چکا ہے۔ اور اس کی تین وجہیں بیان فرمائیں۔

۱۔ ”ان تعذبوا باموالکم“ سے متعہ جائز ہونا ثابت ہوا۔ لیکن اس کی تنفیخ محضین غیر مسافحین نے کر دی۔ اور اجور ہونے کا معنی حق مہر فرمایا۔ یا دوسرے کہ ”اجور ہونے“ ہی وہ لفظ تھا۔ جسے جاڑوی نے ”متعہ“ کے جواز پر دلیل بنایا تھا۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے حق مہر کے معنی میں لیا۔ اور چونکہ متعہ میں حق مہر نہیں ہوتا۔ اس لیے یہاں اجور ہونے سے مراد متعہ کا معاوضہ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے علیم و حکیم دو ناموں کی توجیہ یہ ذکر فرمائی کہ علیم اس

کو وہ جواز متعہ کو جانتا تھا۔ اور حکیم اس لیے کہ اس نے حرام کر دیا۔ لیکن اس میں بھی حکمت تھی
۲۔ علیم اس لیے کہ اس نے حالت اضطراری کو جانتے ہوئے متعہ کی اجازت
دے دی۔ اور حکیم ہونے کے اعتبار سے اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اسے حرام
کر دے۔ سو کر دیا۔

لہذا ان دلائل کے ہوتے ہوئے حضرت ابن عباس کے جواز متعہ کے قول
کا سہارا لینا نری جہالت ہے۔ اور ان کے بقیہ دو اقوال نہ پیش کرنا مکمل خیانت
ہے جو جاڑوی اینڈ کمپنی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دھوکہ

اور

کذب بیانی ۱۲

آیت استمتاع سے استنباط

جواز متعہ : سلسلہ روایات و احادیث کو دیکھ لینے کے بعد مناسب ہوگا۔ اتر نفس

آیت میں بھی ایک مرتبہ غور کریں۔ تاکہ حکم الہی کا یہ واضح اور غیر مبہم پہلو بھی
تشہید تکمیل نہ رہے۔ جن لوگوں نے جواز متعہ سے انکار کیا ہے انہوں نے قرآن حکیم
کی اس آیت محکمہ کو دو طریقوں سے کالعدم کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ ذاتی استنباط و اجتہاد کے ذریعہ (۲) دعویٰ کہ آیت منسوخ ہے۔

استنباط اجتہاد جصاص اور اس کے دیگھی ہم نور کہتے ہیں۔ کہ آیت کریمہ سابقہ اور لاحقہ کے

اعتبار سے نکاح دائمی پر دلالت کرتی ہے۔ اور نکاح متعہ مقصود آیت نہیں اس سلسلہ میں جصاص
نے احکام القرآن جلد ۷ ص ۸۰ میں تین دلائل پیش کیے ہیں۔

۱۔ فما استمتعتم کا عطف احل لکم ما و راء ذالک پر ہے۔ اور احل لکم سے محرمات کے علاوہ دیگر عورتوں سے نکاح کو جائز بتایا گیا ہے کیونکہ اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں احل لکم سے مراد باری تعالیٰ نکاح ہی ہے۔ بنا برائیں استمتاع بھی اسی احل لکم کی وضاحت ہونا چاہیئے۔ اور نکاح چونکہ نکاح دائمی کو کہتے ہیں۔ لہذا اجرت متعہ سے مراد حق مہر ہی ہوگا۔

۲۔ اسی آیت میں لفظ محصنین ہے۔ اور احسان صرف نکاح صحیحہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ متعہ سے وطی کو احسان نہیں کہا جاتا۔ اور نہ ہی متعہ سے مباشرت پر احسان کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہذا مرد نکاح ہے۔

۳۔ اسی آیت میں لفظ محصنین ہے۔ اور گویا ذاتِ احدیت نے زنا کو سفاح سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور سفاح کا معنی ہوتا ہے پانی کو ضائع کرنا۔ چونکہ متعہ کرنے والا بھی زانی کی طرح اپنے ماؤہ منویہ کو ضائع کرتا ہے۔ اس لیے متعہ کو نکاح نہیں کہا جائے گا۔ اور استمتاع سے مراد نکاح دائمی اور اجود سے مراد حق مہر ہوگا۔ اب آئیے اور جصاص کے ان دلائل کو امام فخر الدین رازی کے سامنے پیش کیجئے اور سنئے کہ آپ نے کیا فرمایا ہے۔ لیجئے تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۳۵ کھولیے اور پڑھیئے۔ دلیل اول لکھ کر امام رازی فرماتے ہیں کہ جصاص مقصود قرآن نہیں سمجھ سکا۔ کیونکہ ذاتِ احدیت نے ابتدائے آیات میں انسان کو ایسے رشتوں سے مطلع کیا ہے۔ جن سے مباشرت حرام ہے۔ ان رشتوں کے ذکر کے بعد خالق نے فرمایا ہے۔ کہ ان کے علاوہ ہر عورت سے مباشرت جائز اور مباح ہے۔

لیجئے امام رازی کے اس جملہ کی توضیح کردوں۔ ذاتِ احدیت نے

اولاً ان عورتوں کا ذکر کیا ہے جن سے انسان شادی نہیں کر سکتا۔ ازاں بعد مطلقاً
 اباحت کا حکم دے دیا۔ کہ ان کے علاوہ دوسری ہر عورت سے شادی اور مباشرت
 جائز ہے۔ اب بھلا آپ ہی بتلائیں بقول امام رازی آیت میں متعہ کا عدم جواز کہاں
 سے ثابت ہوا بلکہ آیت میں تو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ مذکورہ عورتوں سے نکاح علی الاطلاق
 حرام ہے۔ اور ان کے علاوہ ہر عورت سے نکاح علی الاطلاق جائز ہے۔ اس کے
 جواب میں امام رازی فرماتے ہیں۔ جصاص نے یہ تو کہہ دیا ہے۔ کہ احصان کا
 اطلاق صرف نکاح صحیح یعنی نکاح دائم پر ہوتا ہے۔ لیکن اپنے اس دعویٰ کی
 دلیل نہیں دی۔ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔

یہیے ذرا امام رازی کے اس جملہ کی مختصر سی توضیح دیکھ لیجئے۔ امام رازی فرماتا
 یہ چاہتے ہیں کہ احصان کا معنی ہے عورت اور مرد دونوں اپنے اپنے ناموس کو
 بدکاری یعنی زنا سے محفوظ رکھیں۔ اس لفظ سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ احصان صرف
 نکاح دائمی ہی سے مخصوص ہے۔ اور نکاح میعادی میں احصان نہیں بولا جاسکتا؟
 بلکہ احصان جس طرح نکاح دائمی میں ہے اسی طرح نکاح میعادی میں بھی ہے۔
 اب امام رازی تیسری دلیل کا جواب دیتے ہیں۔ زنا کو سفاح کہا گیا ہے
 کیونکہ زنا میں مقصود صرف پانی گرایا جاتا ہے۔ اور متعہ بھی اسی طرح ہے۔ جصاص
 کا یہ نظریہ غلط ہے۔ کیونکہ متعہ اس ذیل میں ہرگز نہیں آتا۔ متعہ میں اذن الہی کے
 مطابق جائز طریقہ سے پانی گرایا جاتا ہے۔ اور یہ طریقہ بالکل نکاح دائمی کی طرح ہے
 اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں۔ کہ اگر تم یہ کہو کہ متعہ حرام ہے۔ تو یہی آغاز
 بحث ہے۔ آخر میں بطور اختتام لکھتے ہیں۔ کہ جصاص کے دلائل انتہائی بوفے
 ہیں۔

جواب:

”استنباط اور اجتہاد“ کے عنوان کے تحت جاڑوی کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ سے مراد ”نکاح دائمی“، لیکن ایک اجتہادی، کوشش ہے۔ اور ”نکاح دائمی“، مراد لینے پر ابوجہصا کے تین دلائل ذکر کر کے امام رازی کے حوالہ سے ان تینوں کی تردید بیان کر دی۔ اس سے ثابت یہ ہوا۔ کہ جصاص کے استنباط و اجتہاد کو خود ان کے ایک شیخی عالم نے تسلیم نہیں کیا۔ اور ان دلائل کی تردید کر دی۔ لہذا دلائل کی تردید کر دی۔ لہذا دلائل کی تردید سے ”نکاح دائمی“ کا دعویٰ باطل اور نکاح میعادی ثابت ہو گیا۔

جاڑوی کے اس انداز سے بھی دھوکہ دہی اور کذب بیانی ٹپک رہی ہے کیونکہ جصاص کے دلائل اور پھر ان پر امام رازی کی تنقید کو جس رنگ میں اس نے پیش کیا۔ وہ ان کی عبارات میں ہے ہی نہیں۔ آئیے ذرا ان دونوں حضرات کی بات کا تعین کریں۔ کہ جصاص نے دلائل کس بات پر دیئے اور امام رازی نے ان کی تردید یا تضعیف کیوں کی؟ علامہ جصاص کا کہنا یہ ہے۔ کہ آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ میں متعہ معروفہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ نکاح دائمی مراد ہے۔ یعنی ”جواز متعہ“، قرآن سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے لیکن حرمت متعہ کا حکم جس طرح احادیث میں ہے اسی طرح اس بارے میں قرآنی آیات بھی ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ ”جواز متعہ“، اسلام کے ابتدائی دور میں تھا۔ اور اسے جصاص بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن وہ منسوخ ہو گیا۔ اس کی تفسیر قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔ تو اپنے اس دعویٰ پر جواز متعہ معروفہ قرآن کی آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ سے نہیں انہوں نے تین دلائل پیش کیے۔ جن سے

آیت مذکورہ سے مراد نکاح دائمی لینا ثابت کیا۔ اور متعہ معروفہ مراد لینا ناقابل قبول قرار دیا۔ جب امام جصاص کا نظریہ آپ جان چکے ہیں۔ تو اب امام رازی کی تحریر کی طرف آئیے۔

امام رازی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ وہ متعہ، دائمی حرام ہے۔ لیکن ان کا خیال ہے کہ جب ابتدائے اسلام میں اس کی اجازت دی گئی۔ تو اس اجازت کا ثبوت اس جواز متعہ کے لیے آیت ”فما استمتعتم“ دلیل بن سکتی ہے۔ لہذا آیت مذکورہ متعہ کے جواز کے لیے ہے۔ لیکن اس کو بعد میں دوسری آیات نے منسوخ کر دیا۔ اس نظریے کی قوت اور جصاص کے نظریہ کی کمزوری ثابت کرنے کے لیے امام رازی نے تین دلائل پر گرفت کی۔ لیکن اس سے جاڑوی اینٹ لپکنی کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ آیت مذکورہ بقول جصاص نکاح دائمی کے لیے ہے۔ اور شیعہ اسے متعہ معروفہ کے معنی میں لیتے ہیں۔ اور امام رازی کے نزدیک یہ آیت متعہ معروفہ کے جواز کے لیے ضرور ہے لیکن منسوخ ہو چکی ہے اب اگر انہیں امام رازی پسند ہیں۔ اور ان کے نظریات قبول ہیں۔ تو سبحان اللہ! لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ کیونکہ امام رازی اگرچہ آیت مذکورہ سے مراد متعہ معروفہ ہی لیتے ہیں۔ لیکن دوسری ناخ آیاتوں سے متعہ معروفہ کے ابدی حرام ہونے کے معتقد ہیں۔ یہ چکر جاڑوی نے صرف اس لیے چلایا تاکہ یہ بنا سکے۔ کہ جصاص کے تینوں دلائل جب امام رازی نے رو کر دیئے۔ تو متعہ معروفہ کا اب بھی جواز ثابت ہو گیا۔ حالانکہ ان دونوں بزرگوں کا اس میں اختلاف نہیں۔ ہم ذیل میں ابو جبر جصاص کے تینوں دلائل اور امام رازی کی ان پر تنقید نقل کر رہے ہیں۔ تاکہ حقیقت حال واضح ہو جائے۔

دلیل اول:

آیت ”فما استمتعتم“ سے پہلے احلکم ما وراہ ذالکم ہے۔ یہ دونوں

مطلوب اور مطلوب علیہ ہونے کی وجہ سے ایک ہی کیفیت کو بیان کرتی ہیں۔ یعنی جب اس سے پہلے ایسے رشتے بیان کیے گئے جن سے نکاح، دائمی طور پر حرام تھا تو اب ایسے بیان کیے جا رہے ہیں۔ جن سے دائمی نکاح جائز ہے۔ احل لکم ما وراۃ الکمر سے نکاح دائمی مراد لینا چونکہ سنی شیعہ دونوں کا متفق علیہ ہے۔ اس لیے اس متفقہ نکاح کو ہی مراد لیا جائے گا۔ اور استمتاع سے مراد نفع دائمی ہوگا۔ جس کا حصول نکاح دائمی سے ہوتا ہے۔ اس لیے اجماع سے مراد حق مہر ہے۔ اس دلیل پر امام رازی کی گرفت ملاحظہ فرمائیں۔

تنقیدِ رازی:

احل لکم ما وراۃ الکمر سے جب یہ مراد ہے کہ مذکورہ محرمات عورتوں کے علاوہ دوسری ہر عورت سے وطی حلال ہے۔ تو وطی حلال وقتی ہو یا دائمی دونوں کو شامل ہے۔ فاسی فساد فی هذا الکلام۔ اس کلام میں کرنا فساد ہے؛
دلیل دوم:

آیت مذکورہ میں دو محضین، جو احسان سے ماخوذ ہے۔ یہ نکاح دائمی سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ یعنی محض وہ آدمی ہے۔ جس نے دائمی نکاح کر کے اپنی زوجہ سے وطی کی ہو۔ متہ کے طور پر وطی کرنے والا محض نہیں کہلاتا۔ اس لیے یہ لفظ اس بات کا قرینہ ہے۔ کہ استمتاع سے مراد نکاح دائمی ہے۔

تنقیدِ رازی:

جصاص نے احسان کے مذکورہ معنی لینے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

نوٹ:

دلیل بیان نہ کرنے سے کسی دعویٰ کی دلیل ہی نہ ہونا لازم نہیں آتا۔
 دلیل کی اس وقت ضرورت پڑتی ہے۔ جب متقابل دعوے تسلیم نہ کرتا ہو۔ اور اگر دعوے فریقین کے مابین مسلم ہو۔ تو پھر دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی
 ”احصان“ کا معنی جب اہل تشیع بھی وہی کرتے ہیں۔ جو جصاص نے کیا تو اس پر دلیل کی کیا ضرورت تھی۔ سنی شیعہ دونوں کا اتفاق ہے۔ کہ زانی کی سزا دو طرح کی ہے۔ کنوارے کو سو کوڑے اور شادی شدہ کو سنگسار کرنا یا یوں کہہ لیں کہ محضن کی سزا رجم اور غیر محضن کی سو کوڑے ہے۔ جب متعہ کے طور پر وطی کرنے والا خود اہل تشیع کے نزدیک محضن نہیں۔ تو پھر احصان سے مراد نکاح دائمی کر کے وطی کرنے والا ہوا۔

مجمع البیان

وَإِلْحِصَانٌ هُوَ أَنْ يَكُونَ لَهُ فَرْجٌ يَخْذُ وَعَلَيْهِ
 وَيَرُوحُهُ عَلَى وَجْهِ الدَّوَامِ۔

(مجمع البیان جلد ۷ ص ۲۴ مطبوعہ تبریز)

ترجمہ:

احصان کی تعریف یہ ہے۔ کہ کس کے پاس اپنی بیوی ہو۔ اور اس سے صبح و شام جب چاہے وطی کرے۔ لیکن یہ بیوی دائمی بیوی ہو۔

دلیل سوم:

”غیر مسافین“ میں لفظ سفاح بھی استمتاع سے مراد نکاح دائمی پر قرینہ

ہے۔ کیونکہ مسفاح بمعنی زنا آتا ہے۔ جس طرح زنا میں مادہ منویہ ضائع کیا جاتا ہے اسی طرح متعہ میں بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

تنقید رازی:

زنا اور متعہ میں فرق ہے۔ زنا میں مادہ منویہ ضائع کرنا ہی مقصود ہوتا ہے لیکن متعہ میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایسا ہوتا ہے۔ زنا میں اذن نہیں۔

نوٹ:

”غیر مسافین“ کا معنی صاحب مجمع البیان میں ”غیر زانین“ کے ثابت کر دیا۔ کوسفاح اور زنا دونوں ایک ہی ہیں۔ علاوہ ازیں جب امام رازی بھی متعہ کے ابدی حرام ہونے کے معتقد ہیں۔ تو پھر متعہ کے طور پر گرایا گیا۔ پانی اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ گڑانا کیسے بن گیا؟

لمحہ مکریہ:

امام رازی نے احکام القرآن کے مصنف جناب جصاص پر جو تنقید کی۔ وہ اپنی جگہ درست لیکن اس بات پر دونوں متفق ہیں۔ کہ متعہ کچھ عرصہ جائز رہنے کے بعد ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا تھا۔ امام رازی نے آخری میں جو دلیل بھی ذرا اس پر بھی نظر پڑ جائے۔

فلو كانت هذه الآية دالة على انهما مشروعة

لم يكن ذلك قادحا في عرضنا۔

یہ آیت اگر اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ متعہ جائز تھا۔ تو بھی ہمارے

عقیدہ میں اس سے کوئی اعتراض نہیں پڑے گا۔ کیونکہ اس کی اباحت منسوخ ہو چکی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳)

امام رازی اور امام جصاص کی تحریرات کے مطالعہ کے بعد ہر ذی فہم اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ ان دونوں بزرگوں کا ایت استمتاع سے مراد لینے میں اختلاف تو ہو سکتا ہے۔ لیکن جواز متعہ کے بعد اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔ لہذا جاڑوی اینڈ کمپنی کو ان دونوں بزرگوں سے مایوسی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ یہ جواز متعہ کا شائق اور وہ حرمت متعہ کے قائل۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ

اور

کذب بیانی^{۱۳}

دعویٰ منسوخت ایت ۴

جواز متعہ

اس بحث میں امام رازی رقمطراز ہیں۔ کہ متعہ کے سلسلہ میں قابل اعتماد بات یہ ہے۔ کہ ہم کھلے دل سے یہ تسلیم کر لیں۔ کہ متعہ ایک وقت مباح تھا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اب منسوخ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد امام رازی نے بھی اپنے دعوے کے ثبوت

میں تین دلائل پیش کیے۔

۱۔ آیت متعہ کو ذاتِ احدت نے کِرت طلاق سے منسوخ کر دیا ہے یعنی سورۃ طلاق کی آیت **لَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ تَلْبِسَ الْحَيْضَ وَلَا تَتَزَوَّجَ مِنْهُ** لَعَد تَلَقَّ۔

اسے نبی جب عورتوں کو طلاق دو تو طلاق کے بعد دوسرے نکاح کے لیے عدت کا انتظار کرو۔

اس آیت کے مطابق چونکہ میاں بیوی کی جدائی طلاق پر موقوف ہے۔ اور طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے۔ اور متعہ میں نہ طلاق ہے نہ عدت۔ لہذا یہ آیت، آیت متعہ کی ناسخ ہے۔

لیکن امام رازی کی آنکھوں پر تعصب اور افراد نوازی کی دین منہ پٹی نہ ہوتی۔ انہوں نے لکھنے کو تو یہ لکھ دیا ہے۔ لیکن اس کا ثبوت کرنا ان کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ متعہ میں بھی عدت ہوتی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ متعہ کی عدت، عدت طلاق کا نصف ہوتی ہے۔ بہر صورت عدت ہوتی ہے۔ میاں اور بیوی میں جدائی کا ذریعہ صرف طلاق تو نہیں۔ اگر امام رازی فقہ میں جھانکیں۔ تو اسبابِ فسخ کی موجودگی میں جدائی بلا طلاق بھی ہوتی ہے۔ اور میاں بیوی دونوں فسخِ نکاح کے اختیارات رکھتے ہیں۔ لہذا میاں بیوی کی جدائی طلاق میں منحصر نہیں۔ اس کے علاوہ آیت میں حکم طلاق ہے۔ یعنی ایسی صورتوں میں جب میاں بیوی کی جدائی طلاق میں ذریعہ ہو جیسا کہ دائمی نکاح میں ہوتا ہے۔ اس کا مقصد نہیں کہ ہر مقام پر میاں بیوی کی جدائی صرف طلاق پر موقوف ہے۔

۲۔ امام رازی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ آیت متعہ کی ناسخ آیت میراث ہے۔ چونکہ نکاح متعہ میں میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ اس لیے

متعہ کی اجازت منسوخ ہو گئی ہے..... دلیل آپ نے دیکھ لی۔ چونکہ جصاص اور دیگر علمائے سواد اعظم کی طرح امام رازی بھی اباحت متعہ کو حرمت میں بدلنا چاہتے ہیں اس لیے قدم جمیں یا نہ جمیں بات سے نہیں ہٹنا۔ پہلے آیت طلاق کو آیت متعہ کا ناسخ بتانا لیکن جب دل کو سکون نہ ہوا۔ تو آیت طلاق سے ہٹ کر میراث پر آگئے حالانکہ امام ہونے کے باوجود تعصب نے اتنا تک نہ سوچنے دیا۔ کہ نفع اور تخصیص میں فرق ہوتا ہے۔ ناسخ حکم اول کو کالعدم قرار دیتا ہے۔ جبکہ تخصیص سے حکم اول کی عمومیت ختم ہو کہ حلقہ محدود ہو جاتا ہے۔ آیت میراث نے میاں بیوی کے توارث کو مخصوص کیا ہے۔ نہ کہ آیت متعہ کو منسوخ کیا ہے۔ اگر اسے ناسخ بنایا جائے۔ تو پھر اپنے شوہر کی قاتلہ بیوی یا اپنی بیوی کا قاتل بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ کیا یہ بھی نکاح دائمی کی ناسخ ہوگی۔ نکاح متعہ میں عدم توارث، توارث عمومی کا مخصوص ہے۔ حکم متعہ کا ناسخ نہیں۔ علاوہ ازیں امام رازی نے چونکہ احکام شرعیہ متعہ میں غور نہیں کیا اس لیے ان سے یہ امر پوچھنا شروع کر دیا۔ ورنہ احکام متعہ میں اگر ان کی نگاہ میں ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ میعاد نکاح میں بھی اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے توارث کی شرط قرار دے دیں اور مدت متعہ میں کسی کا انتقال ہو جائے تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

۳۔ امام رازی کی تیسری دلیل یہ ہے۔ کہ آیت متعہ حدیث نبوی سے منسوخ ہے۔۔۔ سابقہ سرور کوئین کی طرف منسوب کردہ حرمت متعہ کی احادیث آپ دیکھ چکے ہیں۔ اور ہم بتا چکے ہیں۔ کہ یہ ریت کی دیواریں متعہ کے جواز میں دراڑ ڈالنے سے قاصر ہیں۔ احادیث کو تو تفصیل سے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ اولاد سرور کوئین سے حرمت متعہ کی احادیث ثابت بھی نہیں انہی اکرم پر افتراء اور بہتان ہے۔ اور سنائی اگر ثابت ہو بھی جائیں تو علم اصول میں باتفاق امت یہ ثابت ہے۔ کہ

حدیث نص قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی خواہ اقسام حدیث میں سے کسی قسم کی حدیث ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ حدیث کا مقام ظن کا ہوتا ہے۔ اور قرآن کی حیثیت یقین کی ہے اور کبھی بھی یقین کو ظن سے منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔

جواب :

میاں بیوی کی جدائی طلاق پر موقوف ہے۔ اور طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے اور متعہ میں نہ طلاق نہ عدت ہوتی۔ آیت طلاق، آیت متعہ کی ناسخ ہوئی۔ امام رازیؒ کی پہلی دلیل جاڑوی نے مذکورہ الفاظ سے ذکر کی۔ لیکن امام صاحب کی تحریر سمجھنے کے لیے علم درکار ہے۔ جو اتفاق سے جاڑوی کے پاس نہیں۔

امام صاحب کا کہنا ہے۔ کہ نکاح کے احکام سے ایک حکم ”طلاق“ بھی ہے۔ اور یہ حکم ”متعہ“ میں موجود نہیں ہے۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم نازل فرمایا تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ طلاق سے قبل مرد اور عورت کے درمیان ایسا تعلق ہونا چاہیے۔ جو طلاق سے ختم ہو سکتا ہو۔ اور تعلق ”متعہ“ میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ متعہ کرنے والے مرد اور عورت دونوں کی جدائی کے لیے طلاق کے لیے طلاق کی ضرورت نہیں۔ اور آیت طلاق کے بعد عدت کا بھی ذکر ہے۔ یعنی طلاق کے بعد جب تک عورت عدت ختم نہ کر لے۔ اسے دوبارہ کسی سے شادی کرنے کی اجازت نہیں۔ اور ”متعہ“ کے بعد عورت اسی وقت دوسرے سے متعہ کر سکتی ہے۔ اسے عدت کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کی تائید کتب شیعہ سے ملاحظہ کیجئے۔

فروع کافی :

تَقُولُ يَا أُمَّةَ اللَّهِ أَنْزَلْتُ وَجِبَ كَذَا وَكَذَا يَوْمًا بِكَذَا

وَكَذَٰلِكَ أَدْرَأْهُمْ أَفَإِذَا مَضَتْ يَلْكَ الْأَيَّامُ كَانَ هَلَاكُكُمْ فِي
شَرِّ طَلَمَا وَلَا عِدَّةَ لَهَا عَلَيْكُمْ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۶ مطبوعہ

تہران جدید)

ترجمہ :

امام جعفر نے فرمایا کہ جب تو متعہ کرنا چاہیے۔ تو عورت سے یوں کہہ
اے اللہ کی بندی! میں تجھے اتنے دنوں کے لیے اتنے درہموں کے
بدلے زوجیت میں لانا چاہتا ہوں۔ پھر جب مقررہ دن گزر جائیں
تو اس کی طلاق دنوں اور روپوں کی شرطیں ہوگی۔ (یعنی مقررہ دن
گزرنے اور معاوضہ دینے پر وہ نکاح طلاق دینے بغیر خود بخود ختم ہو جائے
گا۔) اور اس عورت کی تجھ پر کوئی عدت نہیں۔

الاستبصار:

عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام فی
المتعۃ قال لیست من الاربع لاقہا لا تطلق ولا تراث
ولا تورث و انفاہی مستأجرة

(الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۷ باب

ان دیجہ ز الجمع بین اکثر

من الاربع فی المتعۃ)

ترجمہ :

امام جعفر سے محمد بن مسلم راہی میں کہ امام نے متعہ کے بارے میں فرمایا

جس عورت سے متہ کیا جاتا ہے۔ وہ ان چار عورتوں میں سے نہیں ہوتی جن کو بیک وقت نکاح میں رکھنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ متہ کی گئی عورت کو طلاق دے کر فارغ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بلکہ وہ مقررہ میعاد گزرنے پر خود بخود کا دوسرے کے لیے فارغ ہو جاتی ہے) اور وہ نہ کسی متہ کرنے والے کی وارث ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی متہ کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے۔ وہ تو ایک کرایہ پر لی گئی عورت ہوتی ہے۔

الاستبصار

عن عبید بن زرارۃ عن ابیہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ذکر لہ المتعۃ اھی من الاربعۃ قال تزوج منهن الفا فان لم یستأجرات۔

(الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۷)

ترجمہ:

زرارہ امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ امام مومن کے ہاں متہ کا ذکر ہوا۔ اور پوچھا گیا۔ کیا وہ عورت جس سے متہ کیا جاتا ہے۔ وہ چار میں سے ہوتی ہے؟ فرمایا۔ تو بطور متہ ایک ہزار عورت سے شادی کر لے۔ (اس میں کوئی گناہ نہیں) کیونکہ وہ تو کرایہ پر لی گئی عورتیں ہیں۔

لمحہ منکر یہ:

جو کچھ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح اور متہ کے درمیان فرق بیان فرمایا

تھا۔ وہی بعینہ امام جعفر صادق بھی بیان فرما رہے ہیں۔ اب جاڑوی کو وہی زبان اپنے امام کے بارے میں بھی استعمال کرنی چاہیئے۔ جو اس نے اس فرق پر امام رازی کے بارے میں استعمال کی ہے۔ ائمہ اہل بیت نے صراحت فرمادی۔ کہ متعہ والی عورت کے لیے طلاق کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی لیے اس کے لیے عدت کی بھی ضرورت نہیں۔ وہ مقررہ وقت جس پر اس نے ہاں کی تھی۔ گزرنے پر وہ فارغ ہے۔ اور اب کسی نئے سے معاہدہ کرنے میں کوئی روکاوٹ نہیں۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا۔ کہ عورتوں کو طلاق دے کر فارغ کر دو۔ اور ان کی عدت گزرنے پر دوسری جگہ ان کی شادی ہونی چاہیئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اب وہ نکاح کو جس کے بعد فراغت کے لیے طلاق کی ضرورت نہ تھی۔ اور کسی دوسرے سے معاہدہ کرنے کے لیے عدت گزارنا بھی ضروری نہ تھا۔ وہ منسوخ ہو گیا۔ اسی نکاح کو معیادی نکاح یا متعہ کہتے ہیں۔ یہ تھا امام رازی کی تحریر کا مفہوم۔ جسے جاڑوی نے متمتع عورت کی طرح گھسیٹ کر اپنا مطلب پورا کرنے کی کوشش کی۔ اب امام رازی کی دوسری دلیل کی طرف آئیے۔

۲۔ آیت میراث، آیت متعہ کی ناسخ ہے۔ کیونکہ متعہ والی عورت منع کرنے والے مرد کی وارث نہیں ہوتی۔ اس پر جاڑوی نے تنقید کرتے ہوئے لکھا۔ کہ بیوی اپنے خاوند کی میراث نہیں پاتی۔ اگر محرمی وارث نسخ کی وجہ ہے۔ تو پھر اس سے نکاح دائمی بھی منسوخ ہو گیا۔ کیونکہ دائمی نکاح کے ہوتے ہوئے اگر عورت خاوند کو یا بالکس قتل کر دیتے ہیں۔ تو ان میں توارث نہیں چلتا۔

یہاں بھی جاڑوی نے خود مغالطہ میں پھنسانے کی کوشش کی۔ بات دلیل یہ ہے۔ کہ چند اشیا عیسیٰ ہیں۔ جو مانع وراثت ہیں۔ اور وہ شیعہ سنی دونوں کے مابین متفق علیہ ہیں۔ مثلاً رقیبت (غلامی) قتل اور اختلاف دین۔ گویا زوجین

کے درمیان توارث دادر لازم ہے۔ مگر ان موانع اور عوارض میں سے اگر کوئی موجود ہو۔ تو زوجین کے مابین توارث نہیں رہے گا۔ لیکن نکاح متعہ ایسا معاہدہ ہے۔ کہ متعہ کرنے والا اور کرانے والی دونوں ان عوارض کے بغیر بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ یعنی نکاح متعہ میں ایک دوسرے کا وارث ہو نہایا وارث بننا دادر لازم نہیں ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے زوجین کے درمیان وراثت جاری کی۔ تو اس حکم سے ایسے میاں بیوی جو ایک دوسرے کے انتقال پر وارث نہ بنتے ہوں۔ یعنی یہ کہ خاوند مر جائے تو اس کی بیوی کو اس کے مالی متروکہ میں سے وراثت ملے گی۔ اور اگر بیوی مر جائے تو اس کے ترکہ سے خاوند کو وراثت ملے گی۔

تو اس حکم سے ایسے میاں بیوی جو ایک دوسرے کے انتقال پر وارث نہ بنتے ہوں۔ ایسے رشتہ دار کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیا۔ نکاح متعہ میں توارث دادر لازم نہیں۔ یہ اہل تشیع کو بھی تسلیم ہے۔ بلکہ اُن کی ہی بات ہے

تہذیب الاحکام:

وَلَيْسَ يُحْتَاجُ إِلَى أَنْ يُشْتَرَطَ أَكْثَرُ الْأَمْرِ لِأَنَّ مِنْ شُرُوطِ الْمُتْعَةِ إِلَّا زِمَّةً أَنْ لَا يَكُونَ بَيْنَهُمَا قَوَارِثٌ۔

(تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۴)

ترجمہ:

اور نکاح متعہ کے وقت اس بات کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ متعہ کرنے والا عورت سے یہ شرط ٹھہرائے۔ کہ تو میری وارث نہیں ہو گی۔ کیونکہ متعہ کے لیے جو شرائط لازم ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے

کہ متعہ کرنے والے مرد اور متعہ کرانے والی عورت کے درمیان توارث نہیں ہوگا۔

الاستبصار:

لَا مِيرَاثَ بَيْنَهُمَا سَوْأً أَشْتَرُ مَا لَفَعْنِي الْمِيرَاثُ أَوْ لَمْ
يُشْتَرَطْ لِأَنَّ مِنَ الْأَحْكَامِ اللَّازِمَةِ فِي الْمُتَعَةِ لَفَعُ
التَّوَارِثِ وَإِكْمَالُ حَتَّاجٍ ثَبُوتُ الْمُوَارَثَةِ إِلَى شَرْطِ

الاستبصار جلد سوم ص ۱۵۰

ترجمہ:

متعہ کرنے والے مرد اور متعہ کرانے والی عورت کے درمیان وراثت کا حکم ہرگز نہ ہوگا۔ چاہے وہ میراث کی نفی بطور شرط رکھیں یا اس کی شرط نہ رکھیں۔ کیونکہ متعہ کے احکام لازمہ میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ اس میں توارث نہیں ہوتا۔ اور یہ یقیناً ثبوت توارث، شرط کا محتاج ہے۔

مذکورہ دونوں حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ متعہ میں ”توارث“ ہرگز نہیں ہوتا۔ اور یہی نکاح متعہ میں اصل ہے۔ یعنی اگر کسی نے نکاح متعہ کہا۔ اور بوقت نکاح باہم توارث نہ ہونے کی کوئی بات نہ کی۔ تو یہ بات از خود موجود ہوگی۔ اور ان میں سے ایک دوسرے کا کوئی بھی وارث نہیں ہوگا۔ ہاں اگر یہ شرط باندھ لیں۔ کہ ہم نکاح متعہ اس شرط پر کرتے ہیں۔ کہ ہم دونوں میں سے مدت مقررہ میں جو مر گیا اس کا زندہ رہنے والا وارث ہوگا۔ تو اس صورت میں وراثت چل سکتی ہے۔ لیکن اس کے برخلاف نکاح دائمی میں میاں بیوی توارث کی شرط لگائیں یا نہ لگائیں۔ وہ

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ لہذا آیت میراث نے ایسے نکاح کو کہ جس میں عدم توارث بطور شرع لازم ہو۔ اس کو منسوخ کر دیا۔ یعنی نکاح منع کو منسوخ کر دیا۔ اب وہی نکاح جائز رہ گیا۔ جس میں باہم وراثت ہو۔ اور وہ نکاح دائمی ہی ہے۔

جہاں تک توارث زوجین کا ”امر لازم“ ہونے کا معاملہ ہے۔ وہ ہم نے بیان کر دیا۔ اب اس ”امر لازم“ کے موانع اور عوارض کہ جن میں سے کسی ایک کی موجودگی میں توارث ختم ہو جاتا ہے۔ ان میں رق، کفر اور قتل بھی ہیں۔ جن کو اہل تشیع بھی تسلیم کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

المبسوط:

يَمْنَعُ مِنَ الْمِيرَاثِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ الْكُفْرُ وَالرِّقُّ
وَالْقَتْلُ۔

(المبسوط جلد چہارم ص ۷۹)

ترجمہ:

وراثت سے تین باتیں محروم کر دیتی ہیں۔ کفر۔ رق اور قتل۔

نوٹ:-

جاڑوی نے جس قتل کو باعث تنقید بنایا ہے۔ اور امام رازی کی دلیل کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا ایک عمدہ جواب علامہ جصاص نے یہ دیا ہے۔

احکام القرآن

فَإِنْ قِيدَ عَلَى مَا ذَكَرْنَا مِنْ نَفْيِ النَّسَبِ وَالْعِدَّةِ
وَالْمِيرَاثِ لَيْسَ إِنْتِفَاءُ هَذِهِ الْأَحْكَامِ بِمَانِعٍ
مِنْ أَنْ تَكُونَ نِكَاحًا لِأَنَّ الصَّغِيرَ لَا يُلْحَقُ
بِهِ نَسَبًا وَتَكُونُ نِكَاحُهُ صَحِيحًا وَالْعَبْدُ
لَا يَرِثُ وَالْمُسْلِمُ لَا يَرِثُ الْكَافِرَ وَلَمْ يُخْرِجْهُ
إِنْتِفَاءُ هَذِهِ الْأَحْكَامِ مِنْ أَنْ يَكُونَ نِكَاحًا
قِيلَ لَهُ إِنَّ نِكَاحَ الصَّغِيرِ قَدْ تَعَلَّقَ بِهِ
ثُبُوتُ النَّسَبِ إِذَا صَارَ مِمَّنْ يَسْتَفْرِشُ
وَيَتَمَتَّعُ وَأَنْتَ لَا تُلْحِقُ نَسَبَ وَلَدِهَا
مَعَ الْوَلِيِّ الَّذِي يَجُوزُ أَنْ يُلْحَقَ بِهِ النَّسَبُ
فِي النِّكَاحِ وَالْعَبْدُ وَالْكَافِرُ لَيْسَا مِيرَاثًا
لِلرَّقِ وَالْكَفْرِ وَهُمَا يَمْنَعَانِ التَّوَارِثَ
بَيْنَهُمَا وَذَلِكَ غَيْرُ مُوجُودٍ فِي الْمُتَمَتِّعِ
لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ أَهْلِ الْمِيرَاثِ مِنْ
صَاحِبِهِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا مَا يَقْطَعُ
الْمِيرَاثَ لَمْ يَرِثْ مَعَ وَجُودِ الْمُتَمَتِّعِ
عَلِمْنَا أَنَّ الْمُتَمَتِّعَ لَيْسَتْ بِنِكَاحٍ لِأَنَّهَا لَوْ كَانَتْ
نِكَاحًا لَا وَجِبَتْ الْمِيرَاثُ مَعَ وَجُودِ سَبَبِهِ

مِنْ غَيْرِ مَانِعٍ لَهُ مِنْ قَبْلِهِمَا۔

(احکام القرآن جلد دوم ص ۵۰ مطبوعہ
ہیمل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:

اگر اعتراض کیا جائے کہ جو تم نے نسب، عدۃ اور میراث کی نفی ذکر کی ہے۔ ان احکام کا انتظار اپنی جگہ لیکن ان کے انتفاء سے یہ لازم نہیں آتا کہ نکاح ہی منتفی ہو جائے۔ (یعنی نکاح موجود ہوتے ہوئے بھی نسب، عدۃ اور میراث کی نفی ہو سکتی ہے۔ لہذا امتنع میں اگرچہ نسب نہیں، عدت کی ضرورت نہیں اور وراثت نہیں چلتی۔ لیکن اس کے باوجود نکاح متنع و نکاح رہتا ہے) دیکھئے کہ نابالغ بچہ جب اس کی شادی ہو جائے۔ تو اس کی بیوی کے ہاں بچہ بچی پیدا ہونے پر اس نابالغ خاوند سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کا نکاح بہر حال صحیح ہے۔ اور غلام وارث نہیں ہوتا۔ (لیکن وہ بھی اگر مولیٰ کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کر لے۔ تو نکاح درست ہے) اور اسی طرح مسلمان بھی اپنے کافر عزیز کا وارث نہیں ہوتا۔ (لیکن مسلمان کا نکاح درست اور صحیح ہے) تو نسب، میراث اور عدت کی نفی سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اصل نکاح ہی ختم ہو جائے۔

اس اعتراض کے جواب میں کہا جائے گا۔ کہ چھوٹے نابالغ خاوند کے نکاح سے اس کی بیوی کے ہاں پیدا ہونے والے بچے کا اس سے نسب ثابت ہوتا ہے اور یہ اس وقت کہ وہ چھوٹا خاوند ایسا ہو کہ وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کر سکتا ہو لیکن اسے مترخص تو نکاح متنع میں باوجود اس کے کہ متنع کرنے والے دونوں

اس قابل ہیں۔ اگر وہ نکاح صحیح کے بعد وطی کرتے تو ان کا نسب ثابت ہوتا۔ لیکن متعہ میں وطی کرنے پر تو نسب کا بالکل انکار کرتا ہے۔ لہذا اصغر پر اسے قیاس کرنا درست نہیں۔ کیونکہ اگر وہ وطی کے قابل ہو تو پھر نسب کی نفی نہیں ہوگی اور غلام و کافر اس لیے وارث نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان میں سے ایک میں رقیّت اور دوسرے میں کفر ہے۔ اور یہ دونوں اوصاف وراثت کے مانع ہیں۔ لیکن متعہ میں یہ دونوں موجود نہ ہونے کے باوجود پھر ان دونوں میں تو ارث کیوں نہیں؟ حالانکہ متعہ کرنے کرانے والے دونوں ایک دوسرے کے وارث بننے کے اہل ہیں۔ لہذا جب ان دونوں کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں جو وراثت کو روکے۔ لیکن اس کے باوجود وہ وارث نہ بنیں۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے مابین اس کی وجہ سے تو ارث واجب ہو جاتا۔ جبکہ متعہ کرنے کرانے والے دونوں افراد میں سبب وراثت موجود ہیں۔ اور کوئی مانع بھی ان کی طرف سے موجود نہیں ہے۔

۳۔ آیت متعہ کی ناسخ حدیث ہے۔ اور کوئی حدیث شیعہ سنی دونوں کے نزدیک قرآن کی ناسخ نہیں بن سکتی۔

آیت متعہ کی تنسیخ اگرچہ خود آیات سے ہے۔ جس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہاں جاڑوی کے فریب اور بحر کو ہم واضح کرتے ہیں۔ کہ اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ کوئی حدیث بالاتفاق قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ یہ دعویٰ نہ صرف دھوکہ اور فریب دینے کے لیے ہے بلکہ اس سے جاڑوی کے اصول فقہ سے لاعلمیت بھی ٹپک رہی ہے۔ کم از کم اپنے مذہب کی اصول فقہ کی کتب کو دیکھ لیا ہوتا۔ ایسے دونوں مکتبہ فکر کی کتب سے حوالہ جات دیکھیں۔ کہ حدیث ”ناسخ قرآن ہو سکتی ہے یا نہیں۔“

حسامی:

إِتْمَا يَجُوزُ النَّسْخُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَيَجُوزُ
نَسْخُ أَحَدِهِمَا بِالْأُخَرِ

(حسامی ص ۸۹ بحکث سنت)

ترجمہ:

”نسخ“ قرآن کریم اور سنت نبوی سے جائز ہے۔ اور ان دونوں میں
سے ہر ایک کا دوسرے سے نسخ بھی جائز ہے۔

معالم الاصول:

نَسْخُ الْكِتَابِ بِالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ وَهِيَ يَهْ وَلَا
تُعْرَفُ فِيهِ مِنَ الْأَصْحَابِ مُخَالَفًا

(معالم الاصول ص ۳۹۳)

ترجمہ:

کتاب اللہ کا نسخ سنت متواترہ اور سنت متواترہ کا نسخ کتاب اللہ
سے ہو سکتا ہے۔ ہم اس بارے میں اپنے اصحاب میں سے کسی کی
مخالفت نہیں جانتے۔

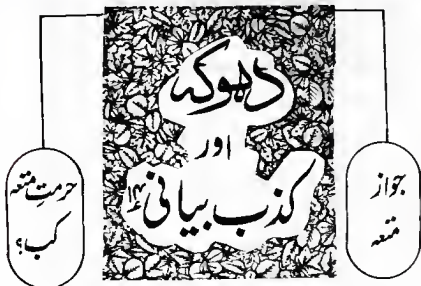
شرح:

نیز جائز است نسخ سنت متواترہ اہل خود نسخ حکم کہ مستفاد شود از
از خبر واحد اہل خود نسخ کتاب بسبب سنت متواترہ و نسخ سنت متواترہ۔

بسبب کتاب۔ یعنی سنت متواترہ کا نسخ اور خبر واحد کا حکم خبر واحد کے حکم سے
مسخ ہو سکتا ہے۔ اور کتاب اللہ کا نسخ سنت متواترہ سے اور سنت متواترہ کا
نسخ کتاب اللہ سے ہو سکتا ہے۔

ان تصریحات سے بالاتفاق یہ ثابت ہوا۔ کہ قرآن کریم کے کسی حکم کو سنت
متواترہ سے مسخ کیا جاسکتا ہے۔ اس تصریح کے باوجود جاڑوی نے دعویٰ کر
ڈالا کہ قرآن کریم کے کسی حکم کی تفسیح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سے بھی نہیں ہو
سکتی۔ جہالت کا یہ عالم ہے۔ کہ اپنے مسلک کی کتب اصول کی بھی چھان بین نہ کی۔ یا
عوام کو دھوکہ دینے کی غرض سے امام جعفر صادق کے قول پر عمل کیا۔ بقول اہل تشیع
امام نے فرمایا۔ کہ جس نے ہماری کوئی بات ظاہر کی۔ اُس نے ہمیں عداوت قتل کر دیا۔
حالانکہ یہی امام ایک جگہ یہ بھی فرما چکے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے
کہ جس نے جان بوجھ کر ایک جھوٹ بولا۔ اس کے نامہ اعمال میں ستر زنا کا گنہ لکھا
جاسکتا ہے۔ جس میں کم درجہ وہ زنا ہے جو اپنی والدہ سے کیا جائے۔

(بحوالہ منتہی الآمال جلد اول ص ۵۴۵)



محترم قارئین آپ نے یہ تو دیکھ لیا ہے کہ جواز متعہ کے خلاف نہ تو قرآن کریم سے کوئی آیت مل سکی ہے۔ اور نہ ہی حدیث نبویہ میں سے کوئی حدیث دستیاب ہوئی ہے۔ اب آئیے اور کتب احادیث سے جواز متعہ کے خلاف حکم اول کی تلاش کریں۔ کہ متعہ کو کب ناجائز کیا گیا؟ کیوں ناجائز کیا گیا۔ اور کس نے حلال محمد کو حرام کرنے کی جسارت کی؟ لیجئے یہ سنن بہیقی ہے جلد ۱ (ص ۲۰۶)

سنن بہیقی

قَالَ أَبُو نَضْرَةَ قُلْتُ لِجَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
إِنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ
يَأْمُرُ بِهِ قَالَ عَلَى يَدَيَّ جَبْرِ الْحَدِيثُ تَمْتَعْنَا
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ ابْنِي
بِكُرْدِضِيِّ اللَّهِ عَنْهُ فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ خُطِبَ النَّاسَ

فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَذَا الرَّسُولُ وَإِنَّ الْقُرْآنَ هَذَا الْقُرْآنُ وَإِنَّهُمَا كَأَنَّمَا
مُتَّعَتَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ وَأَنَا أَنْهَى عَنْهُمَا
وَأُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا أَحَدُهُمَا مُتْعَةُ النِّسَاءِ وَلَا
أَقْدِرُ عَلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ إِلَى أَجَلٍ إِلَّا
عَيَّبْتُه بِالْحَبَارَةِ وَالْأُخْرَى مُنْعَةُ الْحَيْضِ.

ترجمہ:

ابن مسعود کہتا ہے کہ میں نے جابر سے عرض کیا کہ ابن زبیر متعہ سے
منع کرتا ہے۔ اور ابن عباس متعہ کا حکم دیتا ہے۔ جابر نے کہا میری
ہی زبان سے حدیث نکلی ہوئی ہے۔ ہم نے سرور کونین اور ابو بکر
کے زمانہ میں متعہ کیا۔ جب عمر حکمران بنا تو اس نے خطبہ دیا اور کہا کہ
رسول اللہ بہر طور رسول اللہ تھے اور قرآن بھی بہر طور قرآن ہے۔ البتہ
زمانہ رسول اللہ میں دوستے تھے۔ اور میں ان سے روکتا ہوں۔ اور ان
پر سزا دوں گا۔ ایک متعہ النساء ہے۔ میں نے جس شخص کو بھی میعادوی
نکاح کرتے ہوئے دیکھا اُسے پتھروں میں دبا دوں گا۔ اور دوسرا
متعہ الحج ہے۔

۲ احکام القرآن:

باسنادہ الی ابی نضرۃ۔

يَقُولُ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ يَأْمُرُ بِالْمُتْعَةِ وَكَانَ ابْنُ

الزُّبَيْرِ يَنْهَى عَنْهَا قَالَ فَدَكَرْتُ ذَلِكَ لِيَجَابِرَ
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ عَلَى يَدَيَّ دَارَ الْحَدِيثِ تَمَعْنَا
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ
عُمَرُ قَالَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ يُحِلُّ لِرَسُولِهِ مَا شَاءَ
بِمَا شَاءَ فَأَتَوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ كَمَا أَمَرَ اللَّهُ
وَأَنْتَهُمَا عَنْ نِكَاحِ هَذِهِ النِّسَاءِ لَا أُوتِي بِرَجُلٍ
نَكَحَ امْرَأَةً إِلَى آخِلٍ إِلَّا رَجَمْتُهُ -

(احکام القرآن جلد دوم ص ۱۷۹)

ترجمہ :-

اپنے سلسلہ سند کے ذریعہ ابو نضرہ نے نقل کیا ہے۔ کہ ابن عباس متہ
کا حکم دیتے تھے۔ اور ابن زبیر متہ سے منع کرتے تھے۔ ابو نضرہ کہتا ہے
کہ میں نے جابر سے اس کا ذکر کیا تو جابر نے کہا کہ میرے ہی ہاتھوں
پر حدیث آگے بڑھی ہے۔ ہم نے سرور کونین کے زمانہ میں متہ کیا جب
عمر حکمران بنا تو اس نے کہا کہ اللہ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا تھا اعلان
کر دیتا تھا۔ اب حج اور عمرہ تو حکم خدا کے مطابق پورا کرو۔ لیکن عورتوں کے
میں بادی نکاح سے باز آ جاؤ۔ مجھے اگر کسی ایسے مرد کی اطلاع ملی جس نے میعاد
نکاح کیا۔ تو میں اسے سنگسار کر دوں گا۔

۳۔ براۓ المجدد

نَقَلَ ابْنُ رَشْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ
وَعَمْرِو بْنِ وَثَّابٍ عَنْ عَطَايَةَ قَالَ سَمِعْتُ

جَابِرَ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبْنَى بَكْرٍ
وَقَضَيْنَا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ ثُمَّ نَهَى عَنْهَا
عُمَرُ النَّاسَ -

(برایۃ المجتہد جلد دوم ص ۵۸)

ترجمہ:

ابن رشد ابن جریر رحمہما اللہ دینار سے اور عمرو بن دینار عطارد سے نقل کرتا
ہے کہ میں نے جابر سے سنا کہ ہم نے زمانہ سرور کو نین زمانہ ابوبکر
اور خلافت عمر کے نصف دور تک متعذ کیا۔ پھر عمر نے لوگوں کو متعذ سے
منع کر دیا۔

۴۴۔ مسلم:

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ
قَالَ قَالَ لِحَاوِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ كُنَّا نَسْتَمِعُ بِالنَّبْضَةِ
مِنَ التَّمَرِ وَالذَّقِيقِ إِلَى آيَاتِهِمْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبْنَى بَكْرٍ حَتَّى نَهَى عَنْهُ عُمَرُ
فِي شَأْنِ عُمَرَ وَابْنِ حُرَيْثٍ -

(مسلم جلد چہارم ص ۱۸ تا ۱۹ مطبوعہ مکتبہ
شعیب برنس روڈ کراچی ۷۱)

ترجمہ:

ابو زبیر سے مروی ہے کہ جابر نے کہا کہ زمانہ ابوبکر اور سرور کو نین میں

لکھو را در آمانی ایک مٹھی کے عوض متہ کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مردانِ مدینہ کے واقعہ کے بعد عمر نے متہ سے روک دیا۔

۵۔ مسند احمد حنبلی

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ تَزَلَّتْ
آيَةُ الْمُتْعَةِ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِعَمَلِنَا
بِهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ فَلَمْ تَنْزِلْ آيَةُ تَنْسِيحِهَا وَلَمْ
يَنْتَ عَنْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَاتَ.
(مسند احمد حنبلی جلد چہارم ص ۲۳۶)

ترجمہ :

عمر بن خطاب سے منقول ہے کہ جب کتابِ خدا میں آیتِ متہ نازل ہوئی۔ تو ہم نے سرورِ کونین کے ساتھ متہ کیا۔ اور پھر کوئی ایسی آیت نازل نہ ہوئی جو متہ کو منسوخ کر دیتی اور نہ ہی سرورِ کونین نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک منع فرمایا۔

۶۔ تفسیر کبیر

فِي حَدِيثٍ صَحِيحٍ الْإِسْنَادِ أَخْرَجَهُ
الطَّبْرِيُّ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
لَوْلَا أَنَّ عُمَرَ نَهَى الْمُتْعَةَ مَا زِلْنَا إِلَّا شَقِيًّا.

(تفسیر ابن کثیر جلد پنجم ص ۱۵)

ترجمہ:

ایک ایسی حدیث میں جس کا سند صحیح ہے۔ طبری نے حکم سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر عمر متہ سے منع نہ کرنا تو کوئی بد نصیب ہی زنا کرتا۔

۷۔ درمنثور

عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَأَبِي الْمُنْذِرِ عَنْ
عَطَاءٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرْحَمُ اللَّهُ عُمَرَ مَا كَانَتْ
الْمُتْعَةُ إِلَّا رَحْمَةً مِنَ اللَّهِ رَحِمَهُ بِهَا أُمَةُ مُحَمَّدٍ
لَوْ لَا نَهْيُهَا مَا اخْتَبَجَ إِلَى الزَّيْنَةِ إِلَّا شَقِيقِي.

(درمنثور جلد دوم ص ۱۴۱)

ترجمہ:

عبدالرزاق اور ابن منذر عطاء سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ابن عباس نے کہا اللہ عمر پر رحم کرے۔ متعہ امت محمد کے لیے ایک نعمت تھا۔ اگر عمر کی روکاوٹ نہ ہوتی۔ تو کوئی بد بخت ہی زنا کرتا۔

۸۔ عمدۃ القاری

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا لَا تَمْتَحِنَا إِلَى نِصْفِ مَنْ
خِلَافَةِ عُمَرَ حَتَّى نَهَى عُمَرَ النَّاسَ.

(عمدۃ القاری السنی جلد ۱ ص ۳۱۰)

ترجمہ:

ابوسعید خدری اور جابر کہتے ہیں کہ ہم نے عمر کے نصف زمانہ محومت تک
متعہ کیا۔ حتیٰ کہ عمر نے لوگوں کو متعہ سے روک دیا۔

۹۔ تفسیر کبیر

صَحَّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخُصَّيْنِ قَالَ
إِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ فِي الْمُتْعَةِ آيَةً وَمَا نَسَخَهَا بِأَيِّ
أُخْرَىٰ وَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمَا نَهَاَنَا عَنْهَا ثُمَّ قَالَ رَجُلٌ بَرَأِيَهُ .

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳)

ترجمہ:

عمر بن حصین کی روایت صحیحہ میں ہے۔ کہ ذاتِ اہدیت نے متعہ کے بارے
میں آیت نازل کی۔ اور پھر اُسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا۔ اور
ہمیں سرورِ کونین نے اجازت دی۔ اور منع نہ فرمایا۔ پھر ایک فرد نے اپنی
مرضی کا حکم دے دیا۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳ تسلطانی نے ارشاد الساری جلد ۴
ص ۱۶۹ اور ابن حجر نے فتح الباری ص ۳۲۹ میں بھی یہی لکھا ہے۔ بطورِ نوید یہ چند ایک
احادیث لکھ دی ہیں۔ جن میں متعہ سے منع کرنے والے صرف حضرت عمر ہیں۔ نہ تو
ذاتِ اہدیت نے متعہ منسوخ کیا۔ اور نہ ہی سرورِ کونین نے اس سے منع فرمایا ہے۔ یہ
بھی آپ دیکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر کے منع کرنے کے باوجود حضرت علیؑ علیہ السلام
عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ انصاری ابوسعید خدری اور عمران بن حصین نے جوازِ متعہ

کی تصریح کی ہے۔ اور یہ بھی آپ دیکھ چکے کہ حضرت عمرؓ بھی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ مقدمہ قرآن میں بھی ہے۔ اور سرور کونین کے زمانہ میں بھی تھا۔ لیکن اب میں اسے حرام کرتا ہوں (بجواز متعص ۴۸ تا ۵۲)

جواب:

مذکورہ نو عدد روایات تعداد میں تو نو ہی ہیں۔ لیکن ان میں جو مقصد بیان ہوا ہے اسے ہم تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے حصہ میں روایت نمبر ۲۱ دوسرا حصہ میں ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵ اور تیسرے حصہ میں ۵۔ اور ۹ ہوں گی۔ ترتیب وار ان پر بحث طرہ فرمائیے۔

روایت نمبر ایک اور دو۔ سنن بیہقی میں روایت اولیٰ کی سند میں ایک راوی جن کا نام قتادہ ہے بخت مجروح حوالہ یہ ہے۔

تہذیب التہذیب

وَقَالَ حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ كَانَ طَاوُسٌ يَقْرَأُ مِنْ قَتَادَةَ وَكَانَ قَتَادَةُ يَرْمِي بِالْقَدْرِ وَقَالَ جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قَتَادَةُ حَاطِبُ اللَّيْلِ۔
(تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۲۵۳)

ترجمہ:

حنظلہ بن ابی سفیان نے کہا۔ کہ طائوس، قتادہ سے روایت کرنے میں بھاگتا تھا۔ اور قتادہ ”پر فرقہ قدریہ“ میں سے ہونے کا الزام بھی ہے ہے۔ جریر نے مغیرہ اور انہوں نے شعبی سے بیان کیا۔ کہ قتادہ حاطب اللیل تھا۔ (یعنی جو ہاتھ لگے۔ اسے لے لینے والا تھا)

اسی طرح روایت مذکورہ کا آخری راوی محمد بن عبد اللہ ہے۔ اور اس پر شیعیت کا الزام ہے۔ صاحب میزان نے کہا ہے۔

میزان الاعتدال

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ التِّيسَابُورِيُّ الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
صَاحِبُ التَّصَانِيفِ إِمَامٌ صَدُوقٌ لِكُنْهٖ يُصَحِّحُ
فِي مُسْتَدْرِكِهِ أَحَادِيثَ سَاقِطَةً وَيَقْصُرُ مِنْ ذَلِكَ
فَمَا أَدْرَى الْخِيفَةَ عَلَيْهِ مَا هُوَ لِمَنْ يَجْهَلُ ذَلِكَ
وَإِنْ عَلِمَ فَهَذِهِ خِيَانَةٌ عَظِيمَةٌ ثُمَّ هُرْشِيعِي
مَشْهُورٌ بِذَلِكَ مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلشَّيْخَيْنِ وَ
قَدْ قَالَ ابْنُ الطَّاهِرِ سَأَلْتُ أَبَا إِسْمَاعِيلَ عَبْدَ اللَّهِ
الْأَنْصَارِيَّ عَنِ الْحَاكِمِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ
إِمَامٌ فِي الْحَدِيثِ رَأَيْتُ خِيَانَتَهُ قُلْتُ اللَّهُ يُحِبُّ
الْإِنْصَافَ مِنَ الرَّجُلِ يَرَأِي فِضِّي بَلْ شِيعِي فَقَطَّ

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۸۵ مذکرہ)

محمد بن عبد اللہ مطہر مہر قدیم)

(۲۔ لسان المیزان جلد ۵ ص ۲۳۳)

ترجمہ :

محمد بن عبد الحاکم نیشاپوری بہت سی تصانیف کا مصنف ہے۔ اور
امام صدوق ہے۔ لیکن اس نے مستدرک میں بہت سی ایسی احادیث
کو صحیح حدیث کے طور پر پیش کیا ہے۔ حالانکہ وہ ساقط ہیں۔ اور وہ

درجہ عصمت تک نہیں پہنچتیں۔ پس میں نہیں جانتا کہ یہ بات اس پر کس طرح مخفی رہی۔ کیونکہ وہ ایسی باتوں سے جاہل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اسے ان احادیث کے ساقط ہونے کا علم تھا۔ اور اس کے باوجود اس نے انہیں صحیح بنا دیا۔ تو یہ بہت بڑی خیانت ہے۔ پھر وہ شیعہ ہونے میں بھی مشہور ہے۔ اگرچہ شیخین پر اعتراض نہیں کرتا۔ ابن طاہر نے کہا۔ کہ میں نے ابو اسماعیل عبداللہ انصاری سے حاکم کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ حدیث میں امام تھا۔ رافضی خبیث تھا۔ میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ انصاف کو پسند فرماتا ہے۔ وہ یعنی حاکم رافضی نہیں بلکہ فقط شیعہ تھا۔

لسان المیزان

اَنَّهُ ذَكَرَ جَمَاعَةً فِي كِتَابِ الصُّعْفَاءِ لَهُ وَقَطَعَ
بِتَرْكِ الرِّوَايَةِ عَنْهُمْ وَمَنْعَ مِنَ الْاِخْتِجَاجِ
بِهِمْ اَخْرَجَ اَحَادِيثًا بَعْضُهَا فِي مُسْتَدْرِكِهِ
وَصَحَّحَهَا مِنْ ذَلِكَ اَنَّهُ اَخْرَجَ حَدِيثًا
لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ وَكَانَ قَدْ
ذَكَرَهُ فِي الصُّعْفَاءِ فَقَالَ اَنَّهُ رَوَى عَنْ اَبِيهِ
اَحَادِيثَ مُوَضَّوعَةً لَا تَخْفَى عَلَى مَنْ تَامَلَهَا
مِنْ اَهْلِ الصُّنْعَةِ اَنَّ الْحَمْلَ فِيهَا عَلَيْهِ.

(لسان المیزان جلد پنجم ص ۲۳۳)

ترجمہ:

حاکم نے ایک جماعت کا اپنی کتاب الصنفاء میں ذکر کیا۔ اور لکھا کہ ان کی روایت کو ہرگز نہ لیا جائے۔ اور ان کی روایت کو حجت نہ بنایا جائے۔ اور انہی لوگوں کا حاکم نے اپنی دوسری تصنیف مستدرک میں ذکر کیا۔ اور ان کی روایات کی تصحیح کی۔ ان میں سے بطور نمونہ ایک یہ ہے کہ ایک روایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی ذکر کی۔ حالانکہ اس کا ذکر ضعیف راویوں میں بھی حاکم نے کیا ہے۔ وہاں لکھا کہ یہ عبدالرحمن اپنے باپ سے اعمادیت موضوع کی روایت کرتا ہے۔ اور یہ طریقہ الحاکم کا ہر اس شخص پر واضح ہے۔ جو اس فن کو جانتا ہے۔ اس بنا پر اس سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

المستدرک

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِمُبَازِرَةَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لِعَمْرِو بْنِ عَبْدِودٍ
يَوْمَ الْغُنْدُقِ أَفْضَلُ مِنْ أَعْمَالِ أُمَّتِي إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

المستدرک ص ۲۲ کتاب المغازی جلد ۲
مطبوعہ مکتبہ حیدرآباد

ترجمہ:

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غزوہ
خندق میں جو مقابلہ کیا۔ وہ ماقیامت تمام امت کے اعمال سے افضل
ہے۔

خوٹ:

اس روایت کی تحقیق میں علامہ زہبی نے لکھا جَلَّتْ تَبَعُ اللّٰهُ رَافِضِيًّا اِقْتَرَاهُ۔
ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے۔ اس رافضی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء
باندھا۔

اہل سنت اگرچہ حاکم صاحب مستدرک کو احادیث میں عموماً قابل اعتبار سمجھتے
ہیں۔ لیکن رافضی شیعہ ہونے کی بنا پر ایسی احادیث و روایات کے بارے میں جن کا تعلق
عقائد کے ساتھ ہوتا ہے، اس کی بات ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ اور عقیدہ کے ثبوت
کے علاوہ فن حدیث و روایت میں بھی اس کی بے احتیاطی بیان کی گئی کہ ایک جگہ
ایک شخص کو ضعیف کہہ دیتا ہے۔ اور دوسری جگہ اسی کی روایت کو دروایت صحیحہ کہتا
درجہ دے دیتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق میں عمرو کو قتل
کیا۔ یہ سلیم کو عمر و ایک بے دین اور پکا کافر تھا۔ لیکن اس کی اہمیت اور کفر میں مقام وہ نہ
تھا۔ جو ابوجہل کا تھا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی امت کا فرعون کہا۔ اور
اس کے واصل جہنم ہونے پر آپ نے سجدہ شکوہ بھی ادا کیا تھا۔ لیکن عمرو مذکور کے قتل پر
آپ نے اس قدر خوشی نہ منائی۔ کیونکہ اس کی کفار میں کوئی وقعت نہ تھی۔ کوئی سرداری
نہ تھی۔ اب ایک ایسے شخص کو قتل کرنے پر عمل بے مثل ہو جائے۔ تو پھر ابوجہل کو مارنا کیا
ہوگا؟ معلوم ہوا کہ رافضی ہونے کی وجہ سے اس نے حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق یہ حدیث
بیان کی۔ اور اس میں اپنے عقیدہ کو بھی ختم کر دیا۔ اسی حاکم نیشاپوری کا تعارف اہل تشیعہ
کی کتب سے بھی ملاحظہ کریں۔

اعیان الشیعہ

قَالَ ابْنُ الطَّاهِرِ سَأَلْتُ أَبَا إِسْمَاعِيلَ الْأَنْصَارِيَّ

عَنِ الْحَاكِمِ فَقَالَ ثِقَةٌ فِي الْحَدِيثِ رَافِضِيٌّ
خَبِثَتْ شُعْرًا قَالَ ابْنُ الطَّاهِرِ كَانَ شَدِيدَ التَّعَصُّبِ
لِلشَّيْعَةِ فِي الْبَاطِنِ وَكَانَ يُظْهِرُ التَّقْدِيرَ الشَّنِئَ
فِي الْخِلَافَةِ وَكَانَ مُتَحَرِّفًا عَنْ مُعَاوِيَةَ وَإِلَيْهِ
مُتَظَاهِرٌ بِذَلِكَ وَلَا يَعْتَرِزُ مِنْهُ قُلْتُ إِمَّا يُجَرِّفُهُ
عَنْ خُصُومٍ عَلَيٍّ فَظَاهِرٌ فَاثِمًا الشَّيْخَانِ
فَيَعِظُمُ مَا فُلُو بِشَيْعِي لَا رَافِضِيٌّ

(ایمان الشیعہ جہم ص ۲۹۱)

ترجمہ:

ابن طاہر کہتا ہے۔ کہ میں نے ابواسمعیل انصاری سے حاکم کے بارے
میں پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ وہ حدیث میں ثقہ تھا۔ خبیث رافضی تھا۔ پھر
کہا بالطنی طور پر وہ سنت متعصب شیعہ تھا۔ اور ظاہری طور پر شیعین کی فتنہ
کا اقرار کرتا تھا۔ امیر معاویہ اور ان کی اولاد سے منحرف تھا۔ یہ بات وہ
علی الاعلان کرتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا انحراف حضرت علی کی لڑائی
سے تروہ ظاہر ہے۔ بہر حال وہ شیعہ تھا۔ رافضی نہ تھا۔

الکفی واللقاب

وَقَدْ يُقَالُ لَهُ الْحَاكِمُ التَّيْسَابُورِيُّ هُوَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ ابْنِ حَمْدٍ وَبِهِ
الْحَافِظُ الْمَعْرُوفُ بِابْنِ الْبَيْعِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ
الشَّيْعَةِ وَسَدَنَتِهِ الشَّرْعِيَّةِ وَكَانَ ابْنُ الْبَيْعِ

يَعْمِلُ إِلَى التَّشْيِيعِ صَرَاحَ جَمْعٍ مِنَ الْفَرِيقَيْنِ
يَتَشَيَّعُهُ عَنِ الذَّهَبِيِّ عَنِ ابْنِ الطَّاهِرِ كَانَ شَدِيدَ
التَّعَصُّبِ لَشِيعَتِهِ فِي الْبَاطِنِ وَذَكَرَهُ ابْنُ
شَهْرَآشُوبٍ فِي مَعَالِمِ الْعُلَمَاءِ وَصَاحِبِ
الرِّيَاضِ فِي الْقِسْمِ الْأَوَّلِ فِي لَمْعٍ إِذَا مَا مِئَةٍ
عَلَى مَا نَقَلَ عَنْهُمَا.

(الکئی واللقاب تصنیف شیخ عباس قمی)

جلد دوم ص ۱۶۰ تا ۱۶۱ مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

جسے حاکم نیشاپوری کہا جاتا ہے۔ وہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ عافظ تھا۔ اور
ابن ابی سعید عوف رکھتا تھا۔ وہ بہت بڑا شیعہ مجتہد تھا۔ اور ان کا ستون تھا۔
یہ حاکم نیشاپوری تشیع کی طرف مائل تھا۔ اس بات کی دونوں فریق نے
تصریح کی ہے۔ امام ذہبی نے ابن طاہر سے ذکر کیا ہے۔ کہ یہ حاکم اپنے
شیعہ بھائیوں کے حق میں بہت متعصب تھا۔ ابن شہر آشوب نے معالم العلماء
اور صاحب الریاض نے اُسے شیعہ امامی علماء میں سے صف اول کا عالم
لکھا ہے۔

مذکرہ

حاکم نیشاپوری صرف علمائے اہل سنت کے نزدیک ہی شیعہ نہیں بلکہ شیعہ
سنی دونوں کے نزدیک متفقہ شیعہ ہے۔ اور وہ بھی بہت بڑا عالم اور مجتہد ہے۔ اب جس

عبارت سے جاڑوی پہولا نہیں سماتا۔ وہ اسی حاکم سے مروی ہے۔ جاڑوی کو اگر احقاق حق مطلوب ہوتا۔ تو کسی ایسے شخص کی روایت پیش کرتا۔ جو قابلِ حجت ہوتی۔ آخری راوی شیعہ ہے۔ اور دوسرا دھر ادھر کی جمع کرنے والا ہے۔ ان حالات میں مذکور روایت پر اعتماد جاڑوی اینڈ کمپنی تو کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم اہل سنت کے نزدیک یہ ناقابلِ اعتماد ہے علاوہ ازیں یہ بھی کی مذکور روایت اگر من وعن مکمل طور پر نقل کی جاتی۔ تو سرے سے اس کی اہمیت ختم ہو جاتی۔ اور جاڑوی کے ارادوں پر پانی پھر جاتا۔ اب آئیے ہم وہ عبارت پیش کر دیتے ہیں۔

یہ بھی شریف

وَالْأُخْرَى مُتَعَةُ الْحَجِّ أَوْ صَلُّوا حَتَّى تَكُمُ مِّنْ
عُمَرَتِكُمْ فَإِنَّهُ أَتَمُّ لِحَجِّكُمْ وَأَتَمُّ لِعُمَرَتِكُمْ
أَخْرَجَهُ الْمُسْلِمُ فِي الصَّحِيحِ مِنْ وَجْهِ آخَرَ
عَنْ حَقَّامٍ قَالَ الشَّيْخُ نَحْنُ لَا نَشْكُ فِي كَوْنِهِ
عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَكِنْ وَجَدْنَاهُ نَهَى عَنْ تِكَاكِجِ الْمُتَعَةِ عَامَ
الْفَتْحِ بَعْدَ الْإِذْنِ فِيهِ ثُمَّ لَمْ نَجِدْهُ أَذِنَ
فِيهِ بَعْدَ النَّهْيِ عَنْهُ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ نَهْيُ عُمَرَ بْنِ
الْخَطَّابِ عَنْ تِكَاكِجِ الْمُتَعَةِ مُوَافَقًا لِسُنَّةِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآخَذْنَا بِهِ
وَلَمْ نَجِدْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ

مُتَعَةَ الْحَجِّ فِي رِوَايَةٍ صَحِيحَةٍ عَنْهُ وَ
وَجَدْنَا فِي قَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا دَلَّ
عَلَى أَنَّهُ أَنْ يَفْصَلَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ لِيَكُونَ
أَتَقَ لَهُمَا فَحَمَلْنَا نَهْيَهُ عَنْ مُتَعَةِ الْحَجِّ
التَّنْزِيهِهِ وَعَلَى اخْتِيَارِ الْإِفْرَادِ عَلَى غَيْرِهِ
لَا عَلَى التَّحْرِيمِ وَيَا لَلِشُّؤْفَيْنِ

(نہجی شریفین جلد ۲ ص ۴۰۶ کتاب النکاح)

ترجمہ:

دوسرا متعہ الحج۔ تم اپنے حج کو اپنے عمرہ کے ساتھ ملا کر ادا کرو کیونکہ یہ
طریقہ تمہارے حج اور عمرہ کا کامل طریقہ ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک
اور سند کے ساتھ جو حمام سے ہے۔ اسے ذکر کیا۔ ہم متعہ النکاح کے
عہد رسول میں جواز کا انکار نہیں کرتے لیکن ہمیں ایسی احادیث پہنچی ہیں
جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال متعہ سے منع فرمادیا تھا۔ لہذا
اس نہی کے بعد کوئی ایک حدیث ایسی ہمیں نہیں ملی جس میں پھر سے
اجازت دینے کا ذکر ہو۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات
سے تشریف لے گئے۔ لہذا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا متعہ النکاح
سے منع کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہے۔ اس لیے ہم نے
اس پر عمل کرنا قبول کر لیا۔ اس کے مقابلہ میں متعہ الحج سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا منع فرمانا ایک بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے قول میں اس سے منع کرنا تھا ہے۔ لہذا یہ اس امر کی دلالت کرتا ہے۔ کہ
حضرت عمر بن الخطاب نے حج اور عمرہ کے درمیان جدائی رکھنا محبوب سمجھا۔

تا کہ اس طرح دونوں بطریقہ کامل ادا ہوں۔ لہذا ہم نے ان کے منع کرنے کو محض احتیاط اور پسندیدگی پر محمول کیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حج اور عمرہ دونوں کو اکٹھا ادا کرنا ان کے نزدیک حرام تھا۔ وبالله التوفیق۔

خلاصہ:

امام بیہقی کی تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اگرچہ متعہ الحج اور متعہ الکاح دونوں سے منع فرمایا تھا۔ لیکن اول الذکر سے منع فرمانا۔ اور نیت کے پیش نظر تھا۔ نہ حرمت کی بنا پر۔ اس لیے ان کے اجتہاد کے مطابق حج اور عمرہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ ادا کرنا تمتع سے بہتر ہے۔ لیکن متعہ الکاح سے منع کرنا ان کی اپنی رائے نہ تھی۔ بلکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تائید اور تقریر ہے گویا میعاد کی مکاح یا تمتع سے منع کرنے کی ابتداء حضرت عمر نے نہیں بلکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اور جب سے آپ نے اس سے منع فرمادیا۔ دوبارہ اس کی اجازت کے لیے ایک بھی حدیث صحیح نہیں ملتی۔ اب جو کچھ جاڑوسی نے تانا بانا بنایا تھا۔ اس کا مرکز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس نبی ہے۔

۳، ۴، ۵، ۷، ۸ اور نمبر روایات۔ ان پانچ عدد روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ متعہ الکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پھر اس کے بعد ابو بکر صدیق کے پورے دورِ خلافت اور عمر بن الخطابؓ کے ابتدائی دورِ خلافت تک جائز رہا۔ اس کے منع کی ابتداء عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کی۔ اگر عمر منع نہ کرتے۔ تو کوئی بد بخت ہی زنا کرتا۔

”کوئی بد بخت ہی زنا کرتا، اس جملہ کی نسبت حضرت علی المرتضیٰ کی طرف کی گئی ہم گذشتہ صفحات میں اس کی تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ اس روایت کا مرکزی

اور پہلا راوی دو حکم، سخت مجروح اور ناقابل اعتبار ہے۔ جاڑوی نے یہاں بھی ”صحیح الاسناد“ کہہ کر اپنا الو سیدھا کیا۔ طبری میں اس کی اسناد کی صحت کا نشان تک موجود نہیں۔ اس پر تو ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

ان تمام روایات کا ایک ہی جواب ہے۔ وہ یہ کہ جن حضرات نے جو از متعہ کی روایات ذکر کیں۔ چونکہ ان کو ابھی تک حرمت متعہ کی روایت نہ پہنچی تھی۔ اس لیے انہوں نے اپنے سابقہ علم کے مطابق متعہ کے بارے میں وہی کچھ بیان کیا۔ جو انہیں معلوم تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس چونکہ حرمت کی روایات موجود تھیں اس لیے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرانے میں سختی فرمائی۔

خوٹا

روایات مذکورہ میں اگرچہ منع کی نسبت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔ لیکن یہ حقیقت پر مبنی نہیں۔ بلکہ اذروئے مجاز ہے۔ اور اس قسم کی نسبت قرآن و حدیث میں بکثرت وارد ہے۔ جبرئیل امین نے مریم سے کہا: ”میں تجھے صاف ستھرا بیٹا عطا کرنا ہوں“ حالانکہ اولاد عطا کرنا درحقیقت اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے۔ تو جس طرح یہاں مجازی طور پر نسبت ہے اسی طرح حرمت متعہ کی نسبت مجازاً فاروق اعظم نے اپنی طرف کر دی۔

اب اس کی تائید کہ حضرت فاروق اعظم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت متعہ والی حدیث پر عمل کرایا۔ ہم درج ذیل حوالہ جات سے پیش کرتے ہیں:-

درمنثور

أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ خَطَبَ وَقَالَ مَا
بَالُ رَجَالٍ يَنْكِحُونَ هَذَا الْمُنْعَةَ وَقَدْ نَهَى
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا لَا
أَوْثَقَ بِأَحَدٍ نَكَحَهَا إِلَّا رَجَمْتُهُ .

(۱- درمنثور جلد دوم ص ۱۴۱)

(۲- بیہقی جلد ہفتم ص ۶۰۶ مطبوعہ دکن جید پریس)

ترجمہ :

بیہقی نے عمر ابن الخطاب سے ذکر فرمایا کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے
یہ کہا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نکاح منعہ کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا تھا۔ کوئی ایک آدمی بھی اگر ایسا نکاح
کرنے والا پایا گیا۔ تو میں اسے رجم کرنے کا حکم دوں گا۔

ابن ماجہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُلَفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ ثَنَا الْفَرَّائِيُّ
عَنْ أَبَانَ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ حَفْصٍ عَنْ
ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا وَلى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ خُطِبَ
النَّاسَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَدْنَى لَنَا فِي الْمُنْعَةِ ثَلَاثًا شَرَّ مَا وَ
اللَّهُ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا يَتَمَتَّعُ وَهُوَ مُحْصِنٌ إِلَّا

رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَنِي بِأَرْبَعَةٍ
يَشْهَدُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَحْلَاهَا بَعْدَ إِذْ حَرَّمَهَا -

(سنن ابن ماجہ - باب فی عن نکاح المتعة)

ص ۱۴۱ مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں۔ جب عمر بن الخطاب خلیفہ بنے۔ تو
آپ نے لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا۔ بے شک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین مرتبہ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ پھر اسے
حرام کر دیا تھا۔ خدا کی قسم! اگر کوئی محسن آدمی متعہ کرتے پایا گیا۔ تو میں اسے رحم
کی سزا دوں گا۔ ہاں اگر وہ چار گواہ ایسے پیش کر دے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے متعہ کو حرام فرمانے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا۔ (تو اسے چھوڑ
دیا جائے گا۔)

بیہقی

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ
الْأَصْبَهَانِي ابْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
يَحْيَى الزُّهْرِيُّ الْقَاضِي بِمَكَّةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ إِسْمَاعِيلَ الصَّائِغُ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَمَوِيُّ
حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا عَنْ عُمَرَ بْنِ
مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ

عَمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَعِدَ
عُمَرُ عَلَى الْعِشْبِرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَآثَنَى عَلَيْهِ
ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَمْنِكُحُونَ هَذِهِ الْمُتَعَةَ
وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْهَا أَلَا وَإِنِّي لَا أُؤْتِي بِأَحَدٍ نَكَحَهَا إِلَّا
رَجَمْتُهُ.

(اسنن الکبریٰ للبیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۴)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر جلوہ فرما کر ہو کر اللہ کی حمد ثنا
کہی۔ پھر فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نکاح منع کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا تھا۔ خبردار! اگر کوئی شخص یہ نکاح کرتا
پکڑا گیا۔ تو میں اسے رجم کر دوں گا۔

لمحذکرہ:

ان تین عدد روایات میں صاف صاف موجود ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب
متنہ سے از خود منع کرنے کی ابتداء نہ فرمائی۔ بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم
کی تعمیل کرتے ہوئے آپ نے یہ حکم دیا۔ اس لیے آپ نے علی الامطان کیا۔ کہ کوئی چار
گواہ پیش کر دو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمانے کے بعد پھر سے اس کی اجازت
دی تھی۔ ان روایات کے پیش نظر حضرت عمر بن الخطاب کا متنہ سے منع کرنے
کو اپنی طرف منسوب کرنے سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یہ مجازاً تھا۔

روایت ۱۵ اور ۹۔ تفسیر کبیر اور مسند امام احمد بن حنبل کے حوالے سے عمر بن

کی روایت کہ ہم حضور کے زمانہ میں متعہ کرتے رہے۔ اور آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے تک کوئی ایسی حدیث نہ فرمائی۔ کہ جس سے اس کی حرمت فرادی گئی ہو۔ ان دونوں روایتوں کے سلسلہ سند میں دو راوی یحییٰ بن سلیم اور عمران بن مسلم ایسے شخص نہیں۔ جو قابل اعتماد نہیں۔ جس کی بنا پر روایت مذکورہ قابل حجت نہیں۔

یحییٰ بن سلیم: تہذیب التہذیب:-

يَحْيَى بْنُ سَلِيمٍ التَّمِيمِيُّ الطَّائِفِيُّ هُوَ مُشْكِرُ
الْحَدِيثِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو قَالَ الدَّوْلَانِي
لَيْسَ بِالْقَوِي قَالَ الْعُقَيْلِيُّ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ
أَتَيْتُهُ فَكَتَبْتُ عَنْهُ شَيْئًا فَرَأَيْتُهُ يَخْلُطُ فِي
الْأَحَادِيثِ فَتَرَكْتُهُ وَفِيهِ شَيْءٌ قَالَ أَبُو
جَعْفَرٍ وَلَيْتَ أَمْرُهُ وَقَالَ السَّاجِيُّ صَدُوقُ
يَهُلُّهُ فِي الْحَدِيثِ وَاحْطَأَ وَقَالَ الدَّارِ قُطَيْبِيُّ
سُوءَ الْحِفْظِ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ فِي تَارِيخِهِ فِي
تَرْجَمَةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَافِعٍ مَا حَدَّثَ
الْحُمَيْدِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَلِيمٍ فَهُوَ صَحِيحٌ -

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۲۶۶)

ترجمہ:

یحییٰ بن سلیم "ومنکر الحدیث" ہے۔ دولابی نے کہا یہ "قوی نہیں"۔
عقبلی نے امام احمد بن حنبل سے بیان کیا۔ کہ امام احمد بن حنبل کہتے
ہیں۔ میں یحییٰ بن سلیم کے پاس گیا۔ تو اس سے کچھ روایات میں نے نکلیں تو میں نے

دیکھا کہ وہ احادیث میں دو اخلاط، کرتا ہے۔ لہذا میں نے اُس کو چھوڑ دیا
ابو جعفر نے کہا۔ اس کا معاملہ مست ہے۔ ساجی کے بقول وہ حدیث میں
صدق ہے اور متہم بھی۔ اور حدیث میں غلطی کرتا ہے۔ داقطنی نے
سواء لحفظ کہا۔ اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ وہ روایات جو
حمیدی نے یحییٰ بن سلیم سے بیان کیں۔ وہ صحیح ہیں۔

عمران بن مسلم بہتہذیب التہذیب :-

عِمْرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ الْمُتَقَرِّي ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي
الْمِشْقَاتِ قُلْتُ وَزَادَ الْإِسْنَانُ فِي رِوَايَةِ يَحْيَى ابْنِ
سَلِيمٍ عَنْهُ بَعْضُ الْمَتَاكِيرِ وَكَذَا فِي رِوَايَةِ
سُوَيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْهُ اِنْتَهَى۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۳۸)

مطبوعہ جبر آباد

ترجمہ :

عمران بن مسلم المفقری کو ابن جہان نے ثقہ راویوں میں سے ذکر کیا۔ میں کہتا
ہوں کہ اس کے علاوہ یہ بھی زائد عبارت موجود ہے۔ کہ یہی عمران بن
مسلم ان روایات میں جو اس نے یحییٰ بن سلیم اور سدید بن عبد العزیز
سے ذکر کیں بہت سی مناکیر ہیں۔

لحیہ منکر یہ :

روایت مذکورہ کے ان دونوں راویوں کے متعلق کتب اسما الرجال سے

سے جرح آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ دونوں ناقابل اعتماد اور ناقابل حجت ہیں۔
 سوء الحفظ، معتلط، منکر الحدیث وغیرہ صفات کا راوی کب قابل حجت ہو سکتا ہے
 اور صاحب تہذیب التہذیب نے تو بالکل صراحت کر دی ہے۔ کہ وہ روایت
 جو روایت جو عمران بن مسلم کی یکجہ بن سلیم نے روایت کی وہ ”منکر“ ہے۔

جاڑوی کی ذکر کردہ ۹۰ عدد روایات میں جو کچھ جواز متعہ پر پیش کیا گیا تھا۔ ہم نے
 اُن میں سے ہر ایک کی تحقیق پیش کر دی ہے۔ انہی روایات کے سہارے جاڑوی
 نے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں
 نے متعہ کی حرمت کا حکم دیا۔ اور ان کے حرام کر دینے کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ
 عبد اللہ بن عباس، جابر بن عبد اللہ، ابوسعید خدری اور عمران بن حصین بدستور
 جواز متعہ کے قائل تھے۔ مذکورہ تحقیق کے پیش نظر ان ۹۰ عدد روایات میں ایک بھی
 روایت اس درجہ کی نہیں جو جاڑوی کا مقصد پورا کرنے میں متحد معاون ہو۔ ان
 روایات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے متعہ کو جائز ثابت کر دکھانے میں بھی روایت
 اس درجہ انتہائی مکاری اور چالاک کا مظاہرہ کیا تھا۔ لیکن کچھ کام نہ آسکا۔

(فاعتبرو یا اولی الابصار)

دھوکہ

اور

کذب بیانی ۱۵

جواز متعہ

حضرت عمرؓ نے ایسا کیوں کیا؟ ابن عبد اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف الاماۃ فی تمیز العصابہ کی جلد دوم ص ۶۲ میں تحریم متعہ کا واقعہ یوں لکھا ہے۔ کہ مسلمہ بن امیہ بن خلف جمی نے حکیم بن امیہ بن اقص سلمیٰ کی کنیز سے متعہ کیا جس سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ لیکن مسلمہ بن امیہ نے بچہ لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی۔ تو آپ بڑے غضب ناک ہوئے۔ اور مسجد میں کھڑے ہو کر جواز متعہ ہی کو کالعدم قرار دیدیا۔ نہ ہے بانس اور نہ بکے بانسری۔ ہر دانشمند چاہتا ہے۔ کہ ہر قانون میں قانون شکنی ہوتی رہے۔ لیکن کوئی بھی یہ نہیں کہے گا کہ کسی ایک شخص کی قانون شکنی سے قانون ہی کو کالعدم قرار دے دیا جائے۔ حق تو یہ تھا۔ کہ حضرت عمرؓ کو مسند کو سزا دیتے تاکہ پھر کسی کو جرأت نہ ہوتی۔ حضرت عمرؓ کے اس فعل کا تو مطلب یہ ہے۔ کہ اگر چند لوگ نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ تو نماز ہی کو ممنوع قرار دے دیا جائے۔ اگر کچھ لوگ زانیہ نہ رکھیں۔ تو زانیہ پر ہی خطہ منیخ کھینچ دیا جائے۔ جبکہ کوئی بھی دانشمند اس نظریہ کی حمایت نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی آج تک بننے والے عالمی قوانین میں سے

کسی قانون کو اس طرح پامال کیا گیا۔ جس طرح سے متحرک کیا۔ حالانکہ قرآن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورہ فصلت آیت ۴۲۔

الکتاب الذی لایاتیه الباطل من بین ید یدہ ولا من خلفہ

تنزیل من حکیم حمید۔

ایسی کتاب جس کے ہاں باطل نہ تو سامنے سے آ سکتا ہے۔ اور نہ ہی پیچھے سے یہ تو حکم حمید کا نازل کردہ اُمین حیات ہے۔ پھر سرور کونین کے متعلق ارشاد قدرت ہے۔ سورہ حشر۔

ما اتاکم الرسول فخذوہ۔ جو کچھ سرور کونین نہیں فرمادیں اس پر عمل کرو۔

اب ذرا علامہ قوشچی جواہل سنت والجماعت کے اشاعرہ گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور علم کلام میں اپنا نظیر نہیں رکھنے کا نظریہ شرح تجربہ الاعتقاد میں ہمیشہ امامت کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے صرف متعہ النساء پر ہی خط نسخ نہیں کھینچا بلکہ کچھ اور احکام الہیہ میں بھی جو حضرت عمرؓ کی نظر کرم میں نہ سما سکے۔ انہوں نے انہیں کالعدم قرار دے دیا۔ علامہ قوشچی لکھتے ہیں۔

اِنَّ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمَنْبَرِ اَيُّهَا النَّاسُ
ثَلَاثٌ كُنَّ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْصُحُ
عَنْهُمْ وَاُحَرِّمُهُمْ وَاُعَاظِبُ عَلَيْهِمْ مُّتْعَةُ
النِّسَاءِ وَ مُّتْعَةُ الْحَبِجِّ وَحَتَّى عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ
اِنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ بِمَا يُوْجِبُ قَدْحًا فِيْهِ فَاِنَّ
مُخَالَفَةَ الْمُجْتَمِعِ لِغَيْرِهِ فِي الْمَسَائِلِ الْاِجْتِمَاعِيَّةِ
لَيْسَ بِبِدْعٍ۔

ترجمہ:

حضرت عمرؓ منبر پر کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! جیزیہ زنا پر رسول میں تھیں۔ اور میں ان سے منع کرتا ہوں۔ انہیں ناجائز قرار دیتا ہوں۔ اور ان پر سزا دوں گا۔ وہ ہیں متعۃ النساء حج تمتع اور حی علی خیر العمل۔ لیکن ان پر قدح نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی ایک مجتہد کا دوسرے مجتہد سے اجتہادی مسائل میں اختلاف بدعت نہیں ہوا کرتا۔ دیکھ لیا آپ نے حضرت عمرؓ کا ارشاد بھی آپ کے سامنے ہے اور علامہ توشچی کی معذرت بھی آپ کی نگاہوں میں ہے۔

علامہ توشچی کی نگاہ میں جس طرح ذاتِ احدیت اباحت متعہ میں مجتہد ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ حرمت متعہ میں مجتہد ہیں۔ علامہ توشچی کی نظیر میں جس طرح سرور کونین اعلان اباحت متعہ میں مجتہد ہیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ اعلان حرمت متعہ میں مجتہد ہیں۔ علامہ توشچی کی نظر میں جس طرح ذاتِ احدیت دین سازی میں مختار محض ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ بھی کلی مختار ہیں۔ علامہ توشچی کی نظر میں جس طرح سرور کونین نفاذ شریعت میں مالک ہیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ بھی آزاد ہیں۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیں۔ کہ اگر یہ اصول بنایا جائے تو پھر ذاتِ احدیت کے حاکم مطلق ہونے سرور کونین کے مرسل ہونے اور حضرت عمرؓ کے حکمران ہونے میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ اور سلسلہ وحی و نبوت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ علاوہ انہیں یہ بھی مقام ہے کہ کیا سرور کونین مجتہد تھے کیا سرور کونین احکام دین میں ذاتی رائے رکھتے تھے۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ سرور کونین بھی حضرت عمرؓ المومنین عائشہ۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام حنبل کی طرح ایک مجتہد تھے۔ تو پھر سلسلہ وحی اور دین الہی کا تصور کیسے ممکن ہو سکے گا۔ اور قرآن کریم کا مقام کیا رہ

جائے گا۔؟

میرے دوستو! یہ دو مجتہدین کا اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ نبی و امتی کا اختلاف ہے۔ خالق اور مخلوق کا اختلاف ہے۔ قرآن اور انسان کا اختلاف ہے۔ نبی مجتہد نہیں تھا بلکہ نبی تھا۔ اور یہ مقابلہ مجتہدین کے فتاویٰ کا نہیں بلکہ نص اور اجتہاد کا ہے۔ سرور کونین کا ارشاد نص ہے۔ فتویٰ نہیں۔ حضرت عمر کا حکم فتویٰ ہے نص نہیں ہے۔ اور کوئی بھی مسلمان سرور کونین کے جواز متعہ کو فتویٰ نہیں سمجھتا۔ بلکہ حکم الہی سمجھتا ہے۔ اور کوئی بھی مسلمان حضرت عمر کے حکم کو نص نہیں بلکہ فتویٰ سمجھے گا۔ اور ایسی صورت میں جہاں نص اور فتویٰ کا اختلاف ہو۔ تو جس طرح نص قابل پذیرائی ہوگی۔ اس طرح فتویٰ دیوار سے مارنے کے قابل ہوگا۔ خواہ وہ فتویٰ حضرت عمر کا ہو یا مفتی محمود کا۔ (جواز متعہ ص ۵۲)

جواب:

”جواز متعہ“ سے پیش کیا گیا اقتباس اجمالاً تین امور پر مشتمل ہے۔

۱۔ مسلم بن امیہ نے ایک لونڈی سے متعہ کیا۔ اس سے نطفہ ٹکھ گیا۔ جب بچہ پیدا ہوا۔ تو مسلم بن امیہ نے اسے نہ لیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ کو حرام کر دیا۔

۲۔ قرآن کریم اپنے اعلان کے مطابق غیر متبدل ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام قرار دے کر اسے تبدیل کر دیا۔

۳۔ علامہ قوشچی سنی نے حضرت عمر کے بارے میں لکھا۔ کہ انہوں نے تین چیزوں کو حرام کر دیا۔ حالانکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھیں۔

۴۔ جاڑوی شیعہ کو اس بات کا انتہائی صدمہ کہ حضرت عمر فاروق اعظم نے حرمت متعہ پر سختی سے عمل کیا یہ اس صدمہ کو کچلے ہوئے سانپ کی طرح

بل کھاتے ہوئے اظہار کرتا ہے۔ اور بے باکی سے حضرت عمر کو قرآن کا محترف ثابت کر رہا ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لیے ”الاصابة في تمييز الصحابة“ کا سہارا لیا۔ مذکورہ کتاب میں لونی کا واقعہ جہاں درج ہے۔ اس کی سند اس طرح موجود ہے

روى عمرو بن شبيب في اخبار المدينة من طريق سماك

ابن حرب عن رجل ان رجلا ان سلمة بن امية تزوج

مولاة

ترجمہ :

یعنی اخبار المدینہ میں سماک بن حرب کے طریقہ سے عمرو بن شیبہ روایت کرتا ہے۔ کہ ایک مرد نے بیان کیا۔ کہ سلمہ ابن امیہ نے ایک لونی کا روایت مذکورہ میں سلمہ بن امیہ کا واقعہ ایک ”رجل“ بیان کر رہا ہے۔ یہ ”رجل“ کون ہے اس کا نام و پتہ کیا ہے؟ جاڑوی ہی بتا دے تو منہ مانگا انعام پائے۔ تو ایسے نامعلوم آدمی کی روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشی کی جا رہی ہے۔ روایت مذکورہ کا ایک پہلو تو یہ تھا۔ اب دوسرا پہلو بھی پیش خدمت ہے۔ روایت مذکورہ میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

قلت وذكر ذلك ابن الكلبي وزاد فبلغ ذاك عمر

فنهض عن المنعة وروى ايضا ان سلمة استمتع

بامرأة قبل بلوغ عمر فتوعد۔

ترجمہ :

صاحب اصحاب کہتا ہے۔ کہ روایت تو اسی طرح ہے۔ کہ سلمہ بن امیہ نے بچہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن ابن کلبی کچھ زیادہ بیان کرتا

ہے۔ کہ عمر نے متعہ سے منع فرمایا۔ اور یہ بھی روایت ہے۔ کہ سلمہ نے ایک عورت سے متعہ کیا۔ جب حضرت عمر کو اس کی خبر ہوئی۔ تڑپا نے اُسے ڈانٹا۔

گویا روایت مذکورہ میں جہاں یہ بات آئی ہے۔ کہ عمر بن الخطاب نے متعہ سے منع کر دیا۔ وہاں یہ بھی موجود ہے۔ کہ آپ نے متعہ کرنے والے کو ڈانٹ پٹائی اور ان دونوں باتوں کے علاوہ صرف اتنا بھی ہے۔ کہ سلمہ بن امیہ نے متعہ کا بچہ لینے سے انکار کر دیا۔ اس سے اُگے حضرت عمر کا منع کرنا یا ڈانٹنا مذکور نہیں۔ اب ان مختلف باتوں میں سے صرف ایک کو لے کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو موجب الزام قرار دینا کہاں کا انصاف ہے۔؟ اور اگر صرف یہی بات اختیار کر لی جائے۔ کہ حضرت عمر نے متعہ سے منع کر دیا۔ تو اس بارے میں ہم کچھ صفحہات پر لکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر نے اس لیے منع فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمادی تھی۔ اسی لیے آپ نے جواز متعہ کے لیے چار گواہ مانگے۔ جاڑوی کے پیش نظر حقیقت معلوم کرنا نہیں بلکہ کوئی نہ کوئی جملہ یہاں چاہیئے کہ جس سے اپنا کام نکلتا دکھائے۔ اور حضرات صحابہ کرام پر زبان طعن و تشنیع دراز کرے۔

(دب) قرآن کریم غیر متبدل ہے۔ الخ اس سلسلہ میں جاڑوی نے جس قرآنی آیت کا حوالہ دیا۔ وہ خود اس کے لیے مفید ہونے کی بجائے نقصان دہ ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن کریم میں متعہ کی حلت پر کوئی آیت نہیں اتری۔ بلکہ اس کا وقتی طور پر حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ اب حلت و جواز متعہ کو قرآنی آیت سے ثابت کرنا دراصل قرآن میں باطل داخل کرنا ہے۔ جس کا ارتکاب خود جاڑوی اپنے ٹکپنی نے کیا۔ صرف حلت متعہ پر اکتفا نہیں (یہ صرف ہماری طرف سے ہی الزام نہیں) بلکہ اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے

کہ موجودہ قرآن مکمل قرآن نہیں۔ اس میں کمی بیشی ہو چکی ہے۔ ہم اس کا ثبوت عقائد جعفریہ جلد سوم میں بالتفصیل ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں سر دست صرف ایک حوالہ پیش کرتے ہیں:-

انوار النعمانیہ

الْأَخْبَارُ الْمُسْتَفِيدَةُ بِلِ الْمَتَوَاتِرَةِ الدَّالَّةُ
بِحَصْرِ يَحْمَا عَلَى وَفُجُوعِ التَّحْرِيفِ فِي الْقُرْآنِ
كَلَامًا وَمَادَّةً وَاعْرَابًا۔

(انوار النعمانیہ جلد دوم ص ۳۵۷ نور فی الصلوۃ
طبع قدیم ص ۱۹۳۹)

ترجمہ:

اخبار مستفیدہ بلکہ متواترہ اس بات پر صراحت و دلالت کرتی ہیں۔ کہ
قرآن کریم میں کلام، مادہ اور اعراب میں تحریف واقع ہے۔ نعمت اللہ
جزاؤی نے اہل تشیع کا قرآن کریم کے بارے میں کس صراحت سے
عقیدہ ذکر کیا۔ اس کے ہوتے ہوئے جاڑوی کا بیان یا تنید
الباطل، کا تحریر کرنا خود جال میں پھنسنے ہے۔

ج۔ علامہ قوشچی کی ایک عبارت اور اسے اہل سنت اشاعرہ کا بہت بڑا
عالم کہنا الخ۔

علامہ قوشچی نہ تو دینی علوم کا امام ہے۔ اور نہ ہی ایسے محدثین میں سے ہے
جو متقی اور صالح ہوئے ہیں۔ بلکہ علوم عقلیہ میں ماہر اور آزاد خیال آدمی تھا اور
اسی بنا پر اسے ”قوشچی“ کہا گیا۔ یعنی کھیل کود کا رسیا۔ ”ہمارے“ اس علامہ

کا حال تم اپنی کتابوں میں ہی دیکھ لیتے۔ تو شرابا جاتے۔

الکفی واللقاب

الْقَوْشِجِيُّ الْمَوْلَى عَلَاؤُ الدِّينِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ
الَّذِي حَصَلَ فِي حِدَاثَةِ سَنَةِ غَالِبِ الْعُلُومِ
وَرَبِيعَتِهِ كَمَلُ زَيْجِ الْغَى بِيكَ وَكَانَ مُحَافِظَ
الْبَازِي وَهُوَ مَعْنَى الْقَوْشِجِيِّ فِي لُغَتِهِمْ وَلَهُ
مِنَ التَّصَانِيفِ شَرْحُهُ لِلتَّجْرِيدِ الْمَشْهُورِ
بِالشَّرْحِ الْجَدِيدِ وَرِسَالَةُ الْمُحَمَّدِيَّةِ فِي
عِلْمِ الْحِسَابِ سَمَاهَا بِاسْمِ السُّلْطَانِ مُحَمَّدِ بْنِ
وَرِسَالَةُ الْفَتْحِيَّةِ فِي عِلْمِ الْهَيْئَةِ سَمَاهَا بِذَلِكَ
لِمَصْأَدِفِهَا فَتُحِجُّ السُّلْطَانِ مُحَمَّدُ خَانَ
عِرَاقِ الْعَجَمِ۔

الکفی واللقاب جلد سوم ص ۹۴ ،

تذکرہ القوشجی ۔

ترجمہ :

قوشجی مولیٰ علاؤ الدین علی بن محمد جس نے چھوٹی عمر میں بہت سے علوم
بیکھ لیے تھے۔ اور الخ بیگ کی زوجہ پڑھی۔ یہ کھیل کود کا شوقین تھا لفظ
قوشجی کا ان کی نسبت میں ہی معنی تھا۔ اس کی تصانیف میں سے تجرید
کی شرح ہے۔ جسے شرح الجدید کہتے ہیں، اور محمدیہ نام کا ایک رسالہ
جو علم حساب میں ہے۔ اس کا نام اپنے بادشاہوں محمد خان کے

نام پر رکھا۔ ایک اگر سال نتیجہ ہے۔ جو علم ہیئت سے متعلق ہے۔ اس کے نام کی وجہ یہ بنی کہ سلطان محمد خان نے عراق و عجم کو فتح کیا تھا۔

توضیح

علامہ توشیحی کا تعارف جو شیخ عباس قمی نے کرایا۔ وہ یہ کہ علم ہیئت، حساب اور منطوق و فلسفہ کا ایک فاضل آدمی تھا۔ ان علوم کو علوم شرعیہ نہیں کہتے۔ ایسے کھنڈر مئے منطقی اور حساب دان آدمی کی بات لے کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشی کسی عقلمند کو ذریب نہیں دیتی۔ جاڑوسی نے فلسفہ کے کیمچڑ میں پڑے ہوئے توشیحی کو آسمان پر چڑھا کر فاروق اعظم کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کی۔

علاوہ ازیں توشیحی کو اہل سنت اشاعرہ کا عالم قرار دینا دوسری بڑی حماقت ہے۔ توشیحی کی عبارت جس کتاب سے پیش کی گئی۔ وہ تجربہ الکلام کی شرح ہے اور تجربہ الکلام اس شخص کی تصنیف ہے جسے محمد بن الحسن الطوسی کہتے ہیں۔ جو صحاح اربعہ شیعہ میں سے دو کا مصنف ہے۔ توشیحی نے جب اس کی شرح لکھی تو اس کے مصنف کی تعریف میں کیا کچھ کہا۔ خود شیعہ تصنیف سے سینے۔

الذریعة

تَجَرِبِيدِ الْكَلَامِ فِي تَخْرِيرِ عَمَّا ثِدِ الْإِسْلَامِ
إِسْلَامَانَ الْحُكَمَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِينَ بِأَوَاجِهِ
نَصِيرِ الدِّينِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ
الطُّوسِيِّ الْمُتَوَفَّى سَنَةِ ٤٢٠ وَهُوَ أَجَلُ كِتَابِ

فِي تَحْرِيرِ عَقَائِدِ الْإِسْلَامِيَّةِ وَقَدْ مَدَحَهُ
الْفَاضِلُ الْقَوْشَجِيُّ مِنَ الْعَامَّةِ فِي شَرْحِهِ
الْمَعْرُوفِ بِالشَّرْحِ الْجَدِيدِ بِأَنَّهُ مَخْرُوجٌ
بِالْعَجَائِبِ مَشْحُونٌ بِالْفَرَائِبِ صَغِيرُ الْحِجْمِ
وَحَبِيزُ النَّظْمِ كَثِيرُ الْعِلْمِ جَلِيلُ الشَّانِ حَسَنُ
النِّظَامِ مَقْبُولُ الْأَيْثَمَةِ الْعِظَامِ لَمْ يُظْفَرْ بِمِثْلِهِ
عُلَمَاءُ الْأَمْصَارِ -

(الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ جلد سوم)
ص ۳۵۲ تذکرہ تجرید۔ مطبوعہ بیروت
(طبع جدید)

ترجمہ :

”تجرید الکلام“ خواجہ نصیر الدین محمد بن حسن طوسی متوفی ۷۷۲ھ کی تصنیف
ہے۔ یہ کتاب امام عقائد میں جلیل الشان کتاب ہے۔ فاضل قوشچی نے اس
کی شرح المعروف ”شرح الجدید“ میں ان الفاظ سے اس کی تعریف
کی۔ عجائب کا خزانہ، غرائب سے لبریز، حجم میں مختصر نظم میں بے نظیر
کثیر العلم، جلیل الشان، حسن النظام، اعظم کی مقبول اور ایسی کتاب
کہ اس دور میں کسی عالم کو ایسی تصنیف لکھنا ناممکن۔

توضیح

قوشچی نے جس کتاب کی شرح لکھی۔ وہ عقائد امامیہ میں لکھی گئی تھی۔ اگر
قوشچی واقعی سنی تھا۔ تو اسے شیعہ عقائد کی شرح لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ عرفا رواقہ

کے بارے میں تین باتوں کا تذکرہ ”بحث امامت میں لایا گیا۔ جس سے اس نتیجہ بارے میں یہ ثابت کر دیا کہ کھانے کی کوشش کی۔ کہ امامت حق، وہی ہے۔ جسے اہل تشیع تسلیم کرتے ہیں۔ جواز متعہ بھی اُسی امامت کا ایک رکن ہے۔ لیکن حضرت عمر سے متعہ کے بارے میں حرمت پر زور ملتا ہے۔ اسی لیے قوشچی نے متعہ کے ضمن میں سیدنا فاروق اعظم کی ذات پر کیوٹر اچھالا۔ اور تاویلات باطلہ کے سہارے جناب فاروق اعظم کی ذات کو داغدار کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اس لیے ایسے شخص کی عبارت سے قطعاً کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ جو عقائد شیعہ کے موافق اور نظریات اہل سنت کے مخالف ہو۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دھوکہ

اور

کذب بیانی

جس وقت

اب آئیے ذرا علامہ قوشچی کے اس نظریہ اجتہاد کو حضرت عمر کے فرزند عبداللہ بن عمر کی نگاہ سے دیکھیں۔ اور پھر اندازہ کریں کہ علامہ قوشچی کا نظریہ اجتہاد درست ہے۔ یا ہمارا نظریہ رسالت، ترمذی جلد اول ابواب الحج ص ۴۰۵ حدیث ۸۰۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔

مترجم مانظ حامد الرحمن صدیقی کاندھلوی۔

ترذی شریف

سَالِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا
مِّنْ أَهْلِ الشَّامِ وَهُوَ يُسَالُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ
عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
عُمَرَ هِيَ حَلَالٌ فَقَالَ الشَّامِيُّ إِنَّ أَبَاكَ قَدْ
نَهَى عَنْهَا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَرَأَيْتَ إِنْ
كَانَ أَبِي نَهَى عَنْهَا وَضَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ أَمْرًا يَنْبَغُ
يُتَّبَعُ أَمْ أَمْرٌ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ الرَّجُلُ بَلْ أَمْرٌ
رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ لَقَدْ ضَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ هَذَا
حَدِيثٌ نَحْسَنُ صَحِيحٌ.

ترذی شریف جداول ابواب الحج ۴۰۵

حدیث ۸۰۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

ترجمہ :

سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شامی کو متاثر کر
وہ حضرت ابن عمر سے حج تمتع کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ
حلال ہے۔ شامی نے کہا کہ آپ کے والد نے تو اس سے منع کیا ہے۔
حضرت عبد اللہ نے کہا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ اگر میرے باپ نے منع کیا
اور رسول نے وہ عمل کیا تو کیا رسول اللہ کے طریقہ کی پیروی کی جائے
گی۔ یا میرے باپ کے طریقہ کی۔ اس آدمی نے کہا رسول اللہ کے

طریقہ کی اس پر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ایسا کیا ہے۔ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

یہیے قارئین اب فیصلہ ہو گیا۔ ایک شامی شخص حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس آکر حج تمتہ کے بارے میں پوچھتا ہے عبداللہ بن عمر جواب دیتے ہیں کہ حج تمتہ کرنا جائز ہے۔ شامی کہتا ہے کہ آپ کے باپ نے حج تمتہ کرنے سے منع کیا ہے۔ عبداللہ بن عمر شامی سے پوچھتے ہیں۔ میرے باپ کا حکم مانو گے یا رسول اللہ کا؟ شامی کہتا ہے رسول کا۔ عبداللہ بن عمر کہتا ہے۔ پھر رسول نے حج تمتہ کیا ہے۔ علامہ توشیحی نے سرور کونین اور حضرت عمر دونوں کو ایک ہی درجہ کا مجتہد قرار دے کر ان کے باہمی اختلاف کو دو مجتہدوں کا اختلاف بنایا ہے۔ جب کہ عبداللہ بن عمر نے سرور کونین کو سپر پاور قرار دیا ہے۔ اور سرور کونین اور حضرت عمر کے باہمی اختلاف کی صورت میں شامی سرور کونین کو آخری حکم فرمایا ہے۔ ایک مام ان پڑھ شامی کی نگاہ میں بھی سرور کونین کے مقابل میں حضرت عمر کا کوئی مقام نہیں۔ بھلا اب بتائیے سرور کونین کا جواز تمتہ کا حکم باقی ہے۔ یا حضرت عمر کا حرمت تمتہ کا ارشاد؟ اب بھی اگر حرمت تمتہ پر اصرار ہو تو پھر کھلے نغظوں سے اعلان کر دیں۔ کہ ہمیں حضرت عمر کا قول منظور ہے اور سرور کونین کا ارشاد منظور نہیں۔

اب آئیے اور امام احمد بن حنبل سے پوچھئے وہ کیا فرماتے ہیں۔

مسند امام حنبل

سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ هُرَيْرَةَ عَنْ مُتَعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ وَ
 اللَّهُ مَا كُنَّا عَلَيَّ عَمِيدٍ رَسُولِ اللَّهِ وَآيَاتِهِ وَلَا
 مَسَافِحِينَ۔
 (مسند امام حنبل جلد دوم ص ۹۵)

ترجمہ:

ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے متعہ النساء کے متعلق پوچھا۔ تو اس نے جواب دیا۔ بخدا۔ ہم زمانہ رسول میں نہ تو زنا کرتے تھے۔ اور نہ ہی سفاح کرتے تھے۔ یعنی متعہ جائز نکاح ہے جو ہم زمانہ رسالت پناہ میں کرتے تھے۔ اور آپ کو اس کا علم تھا۔

تفسیر قرطبی

عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ فَسَأَلَهُ عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَاجِّ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ حَسَنٌ جَمِيلٌ قَالَ فَإِنَّ أَبَاكَ كَانَ يَنْهَى عَنْهَا فَقَالَ وَيْلَكَ فَإِنْ كَانَ ابْنِي نَهَى عَنْهَا وَقَدْ فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ وَأَمَرِي بِهِ أَفِيَسْتَوِلِ ابْنِي أَخْذُ أَمْرًا بِمِثْرِ رَسُولِ اللَّهِ فَمُرْعَتِي۔

(تفسیر قرطبی جلد دوم ص ۲۶۵)

ترجمہ:

سالم کہتا ہے۔ کہیں ابن عمر کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ شام سے ایک شخص آیا۔ اس نے حج تمتع کے متعلق پوچھا۔ تو ابن عمر نے کہا اچھا کام ہے۔ شامی نے کہا آپ کے والد تو اس سے منع کیا کرتے تھے۔ ابن عمر نے کہا۔ تجھ پر دلیل ہو۔ اگر میرا باپ منع کرتا ہے۔ اور سرور کونین حکم دیتے ہیں۔ تو کیا میں اپنے باپ کی بات مانوں یا حکم رسول؟ اٹھ جا میرے

پاس ہے۔

محترم قارئین دیکھ لیا آپ نے عبداللہ بن عمر اپنے باپ کو مجتہد تو مانتا ہے لیکن سرور کونین کو اپنے باپ جیسا مجتہد نہیں بلکہ باپ کے مقابلہ میں سپر پادرو مانتا ہے۔

(جواز مقدمہ ۵۷)

جواب

جاڑوی اپنے کلام سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ قوشچی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پڑ مجتہد کہا ہے۔ اور کثیث مجتہد ہونے کے حضرت عمر کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ دوسرے مجتہد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور اس کی تردید جاڑوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے پیش کی۔ تو اس سلسلہ میں اولاً یہ بات پیش نظر رہے۔ کہ قوشچی ہمارا نہیں بلکہ شیعہ سے تعلق رکھنے والا ایک فلسفی اور آزاد خیال فاضل ہے۔ اس نے اگر حضرت عمر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو برابر کا مجتہد کہا۔ تو اس سے شیعوہ مسلک کی بدعتیہ دگر بے باکی ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ ہمارے پاس قوشچی کی شرالحدید نہیں۔ مگر بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جاڑوی نے دوسرے حوالہ جات کی طرح اس میں بھی بددیانتی کی ہوگی۔ کیونکہ یہ اس کی فطرت ہے اور اگر واقعی قوشچی نے یہ کچھ لکھا۔ تو اس کا جواب ہمیں دینا چاہیے۔ ہم تو تمہاری ایک گذشتہ فریاد کے جواب میں اس کی تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ سے منع فرمایا۔ وہ ان کا اپنا اجتہاد یا حکم نہ تھا۔ بلکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنا مقصود تھا۔ اس لیے کوئی اہل سنت اس بات کی سوچ بھی نہیں سکتا کہ حضرت عمر کا اجتہاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے بڑھ کر یا برابر ہی تھا ماشاؤ کل۔ یہ بہتان ہے۔ باقی جاڑوی نے عید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی جارت پیش کی

کہ انہوں نے اپنے والد کے کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مقابل میں ٹھکرا دیا۔ تو حقیقت بیان فرمائی۔ کون ایسا مسلمان ہے۔ جو کسی مجتہد یا عالم کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ترجیح دے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول سے حضرت فاروق اعظم کی ذات پر کچھڑا چھلانا انتہائی بددیانتی ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ شامی مرد کو خاموش کرانے کے لیے الزامی جواب عطا فرمایا۔ لیکن جاڑوی کے دماغ میں ایسی باتیں کہاں آسکتی ہیں۔ اس میں تو بغض صحابہ اور نام نہاد محبت اہل بیت سمائی ہوئی ہے۔ جب شامی سے آپ نے دریافت فرمایا۔ تم بتاؤ کہ تمہارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مضبوط ہے یا عمر بن خطاب کی؟ تو اس نے فوراً جواب دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس میں اس طرف اشارہ تھا۔ کہ میں باوجود عمر بن الخطاب کے فرزند ہونے کے اُن کی باتوں کا وہ مطلب نہ سمجھ سکا۔ جو تم نے سمجھا۔ یعنی شامی کا خیال تھا۔ کہ حضرت عمرؓ نے حج تمتع کو منع کر دیا تھا۔ یا اس کی حرمت کے فائل تھے۔ اُن کی بات کا مطلب یہ ہے۔ کہ عمرؓ کو حج میں داخل نہ کرو حج الگ اور عمرہ الگ کرنا چاہیے۔ یعنی احرام حج کو فاسد کر کے عمرے کا احرام نہ باندھو۔ اس کا ثبوت احادیث میں موجود ہے۔

اس کا پس منظر مختصر یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ہمراہ جب پہلی مرتبہ حج کے لیے مکہ تشریف لانا چاہتے تھے۔ تو مکہ شریف کے قریب پہنچ کر اپنے فرمایا۔ تم میں سے جو اپنے ساتھ قربانی لے کر نہیں آیا وہ حج کے احرام کو توڑ دے۔ اور عمرے کا احرام باندھ لے۔

عمرہ پورا کرنے پر وہ احرام کو کھول دے۔ اور پھر حج کا احرام باندھ لے۔ حج کا احرام توڑ کر عمرے کا احرام باندھنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا اس کی بعد میں اجازت نہ تھی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ارشاد الساری

وَفِي حَدِيثِ أَبِي ذَرٍّ عِنْدَ الْمُسْلِمِ كَانَتْ الْمُتَعَةَ
فِي الْحَجِّ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خَاصَّةً يَعْنِي فَسَخَ الْحَجَّ إِلَى الْعُمْرَةِ
وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ عَنِ الْحَرْبِ بْنِ بِلَالٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَسَخَ الْحَجَّ لَنَا خَاصَّةً أَمْ
لِلنَّاسِ عَامَةً فَقَالَ لَا بَلْ لَنَا خَاصَّةً.

دارشاد الساری جلد دوم ص ۲۷۰

ترجمہ :

امام مسلم نے ابو ذر سے روایت لکھی کہ حج میں متعہ کرنا صرف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لیے مخصوص تھا۔ یعنی حج کا احرام باندھ لینا۔
امام نسائی نے حرب بن بلال کے واسطے سے ان کے والد کی ایک روایت
ذکر کی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! حج کا فسخ
کیا ہمارے لیے ہی مخصوص ہے یا عام لوگوں کو اس کی اجازت ہے؟
آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ صرف ہمارے لیے یہ رعایت تھی۔

مسند امام احمد بن حنبل

عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُغْنِي بِالذِّنَى
أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الرُّخْصَةِ يَتَمَتَّعُ وَ
سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ

فَيَقُولُ نَاسٌ لَا بَيْنَ عُمَرَ كَيْفَ تَخْلَعُ أَبَاكَ وَقَدْ
 نَهَى عَنْ ذَلِكَ فَيَقُولُ لَهُمْ عَبْدُ اللَّهِ وَيُكَلِّمُ
 لَا تَتَّقُونَ اللَّهَ إِنْ كَانَ عُمَرُ نَهَى عَنْ ذَلِكَ
 فَيُبَيِّنُ فِيهِ الْخَيْرَ يَلْتَمِسُ بِهِ تَعَامُ الْعُمْرَةِ
 فَلَمْ تَحَرِّمُونِ ذَلِكَ وَقَدْ أَحَلَّهُ اللَّهُ وَعَمَلَ
 بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ
 تَتَّبِعُوا سُنَّتَهُ أَمْ سُنَّةَ عُمَرَ إِنْ عُمَرَ لَمْ
 يَقُلْ لَكُمْ إِنْ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ حَرَامٌ
 لَيْكَنَّهُ قَالَ أَنْ أَتِمُّوا الْعُمْرَةَ أَنْ تَقَرَّ دَوْمًا
 مِنْ أَشْهُرِ الْحَجِّ -

(مسند امام احمد بن حنبل ص ۹۵ جلد دوم)

ترجمہ :

سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اللہ تعالیٰ کی
 آیات کے مطابق ہونا تھا۔ وہ حج تمتع کی اجازت دیتے تھے۔ اور یہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے۔ لوگوں نے اس پر انہیں
 کہا کہ تم اپنے والد کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ حالانکہ انہوں نے حج
 تمتع سے منع کر دیا ہے۔ اس پر جناب ابن عمر نے لوگوں سے کہا۔ خدا کا خوف
 کرو۔ اگر عمر نے اس سے منع کیا ہے تو وہ اس لیے کہ وہ عمرہ کو کامل ادا
 کرنے کے خواہش مند تھے۔ تم اسے حرام کیوں قرار دیتے ہو۔ حالانکہ
 اللہ تعالیٰ نے اسے حلال فرمایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر

عمل کیا۔

لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، عمر کی سنت سے اتباع کے لیے زیادہ صحیح تھی ہے۔ عمر نے یہ نہیں کہا کہ عمرہ حج کے دنوں میں حرام ہے۔ لیکن ان کا کہنا یہ ہے کہ عمرہ کوچ سے الگ ادا کرو۔

نوٹ:

سیدنا قاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حج تمتع کے بارے میں یہ قول منقول ہیں۔
 ۱۔ اول یہ کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کرنا اور پھر حج کرنا اس سے منع فرماتے ہیں۔
 ۲۔ دوسرا قول یہ کہ آپ حج کا احرام توڑ کر عمرہ کا احرام باندھ لینا اس سے منع کرتے تھے
 ان دونوں میں سے جس قول کو صحیح کہا جائے وہ یہ کہ آپ حج کے احرام کو توڑ کر عمرے کا احرام باندھنا اس سے روکتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

نوی شرح مسلم شریف

قَالَ الْمَكَادِرِيُّ اخْتَلَفَ فِي الْمُتَعَةِ الَّتِي تَهَيَّ عَنْهَا
 عُمَرُ فِي الْحَجِّ فَقِيلَ هِيَ فَسَخُ الْحَجِّ إِلَى الْعُمْرَةِ
 وَقِيلَ هِيَ الْعُمْرَةُ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ الْحَجُّ
 مِنْ عَامِهِ وَعَلَى هَذَا اِتَّعَا نَهَى عَنْهَا تَرْغِيبًا
 فِي الْإِسْرَادِ الَّذِي هُوَ أَفْضَلُ لِأَنَّهُ يَمْتَنِعُ
 بِطُلَا نَهَا أَوْ تَحْرِيمِهَا وَقَالَ الْقَاضِي عِيَّاضٌ ظَاهِرُ
 حَدِيثِ جَابِرٍ وَعِمْرَانَ وَابْنِ مُوسَى أَنَّ الْمُتَعَةَ
 الَّتِي اخْتَلَفُوا فِيهَا اِتَّعَاهِيَ فَسَخُ الْحَجِّ إِلَى

الْعُمْرَةُ قَالَتْ وَلِهَذَا كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
يَضْرِبُ النَّاسَ عَلَيْهَا وَلَا يَضْرِبُهُمْ عَلَى
مُجَرَّدِ التَّمَتُّعِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ .

(النووی شرح المسلم جزا اول ص ۳۹۴)
(اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

الماذری کا کہنا ہے کہ جس تمتع سے حضرت عمر نے منع کیا اس میں
اختلاف ہے۔ پہلا گیارہ ج کو توڑ کر عمرہ کرنا ہے۔ یہ بھی قول ہے کہ حج
کے مہینوں میں عمرہ کرنے کے بعد پھر اسی سال حج کرنا۔ اس دوسری وجہ
کے مطابق منع کرنے میں احتمال ہوگا کہ آپ دراصل حج مفرد کرنے کی
ترغیب دینا چاہتے تھے۔ جو افضل ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ حضرت عمرہ
ایسا کرنے کو باطل یا حرام کا عقیدہ رکھتے تھے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ
جابر، عمران اور ابو موسیٰ کی حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے
کہ جس تمتع میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ حج کا احرام توڑ کر عمرہ کا احرام
باندھنا۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرنے والے کو سزا دیا کرتے
تھے۔ اور حج کے مہینوں میں محض تمتع کرنے پر نہیں مارتے تھے۔

نوٹ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے جاڑوی نے یہ تاثر دینے کی
کوشش کی ہے کہ یہ اپنے والد جناب عمر بن الخطاب کے خلاف تھے۔ اگرچہ مخالفت
حج تمتع کے بارے میں ذکر کی۔ لیکن متع النساء بھی چونکہ بعض جگہ اس کے ساتھ ذکر ہوا
اس لیے حج تمتع کی مخالفت کے ضمن جاڑوی نے یہ تاثر دینا چاہا کہ حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے برعکس متہ کے جواز کے قائل تھے۔ حالانکہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ اس بات کے قائل ہیں کہ شروع شروع میں متہ کو جائز کیا گیا تھا لیکن بعد میں اسے حرام قرار دے دیا گیا۔

بیہقی

أَنْبَأَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَ نِیَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ
عَنْ تَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ
حَرَامٌ۔

(بیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۶ کتاب النکاح)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متعہ النساء کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ حرام ہے۔

طحاوی

عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَ نِیَّ سَالِمُ بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ حَرَامٌ۔
قَالَ فَإِنَّ قَوْلَنَا يَحُولُ فِيهَا قَالَ وَاللَّهِ لَمَّا
عَلِمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَرَّمَ مَهْلًا يَوْمَ خَيْبَرَ وَمَا كُنَّا مُسَافِحِينَ۔

(طحاوی جلد دوم ص ۱۶۱ باب نکاح المتعہ)

ترجمہ :

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متہ کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ حرام ہے۔ سائل نے کہا کہ ایک آدمی متہ کے بارے میں چرمیگوٹیاں کرتا ہے آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! وہ جانتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کو اسے حرام کر دیا تھا۔ اور ہم نہ آئی ہیں۔

اس تم گفست گو سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے مطابق حرام قرار دیا۔ اور لوگوں سے سختی کے ساتھ اس پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا۔ اپنی طرف سے اجتہاد نہ کیا۔ اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت کی۔ اس امر کی تائید آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمائی۔ لیکن جاڑوی کی آنکھوں میں مخالفت کی پٹی اور دماغ میں متہ کی بوس تھی۔ اس لیے ادھر ادھر کی ہانک کر اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنا چاہا۔ لیکن اُسے منہ کی کھانی پڑی۔ امید واثق ہے۔ کہ غیر جانب دار کے لیے حق کی پہچان ہو جائے گی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دھوکہ

اور

کذبِ بیکانیؑ

سکوتِ صحابہ

جوازِ متعہ

ملک ہے کہ بعض خوش فہم اور سادہ لوح افراد یہ سوچنے کی کوشش کریں کہ اگر سرورِ کونین کے جائز کردہ حکم کو جب عمر ناجائز کر رہے تھے۔ تو صحابہ کے اتنے بڑے مجمع میں سے کسی صحابی نے حضرت عمر کو کیوں نذرو کا؟ اگر صحابہ نے اس کی مخالفت کی ہے تو مخالفت ثنابت کی جائے۔ اور اگر صحابہ نے مخالفت نہیں کی۔ تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہوگا۔ کہ حرمت کے حکم سے دوسرا کوئی صحابی مطلع نہ تھا۔ اور جب حضرت عمر نے اعلانِ حرمت کیا تو تمام صحابہ سن کر خاموش ہو گئے گویا اعلانِ حضرت عمر فی الواقع اعلانِ رسول تھا۔ اور تحریمِ حضرت عمر تحریمِ رسول تھی۔

امام رازی سے بیٹے تفسیرِ کبیر جلد ۱ ص ۵۴ میں فرماتے ہیں۔ اگر عمر کا مقصد یہ تھا۔ کہ متعہ زنا رسول میں تو مباح تھا لیکن میں اسے ناجائز قرار دیتا ہوں۔ تو اس سے حضرت عمرؓ کا کفر لازم آئے گا۔ اور تمام ان افراد کو بھی کافر کہنا ہوگا۔ جو حضرت عمرؓ سے نبرد آزما ہوئے حتیٰ کہ امیر المؤمنین علیؓ کو بھی کافر کہنا ہوگا۔ چونکہ کسی صحابی کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ لہذا ایسی صورت رہ جاتی ہے۔ کہ ہم یہ بات مان لیں۔ کہ حضرت عمرؓ کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔ کہ زنا رسول

میں تو متہ مباح تھا۔ لیکن چونکہ دوسرا کسی کو نہی رسول اور نسخ متہ معلوم نہیں۔ اس لیے میں نسخ متہ کا اعلان کرتا ہوں۔

مصر کے عظیم مفتی محمد عبدو نے بھی اپنی تفسیر المنار جلد پنجم ص ۵۵ پر تقریباً امام رازی کی تقلید کرتے ہوئے لکھا ہے۔ حرمت متہ کی تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے اپنے دور حکومت میں متہ سے منع فرمایا۔ اور برسر منبر تحریم متہ کا سختی سے اعلان کیا۔ جبکہ صحابہ نے اس کا اعتراف کیا۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ صحابہ کبھی غلط بات کا اعتراف نہیں کرتے۔

اب آئیے امام رازی اور محمد عبدو کے اس استدلال کی حقیقت معلوم کریں کیا واقعتاً تمام صحابہ اعلان حضرت عمر کے بعد اباحت متہ سے منکر ہو گئے تھے؟ کیا پھر کسی صحابہ نے اباحت متہ کا فتویٰ نہیں دیا؟ کیا تمام صحابہ نے حضرت عمر کی بات مان لی تھی؟ کتب حدیث و تاریخ بیانگ دہل اس دعویٰ کا فراق اڑاتی ہیں اور کتب حدیث و تفسیر نے عظیم تر صحابہ کی مخالفت کو بھی اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح حضرت عمر کے اعلان حرمت متہ کو نقل کیا ہے۔

۱۔ تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۳ میں حضرت علیؑ کھلے لفظوں میں حضرت عمرؓ کا نام لے کر مخالفت کا اعلان کرتے ہیں۔

تفسیر طبری

لَوْلَا اَنْ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنِ الْمُتَحَكِّمَ لَمَّا رَفَى اِلَّا شَقِيًّا

(تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۳)

ترجمہ:

اگر عمر متہ سے منع نہ کرتے تو بد نصیب ہی زنا کرتا۔

صحیح مسلم

أَخْبَرَ فِي عُرْوَةَ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ
قَامَ بِمَكَّةَ فَقَالَ إِنَّ نَاسًا أَعْمَى اللَّهُ قُلُوبَهُمْ
كَمَا أَبْصَارُهُمْ يَفْتُونُ بِالْمُتْعَةِ يَغْرِضُ بِرَجُلٍ
فَتَاوَاهُ فَقَالَ إِنَّكَ حَلَفْتَ حَافٍ فَلِعُمَرَ لَقَدْ
كَانَتْ الْمُتْعَةُ تَفْعَلُ فِي عَهْدِ إِمَامِ الْمُتَّقِينَ
يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ مَحْبُوبٌ
بِنَفْسِكَ وَاللَّهِ لَئِنْ فَعَلْتَهَا لَا رُحْمَتَكَ بِأَحْجَارِكَ

(صحیح مسلم جلد چہارم ص ۲۳ مطبوعہ مکتبہ
شعیب برنس روڈ کراچی لا نرجس مولانا
وحید الدین۔)

ترجمہ:

مجھے عروہ ابن زبیر نے خبر دی۔ کہ عبد اللہ بن زبیر مکہ میں خطبہ دینے کو کھڑے
ہوئے۔ اور کہا کہ بعض لوگوں کے دل اللہ اس طرح اندھے کر دیتے ہیں
دیہ اشارہ کیا انہوں نے ابن عباس کی طرف کہ وہ آخر عمر میں نابینا ہو
گئے (کہ وہ جوازِ متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں جناب عباس نے فرمایا۔ تو تم قتل
اور گستاخ۔ بخدا ہم نے متعہ امام المتقین کے زمانہ میں کیا ہے۔ ابن زبیر
نے کہا ذرا اب تجربہ کر کے دیکھو۔ اگر تو نے متعہ کیا تو میں تجھے پتھر دے
سنگسار کروں گا۔

ملاحظہ فرمایا ابن عباس کتنا مصر ہے متعہ کے معاملہ میں اور دوسری طرف انکا متعہ

پر کتنا اصرار ہے۔ کاش کہ علامہ وحید الدین اپنے ترجمہ میں انصاف سے کام لیتے۔ فرماتے ہیں کہ ابن عباس کو نسخ متعہ معلوم نہ تھا۔ اور ابن زبیر کو نسخ متعہ معلوم تھا۔ حدیث آپ کے سامنے ہے۔ فرما عبد اللہ بن عباس کا انداز بیان بھی دیکھ لیں۔ اور عبد اللہ بن زبیر کا انداز گفتگو بھی ملاحظہ کریں۔ عبد اللہ بن زبیر دوران خطبہ عبد اللہ بن عباس پر بطور طنز اشارہ کرتا ہے کہ اللہ نے کچھ لوگوں کی آنکھوں کی طرح دل کو بھی اندھا کر دیا ہے جس کی بدولت وہ جواز متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جواب میں ابن عباس کا انداز گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔ وہ ابن زبیر کو نادان اور گستاخ کہہ کر حکم رسول مٹاتے ہیں۔

ابن زبیر حکم رسول کے جواب میں نہ تو آیت متعہ کی ناسخ آیت پڑھتا ہے۔ اور نہ ہی قول رسول پڑھتا ہے۔ ابن زبیر تشدد پر اتر آتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ۔ ذرا اب متعہ کر کے دکھائیں تجھے سنگسار کر دوں گا یعنی دلیل کے جواب میں دھونس اور قول رسول کے مقابلہ میں ڈنڈا۔ یہ ہے حرمت متعہ کا ثبوت۔ (جواز متعہ ص ۶۴)

جواب:

اوپر ذکر کی گئی عبارت میں ایک تو وہی استدلال ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حضرت عمر بن الخطاب کے متعہ کو امام فرما نے پر افسوس کرنا اس استدلال کا تفصیلی جواب گزشتہ صفحات کی زینت ہو چکا ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت مذکورہ کا اصلی اور مرکزی لاوی محکم ہے۔ اور وہ سخت قسم کا مجروح ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ اس کی روایت کو حجت کا درجہ دیا جاسکے۔ ہاں ایک نئی بات جاڑوی نے ذکر کی۔ وہ یہ کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور جواز متعہ پر اصرار کرنا بحوالہ جصاص کی کتاب احکام القرآن۔ اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ اس روایت کی کوئی سند ذکر نہیں کی۔ اس بنا پر یہ روایت ناقابل قبول ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ احکام القرآن کے

مذکورہ مقام سے جو عبارت جاڑوی نے ذکر کی۔ اس سے متصل عبارت میں اس کی وضاحت تھی۔ لیکن مغالطہ دینے کی خاطر اسے ہڑپ کر لیا گیا۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

احکام القرآن

كَوْلَا نَهْيَهُ لَمَّا اُخْتِاجَ اِلَى التَّزْنِاِ الْاَشَقِيَّ فَنَالُوْهُ
مِنْ اَخَاوِيْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْقَوْلُ بِاِبَاحَةِ الْمُتَعَةِ
فِي بَعْضِ رَوَايَةٍ مِنْ غَيْرِ تَقْيِيْدٍ لَهَا يَضْرُوْرَةٌ
وَلَا غَيْرَهَا وَالثَّانِي اَنَّهَا مَمْنُونَةٌ يُحِلُّ يَضْرُوْرَةٌ
وَالثَّالِثُ اَنَّهَا مُحَرَّمَةٌ وَقَدْ قَدِّمْنَا ذِكْرَ
سَنَدِهِ وَقَوْلِهِ اَيْضًا اَنَّهَا مَسْخُوْحَةٌ مِنَّا
يَدُلُّ عَلَى رُجُوْعِهِ عَنْ اِبَاحَتِهَا مَا رَوَى
عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ
الْحَرَبِ اَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْاَشَجِّ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا الصَّخَّاقِ
مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ حَدَّثَهُ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ
عَبَّاسٍ فَقَالَ كُنْتُ فِي سَفَرٍ وَمَعِيَ جَارٌ يَسْأَلُنِي
فَقَالَ اَصْحَابُكَ فَحَلَلْتُ جَارِي بَنِي لَا صَحَابَ
يَسْتَمْتِعُوْنَ مِنْهَا فَقَالَ ذَلِكَ السَّفَاحُ فَلَمَّا
اَيْضًا يَدُلُّ عَلَى رُجُوْعِهِ . .

(احکام القرآن جلد دوم ص ۴۸۱ تا ۴۸۲ مطبوعہ دار الفکر)

ترجمہ:

اگر حضرت عمر متہ سے منع نہ فرماتے۔ تو کوئی بد بخت ہی ہوتا جو زنا کرتا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعہ کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے۔ کہ آپ اس کی اباحت، ضرورت کے وقت دینے کے قائل تھے۔ اور دوسرا قول یہ کہ آپ اس کی اباحت، ضرورت کے وقت دینے کے قائل تھے۔ اور تیسرا قول یہ ہے۔ کہ متعہ حرام ہے۔ اس تیسرے قول کی سند، ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور ان کا ایک قول یہ ہے کہ آیت جواز متعہ منسوخ ہے۔ اور آپ کے مباح کہنے سے آپ کا رجوع اس دلیل سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ وہ ایک روایت ہے جو عبد اللہ بن وہب بن عمرو بن حرث سے اور انہوں نے بکیر بن اشج سے بیان کی۔ بنی ہاشم کا ایک مولیٰ ابواسحاق بیان کرتا ہے۔ کہ ایک شخص نے حضرت عباس سے پوچھا۔ اُس نے بیان کیا۔ کہ میں ایک سفر میں تھا۔ اور میرے ساتھ میری ایک لونڈی بھی تھی۔ میں نے بطور متعہ وہ اپنے ساتھیوں کے لیے حلال کر دی۔ یعنی اجازت دے دی۔ کہ وہ اُس سے متعہ کر سکتے ہیں۔ تو حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا۔ یہ زنا ہے۔ لہذا یہ روایت بھی آپ کے رجوع پر دلالت کرتی ہے۔ (یعنی اس پر کہ آپ نے جواز متعہ سے رجوع فرمایا تھا۔ اور حرمت کے قائل ہو گئے تھے)

دبا جازوی کا آخری حوالہ جس میں حضرت ابن عباس اور حضرت عبد اللہ بن زبیر کا کلام بیان کیا ہے۔ اس کا جواب بھی وہی ہے۔ جو اوپر لکھا جا چکا ہے یعنی یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ابن عباس نے اباحت متعہ سے رجوع نہیں فرمایا تھا۔ جب آپ کا رجوع ثابت اور آپسے اس کی حرمت ثابت ہے۔ تو پھر دونوں کے مابین تنازع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تفسیر ابن عباس سے اس بارے میں ہم حوالہ لکھ چکے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الالبصار)

کڑھوکہ

اور

کذب بیانی

جابر بن عبد اللہ صحابی نے جواز متعہ کا اعلان کیا

جواز متعہ :-

جابر بن عبد اللہ جیسا جلیل القدر صحابی حکم عمر کی پرواہ نہ کرتا۔ اور کھلے نغظوں میں منافقت عمر کرتے ہوئے جواز متعہ کا اعلان کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

صحیح مسلم

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مَعْتَمِرًا
فَجِئْنَا فِي مَنْزِلِهِ فَسَأَلَهُ الْقَوْمُ عَنْ أَشْيَاءَ
ثُمَّ ذَكَرُوا الْمُتْعَةَ فَقَالَ تَعْمَلُوا سَتَعْتَنُوا عَلَيَّ
عَمْدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي
بَكْرٍ وَعُمَرُ

(صحیح مسلم جلد چہارم ص ۱۸ مطبوعہ مکتبہ شعیب برنس روڈ
کراچی ۱ منترجم مولانا وحید الزمان)

ترجمہ:

عطاء نے کہا جابر بن عبد اللہ عمرے کے لیے آئے۔ اور ہم سب نے
 کے لیے ان کی منزل میں گئے۔ لوگوں نے اُن سے بہت سی باتیں پچھیں
 پھر متعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا۔ ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے زمانہ مبارک اور ابو بکر و عمر کے زمانہ خلافت میں متعہ کیا۔

نوی شرح مسلم جلد ۱ ص ۱۶۹۔ جن لوگوں نے مسئلہ متعہ میں حضرت عمر کی مخالفت
 کی ہے۔ ان میں عظیم صحابی جناب عبد اللہ بن مسعود بھی ہیں۔ جو بھرے محبوبوں میں ہو
 استمتعتم بہم منہن، کی آیت پڑھ کر وہ اِلٰی اَجَلٍ مَّسْخُوعٍ، (مدت معینہ تک)
 پڑھا کرتے تھے۔ اور جواز متعہ پر نص قرآن کا ثبوت دیتے تھے۔ عبد اللہ بن مسعود سے حدیث
 متواتر جواز متعہ میں منقول ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

درہنثور

عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنَّا نَقْرُؤُا مَعَ رَسُولِ
 اللَّهِ وَلَيْسَ لَنَا شَيْءٌ فَعَلْنَا اَلَا نَسْتَخْصِمِي فَتَهَانَا
 عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا كَيْ اَنْ تُنِكَحَ الْمَرْأَةُ
 بِالشَّوْبِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا
 تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ۔

درہنثور جلد دوم ص ۱۰۳۔ احکام القرآن

جلد دوم ص ۱۸۴۔ میصیح بخاری جلد ۱ کتاب النکاح

ص ۶۰ حدیث ۶۷ ملکہ مودنی کتاب ۳۸۸ / اردو بازار

لاہور۔ مترجم قاری محمد عادل خان

ترجمہ:

قیس کہتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ ہم سرکارِ دو عالم کے ساتھ جنگ میں جاتے تھے۔ اور ہمارے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔ تو ہم نے عرض کیا۔ ہم خفی نہ ہو جائیں۔ تو اپنے ہمیں اس فعل سے منع فرمایا۔ پھر ہمیں ایک کپڑے کے عوض نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ اور یہ آیت تلاوت کی۔ اے ایمان والو! پاک چیزیں اپنے لیے حرام مت کرو۔ جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں ہیں۔

آئیے اور سوچئے۔ عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ عورتوں کے نہ ہونے کا شکوہ کرتے ہیں۔ سرورِ کونین منع فرماتے ہیں۔ پھر آپ کپڑے کے عوض عقد کرنے کی اجازت دیتے۔ اور حکمِ قرآن سناتے۔ کہ اللہ کے حلال کو حرام مت کرو۔ اب ظاہر ہے کہ کپڑے کے عوض جس نکاح کا تذکرہ ہے۔ وہ نکاح متعہ ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ جابر کی احادیث اور صحیح مسلم کی دیگر احادیث میں کپڑے کے عوض نکاح متعہ ملتا ہے۔ پھر سرورِ کونین کا یہ فرمانا کہ جو اللہ نے حلال کیا ہے۔ اسے حرام مت کرو۔ ظاہر ہے بات عورت سے نکاح کی مراد ہی ہے۔ اس لیے آپ یہاں کبوتروں اور بیڑوں کا حلال ہونا تو بیان نہیں کریں گے۔ کسی نکاح ہی کی بات ہوگی۔ اور نکاح بھی دائمی کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ تو عبداللہ بن مسعود نے پہلے ہی بتا دیا ہے کہ نکاح دائمی والے بیسیاں ہمارے ساتھ تھیں۔ اب نکاح متعہ بھی رہتا ہے۔ جس کے متعلق سرورِ کونین لیت پڑھ کر متوجہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ جو چیز اللہ نے حلال کر دی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور کپڑے کے عوض مدتِ معینہ تک نکاح متعہ کرو۔ تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۱ کھول کر دیکھئے عبداللہ بن مسعود کی طرح ابی بن کعب بھی حضرت عمر کی تحریم متعہ کے خلاف گئے عام آیت متعہ کی تلاوت الیٰ اہلِ مَسْکٰی سے کرتے ہیں۔ فتح الباری شرح

صحیح بخاری از ابن حجر جلد ۱ ص ۷۸ پر ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت عمر کے تحریم متعہ کے منفیٰ فیہ میں سے ابو سعید خدری ہیں۔ جو جواز متعہ کے نظریہ پر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری از ابن حجر جلد ۱ ص ۷۸ اور تفسیر طبری جلد ۱۲ ص ۱۸۱ کھول کر دیکھئے۔ سعید بن جبیر جیسا عظیم صحابی بھی حضرت عمر کی تحریم متعہ کے خلاف جواز متعہ کا کافی دلیلیا دیتا ہے۔ ادایت متعہ کی تلاموت کے بعد بطور تفسیر الیٰ اَجَبِلْ مُسْتَتٰی پڑھتا ہے۔ (جواز متعہ ص ۷۷)

جواب:

عبارت مذکورہ میں ان حضرات صحابہ کرام کے نام ذکر کیے گئے ہیں۔ جو بقول جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ کے مخالف تھے۔ اور ان کے برخلاف وہ متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ ان صحابہ کرام میں سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، ابن مسعود، البرید خدری، اور سعید بن جبیر کے اسماء گرامی مراحت سے ذکر کیے گئے مختصر یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعہ کو حرام قرار دینے کے باوجود ان صحابہ کرام نے اُن کی بات نہیں مانی۔ اور حرمت کی بجائے جواز کے پابند رہے۔ اب اس مقام پر ہم دو باتوں کا تذکرہ کریں گے۔ اول یہ کہ کیا حرمت کی طرف سے پیش کردہ مذکورہ روایات واقعی حضرت عمر کے اعلان حرمت کے بعد کی ہیں؟ اور دوسری بات یہ کہ کیا ان روایات میں جبران صحابہ کرام کا جواز متعہ کا نظر پیش کیا گیا۔ وہ اسی نظر پر دنیا سے رخصت ہوئے یا اس سے رجوع کر لیا تھا؟ ان صحابہ کرام کے بارے میں ہم دونوں امور کو پیش نظر رکھیں گے۔ سب سے پہلے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نظر پیش خدمت ہے۔ اور وہ بھی مسلم شریف سے مذکور روایت کے متصل روایت کے الفاظ سے۔ ملاحظہ ہو۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور متعہ کی منسوخی

مسلم شریف

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
فَاتَّاهُ ابْنُ فَقَّالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ
اِخْتَلَفَا فِي الْمُتْعَتَيْنِ فَقَالَ جَابِرٌ فَعَلْنَا مِمَّا
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ
نَهَانَا عَنْهُمَا عَمْرٌ فَلَمْ نَعُدْ لَهُمَا.

(مسلم شریف جلد اول ص ۱۵۱ باب النکاح)

ترجمہ:

ابن نضرہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ کے پاس حاضر
تھا۔ کہ ایک آدمی آیا۔ اور کہنے لگا۔ ابن عباس اور ابن زبیر دونوں متعہ الحج
اور متعہ النکاح میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس پر جناب جابر نے کہا۔
ان دونوں کو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا ہے پھر
ہمیں عمر بن الخطاب نے منع کر دیا۔ پس اس کے بعد ہم نے پھر اس کا
اعادہ نہیں کیا۔

توضیح:

مسلم شریف کی مذکورہ روایت سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

کی شخصیت کا عقیدہ اور نظریہ ٹھکر کر ملنے لگی۔ اسی لیے جاڑوی نے یہ روایت ذکر نہ کی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب دو لوگ الفاظ میں فرما دیا کہ متعہ ہم ضرور کرتے تھے۔ لیکن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یوم خیبر اور فتح مکہ کے پیش نظر لوگوں کو سختی سے ڈانٹا۔ تو ہم نے اس کے بعد اس غبیث فعل کی طرف خیال بھی نہ کیا۔ اور اسے حرام سمجھ کر کنارہ کش ہو گئے۔ گویا جاڑوی نے حضرت جابر کے بارے میں جو روایات ذکر کی۔ وہ اگرچہ جواز متعہ کی خبر دیتی ہے۔ لیکن اُس سے انہوں نے حضرت عمر کے اعلان کے بعد رجوع فرمایا تھا۔ اس وضاحت کے ہوتے ہوئے حضرت جابر کا حقیقی نظریہ بیان نہ کرنا اور یہ کہنا کہ۔۔۔ انہوں نے حضرت عمر کے حرمت متعہ کے اعلان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جواز متعہ کا اعلان کیا۔ کتنا صاف اور کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ جھوٹ سے بچنے کی وہی کوشش کرتا ہے جسے خوں خدا اور شرم مصطفیٰ و آل مصطفیٰ ہو۔ اور جسے ستر سے زائد زنا کرنے کے گناہ سے بچنا مقصود ہو۔ جن میں کم درجہ اپنی ماں سے زنا کرنا ہے۔ (بحوالہ منتہی الامال جلد اول) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مسلک بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور متعہ کی منسوخی

احکام القرآن

وَقَدْ رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ مَنُوعَةٌ
بِالْطَّلَاقِ وَالْعِدَّةِ وَالْمِيرَاثِ

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ دو متہ،، آیت طلاق، عدت
اور میراث سے منسوخ ہو گیا ہے۔

بہت ہی شریف

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ نَسَخَتُمَا الْعِدَّةُ
وَالطَّلَاقُ وَالْمِيرَاثُ.

(بہت ہی جلد منقسم ص ۲۰۷ مطبوعہ جبر آباد دکن)

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آیات عدت، طلاق
اور میراث نے دو متہ، کو منسوخ کر دیا ہے

ابی بن کعب اور ابن عباس کی قرأت شاذ ہے

تفسیر طبری

أَمَّا مَا رَوَى عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ مِنْ
قُرْآئِهِمَا فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ
مُسَمًّى فَفَرَائِثٌ يَخْلَدْنَ مَا جَاءَتْ بِهِ
مِمَّا حِفَّتِ الْمُسْلِمِينَ وَغَيْرُ جَائِزٍ لِأَحَدٍ أَنْ
يُلْحِقَ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى شَيْئًا لَمْ يَأْتِ بِهِ

الْخَبَرُ الْقَاطِعُ الْعَدَدُ عَمَّنْ لَا يَجُوزُ خِلَافُهُ -

(تفسیر طبری جلد ۱۰، مج ۱۰، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ :

بہر حال وہ زائد الفاظ جو حضرت ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت فما استمتعتم بھن میں ”الی اجل مسمى“ سے مروی ہیں۔ یہ ایسی قرآنہ ہے جو مسلمانوں کے مصاحف کے خلاف ہے اور کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کوئی ایسے لفظ ملائے جو یقینی خبر کے ذریعہ ثابت نہ ہوں اور جو اس کی مخالفت جائز نہیں سمجھتا اس کے عذر کو ختم کر دے۔

توضیح

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہم نے چند حالات پیش کیے جو ان کی طرف سے ”متحدہ“ کے منسوخ ہونے کی مصاحف کو تے ہیں۔ موصوف سے جو جاڑوی نے روایت ذکر کی۔ وہ فتح مکہ سے پہلے کی ہے۔ جبکہ متحدہ قطعی طور پر منسوخ نہ ہوا تھا۔ اس لیے حرمت کے بعد اس کی ناسخ آیات کی نشاندہی کر دی گئی اور دوسری بات جو حرمت کے سلسلہ میں تھی۔ تفسیر طبری نے اس کا بھی جواب پیش کر دیا کہ کوئی ایسی روایت جو مسلمانوں کے مصاحف کے ساتھ متفق ہو۔ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں ہے۔ اب اس خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی کا ثبوت کرنا تو خبر واحد کو اس قدر اہمیت دینا ہے۔ جو قرآن کی مصاحف کی ناسخ ہو سکے۔ اگر جاڑوی کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ خبر واحد قرآن کی ناسخ ہوتی ہے۔ تو اس کی یہ بہت بڑی جہالت ہے۔ ان کی اپنی کتب بھی اس کی تائید نہیں کرتیں۔ یا پھر یہ کہنا چاہتا ہے۔ کہ الی اخل مسمى۔

کے الفاظ آیت متعہ میں موجود تھے۔ اب نہیں۔ تو یہ ثبوت جاڑوی کے ذمہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن کریم میں دیکھا جاتے۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔ یا پھر تسلیم کر لیا جائے کہ موجود قرآن ناقص اور محترق ہے۔ یہ خود اس کی کچھلی تقریر کے خلاف ہے۔ لایا تیدہ الباطل من بین ید یدہ الخ

اُدھر اعلان یہ تھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعہ کو حرام فرمانے کے بعد ان صحابہ کرام نے آپ کی مخالفت کی۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت وہ ہمیش کی جاری ہے۔ جرتعہ مکہ سے پہلے کی ہے۔ اب جاڑوی کے لیے دو ہی راستے ہیں، ایک تو یہ کہ ثنابت کیا جائے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواز متعہ کے متعلق جو کچھ کہا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ کے بعد کہا۔ دوسرا یہ کہ اگر بعد میں ہی کہا تو پھر اسے خبر متواتر یا کم از کم خبر مشہور ہی ثنابت کر دکھائے کیونکہ کتاب اللہ پر زیادتی یا اس کے مطلق کو متعہ کرنا خبر واحد سے نہیں ہوتا۔

ابوسعید خدریؓ جواز متعہ والی روایت مجروح ہے۔

فتح الباری

وَأَمَّا أَبُو سَعِيدٍ فَأَخْرَجَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنِ ابْنِ جَرِيرٍ أَنَّ عَطَاءً قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شِئْتُ عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ قَالَ لَقَدْ كَانَ أَحَدٌ نَاسِئْتُمْ بِمَدَائِدِ النَّعْدِجِ سَوِيئًا وَهَذَا مَعَ كَوْنِهِ ضَعِيفًا لِلْجَهْلِ بِأَحَدِهِ وَآيَتِهِ لَيْسَ فِيهِ التَّصْرِيحُ بِأَنَّهُ كَانَ

بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

(فتح الباری جلد ۹ ص ۴۳ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ :

ہر حال جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا متعہ کے بارے میں نظریہ تو
عبدالرزاق نے ابن جریر سے بیان کیا۔ کہ عطاء نے مجھے میری پسندیدہ
شخصیت کے حوالہ سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا
کہ جناب ابوسعید نے فرمایا۔ ہم میں سے کوئی ایک ستو کے بھرے ہوئے
پیلے کے عوض متعہ کیا کرتا تھا۔ یہ بات ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کا ایک
راوی مہول ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں اس بات کی تصریح بھی موجود
نہیں کہ کیا ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تھا۔ ۹

توضیح ۱۔

فتح الباری کے حوالہ سے اخیر جاوڑوی نے حضرت ابوسعید خدری کے متعلق یہ تاثر
دینے کی کوشش کی تھی۔ کہ کتاب مذکورہ میں ان کے جواز متعہ کی صراحت ہے۔ صاحب
فتح الباری علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواز متعہ کی روایت کو ضعیف اور صریح
نہ ہونے کے طور پر پیش کر کے جاوڑوی کے کیے پر پانی پھیر دیا۔ اگر فتح الباری کی
پوری بات نقل کر دی جاتی۔ تو انصاف ہوتا۔ لیکن دھوکہ اور کذب بیانی کا کام تو
ان شیعوں کو اپنے اسلاف سے منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ قرائن یہ بتاتے ہیں کہ جناب
ابوسعید کی جواز متعہ والی روایت اس دور کی ہوگی۔ جب متعہ جائز تھا۔ جیسا کہ حضرت
جابر بن عبد اللہ کے قول میں تھا۔ اس لیے جاوڑوی کو چاہیئے تھا۔ کہ ان حضرات کوئی
ایسی روایت پیش کرتا۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع فرمانے کے بعد سے متعلق

ہوتی۔ کیونکہ جاڑوی نے یہی باد رکھنے کی کوشش کی تھی۔ کہ حضرت عمر کے حرمت منہ کے مخالفین بڑے بڑے صحابہ کرام ہیں۔ جن میں عبداللہ بن مسعود ابوسعید خدری وغیرہ بھی ہیں لیکن قارئین کرام! آپ دیکھ چکے ہیں کہ جاڑوی اپنی اس بے ہودہ کوشش میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دھوکہ

اور

کذب بیانی ۱۹

عبداللہ بن زبیر متعہ کی پیداوار تھے۔ راغب اصفہانی کی عبارت

جواز متعہ

محاضرات راغب جلد دوم ص ۹۴۔ اٹھا کر دیکھیں۔ عظیم صحابی زبیر بن العوام اور علیہ السلام صحابیہ حضرات اسماء بنت ابی بکر خواہرام المؤمنین عائشہ زہرا حضرت عمر کی قولی مخالفت کرتے ہیں بلکہ حکم متعہ کی عملی تفسیر کر کے آپس میں متعہ کرتے ہیں۔ جس سے حضرت عبداللہ بن زبیر جیسا عظیم اتقدّر سپوت جہنم لبتا ہے۔ تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۲ سے امام رازی سے پوچھئے فرماتے ہیں۔ صحابہ میں سے عمران بن حصین حضرت عمر کے خلاف جواز متعہ کا قائل تھا۔

راغب اصفہانی غالی شیعہ ہے

بحوالہ شیعہ کتب

جواب

سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ”مقتلہ کی پیداوار“ جیسے غلط اور خبیث عقیدت سے بھرے ہوئے الفاظ دراصل گندی ذہنیت کی سرچ ہے اور پھر اس کو ثابت کرنے کے لیے محاضرات راغب اصفہانی کا سہارا ایک کر بلا دوسرا نیم چڑھا۔ کے مترادف ہے۔ قابل توجہ یہ امر ہے کہ عبداللہ بن زبیر کے والد گرامی جناب زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور ابو بکر صدیق کی فقر اور ام المؤمنین عائشہ کی ہمشیر سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا یہ دونوں کیا باقاعدہ دائمی نکاح کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یا مبعادی نکاح کے طور پر رہے تھے۔؟ تاریخ شاہد ہے کہ ان دونوں نے نکاح متہ نہیں بلکہ نکاح دائمی کر رکھا تھا۔ دائمی نکاح میں وطی کے بعد پیدا ہونے والا بچہ معتق کی پیدائش نہیں کہلاتا۔ بلکہ اُسے اُن الفاظ سے وہی ذکر کرتا ہے۔ جو خود اس راستے سے آیا ہو۔ لہذا دائمی نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد پر ”مقتلہ“ کا اطلاق سخت تعصب کی نشاندہی کرتا ہے۔ محاضرات راغب اگرچہ ہمارے پاس نہیں۔ چلو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں یہ عبارت ہوگی۔ تو پھر بھی یہ کوئی قابل توجہ بات نہیں۔ کیونکہ راغب اصفہانی بھی کوئی دو قابل اعتماد نہیں لگتا۔ بلکہ وہ بھی اشیر جاڑوی کا ہم نوالہ وہم پیالہ ہے۔ سنہ ۱۱۱۱ھ ان کی اپنی کتابوں سے اس کا تعارف۔

الکفی واللقاب

فَقَالَ الْمَاهِرُ الْخَبِيرُ الْمُرْزَا عَبْدُ اللَّهِ فِي (ض) فِي
تَرْجُمَتِهِ وَنَقَلَ الْخِلَافَ فِي إِعْتِرَائِهِ وَكَشَّيْعِهِ
هَذِهِ الْفُطْلَةُ لِيَكُنَ الشَّيْخُ حَسَنَ بَيْنٍ عَلَى الطَّبْرِيِّ قَدْ
صَرَّحَ فِي آخِرِ كِتَابِهِ إِسْرَارَ الْأَمَلَةِ أَنَّهُ أَيْ الرَّائِبِ
كَانَ مِنْ حُكَمَاءِ الشِّيْعَةِ الْإِمَامِيَّةِ لَهُ مُصَنِّفَات
فَالْقَةَ مِثْلُ الْمُفْرَدَاتِ فِي غَرِيبِ الْقُرْآنِ وَفَائِدَتَيْنِ
الْبَلَاغَةِ وَالْمَحَاضِرَةِ -

الکفی واللقاب جلد دوم صفحہ نمبر ۲۶۸
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ماہر اور باخبر شخص مرزا عبد اللہ نے اصفہا میں کئی حالات کے متعلق کہا۔
کہ اس کے معتزلاور شیعہ ہونے میں اختلاف ہے لیکن شیخ حسن
بن علی طبرسی نے اپنی تصانیف اسرار الامامہ کے آخر میں اس کی مرمت
کر دی ہے۔ کہ راغب اصفہانی شیعہ امامیہ علماء میں سے تھا۔ اس کی
اعلیٰ درجہ کی تصانیف میں مثلاً مفردات فی غریب القرآن اور فائدتین
البلاغۃ والماضیہ۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

(جامع التفسیر) الإمام أبوالقاسم حسین بن

مُحَمَّدُ بْنُ فَضْلِ بْنِ مُحَمَّدٍ الشَّهِيدِ بِرَاعِبِ
 الْأَصْفَهَانِيِّ ذُكِرَ فِي الرِّيَاضِ الْأَوَّلَا وَفُتُوخِ الْخِلَافِ
 فِي تَشْيِيعِهِ ثُمَّ قَالَ لَكِنَّ الشَّيْخَ حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ
 الطَّبْرِسِيَّ صَاحِبَ كَامِلِ الْبَهَائِيِّ صَرَّحَ فِي آخِرِ
 كِتَابِهِ اسْرَارُ الْإِمَامَةِ أَنَّكَ كَانَ مِنْ حُكَمَاءِ
 الشَّيْعَةِ الْإِمَامِيَّةِ

(الذریعہ فی تصانیف الشیعہ جلد ۵)

(۴۵ ص)

ترجمہ :

جامع التفسیر امام ابوالقاسم الراغب اصفہانی کے بارے میں ”ریاض“
 میں پہلے تو یہ ذکر کیا گیا کہ اس کے تشیع میں اختلاف ہے پھر لکھا ”شخص الہی“
 مصنف مرت بہائی نے اپنی کتاب اسرار الامامہ کے آخر میں یہ تصریح
 کی ہے کہ راغب شیعہ حکماء میں سے تھا۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ فَضْلِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُتَوَفَّى كَمَا
 وَرَّخَهُ فِي أَخْيَارِ أَبْشَرِ فِي سَنَةِ اثْنَتَيْنِ وَ
 خَمْسِمِائَةِ الْمُرُوهُوبِينَ كَوْنَهُ مُعْتَزِلِيَا وَشَيْعِيَا
 وَجَزَمَ بِالثَّانِي حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ كَامِلِ الْبَهَائِيِّ فِي آخِرِ
 كِتَابِهِ اسْرَارِ الْإِمَامَةِ وَلِذَا تَرَجَمَهُ صَاحِبُ الرِّيَاضِ
 فِي الْقِسْمِ الْأَوَّلِ - (الذریعہ جلد ۵ ص ۱۲۸)

ترجمہ:

راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اس کے شیوہ یا معتزلی ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن حسن بن علی نے اپنی تصنیف اسرار الامم کے آخر میں اس کے شیوہ ہونے پر حزم کیا ہے۔ اسی وجہ سے صاحب الریاض نے اس کا ذکر ”قسم اول“ میں کیا ہے۔

ایمان الشیعہ

فِي الرِّيَاضِ اخْتَلَفَ فِي كَوْنِهِ شِيعِيًّا فَالْعَامَّةُ صَرَّحَ بِكَوْنِهِ مُعْتَزَلِيًّا وَبَعْضُ الْخَامِسَةِ صَرَّحَ بِذَلِكَ وَلَكِنَّ الشَّيْخَ حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ الْقَطْرِسِيَّ قَدْ صَرَّحَ فِي آخِرِ كِتَابِ أَسْرَارِ الْأِمَامَةِ بِأَنَّهُ كَانَ مِنْ حُكَمَاءِ الشِّيعَةِ فَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ يَظُنُّونَ أَنَّهُ مُعْتَزَلِيٌّ أَقُولُ يُؤَيِّدُ كَثِيرٌ مِنْهُ قَوْلَ مَنْ قَالَ إِنَّهُ مُعْتَزَلِيٌّ فَإِنَّهُمْ كَثِيرٌ أَمَا يَغْلُطُونَ بَيْنَ الشِّيعِيِّ وَالْمُعْتَزَلِيِّ لِلتَّوَافُقِ فِي بَعْضِ الْأَصُولِ وَيُؤَيِّدُهُ أَيْضًا كَثَرَةُ رِوَايَاتِهِ عَنْ أَئِمَّةِ أَهْلِ الْبَيْتِ وَتَعْبِيرُهُ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَقَوْلُهُ فِي مَحَاضِرَاتِهِ كَمَا فِي رَوْضَاتِ الْجَنَابِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَسِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِلَّا بِرَضَاهُمْ لَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَقَالَ

عَنْ أَلَسِ قَالَ الشَّيْخُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
 خَلِيلِي وَوَزِيرِي وَخَلِيفَتِي وَخَيْرَ مَا أَتْرَكُ
 مِنْ بَعْدِي يَقَعْنِي جَنَّتِي وَيَنْجُرُ مَنْ عِدَّتِي
 عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَقْسَمٍ
 لِلشَّيْخِ يَا بَصْرَةَ بِنْتُ أَفْتِيَتْ فِي جَوَازِ الْمُتَعَدِّ فَقَالَ
 يَحْمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ كَيْفَ هَذَا وَعُمَرُ كَانَ
 أَسَدَ النَّاسِ فِيهَا قَالَ لِأَنَّ الْخَيْرَ صَحِيحًا قَدْ آتَا
 أَكْثَرُ صَعْدًا الْمُنْبَرِ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَدْ أَحَلَّا
 لَكُمْ مُتَعَتَيْنِ وَأَنَا أَحَرُّ مِمَّا عَلَيْكُمْ وَأَعَاقِبُ عَلَيْهِمَا
 فَقِيلَ لَنَا شَهَادَتُهُ وَلَمْ نَقْبَلْ تَحْرِيمَهُ هَذَا أَمَا لَقِلَّ
 فِي الرِّوَايَاتِ عَنِ الْمُحَاضِرَاتِ -

داعیان الشیعہ جلد ششم تذکرہ راغبؒ
 اصفہا فی مطبعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ :

”داعیان“ میں ہے کہ راغب اصفہانی کے شیعہ ہونے میں اختلاف
 کیا گیا ہے۔ عام لوگوں نے اس کو معتزلی کہا اور بعض خاص لوگوں نے
 بھی اسی کی تصدیق کی۔ لیکن شیخ حسن بن علی طبرسی نے اپنی کتاب
 اسرار الامامہ کے آخر میں لکھا کہ یہ شیعہ حکماء میں سے تھا۔۔۔۔۔ بہت سے
 لوگوں کا ظن ہے کہ راغب اصفہانی معتزلی ہے۔ میں کہتا ہوں جن
 لوگوں نے اس کے معتزلی ہونے کا قول کیا ہے۔ اسی سے اس کا شیعہ
 ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ شیعہ اور معتزلی بہت سے مسائل میں

ایک دوسرے کے موافق نظریات رکھتے ہیں کیونکہ کچھ اصول میں ان دونوں کا اتفاق ہے۔ اور اس کے شیعہ ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس کی اکثر روایات کا تعلق اسرائیل بیت سے ہے۔ اور یہ اس سے بھی کہ حضرت علی المرتضیٰ کو "امیر المؤمنین" کہہ کر لکھتا ہے۔ اور اس کے شیعہ ہونے کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ جو اس نے محاضرات میں لکھا۔ اسی طرح کا قول روایات الجنات میں بھی ہے۔ قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میرے ساتھ اس طرح ہو جائے جس طرح موسیٰ کے ساتھ ہارون کا معاملہ تھا۔ صرف یہ بات ہے کہ میرے بعد کوئی بنی نہیں اُٹھے گا۔ اور حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ میرا خلیل، وزیر، خلیفہ اور میرے بہترین وارثوں میں سے وہ ہے جو میرے فرض ادا کرے گا۔ اور میرے وعدوں کو پورا کرے۔ وہ علی ابن ابی طالب ہے۔۔۔۔۔ شیخ کو بصرہ میں یکے بعد دیگرے نے عرض کیا کہ تو نے جو از متعہ کا فتویٰ کس کی رائے پر دیا؟ کہنے لگا عمر بن الخطاب کی رائے پر پوچھا کس طرح کیا۔ کہ انہوں نے برسر منبر یہ اعلان کیا تھا۔ پوچھا گیا اُن سے جو از متعہ کیونکہ وہ تو اس بارے میں بڑے سخت تھے۔ کیا وہ اس طرح کو صحیح خبریہ ہے۔ کہ حضرت عمر منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول کے تم پر دو متعہ حلال کیے تھے۔ اور میں ان دونوں کو حرام کرتا ہوں۔ اُن پر عمل کرنے والوں کو سزا دوں گا۔ تو ہم نے ان کی گواہی تو قبول کر لی لیکن متعہ کو حرام قرار دینا قبول نہ کیا۔ یہ ہے وہ جو روایات میں بحوالہ محاضرات ذکر کیا گیا ہے۔

ملحوظ فکر یہ ہے۔ جاڑوی نے محاضرات کا حوالہ دے کر اپنا دعویٰ ثابت کرنے کی

کوشش کی ہے اور صاحب محاضرات کے بارے میں یا تو اسے معلوم تھا۔ کہ وہ بھی شیعہ ہے۔ لیکن عوام کو مخاطبہ دینے کے لیے اس کا مذہب بیان نہ کیا۔ یا پھر کم علمی کی بنا پر راعب اصنافی کے بارے میں اس کے مذہب کا کوئی علم نہ تھا۔ ان کے علاوہ طبرسی نے راعب کے شیعہ ہونے پر بطور دلیل وہی عبارت پیش کی ہے جس کو جاڑوی نے جواز متعہ کے لیے پیش کیا ہے۔ اب کون ذی علم یہ مانے گا۔ کہ ایک شیعہ کی تحریر سے اہل سنت پر حجت قائم کی جائے۔ اب اس کے بعد تفسیر کبیر سے جو حوالہ دیا گیا ہے اور عمران بن حصین کے جواز متعہ کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے ذرا اس کی طرف چلتے ہیں۔ اس روایت میں یحییٰ بن سلیم اور عمران بن مسلم دو راوی ہیں۔ جن پر جرح کی گئی ہے۔ ان کا ذکر پچھلے اوراق میں ہو چکا ہے۔ لہذا مجروح راویوں کی روایت مقام حجت و استدلال پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہوتی۔

آخر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو متعہ کے جائز ماننے والا بیان کیا ہے اس کا تفصیلی تذکرہ بھی ہم لکھ چکے ہیں۔ آپ نے متعہ کی حرمت کے واضح طور پر الفاظ فرماتے ہیں۔ جواز متعہ کی روایات سے مراد متعہ النساء نہیں بلکہ متعہ الحج ہے میعاد نکاح یعنی متعہ کی حرمت کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

بیہقی شریف

عن نافع عن عبد اللہ بن عمر اَقْدَئْتُ سُبُلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ
فَقَالَ حَرَامٌ۔

(بیہقی شریف جلد ۱ ص ۲۰۶)

ترجمہ:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بروایت نافع ہے کہ ان سے متعہ النساء

کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ حرام ہے۔

بہیقی شریف

اخبرنی شعيب عن نافع قال قال ابن عمر لا يحل
لرجل ان يتكح امرأة الا نكاح الاسلام ميمهرها ويرثها
وترثه ولا يقاتلها الى اجل معلوم اكلها امرأتان
مات احد مالم يتوارثا۔

بہیقی شریف جلد ۷ ص ۷۰۷ کتاب النکاح
مطبوعہ حیدرآباد دکن

ترجمہ

جناب نافع سے شعیب بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا۔ کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی عورت سے نکاح اسلام
کے سوا کوئی نکاح کرے۔ اس عورت کو حتیٰ مہر دے۔ مرد اس عورت
کا وارث ہوگی۔ اور ایک مقررہ وقت تک کے لیے نکاح نہ کرے۔ پھر
اگر اس عورت میں اُن میں سے کوئی ایک مر جائے۔ تو ان کے درمیان
وراثت جاری نہ ہوگی۔

توضیح

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جاڑوی نے کہا تھا۔ کہ بیٹا اپنے باپ
کے خلاف فتویٰ دے رہا ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ متعہ کی حرمت کے قائل
اور ان کے بیٹے اس کے جواز کے قائل تھے۔ ہم نے جو دو روایات بیان کی ہیں۔ ان

میں اور جاڑوی کے بیان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ابن عمر نکاح متعہ کو اسلامی نکاح کہتے ہیں نہیں۔ اُن کے نزدیک اسلامی نکاح وہ ہے جس کے بعد مرد اور عورت ایک دوسرے کے وارث بنیں۔ نکاح متعہ میں وارث نہیں ہوتی اس کی تحقیق ہم بیان کر چکے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد گرامی کی طرح متعہ النساء کی حرمت کے بالتصريح قائل و معتقد تھے۔

سلمہ بن امیہ معبد بن امیہ اور عمرو بن حریس کے حلیت متعہ کی حقیقت

ان تینوں حضرات کے متعلق جاڑوی کا کہنا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ کے بعد یہ تینوں حضرات بھی اس اعلان کے سنت مخالف تھے۔ اور یہ کہ تینوں حضرات متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ یہ اس کا دھوکہ اور مغالطہ وہی ہے۔ اگرچہ اس کے حوالہ کے طور پر ارشاد الساری کتاب کا نام لیا گیا۔ لیکن اصل کتاب یہ نہیں۔ بلکہ فتح الباری ہے۔ کتاب مذکورہ میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ابن حزم کی اس عبارت کی تردید کر رہے ہیں۔ جس میں ابن حزم نے چند ان صحابہ کرام کے نام گنوائے ہیں۔ جن کے بارے میں اس کا خیال یہ تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد یہ حضرات متعہ کی حلیت کے قائل تھے۔ صاحب فتح الباری نے ان تمام دلائل و روایات کا ایک اجمالی جواب ذکر کیا۔ دیکھئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ کہ متعہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کے کچھ حصہ تک کیا۔ ”رواہ جابر عن جمیع الصحابہ“ اس پر صاحب فتح الباری لکھتے ہیں۔ فان كان قوله فعلنا يعم جميع الصحابة فقولہ ثمر لغد يعم جميع الصحابة

فیکون اجماعاً۔ یعنی اگر حضرت جابر کا یہ کہنا کسب کرتے رہے۔ اس ”ہم سب“ سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں۔ تو پھر اس کے بعد ان کا یہ قول کہ ”پھر ہم نے دوبارہ یہ نہیں کیا“ سے مراد بھی تمام صحابہ کرام ہی ہو گا۔ جب تمام صحابہ کرام نے متعہ کرنا چھوڑ دیا تو حرمت متعہ پر اجماع صحابہ ہو گیا۔ اور اگر اس سے مراد تمام نہ ہوں۔ تو پھر اس سے مراد صرف حضرت جابر کی اپنی ذات ہو گی۔ اور اس طریقہ سے تمام صحابہ کرام کا متعہ کرنا ثابت نہ ہوا۔ اسی لیے ابن حزم نے جب ”فعلنا“ سے مراد تمام صحابہ لیے تو ابن حجر نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ بہر حال اگر ”فعلنا“ سے مراد تمام صحابہ ہوں۔ تو ”لہ لعد“ سے بھی تمام مراد ہوں گے۔ اس طریقہ سے حرمت متعہ باجماع صحابہ ثابت ہو گی۔ اور اگر ”فعلنا“ سے مراد صرف حضرت جابر کی اپنی ذات ہے تو پھر تمام صحابہ کرام کو اس میں شامل کرنا زیادتی ہے۔ اس سے صرف یہ معلوم ہو گا۔ کہ حضرت جابر متعہ کے قائل تھے۔ لیکن پھر اس کی حرمت کے قائل ہو گئے تھے۔ یہ تھا حال اس روایت کا جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی تھا۔ غلط فہمی کی بنا پر جاڑوی نے دوسروں کو بھی غلط فہمی کا شکار کرنا چاہا۔ اب آخر میں خالد بن مہاجر کے بارے میں حقیقت حال پیش قدمت کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں بھی جاڑوی نے یہی تاثر دیا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع فرمانے کے باوجود یہ حضرت اس کی مخالفت پر ڈٹے رہے۔ اور اس کے ثبوت کے لیے سنن بیہقی کا حوالہ دیا گیا۔ اس میں بھی کذب بیانی سے کام لیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ کے بعد جناب خالد بن مہاجر کا ایسا ایک قول بھی جاڑوی نہیں دکھا سکتا جس میں اُس کا ”بنا ہونا بنا نا نظر آتا ہو“ سنن بیہقی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

بیہقی شریف:

قَالَ ابْنُ شَهَابٍ فَأَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ مَهَاجِرٍ بِنِ سَيْفِ اللَّهِ

اَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ رَجُلٍ جَاءَهُ رَجُلٌ فَاَسْتَقَاتَهُ
 فِي الْمُنْتَعَةِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْاَنْصَارِيُّ مَهْلًا
 قَالَ مَا هِيَ وَاللّٰهُ لَقَدْ فَعَلْتُ فِي عِلْمِ اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ
 قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ اِنَّهَا كَانَتْ رُخْصَةً فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ
 لِمَنْ يُّظَلِمُ اِلَيْهَا كَالْمَيْتَةِ وَالذِّمْرُ وَالْحَبْرُ الْخَنْزِيرُ
 ثُمَّ اَحْكَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ وَنَهَى عَنْهَا۔

(بیہقی شریف جلد ۵ ص ۵۰۵ کتاب الکلاخ)

ترجمہ:

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے خالد بن مہاجر نے بتایا کہ وہ ایک مرتبہ بیٹھا
 ہوا تھا کہ ایک مرد آیا۔ اور اس نے اس سے متہ کے بارے میں فتویٰ
 طلب کیا۔ اُسے ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا۔ ٹھہرو۔ کہا۔ وہ کیا ہوتا ہے؟
 خدا کی قسم! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متہ کیا ہے۔ ابن ابی
 عمرہ نے کہا۔ متہ کرنا اول اسلام میں رخصت تھا۔ لیکن اس شخص کے لیے
 جو اس پر مجبور ہو جائے۔ جس طرح مجبور کے لیے مردار، خون اور خنزیر
 جائز ہو جاتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوطی عطا فرمادی
 تو پھر اس متہ سے منع کر دیا۔

توضیح

خالد بن مہاجر اگرچہ متہ کے جواز کے قائل تھے۔ لیکن انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے منع فرمانے کا چونکہ علم نہ تھا۔ اس لیے جب ابن عمرہ انصاری نے حقیقت حال
 کی وضاحت کی۔ اور متہ کی ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی۔ تو اس

کون کر خالد بن مہاجر کے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔ آپ نے اس پر خاموشی فرمائی۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے ہوتے ہوئے اپنے نظریہ سے رجوع فرمایا تھا۔ یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اگر متہ کی حرمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان فرمائیں۔ تو خالد بن مہاجر اسے تسلیم نہ کریں۔ اور ابن ابی عمرہ انصاری کہیں۔ تو اسے تسلیم کر لیں۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خالد بن مہاجر کے اقوال کا فرضی اختلاف پیش کر کے جاڑوی نے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

ربیعہ بن امیہ

موطامام مالک کے حوالہ سے حضرت عمر اور ربیعہ بن امیہ کی متعہ کے بارے میں جاڑوی نے مخالفت ذکر کی۔ جھوٹ اور فریب دہی کی یہ بھی ایک عینی جاگتی تصویر ہے۔ موطامام اس اختلاف کا کوئی نام و نشان نہیں۔ بلکہ جو کچھ ربیعہ بن امیہ سے ہوا۔ وہ لاعلمی کی بنا پر تھا۔ اگر مقابلے یا مخالفت کے طور پر ہوتا۔ تو حضرت عمرؓ انہیں رجم کر دیتے۔ سینے امام مالک موطامام کیا فرماتے ہیں۔

موطامام مالک

مالك عن ابن شهاب عن عروة زبیر ان خولة بنت حكيم دخلت على ابن الخطاب فسألت ان ربيعه بن اميه استمتع بامرأة فحملت منه فخرج عمر بن الخطاب فزعا يبعد رداءه فقال هذه المنة لو كنت تقدرت

فِيهَا الرَّجَمُ -

(موطا امام مالک ص ۷۵ نکاح متد مطبوعہ
میر محمد کراچی)

ترجمہ:

خوابت حکیم ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطاب کے ہاں آئیں۔ اور ان سے پوچھا۔ کہ ربیعہ بن امیہ نے ایک عورت سے نکاح متد کیا۔ تو وہ عورت اس سے حاملہ ہو گئی۔ یہ سن کر حضرت عمر غصہ میں باہر نکلے۔ لائے۔ اور آپ اپنی چادر گھسیٹ رہے تھے۔ پھر فرمایا۔ یہ متد ہے۔ اگر میں اس بارے میں پہلے سے اعلان کر چکا ہوتا۔ تو ربیعہ کو سنگسار کر دیتا۔

توضیح

موطا کی درج بالا عبارت واضح طور پر یہ اعلان کر رہی ہے۔ کہ ربیعہ بن امیہ کا واقعہ داصل متد کی حرمت سے لاعلمی کی بنا پر وقوع پذیر ہوا۔ جب انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس اعلان کا علم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم فتح مکہ کو اس سے منع کر دیا تھا۔ تو انہوں نے اس کی مخالفت نہ کی۔ اسی بنا پر جناب فاروق اعظم نے ربیعہ کو رجم نہ کرایا۔ اب اس وضاحت کے ہوتے ہوئے ان دونوں حضرات کے مابین فرضی مخالفت ثابت کرنا ظلم ہے۔

نوٹ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متد کی ممانعت کا اعلان یوم فتح مکہ کو فرمایا تھا۔ بعد میں جب ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم کا دور خلافت آیا تو ان دونوں خلفاء کو اغیار

کی سازشوں اور جہاد میں مصروفیات کی بنا پر اس کا موقع نہ مل سکا۔ کہ وہ اپنے اپنے دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کو شہرت دیتے۔ اس لیے بہت سے افراد اس کی ممانعت سے بے خبر تھے۔ بعد میں حضرت فاروق اعظم نے اعلان عام فرما دیا۔ تاکہ کسی کے لیے کوئی حجت نہ رہے۔ اسی بنا پر انہوں نے ربیعہ کو بوجہ لاعلمی رجم کی سزا نہ دی۔ اور علم ہو جانے کے بعد ربیعہ نے پھر اس قسم کی حرکت نہ کی۔ ایک طرف جاڑوی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت عمر کے اعلان کے خلاف صحابہ کرام کی بہت سی شخصیات میدان میں اُتر آئیں۔ اور دوسری طرف اس نے یہ منطقی اپناٹی۔ کہ دو صحابہ کرام اگرچہ متعہ کے بارے میں یہ سمجھتے تھے کہ یہ جائز ہے لیکن حضرت عمر کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔ جیسا کہ حسی علی خیر العمل اور تدوین قرآن ایسی باتوں پر صحابہ کرام نے مخالفت نہ کی۔ حالانکہ یہ ان کے نزدیک ناجائز تھے۔

ایک طرف کھلی مخالفت اور دوسری طرف ڈر کے مارے چپ سادھے ہوئے۔ کیا یہ صحابہ کرام کی عظمت بیان ہو رہی ہے؟ چلو مان لیتے ہیں۔ کہ عمر بن الخطاب کا ڈر تھا۔ لیکن جب عمر فاروق کا انتقال ہو گیا۔ عثمان غنی کا دور سازشوں کی زد میں تھا۔ اور علی المرتضیٰ خلیفہ چہارم بن کر مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ حتیٰ کہ ائمہ اثنا عشر نے اپنے اپنے دور میں اس کا رواج جائز کیوں نہ قرار دیا۔ اب عمر بن الخطاب تو نہ تھے۔ پھر کس کا ڈر تھا۔ کوئی شیعہ یہ ثابت کرنے کی جرات کر سکتا ہے۔ کہ ان کے بارہ اماموں میں سے کتنے وہ ہیں جنہوں نے متعہ پر عمل کیا۔ جب ان کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ متعہ کے بغیر ایمان نہیں۔ تو پھر اس کا اپنا تا بہت ضروری تھا۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ سے منع فرمایا۔ اس میں

ان کا اپنا ذاتی مفاد کیا تھا متوجہ اجراء خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے منع کرنے سے حضرت عمر کو کیا ملا؟ اگر کوئی صاحب عقل و خرد غور کرے۔ تو اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خواہش پرست نہ تھے اور اس عمل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نفسانی خواہشات نہ اپنے لیے پسند کرتے تھے۔ اور نہ ہی اپنے دوسرے مسلمان بہن بھائیوں کے لیے پسند فرماتے تھے۔ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان **دِدِ الشَّيْطَانِ يَفْتِنُ مَنْ ظَلَّ عَمَدَهُ**، کا یہ عملی نمونہ تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے اول آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا تحفظ کیا ہے۔ ذاتی اغراض و مقاصد پیش نظر نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین ثم امین

دھوکہ

اور

کذب بیانی

حرمتِ متعہ کی روایات باہم متضاد ہیں

جوازِ متعہ: نظریہ ابن حجر

ابا آئے اور حضرت عمر کے روکنے اور صحابہ کرام کے خاموش رہنے کا سبب جو ابن حجر نے بیان کیا ہے۔ کہ صحابی کی خاموشی ان کی رضا اور موافقت کے علاوہ حکم رسول پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا جائزہ لیں کہ یہ نظریہ کہاں تک درست ہے

جہاں تک سکوت صحابہ کا تعلق ہے۔ وہ تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ صحابہ نے غامضی نہیں کی بلکہ بانگِ دہل مخالفت کرتے رہے ہیں۔ البتہ ارشادِ ساری جلد و لاص ۷۷ میں حرمتِ متعہ کے لیے تین روایات پیش کی گئی ہیں۔ ایک روایت ابو ہریرہ سے ہے اور وہ عبداللہ بن عمر سے ہے۔

جہاں تک ابو ہریرہ کی روایت کا تعلق ہے۔ صاحبِ ارشادِ ساری نے ابو ہریرہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد خود اس حدیث پر یوں تبصرہ کیا ہے۔

ان فی حدیث ابی ہریرۃ مقالاً فانہ من روایۃ موثر
ابن اسماعیل عن عکرمہ ابن عمار و فی
کل منہا مقال

ترجمہ :

ابو ہریرہ کی حدیث سلسلہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں موثر بن اسماعیل اور عکرمہ بن عمار ہیں۔ اور یہ دونوں مجروح ہیں۔ اب آئیں اور عبداللہ بن عمر کی دو احادیث دیکھیں۔ ان کی عبارت کچھ یوں ہے۔

لما ولی عمر خطب فقال ان رسول اللہ اذن لنا
فی المتعہ۔

جب عمر حکمران بنا تو اس نے دورانِ خطبہ کہا۔ کہ سرورِ کونین نے ہمیں

تین بار متعہ کی اجازت دی تھی۔ لیکن پھر اسے حرام قرار دے دیا۔ ان احادیث کے سلسلہ سے قطع نظر اصل حدیث کو دیکھیں۔ عبد اللہ بن عمر سرور کو مین سے حدیث نقل نہیں کر رہا۔ حضرت عمر حکمران بنتے ہیں۔ تو دوران خطبہ فرماتے ہیں۔ کہ سرور کو مین نے اجازت متعہ دینے کے بعد متعہ سے منع فرما دیا تھا۔ علاوہ ازیں سابقا مسند احمد حنبلی جلد دوم ص ۹۵ پر یہی عبد اللہ بن عمر جواز متعہ کی حدیث نقل کرتا ہے۔ جو گزر چکی ہے جس میں عبد اللہ بن عمر وضاحت سے بتاتے ہیں۔ کہ سرور کو مین کے زمانہ میں متعہ ہوتا رہا ہے۔ کیا عبد اللہ بن عمر کے کلام میں تضاد نہیں ہے؟ کیا حدیث کو عبد اللہ بن عمر نے اپنے باپ سے منسوب کیا؟ اور کیا عبد اللہ بن عمر کی جواز متعہ کی احادیث کے مستند روای حرمیت متعہ کے ضعیف راویوں پر غالب نہیں رہیں گے۔؟

(جواز متعہ ص ۶۹)

جواب:-

نظریہ ابن حجر کے تحت جو کچھ جاڑوی نے کہا۔ اس کا خلاصہ تین امور ہیں۔
اول:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ پر صحابہ کرام کی خاموشی دراصل حکم رسول کی موافقت ہے۔ کہ متعہ جائز ہی ہے۔

دوم: حرمت متعہ کی تین ہی روایات ہیں۔ ان میں سے روایت ابو ہریرہ مجروح ہے۔ کیونکہ وہ عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے۔

سوم: عبد اللہ بن عمر کی روایات میں تضاد ہے۔ اور حرمت متعہ کی روایات بمقابلہ جواز متعہ ضعیف ہیں۔

اول: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ پر صحابہ کی خاموشی خود جاڑوی کی اپنی تحریر اس کا منہ چڑھاتی ہے۔ گزشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

کہ بقول جاڑوی اعلانِ عمر کے وقت پر اور اس کے بعد عظیم صحابہ کرام نے اس کی مخالفت کی۔ اور پھر ان کے نام بھی جاڑوی نے گوائے۔ اب یہاں ادروں کے ساتھ نہیں بھی ”غاموش“ بنایا گیا۔ یہ تو تھا ایک پہلو کہ جس سے جاڑوی کی بدحواسی ٹپک رہی ہے۔ دوسرا پہلو یہ کہ حضرات صحابہ کرام نے مخالفت کی بجائے موافقت میں اپنا تائیدی کردار ادا کیا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا وہ قول بطور حجت کافی ہے جس میں آپ نے تمام صحابہ کرام کی کیفیت بیان فرمائی۔ فرمایا۔ اعلانِ حرمتِ متعہ کے بعد ”فَلَمْ نَعُدْ مَا“ ہم نے پھر اس (متعہ) کا اعادہ نہ کیا۔ کیا یہ غاموشی ہے؟

دوم: ”حرمتِ متعہ پر روایت ابو ہریرہ سخت مجروح ہے“ فتح الباری سے جو یہ اقتباس پیش کیا گیا۔ جاڑوی نے اس کا پس منظر بیان نہ کر کے تالیف و تصنیف میں بددیانتی کا ارتکاب کیا۔ صاحب فتح الباری بحث یہ کر رہے۔ کہ حرمتِ متعہ کی روایات کے مقامات مختلف ہیں۔ یعنی یہ اعلانِ خیر کے دن ہوا، فتح مکہ دن، طائوس کے دن۔ تبوک یا حجة الوداع کے دن۔ سفر تبوک کے دوران جن روایات سے حرمتِ متعہ ثابت ہوتی ہے۔ وہ تین ہیں۔ جن میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہ کی ہے۔ یعنی ابنی حجر بیان یہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حرمتِ متعہ کا اعلان دومرتبہ ہوا۔ ایک اس وقت جبکہ یوم خیر تھا۔ یہ اعلان اس بنا پر کیا گیا۔ کہ درجہ اہلیت میں لوگ متعہ کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاہلِ فعل کو ممنوع فرمادیا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر صرف تین دن کے لیے اس کی اباحت کر دی گئی۔ پھر آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس سے منع فرمادیا۔ اس بحث کے بعد ابن حجر تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ وہ روایات جن میں سفر تبوک کے دوران متعہ کی حرمت ملتی ہے۔ وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ یعنی ان روایات کو حرمتِ متعہ پر پیش کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ حرمت بعد میں اٹھالی گئی۔ اور پھر دائمی حرمت کا اعلان فتح مکہ ہوا جس کے بعد دوبارہ متعہ کی اجازت نہ دی گئی۔

اب اس حقیقت کو سامنے رکھ کر ادرادھر جاڑوی کی تحقیق سے اس کا موازنہ کیا جائے۔ تو بات صاف صاف نظر آئے گی۔ کہ ابن حجر پر ثابت کرنے کے لیے کہ حرمت متعہ یوم فتح مکہ کو ہوئی۔ سفر تبوک کی روایات ناقص ہیں۔ تین روایات پر جرح کر رہے ہیں لیکن جاڑوی اینڈ کمپنی ان تین روایات کی جرح تو پیش کر رہا ہے۔ یہ نہیں بتا رہا کہ ابن حجر نے یہ جرح کیوں کی۔ چلے مان لیا۔ کہ مذکورہ تین روایات جن میں سے ایک روایت ابو ہریرہ کی بھی ہے۔ مجروح ہیں۔ لیکن وہ روایات جو حرمت متعہ کو یوم فتح مکہ سے ثابت کرتی ہیں۔ ان کے بارے میں جاڑوی کا کیا خیال ہے؟ فتح الباری کی عبارت ادر بھراس کا مطلب اپنے حق میں ہموار کرنے کے لیے جاڑوی نے کیا کیا جتن کیے۔ اُچھے فتح الباری کی عبارت دیکھیں۔ کہ وہ جاڑوی کا کس طرح منہ چڑاتی ہے۔

فتح الباری

والمشہور فی تحریمہا ان ذالک کان فی غزوة الفتح كما اخرجہ المسلم من حدیث الربیع بن ثمرہ..... فاما رواية التبرک انخرجها اسحاق بن راهويه وابن حبان من طريقة من حدیث ابی ہریرہ الخ۔

(فتح الباری جلد ۵ ص ۱۳۸)

ترجمہ:

متعہ کی تحریم کے متعلق مشہور یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن کے ہوئی۔ جیسا کہ امام مسلم نے ربیع بن سمرہ کی حدیث بیان کی۔..... لیکن وہ روایات

کہ جن سے حرمت متعہ یوم تبوک کو ثابت ہوتی ہے۔ جن کا اخراج اسحاق بن راہویہ اور ابن جہان نے کہا۔ اور حدیث ابو ہریرہ اس پر پیش کی۔ یہ غیر مشہور ہے۔ سوہرہ: حضرت عبداللہ بن عمر کی احادیث میں تضاد۔ جاڑوی کو تو وہ تضاد کی تعریف کا ہی علم نہیں۔ اسے کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر کی احادیث میں اس لفظ کا استعمال کرے۔ حضرت ابن عمر کی وہ دونوں احادیث پیش خدمت ہیں۔ اُن میں تضاد تلاش کیجئے۔

- ۱۔ حضرت عمر نے دورانِ خطبہ کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک کے لیے متعہ کی اجازت دی تھی۔ اس کے بعد اپنے اس سے منع فرمادیا۔
- ۲۔ بحوالہ مستند امام احمد بن حنبل، حضرت عبداللہ بن عمر نے متعہ کو جائز قرار دیا۔

روایت اولیٰ اور ثانیہ میں ایک بات متفق علیہ ہے۔ وہ یہ کہ متعہ جائز تھا۔ پہلی روایت میں اس کی اجازت تین دن تک مخصوص ذکر کی گئی ہے۔ اور دوسری روایت میں جواز متعہ کی روایت علی الاطلاق ہے۔ اس حد تک دونوں روایتوں میں اتفاق ہے۔ لیکن پہلی روایت میں تین دن کے بعد حرمت کا ذکر ہے۔ دوسری میں نہیں۔ لیکن حرمت متعہ کا حکم دوسری روایت کے خلاف نہیں۔ خلاف تب ہوتا۔ کہ اس میں یہ بیان کیا جاتا۔ کہ متعہ کا جواز تین دن کے بعد منسوخ نہیں ہوا۔ جاڑوی کو یہ فرق نظر آیا۔ اور تضاد کی بھینس کی نڈھ کی لاٹھی سے بانگنا شروع کر دیا۔

علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جس متعہ کے جواز کے قائل ہیں وہ متعہ النساء ہے ہی نہیں۔ اس کی ہم تحقیق پیش کر چکے ہیں، بلکہ اس سے مراد متعہ الحج ہے اب یہ کس قدر ستم ظریفی ہے۔ کہ ایک روایت میں متعہ النساء کی

تین دن تک اباحت اور پھر بدی حرمیت کا ذکر اور دوسری روایت میں متعہ الحج کے جواز کا مسئلہ، ان دونوں کو باہم تضاد بنایا گیا۔ کیا تضاد کے لیے ایک ہی چیز کا متعین ہونا ضروری نہیں۔ اگر جاڑوسی کے نزدیک تضاد یہی ہے۔ کہ دو مختلف چیزیں دو مختلف حکم رکھیں۔ تو پھر اتفاق کہاں ہو گا؟ آخر میں یہ دعویٰ جڑا گیا۔ کہ روایات جواز متعہ مضبوط ہیں۔ اور حرمت والی ضعیف۔ ہمارا چیلنج ہے۔ کہ جاڑوسی اینڈ کمپنی کو ٹی ایک ایسی روایت پیش کر دیں۔ جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کے دن متعہ الفساد کے حرام ہونے کا اعلان فرمایا۔ تو اس کے بعد متعہ الفساد کے جواز کا بھی ارشاد فرمایا۔ منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

مختصر یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جواز متعہ کی روایات مقبول ہیں۔ لیکن یہ جواز قبل تحریم کی ہیں۔ دائمی جواز کی ایک روایت بھی ان سے مروی نہیں۔

لہذا ضعیف و قوی کہنے کو تو جاڑوسی نے کہہ دیا۔ لیکن اس کا ثابوت کرنا اس کے لیے بلکہ اس کی تمام ”امت شیعیت“ کے لیے مشکل ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

کھوکھوہ ۲۱

اور

حاصل مطالعہ

جواز متعہ

مابقہ بیان سے جو حقیقت ثابت اور واضح ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ (۱) جواز متعہ احکام شریعہ میں سے ہے۔ (۲) قرآن کریم سے جواز متعہ ثابت ہے (۳) سرور کونین سے جواز متعہ ثابت ہے (۴) سرور کونین سے متعہ کی حرمت ثابت نہیں (۵) صحابہ کی اکثریت زمانہ رسالت میں عملاً متعہ پر عمل کرتی رہی۔ صحابہ کی واضح اکثریت تا دم آخر جواز متعہ کی قائل رہی (۶) متعہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے ابتدائی دور میں ہوتا رہا (۷) حضرت عمر نے اپنے زمانہ حکومت میں متعہ پر سختی سے پابندی عائد کی (۸) بعض صحابہ نے حضرت عمر کے دورہ کے دُور سے چپ سادھ لی (۹) جلیل القدر صحابہ نے حضرت عمر کی پروا نہ کرتے ہوئے کھلے عام مخالفت کی بعد کے فقہائے اہل سنت کی دو قسم ہو گئیں۔ کچھ متعہ کو جائز قرار دیتے رہے۔ اور کچھ متعہ کو حرام اور غیر شرعی کہتے رہے (۱۰) متعہ کو حرام کہنے والے علماء نے حضرت عمر کی تحریم کو سامنے رکھ کر آیات قرآن کی مختلف تاویسیں کیں۔ اور حضرت عمر کی تحریم کو درست ثابت کرنے کی خاطر مقام مصطفیٰ تک کا خیال نہ کیا (۱۱) حتیٰ کہ توشیحی جیسے علم کلام کے مسلم علماء نے حضرت عمر اور سرور کونین دونوں کو اجتہاد کی ایک لڑی میں پرو دیا۔ اور انتہائی بے باکی سے کہہ دیا۔ کہ اجتہاد عمر اجتہاد رسول

سے متعادم ہو گیا۔ (۱۲۳) متعہ کو جائز قرار دینے والوں نے قرآن حکیم اور رسول کریم کے اصل جواز کو سامنے رکھا۔ اور حضرت عمر کی تحریم متعہ کی پروا دہ نہ کی (۱۳) حضرت عمر کو امتی اور سرور کونین کو ذاتِ احدیت کا نمائندہ سمجھا۔ سرور کونین کو مجتہد نہیں بلکہ شامع اور حضرت عمر کو دوسرے صحابہ کی طرح کا ایک جمابانی سمجھا۔ حضرت عمر کی رائے کو دیگر افراد امت میں سے ایک فرد کی ذاتی رائے قرار دے کر قابلِ اعتماد نہیں سمجھا۔ (۱۴) یہی نظریہ ائمہ اہل بیت اور شیعیانِ علی بن ابی طالب کا ہے۔ حتیٰ کہ شیعیانِ اہل بیت میں گزشتہ چودہ صدیوں میں ایک بھی اسی نظریہ کا مخالف نہیں ہوا۔ آخر میں مناسب ہو گا کہ اگر علماء امامیہ میں سے شیخ مفید کی مختارات شیخ مفید سے اثبات متعہ پر ایک مناظرہ لکھ دیں۔ تاکہ قارئین کو اجماع کی بصیرت میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ فقہی تطبیق طبع ہو جائے۔ (جواز متعہ ص ۷۱، ۷۲)

جواب بالترتیب

- ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یوم فتح کو متعہ کی حرمت کا اعلان فرما دیا۔ تو اب جواز نہیں بلکہ حرمت متعہ احکام شرعیہ میں سے ہے۔
- ۲۔ جس آیت قرآنیہ سے جواز متعہ ثابت کیا جاتا ہے۔ اولاً وہ آیت نکاح دائمی کے لیے اتری نہ کی میعاد نکاح کے لیے، دوم اگر میعاد نکاح کے لیے تھی تو پھر اس کے حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔
- ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اگرچہ متعہ کی اجازت ثابت ہے لیکن صرف تین دن تک کے لیے تھی۔ بعد میں اسے ممنوع فرما دیا۔
- ۴۔ مستدرر فرغ احادیث صحیحہ سے متعہ کی حرمت ثابت ہے لیکن صرف تین دن تک کے لیے تھی۔ بعد میں اسے قرآن کریم نے منسوخ فرما دیا۔ تو اصل

حرمت پھر سے موجود ہو گئی۔

۵۔ بامر مجبوری تین دن کے لیے متعہ کی اجازت اور وہ بھی اُن صحابہ کرام کے لیے جو آپ کے ساتھ غزوہ میں تھے۔ صحابہ کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار سے متجاوز تھی ان میں سے اکثریت کے بارے میں قول کرنا تو بہت آسان ہے۔ لیکن ہم چیلنج کرتے ہیں کہ جاڑوی وغیرہ تمام اصاغرو اکابر پچاس صحابہ کرام کے اسماء گرامی ہی گنوا دیں۔ جنہوں نے فتح مکہ کے وقت متعہ کی وقتی حلت اور پھر حرمت کے بعد اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ بلکہ جاڑوی تو اپنے ہم مسکوں کی اکثریت بھی نہیں دیکھا سکتا۔ کہ جنہوں نے اس ”شریعت عمل“ کو بگلے لگایا ہو۔

۶۔ فتح مکہ کے دن حرمت متعہ کا اعلان ہوا۔ بعد میں دور ابو بکر اور عمر کے ابتدائی دور میں چونکہ سازشوں اور قتلوں نے سراٹھار رکھا تھا۔ اس لیے اس اعلان کی تشبیہ اور اس پر سختی سے عمل کرانے کا موقع نہ مل سکا۔ جس کی وجہ سے کچھ لوگ اس کی حرمت کا علم نہ ہونے کی بنا پر اس میں مصروف رہے۔ حالات سازگار ہونے پر حضرت عمر نے اس پر سختی سے عمل کروایا۔

۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود اپنی طرف سے متعہ کی حرمت نہیں فرمائی۔ بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احادیث کے پیش نظر ایسا کیا۔ اسی لیے آپ نے اعلان میں یہ بھی فرمایا۔ کہ جواز متعہ پر چار گواہ پیش کر دو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد اس کی حرمت کو ختم فرما کر اباحت فرمائی تھی۔

۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وڑھ ٹھیک بہت کارگر تھا۔ لیکن کس کے لیے؟ حضرات صحابہ کرام نے ”وَلَمْ يَلْعَنُوا“ کہا۔ کہ حرمت متعہ پر اجماع کر لیا۔ اب انہیں کس وڑے کا ڈر تھا۔ پھر یہ بھی کہ اگر ایک بڑھیا کھڑی ہو کہ حضرت عمر کو لوگ

سکتی ہے۔ جس کا ذکر کتب اہل تشیع میں بھی موجود ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے جنہیں ”عادول“ فرمایا۔ ان کے دُترے سے ڈرنے کا کیا مطلب؟ صحابہ کرام کوئی ”شیعوہ“ تھوڑے ہی تھے۔ کہ ”تقیہ“ کر لیتے۔ انہوں نے خاموشی اختیار نہیں کی۔ بلکہ بیانِ گدہل حضرت عمر کا ساتھ دیا تھا۔

۹۔ جلیل القدر صحابہ کرام نے مخالفت نہیں بلکہ موافقت کی۔ جس کی دلیل حضرت جابر کا یہ جملہ ہے۔ ”ہم نے متعہ کو دوبارہ نہیں اپنایا، اور یہ بات کہ اہل سنت کی دو قسمیں ہو گئیں۔ ایک جواز کی قائل اور دوسری حرمت کی تو یہ بھی کذب ہے۔ اس سے مراد امام مالک کی ذات ہے۔ کہ وہ جوازِ متعہ کے قائل تھے۔ لیکن موطا امام مالک میں حرمتِ متعہ کی روایات موجود ہوتے ہوئے یہ کہنا بھی غلط ہے۔
۱۰۔ تاویلوں کی ضرورت تب پڑتی ہے۔ جب قرآن کریم اور احادیثِ مصطفیٰ سامنے نہ ہوں۔ جب آیاتِ ناسخ اور صریح احادیث موجود ہیں۔ تو پھر تاویل کی کیا ضرورت؟

۱۱۔ توشیحی ہمارا نہیں تمہارا بزرگ ہے۔ اور اسی لیے اس نے تمہاری طرح بجواس کی بے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت کو داغدار کرنے کے لیے اس نے یہ منطوق و فلسفہ جھاڑا ہے۔

۱۲۔ کیا جوازِ متعہ والوں نے قرآن کے اصل جواز اور رسول اللہ کے اصل ارشاد کو سامنے رکھا؟ وہ ہیں کون؟ جاڑوسی اینٹ لکینی ہی جواز کی شائق ہے جبکہ تمہارے نزدیک روایاتِ صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے کہ موجود قرآن، محرف اور غیرِ مکمل ہے۔ پھر کس شوخی پر ”قرآن کے اصل جواز“ کو پیش کیا جا رہا ہے۔ ہاں وہ آیات جو اکتیس سے چالیس تک کے کسی سپارے میں ہوں۔ وہ پیش کر دو۔ تو شاید بات بن جائے۔ رہی دوسری اصل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

احادیث، تو اس سے بھی تمہارا دامن خالی ہے۔ ادھر ادھر سے گھڑ کر صحاح اربعہ بنائیں۔ اور ائمہ اہل بیت کے نام سے دکان چکائی۔ ائمہ اہل بیت نے اسی لیے فرمادیا تھا۔ کہ خیر دار! ہماری طرف سے پیش کردہ ہر بات کو ہماری بات نہ سمجھنا۔ ہاں اگر قرآن و سنت مصطفیٰ سے مطابقت رکھے تو ٹھیک در نہ پھینک دینا۔ کیونکہ کسی کی سازش ہوگی۔

۱۲۔ حضرت عمر واقعی حضور کے امتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے محبوب خلیفہ اور نمائندہ ہیں۔ میں اس سے کب انکار کرے۔ اگر انکار کیا تو تمہارے مٹاؤں جی توشیحی نے کیا۔ اب سنایا نہیں جا رہا ہے۔ ٹھیک ہے الثا جو کہ تو ان کو مٹانے۔

۱۴۔ ائمہ اہل بیت کا نظریہ اور شیعیان علی کا پسندیدہ و متفقہ سب ہے۔ جہاں تک اول الذکر کا دعویٰ ہے۔ تو اس پر کوئی ایک مستند حوالہ کہ کسی امام نے خود یا اپنے فرزند کو اس کا شوق دلایا ہو۔ رہا موخرالذکر لوگوں کا معاملہ تو ان کے لیے تو نفس پرستی اور خواہش برآری کے سامان چاہئیں۔ لیکن بدقسمتی سے شام، لبنان اور عراق کے ”شیعیان علی“ بڑے بے وفا اور کم ہمت نکلتے۔ کہ انہوں نے اپنے ائمہ کے نظریہ کو اپنے گھروں میں داخل نہ ہونے دیا۔ بلکہ ایسا کرنے والوں کو بے شرم کہا۔

شرم تم کو مگر نہیں آئی۔

کھوکھ

— اور —

کذب بیانی ۲۲

مناظرہ شیخ مفید برائے متعہ ابن لؤلؤ کے ساتھ

جواز متعہ:

ابن لؤلؤ نے شیخ مفید سے سوال کیا۔ ثبوت متعہ پر آپ لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے
 شیخ مفید نے جواب دیا۔ ہمارے پاس قرآن کی یہ آیت ہے۔ احل لکم ما وراہ
 ذالکمر ان تبتغوا بما موالکم محصنین غیر مسافحین فہا استمتع
 بہ منہن فاترہن اجورہن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما
 تراضیتہن بعد من بعد القریضۃ ان اللہ کان علیما حکیم
 علاوہ ازیں تمہارے لیے سب کچھ حلال ہے۔ اگر تم اپنے مال کے ذریعہ بدکاری
 سے بھٹ کر شرافت کے ساتھ وطنی کرنا چاہو چنانچہ جن عورتوں سے متعہ کرو
 انہیں ان کی اجرت واجباً ادا کرو۔ اور باہمی رضامندی کے بعد اگر کچھ کی بیشی
 دمت اور اجرت کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ اللہ علیم حکیم ہے۔ ذات احدیت
 نے واضح الفاظ سے نکاح متعہ کا شرائط و اوصاف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ مثلاً اجرت

باہمی رضامندی، اجرت اور مدت میں بعد از عقد کی یا پیشی کا اختیار وغیرہ۔۔۔ ابن ابی لؤی نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ یہ آیت منسوخ ہے۔ اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے۔

والذین هم لقر و جہم حافظون۔ الاعلیٰ از واجہم او ما ملکک ایما نہم فانہم غیر ملو میں فمن ابتغی وراء ذالک فاو لئک هم العادون۔

اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور کنیزوں کے کسی طرف نہیں دیکھتے وہ قابلِ مذمت نہیں۔ علاوہ ازیں جو بھی ننگاؤں کرے گا۔ تو وہ نافرمانوں میں شمار ہوگا۔ شیخ مفید نے ابن ابی لؤی کی دلیل کا رد کرتے ہوئے کہا۔ جہاں تک یہ سمجھتا ہوں۔ تو وجہ کی بنا پر آپ کو اشتباہ ہوا۔ کہ آیت متعہ کی، ناسخ ہے۔

وجہ اول:

آیت میں ازواج کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اور آپ نے اپنے ذاتی مفروضہ کی بنا پر متعہ والی عورت کو زوجہ شمار نہیں کیا۔ حالانکہ اثباتِ متعہ کے قائل متعہ والی عورت کو نہ صرف زوجہ مانتے ہیں۔ بلکہ متعہ والی عورت کی زوجیت کو بھی ثابت کرتے ہیں

وجہ دوم:

شائد اپنے خیال نہیں فرمایا۔ اور ممکن ہے کہ جامعین قرآن کو بھی اس بات کا خیال نہ رہا ہو۔ کہ ناسخ اس آیت کو کہا جاتا ہے۔ جو بعد میں آئے۔ اور منسوخ اس کو کہتے ہیں۔ جو پہلے آچکی ہو۔ جبکہ زیر بحث مسئلہ میں آپ اگر غور فرمائیں تو

معاذ برعکس نظر آئے گا۔ جو آپ نے آیت پیش کی ہے۔ وہ سورہ مومن سے ہے۔ یہ قرآن پڑھنے والا جانتا ہے۔ کہ سورہ مومن کو جامعین قرآن نے مکی سورتوں کے درجہ میں شمار کیا ہے۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ کہ مکی سورتیں نزول کے اعتبار سے پہلے نازل ہوئیں ہیں۔ جب کہ آیت متعہ سورہ نساء میں ہے۔ اور سورہ نساء کو جامعین قرآن نے مدنی سورتوں کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مدنی سورتیں وقت نزول میں مکی سورتوں کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ اب بھلا آپ بتائیں۔ کہ مدنی حکم کا نسخہ مکی ہو سکتا ہے۔ اگر آیت متعہ مکی ہوئی۔ اور آیت ازواج مدنی ہوئی تو پھر آپ کہہ سکتے تھے۔ کہ آیت متعہ منسوخ ہے۔ اور آیت ازواج نسخ ہے۔ (جواز متعہ تصنیف اشیرؒ لاوی فاضل قم)

جواب امر اول

”عورت متمتعہ ازواج“ میں داخل ہے۔ اور اس کی زوجیت بھی ثابت ہے۔ کہنے کو تو بات بڑی آسان ہے۔ اور بزم خود بہت بڑا اعتراض ہے۔ لیکن اس دعویٰ پر دلائل کا مطالبہ کرنا ابن لوط کا حق بنتا ہے۔ جلد تمہارے کہنے کے مطابق مان لیتے ہیں۔ کہ ابن لوط نے مطالبہ نہ کیا۔ اور تم نے اپنی طرف سے ڈگری جاری کر دی لیکن اب ان کی طرف سے ہمارا مطالبہ ہے۔ کہ جاڑوی وغیرہ اس دعویٰ پر دلائل پیش کریں۔ تاکہ سنی علماء کو تسلی ہو جائے۔ اس کے برعکس ابن لوط کی تائید میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ چند وجوہ کی بنا پر عورت متمتعہ ازواج، میں داخل نہیں ہو سکتی۔

۱۔ منکوحہ مدخلہ کو طلاق طے پر عدت گزارنا قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن متمتعہ کے ساتھ عیسیٰ کی صورت میں عدت کی کوئی ضرورت نہیں۔

۲۔ منکوحہ کے ساتھ اس کا خاوند ایلاہ کرنا چاہیے۔ تو ہو سکتا ہے۔ متمتعہ کے ساتھ نہیں۔

- ۲۔ منکوحہ کے ساتھ اظہار بھی ہو سکتا ہے۔ متمتعہ کے ساتھ نہیں۔
- ۳۔ منکوحہ کے وطی کرنے والا، مجمن، کہلائے گا۔ متمتعہ کے ساتھ ہم بستری سے دو احسان، ثنابت نہیں ہوتا۔
- ۵۔ نکاح دائمی میں عورت کی رہائش، نان و نفقہ وغیرہ کا ذمہ دار مرد ہوتا ہے نکاح میعاد میں ان میں سے کسی کی ذمہ داری مرد پر نہیں ہوتی۔
- ۶۔ خاوند اور بیوی کے مابین اگر عصمت فروشی یا بدکاری کا الزام آجائے۔ تو قاضی ملعن کرائے گا۔ نکاح متمتع میں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔
- ۷۔ میاں بیوی میں سے کسی کے انتقال کی صورت میں دوسرا اس کا لازماً وارث ہوگا۔ نکاح متمتع میں توارث نہیں۔
- ۸۔ نکاح دائمی میں توالد و تناسل ہوتا ہے۔ متمتعہ میں صرف نفس کی خواہش پورا کرنا ہے۔
- ۹۔ منکوحہ دائمی ان عورتوں میں سے ہر ایک ہوتی ہے۔ جن کو چار تک زوجیت میں لایا جاسکتا ہے۔ یعنی چار عورتوں سے زائد بیک وقت نکاح میں نہیں آسکتیں۔ لیکن عورت متمتعہ ان میں داخل نہیں۔ (بحوالہ فروغ کافی جلد پنجم ص ۴۵)
- متمتعہ محض لونڈی کی حیثیت والی ہے۔ چاہے ایک ہزار ہو جائیں۔
- ۱۰۔ بیوی یا منکوحہ کا از روئے عرف اطلاق اس عورت پر ہوتا ہے۔ جو دائمی نکاح میں ہو۔ اور میعاد نکاح والی کو اہل بیت نے ”مستاجرہ“ کہا ہے

(فروغ کافی جلد ۵ ص ۴۵)

چیلنج

شیخ مفید نے عورت متمتعہ کو ”ازواج“ میں داخل کیا۔ اور جاڑوی نے اس

مناظرہ پر غلطییں سجائیں۔ اب مفید تو ”غیر مفید“ ہو گیا۔ اس لیے اُس سے مطالبہ نہیں ہاں جاڑوی اینڈ لکپتی سے ہمارا یہ مطالبہ ہے۔ کہ مذکورہ کس امور جو شکوک کے لیے ہم نے بیان کیے۔ متمتعہ کے لیے ان کا ثبوت کہیں سے پیش کر دو۔ اور پچاس ہزار کا انعام پاؤ۔

جواب امر دوم

آیت متمتعہ مدنی سورت میں ہے۔ اور اس کی تائید مکی ہے۔ لہذا بعد میں اترنے والی منسوخ نہیں ہو سکتی الخ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ دلیل اور وجہ شیخ مفید نے بیان نہیں کی ہوگی جاڑوی نے اپنی دکان چمکانے کے لیے اس کا نام استعمال کیا ہے۔ اور اگر شیخ مفید کی ہی تسلیم کر لی جائے یا جاڑوی کی خود ساختہ۔ تو حیرت اس امر پر ہے۔ کہ ایسی کچھ اور گئی گزری باتوں پر ”مناظرہ“ کی فتح کا ڈھول پیٹا جا رہا ہے۔ مکی اور مدنی سورتوں کی تعریف کیا ہے؟ علماء نے اس کی تین صورتیں پیش کی ہیں۔

۱ قول: ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہونے والی مکی اور اس کے بعد اترنے والی مدنی ہیں۔
 ۲ دوم: جن میں اہل مکہ سے خطاب وہ مکی اور جن میں اہل مدینہ مخاطب وہ مدنی ہیں۔
 ۳ سوم: جو مکہ میں نازل ہوئیں چاہے ہجرت سے پہلے یا بعد وہ مکی اور جو ایسی نہیں وہ مدنی ہیں۔

ان تینوں تفسیروں میں سے زیادہ مشہور آخری ذکر ہے۔ گزشتہ اوراق میں ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ کہ متمتعہ کی حرمت فتح مکہ کے دن ہوئی اور ہمیشہ ہمیش کے لیے ہوئی اس لیے صاحب تفسیر روح المعانی نے لکھا ہے۔ ”والذین هم لفرو وجعلوا حظوت“ اس دن نازل ہوئی ہوگی۔ جس دن (یعنی فتح مکہ کے دن) آپ نے متمتعہ کو ابدی حرام قرار دے دیا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ شیخ مفید اور ابن تومر کا مناظرہ محض شیعوں کو خوش کرنے کے لیے گھڑا گیا۔ تاکہ اپنی بدترقی ثابت کر کے ”متمتعہ“ کو جزو ایمان بنائے رکھیں۔ (فلا تعتبروا یا اذنوا الا بعباد)

دھوکہ

== اور ==

کذب بیانی ۲۳

متنعہ الی عورت کو میراث نہ ملنے کی بھونٹی بکث

جواز متعہ:

ابن لازم۔ اگر متعہ والی عورت زوجہ حقیقیہ ہوتی تو اُسے وراثت میں سے بھی حصہ ملنا چاہیے تھا۔ اور اسے طلاق بھی دی جاسکتی۔ چونکہ متعہ والی عورت کو نہ میراث سے حصہ ملتا ہے۔ اور نہ ہی اُسے طلاق دی جاتی ہے۔ اور ان دونوں صورتوں پر کلامائے امامیہ کا اتفاق ہے۔ تو پھر اُسے کس طرح زوجہ حقیقیہ کہا جاسکتا ہے۔
 شیخ مفید۔ یہ بھی آپ کا اشتباہ ہے۔ وراثت کا سبب صرف زوجیت ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ زوجیت کے ساتھ کچھ اور بھی ہو تو میراث سے حصہ لے سکے گی۔ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ حسب ذیل بیویاں میراث سے حصہ نہیں لے سکتیں۔
 ۱۔ مطلقہ عورت کو میراث سے کچھ نہیں ملتا۔

۲۔ لونڈی اگر لونڈی ہوتے ہوئے بیوی ہو تو اُسے میراث سے کچھ نہیں ملتا۔

۳۔ جو بیوی اپنے شوہر کی قاتلہ ہو اسے میراث نہیں ملتی۔

۴۔ بیوی اگر کافرہ ذمیہ ہو تو اسے مسلمان شوہر کی میراث سے حصہ نہیں ملتا۔ مذکورہ بالا ہوتی تو بیویاں ہیں لیکن وفات شوہر کے بعد انہیں پوری امت مسلمہ کی کوئی فقہ بھی میراث کا حق دار نہیں سمجھتی۔ گویا میراث کے لیے صرف زوجیت ہی کافی نہیں اب لیجئے آپ کا دوسرا ارشاد ہے۔ کہ متعہ والی عورت کو طلاق نہیں دی جاسکتی لہذا یہ حقیقی زوجہ نہیں۔ آپ خود غور فرمائیں۔ اور امت مسلمہ کے ہر مکتب فکر کی فقہ کو دیکھ لیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ میاں اور بیوی کی جدائی طلاق سے مشروط نہیں۔ بلکہ طلاق کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں جن میں میاں اور بیوی بغیر طلاق ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ توجہ فرمائیں۔

- ۱۔ جو عورت لعان کر دے۔ کیا وہ طلاق کے بغیر شوہر سے علیحدہ نہیں ہو جاتی۔
- ۲۔ جس عورت سے طلاق کر لیا جائے۔ کیا وہ طلاق کے بغیر مرد سے علیحدہ نہیں ہو سکتی
- ۳۔ جس مسلمان بیوی کا خاوند مرد مراد ہو جائے کیا وہ بلا طلاق شوہر سے جدا نہیں ہو سکتی۔

۴۔ اگر نانی، نواسے، یا نواسی کو شرائط رضاع کے ساتھ دودھ پلا دے۔ تو کیا ان بچوں کی ماں ان بچوں کے باپ کے لیے بلا طلاق حرام مودہ نہیں ہو جاتی آپ اندازہ لگائیں۔ کیا یہ ازواج حقیقیہ نہیں ہیں؟ دونوں فہرستیں آپ کے سامنے ہیں۔ وہ بھی ازواج حقیقیہ ہی ہیں۔ جو زوجہ ہونے کے باوجود میراث سے حصہ نہیں لے سکتیں۔ اور وہ بھی ازواج حقیقیہ ہی ہیں۔ جو زوجہ ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور طلاق کی پابند نہیں اسی طرح بنا برائیں آپ کا یہ کلیہ کلیہ نہ رہا۔ جو زوجیت کے لیے طلاق اور میراث دونوں ضروری ہیں۔ لہذا جس طرح مذکورہ بالا عورتیں حقیقی ازواج ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور طلاق کی پابند نہیں اسی طرح متعہ والی عورت بھی زوجہ ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور

طلاق کی پابند نہیں۔ جب ابن لاؤنفا موسس ہو گئے۔ اور انہوں نے کوئی جواب دیا۔
 تو میں نے کافی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا محترم آپ انصاف فرمائیں۔ مسئلہ متعہ میں
 ہمارا اور جمہور مسلمین کا عجیب معاملہ ہے۔ جب جمہور مسلمین اس بات پر متفق ہیں کہ متعہ
 فرقہ جعفریہ کی بدعات سے ہے۔ جمہور مسلمین اس بات پر متفق ہیں کہ آیت متعہ قرآن میں
 موجود ہے۔ سرور کونین نے اجازت دی۔ اور زمانہ رسالت میں متعہ ہوتا بھی رہا ہے۔
 صحابہ اور صحابیات باہم متعہ بھی کرتے رہے ہیں۔ جمہور مسلمین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ
 ائمہ اہل بیت کا اباحت متعہ پر اجماع ہے۔ اور جمہور مسلمین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ
 متعہ کے عدم جواز کا حکم حضرت عمرؓ نے اپنے دور حکومت میں دیا تھا۔ اور اعتراف کرنے
 کے بعد کہ زمانہ رسالت میں متعہ تھا۔ لیکن میں اسے حرام کرنا ہوں۔ گویا جس طرح دیگر
 صحابہ زمانہ رسالت میں اثبات متعہ کی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بھی ان صحابہ
 میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور زمانہ رسالت میں اثبات متعہ کی روایت کرتے ہیں۔
 البتہ روایت اثبات متعہ کرنے کے بعد حرمت متعہ کا فتویٰ فرماتے ہیں۔

واقعہ شیخ مفید ختم ہوا۔ اب آپ دیکھیں فرقہ جعفریہ کا کیا مقصود ہے۔ فرقہ جعفریہ
 نے صرف یہی کہا ہے کہ ہم نے دیگر صحابہ کے ساتھ حضرت عمرؓ کی اثبات متعہ کی روایت
 کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا فتویٰ ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اور ہمارا یہ فعل صرف
 ہمارا نہیں۔ بلکہ اس میں سرور کونین کے علیل القدر صحابہ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ جن
 کی فہرست سابقہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب امت مسلمہ کی مرضی خواہ ہمیں کچھ بھی کہیں ہم
 قرآن کریم سرور کونین کے فرامین اصحاب سرور کونین خواہم الامونین عائشہ کے عمل اور
 ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے عمل کو ٹھکرا کر کسی طرح صرف حضرت عمرؓ کے فتویٰ کو تسلیم کر
 سکتے ہیں؟

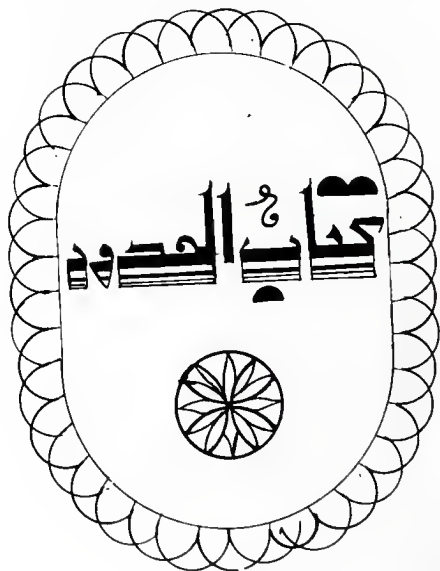
(جواز متعہ ص ۷۵)

جواب: اثیر جاڑوی نے ایک فرضی مناظرہ اور دو مناظر اپنی طرف پیش کر کے

ادھر ادھر کی ہانک کر خود ہی فاتح بن گیا۔ فرضی طور پر دو اعتراضات کے جو جوابات دیئے گئے۔ آپ پر ان کی اہمیت چھی نہیں۔ اہل سنت کا دعویٰ یہ ہے کہ اگر نکاح دائمی ہو اور اس کو توڑنا چاہیں۔ تو طلاق کی ضرورت پڑتی ہے۔ جبکہ طلاق کا کوئی مانع نہ ہو۔ وہ جو جاڑی نے شیخ مفید کی طرف سے چار چار باتیں ذکر کیں۔ وہ موانع کی فہرست میں آتی ہیں۔ مطلقہ کو میراث نہیں ملتی۔ لیکن متمتعہ مطلقہ کب سے ہوئی؟ مطلقہ کو طلاق دے کر فارغ کر دیا گیا متمتعہ کو فارغ کس طلاق سے کیا گیا؟ لونڈی بیوی ہو تو وراثت نہیں۔ اور اگر آزاد عورت ہو تو پھر کیا خیال ہے؟ لیکن متمتعہ لونڈی ہو یا آزاد دونوں صورتوں میں وراثت سے محروم ہے۔ شوہر کی قاتل نہ ہو تو پھر متمتعہ اور منکوحہ میں فرق ہو گا یا نہ؟ منکوحہ اگر مسلمان ہو کہافر یا ذمیہ نہ ہو۔ تو وراثت ہوگی یا نہیں؟ صرف دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے طلاق، رقیقت بقتل اور اختلاف دین وہ امور ہیں۔ جو وراثت سے محروم کر دیتے ہیں کیا ان میں کے ہوتے ہوئے بھی زوجہ وراثت سے محروم ہوگی؟ ہماری گفتگو ان موانع کے نہ ہونے کی صورت میں ہے۔ یعنی منکوحہ اگر مطلقہ، لونڈی، قاتل یا کافرہ نہیں تو کیا وارث ہوگی یا نہیں۔ اور انہی اوصاف کے ساتھ متمتعہ وارث ہوگی یا نہیں؟ صاف بات ہے کہ منکوحہ وارث ہوگی۔ اور متمتعہ نہیں۔ لہذا متمتعہ اور منکوحہ دونوں ایک جیسی کیسی ہو گئیں؟ یہاں شیخ مفید کے سر پر مناظرہ کی پگڑی باندھ کر یہ باور کرایا جا رہا ہے۔ کہ نکاح دائمی اور نکاح مبیعہ میں کس نے والی عورت ایک جیسی ہے۔ اور جاڑی نے اپنی اسی کتاب کے شروع میں منکوحہ اور متمتعہ کے درمیان خود فرق بیان کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ عورت متمتعہ سے جب مقررہ وقت تک استفادہ ہو جائے تو اس کے جدا کرنے کے لیے طلاق کی ضرورت نہیں۔ اور یہ بھی کہ متمتعہ ان چار عورتوں میں سے نہیں ہوتی جو شرعاً ایک وقت میں اکٹھی نکاح میں لانا جائز ہیں۔ اور متمتعہ کے لیے وراثت کا معدوم ہونا اور خود حقیقی شرط ہے۔ ایک طرف خود فرق بیان کیا جا رہا ہے اور دوسری

طرف دونوں کو ایک کر کے دکھایا جا رہا ہے۔ سچ ہے۔ دودھ گورا ملاحظہ نہ باشد۔
 ”اجماع مسلمین“ کے ضمن میں جاڑوی نے چند اجتماعی صورتیں ذکر کیں۔ ہم ان میں
 سے ہر ایک کا تفصیلی جواب تحریر کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ آیت متعہ اگر تسلیم کر لی جائے کہ
 قرآن میں ہے۔ تو وہ منسوخ ہو چکی ہے۔ صحابہ کرام نے متعہ کیا۔ لیکن حرمت کے بعد اور
 علم حرمت کے بعد ایک واقعہ بھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔ باقی رہا یہ کہ ہم اہل تشیع قرآن کو
 چھوڑ کر سنت پیغمبر سے منہ موڑ کر اہل بیت کے عمل کو ترک کر کے صرف ایک عمر کے
 فتویٰ پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عمر نے از خود
 اسے حرام نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس پر سنت رسول پیش کی تھی۔ اہل بیت کرام نے بھی متعہ
 کی حرمت کو تسلیم کیا ہے۔ فروع کا فی دعیزہ کتب کو دیکھ لیا جائے۔ اور اہل بیت کے
 سردار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کی حرمت کو صراحتاً بیان فرمایا ہے۔ ان
 حالات میں قرآن کریم سے روگردانی سنت مصطفیٰ سے جان چھڑوانی اور اہل بیت
 کے ارشادات پر من مانی تمہیں مبارک ہو۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)



کتاب الحدود

حدود الہیہ کا مقصد بنی نوع انسان سے جرائم کا خاتمہ ہے۔ اور ان کے قیام سے ظالم و مظلوم کے مابین عدل و انصاف کے باعث معاشرہ صراط مستقیم پر گامزن ہوتا ہے۔ چوری کرنے پر اگر چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تو دوسروں کے لیے یہ بات باعث عبرت ہو جائے گی۔ قاتل کو قصاصاً مار دیا جائے تو انسانی جانوں کو تحفظ مل جائے گا۔ اسی طرح کسی کی عزت و آبرو سے کھیلنے والا اگر کوڑوں کی زد میں آجائے۔ تو مرد و زن کی عزت و آبرو محفوظ ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ قطع ید، قصاص، رجم اور تنویہ انتہی کوڑے چند سنگین جرائم کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے۔ ان میں سے سخت ترین سزا زانی (شادی شدہ) کے لیے ہے۔ وہ یہ کہ اسے پتھر مار مار کر موت کی نیند سلا دیا جائے۔ لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فقہ جعفریہ میں اس سزا کا ذکر تو ضرور ہے۔ لیکن اس کے اجرا کے لیے ایسا طریقہ کار اور دروازہ کار بخشیں ان کے ہاں موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے اس کا نفاذ ناممکن ہو گیا ہے۔ اس عدم امکان پر حوالہ جات سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ دوزنا، کی تعریف کر دی جائے۔ تاکہ اصل مقصد تک رسائی آسان ہو جائے۔

”زنا“ کسی ایسی عورت سے وطی کرنا ہے۔ جو نہ ملکِ تکین (لونڈری) میں ہو اور نہ ہی اس سے نکاح کیا گیا ہو۔ نکاح یا عقد شرعی کا انعقاد ایجاب و قبول بشرطِ دو گواہ ہوتا ہے۔ شہادت اس لیے شرط ہے۔ کہ اس سے دو افراد کا رشتہ زوجیت میں منسلک ہونے کا نیا تعلق (زوجیت) لوگوں میں شہرت پکڑے۔ اور ان کے اکٹھا ہونے پر کوئی اعتراض نہ کرے۔ اس کے برخلاف اگر صرف ایجاب و قبول پر ہی عقد شرعی کو موقوف رکھا جائے۔ اور گواہی شرط نہ ہو۔ تو پھر زنا اور عقد شرعی میں فرق مشکل ہو جائے گا۔ زنا میں بھی زانی اور مرتبہ اکثر باہم راضی ہوتے ہیں۔ لیکن فقہ جعفریہ میں عقد شرعی کے لیے گواہی شرط نہیں رکھی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ آپ کسی جوڑے کو بدکاری کا الزام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ وہ کہہ دیں گے۔ ہم نے باہم رضامندی سے یہ کام کیا ہے اب زنا کے ثبوت اور اس پر مقرر حد کا نفاذ کیونکر ہو گا؟

اگر اہل تشیع اس امر سے انکار کریں۔ کہ احناف کی طرح ہمارے ہاں بھی عقد شرعی کے لیے گواہی شرط ہے۔ اور ہم پر یہ الزام ہے۔ کہ ہم شہادت کو شرط قرار نہیں دیتے۔ تو اس بارے میں گزارش ہے۔ کہ ان کے ہاں انعقادِ نکاح کے لیے شہادت کا نہ ہونا بطور نص ثابت ہے۔ اہل تشیع کے نزدیک نکاح میں شہادت اس لیے ہونی چاہیئے۔ کہ کل کلاں اگر میاں بیوی کے درمیان تنازعہ ہو جائے تو میراث یا اولاد کے بارے میں یہ گواہی کام دے گی۔ اس لیے گواہی کو تحسن اور اولویت کا درجہ دیا گیا ہے۔ اب اس شرط کے فائدہ کے ساتھ جس عیاشی اور بے راہ روی کی گنجائش نکالی گئی۔ وہ کسی پر مغنی نہیں ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔



گواہی کے بغیر نکاح شرعی ہو جاتا ہے

فروع کافی

علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر
عن عمر بن اذینہ عن زرارة بن اعین قال
سُئِلَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ
الْمَرْأَةَ بِغَيْرِ شَهِودٍ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِتَزْوِيجِ الْبَتَّةِ
فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ إِنَّمَا جَعَلَ الشَّاهِدُ فِي تَزْوِيجِ
الْبَتَّةِ مِنْ أَجْلِ الْوَلَدِ لَوْلَا ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ
بِهِ بَأْسًا۔

(فروع کافی جلد ۵ ص ۳۸۷ - باب

التزویج بغیر البتہ۔)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی عنہ سے ایسے مرد کے نکاح
کے بارے میں پوچھا گیا۔ جو بغیر گواہوں کے نکاح کرتا ہے؟ فرمایا
اللہ اور اس مرد کے مابین اس نکاح کے ہونے میں کوئی حرج نہیں

گواہ تو اس لیے رکھے جاتے ہیں۔ تاکہ اولاد کے بارے میں بوقت ضرورت کام آئے۔ اگر یہ (اولاد) نہ ہو۔ تو گواہی کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے

توضیح

جب نکاح شرعی کے لیے گواہی کی ضرورت نہ رہی۔ اور اگر ہے بھی تو صرف اولاد کے حلالی ہونے کے لیے۔ تو پھر واضح ہے۔ کہ زانی اور مزنیہ یہ بدکاری حصول اولاد کی خاطر تو کرتے نہیں۔ بلکہ خواہش نفس کو پورا کرتے ہیں۔ اور اولاد سے بچنے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک زنا اور عقد شرعی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کچھ فرق نظر آتا ہے۔ تو شاید ایجاب و قبول اور وہ بھی زبان سے کہنا۔ ورنہ باہم رضامندی تو دل میں موجود ہی ہوتی ہے۔ اسی لیے ان کے ہاں اگر عقد کیے بغیر بھول کر کسی عورت سے وطی کر لی۔ تو وہ سزا کے زمرے میں نہیں آئے گا۔



عقد کیے بغیر اگر بھول کر عورت سے وطی کر لی جائے تو کوئی سزا نہیں

فروع کافی

عَدَّةٌ مِنْ اصْحَابِنَا عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ بَعْضِ

اصحابہ عن زرع بن محمد عن سماعة قال
سَأَلْتُ عَنْ كُجَلٍ أَدْخَلَ جَارِيَةً يَسْمَعُ بِهَا ثَمَرَ
أَكْنَى أَنْ يَسْتَرْطَحَتْ وَأَقْعَلَهَا يَجِبُ عَلَيْهِ
حَدُّ الزَّانِي قَالَ لَا وَلَكِنْ يَسْمَعُ بِهَا بَعْدَ النِّكَاحِ
وَيَسْتَحْزِمُ اللَّهُ مِنْ مَا أَلْفَى

(۱- فردع کافی جلد پنجم ص ۴۶۶ کتاب النکاح
باب النوادر)

(۲- وسائل الشیعہ جلد ۱۱ صفحہ نمبر ۳۹۲
کتاب النکاح باب ان من اراد متع
بامرأة ففسى العقد حتى وطئها)

ترجمہ:

اسماء کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ
ایک مرد کسی عورت کے پاس نکاح متعہ کے لیے گیا۔ لیکن وقت وغیرہ
کی شرط مقرر کرنا بھول گیا۔ اور اس سے ہم بستری کر بیٹھا۔ کیا اس پر
زنا کی حد واجب ہوگی؟ فرمایا نہیں۔ لیکن اس عورت کے ساتھ
نکاح کرے۔ اور بھردہٹی کرے۔ اور جو پہلے کرچکا۔ اس کی اللہ تعالیٰ
سے معافی مانگے۔

توضیح

حوالہ مذکورہ میں نکاح متعہ کا ذکر ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ متعہ کرنے
والا ایجاب و قبول اور وقت کی تعیین سب کچھ بھول گیا۔ اگر یاد رہا تو

صرف خواہش نفس پوری کرنا۔ وہ پوری کر چکا۔ تو یاد آیا۔ ہٹے میں کیا کر بیٹھا لیکن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ”اپنے لاڈلے، کو بقول سماء وہ رعایت کی۔ کہ اس پر مرثیہ کو جی چاہتا ہے۔ فرمایا۔ چلو اب نکاح کر لو۔ اور شرائط باندھ لو۔ اور پھر جم بستی کر لو۔ اس سے پہلے رہ گئی کسر پوری ہو جائے گی۔ اور صرف اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لینا۔ بتلایے۔ کہ اس طریقہ سے کس چیز کو رواج دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور پھر وہ بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے؟ شہادت تو پہلے ہی شرط نہ تھی ایجاب و قبول بھی نکاح کے رکن نہ رہے۔ ملاحظہ ہو۔

منہ
۳
منہ

ایجاب و قبول اور گواہی کے بغیر نکاح ہو
سکتا ہے۔

فروع کافی

علی بن ابراہیم عن ابیہ عن نوح بن شعیب
عن علی بن حسان عن عبد الرحمن بن کثیر
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاءت
امراة الى عمر فقالت اتي زینت قطیر فی
قامر بہا ان ترجمہ فاحبر بذالک امیر المؤمنین

فَقَالَ كَيْفَ رَأَيْتِ فَقَالَتْ مَرَرْتُ بِالْبَادِيَةِ
فَأَمَّا ابْنِي عِطْشٌ شَدِيدٌ فَأَسْتَقِيْتُ إِحْرَاءِيًّا
فَأَجَبَنِي أَنْ يَسْقِيَنِي إِلَّا عَنِّ امْكِنْتُ مِنْ نَفْسِي فَلَمَّا
أَجَلَدَنِي الْعِطْشُ وَخَفِيتُ عَلَى نَفْسِي سَقَانِي
فَأَمْكِنْتُ عَنْ نَفْسِي فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
تَنْ وَ يُسُجِّ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ -

(فردوس کافی جلد پنجم ص ۴۷ کتاب النکاح)

(باب النوادر)

ترجمہ:

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کر لیا ہے۔ لہذا مجھے اس گناہ سے پاک کرو۔ آپ نے اسے رجم کا حکم دیا۔ جب اس کا علم حضرت علی المرتضیٰ کو ہوا۔ تو آپ نے اس عورت سے پوچھا۔ تو نے زنا کیسے کیا؟ کہنے لگی۔ میں بے آباد جگہ سے گزری۔ مجھے سخت پیاس لگی۔ تو ایک دیہاتی سے میں نے پانی مانگا۔ وہ کہنے لگا۔ اگر تم مجھے اپنے ساتھ وٹھی کرنے دو۔ تو میں پانی وے دوں گا۔ مجھے چونکہ سخت پیاس لگی تھی۔ اور جان جانے کا خطرہ تھا۔ اس لیے میں نے اس کی یہ شرط مان لی۔ پانی پینے کے بعد اس نے مجھ سے بدکاری کر لی۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ رب کعبہ کی قسم! یہ تو شادی ہے۔

مذکورہ حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ عورت چرکے مسلمان تھی۔ اس لیے اسے مسئلہ شرعی یہی معلوم تھا۔ کہ جب کچھ میں نے کروایا ہے۔ وہ زنا ہے۔ اور بہت بڑا جرم ہے۔ اس کی تلافی اور خدا غنی کے سبب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آگیا کہ اس کی غصہ کا کوئی طریقہ اسے بتائیں۔
- ۲۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا فیصلہ بمطابق شرع کیا۔ اور دیگر صحابہ کرام کی موجودگی میں رجم کی سزا کا حکم دیا۔ جس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ تمام صحابہ کرام بھی اس فعل کو زنا ہی سمجھتے ہیں۔ ورنہ ان میں سے کوئی نہ کوئی اس کے خلاف بول پڑتا۔ گویا رجم کی سزا جماعی تھی۔
- ۳۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ فرمایا یہ نکاح ہے۔
- ۴۔ مذکورہ صورت جماع جس طرح بھی وقوع پذیر ہوئی۔ اس عورت اور اس مرد کے درمیان قطعاً ایجاب و قبول نہ پایا گیا۔

خلاصہ کلام:

ایک عورت جو مسلمان ہوتے ہوئے اپنے فعل کو زنا سمجھ کر اس سے طہارت کا طریقہ معلوم کرنا چاہتی ہے۔ پھر اس کے فعل کو خلیفۃ المسلمین اور دیگر موجود صحابہ کرام نے بھی زنا ہی سمجھ کر اس پر حد رجم کی توثیق کر دی۔

ایسے فعل کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے مذکوح کہنا کس قدر زیادتی ہے۔ لیکن زیادتی تو ہمیں معلوم ہوتی ہے۔ ان کے ”مجموع“ کو تو یہ رعایت مل رہی ہے۔ کہ مولا علی نے بغیر ایجاب و قبول ایک مرد و عورت کے جماع کو ناجائز نہیں کہا۔ بلکہ رب کعبہ کی قسم اٹھا کر اسے عقد شرعی قرار دے دیا۔ لہذا ان کا عقیدہ ٹھہرا۔ کہ ایجاب و قبول کے بغیر بھی نکاح شرعی ہو جاتا ہے۔

خوٹ:

روایت مذکورہ کے محشین کو عجیب چکر پڑا۔ کبھی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مطلوبہ پانی اس نکاح کا حق مہر ہو گیا۔ اور کبھی یہ تاویل کہ اضطراب اور مجبوری کی بنا پر یہ فعل زنا نہ رہا۔ اور کلیبی کہتا ہے۔ کہ یہ نکاح بالمعاوضہ ہونے کی بنا پر متعہ ہو جائے گا۔

لیکن پانی کا حق مہر ٹھہرایا جائے۔ تو پھر عورت اس کو زنا کیوں کہہ رہی ہے۔ جس کے ساتھ یہ معاملے پایا۔ معلوم ہوا کہ اگر ایجاب و قبول کے بغیر کچھ معاوضہ ٹھہرا کہ مختصر وقت کے لیے خواہش نفس پوری کر لی جائے۔ تو اسے زنا ہی کہا جائے گا۔ البتہ یہ شیعی متعہ، تو شاید بن جائے۔ لیکن نکاح شرعی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دوسری تاویل سے بھی یہ فعل مذکوح شرعی، نہیں بن سکتا۔ کیونکہ نہ تو اس کی تائید پر کوئی آیت یا حدیث پیش کی جاسکتی ہے۔ اور نہ ہی عقل اسے تسلیم کرتی ہے۔ ورنہ حالت اضطرابی میں کی گئی بدکاری معاف ہو جاتی۔ اور کلیبی صاحب نے خواہ مخواہ اسے متعہ ٹھہرا دیا۔ سوچا ہوتا۔ کہ وہ عورت سستی تھی۔ یا شیعہ۔ اگر شیعہ تھی تو پھر پہلے ہی دو طاهر، ہے۔ دوبارہ فاروق اعظم کے پاس طہارت کے لیے حاضر کیوں ہوئی۔ اور اگر سستی تھی۔ تو متعہ اہل سنت کے نزدیک حرام ہے۔ لہذا وہ حرام، حلال کس طرح ہو گیا؟ مختصر یہ کہ یہ فعل فقہ جعفریہ کی رو سے نکاح ہوا۔ اور وہ بھی ایجاب و قبول کے بغیر۔ لہذا اس میں اور زنا میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔

چوری کی حد میں خصوصی رعایت

قرآن کریم میں چوری کرنے والے کی سزا ان الفاظ سے بیان ہوئی ہے۔

التَّارِقُ وَالتَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا - چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔ اس حد میں بھی اہل تشیع نے دخل اندازی کی۔ اور ہاتھ کاٹنے کی بجائے صرف انگلیوں کے کاٹنے پر اکتفا کیا۔ بلکہ انگلیوں میں سے بھی صرف انگوٹھا کاٹنا بطور حد کہا۔ ہاتھ کلائی سے کاٹنے پر احادیث شاہد ہیں۔ اور یہی اہل سنت کا مسلک ہے۔ لیکن اہل تشیع کو اپنے مسلک پر ایک حدیث مصطفیٰ بھی بطور دلیل نہیں مل سکتی۔ اس سلسلہ میں اُن کی دو دُر دھوپ ائمہ اہل بیت کے اقوال و افعال تک ہے۔ اور ان میں بھی وہ صرف ان حضرات کے قیاس ہی کا حوالہ دیتے ہیں۔ یعنی یہ کہ ہاتھ سے مراد انہوں نے انگوٹھا لیا ہے پھر اس کے بہت سے مقیس علیہ گنوائے۔ کہیں لکھنے کے لیے ہاتھ کا استعمال بطور دلیل پیش کیا۔ کہیں اعضائے سجدہ پر قیاس کرتے ہوئے صرف انگلیاں مراد لیں۔ ہم ان کے چند دلائل اور پھر ان کے جوابات تحریر کرتے ہیں جو اظہارِ حق ہیں۔

چوٹی پر صرف انگلیاں کاٹنے کے مسائل

اور ان کے جوابات

وسائل شیعہ

محمد بن مسعود العیاشی فی تفسیرہ عن زرقان
صاحب ابن ابی داؤد عن ابن ابی داؤد، اندرجع
مِنْ عِنْدِ الْمُعْتَصِمِ وَهُوَ مُعْتَمَرٌ فَقُلْتُ لَهُ فِي
ذَلِكَ إِلَى أَنْ قَالَ فَقَالَ إِنَّ سَارِقًا اقْتَرَعَ عَلَى نَفْسِهِ
بِالسَّرْقَةِ وَ سَأَلَ الْخَلِيفَةَ تَطْيِيرَهُ بِأَقَامَةِ
الْحَدِّ عَلَيْهِ فَجَمَعَ لَذَلِكَ الْفُقَهَاءُ فِي مَجْلِسِهِ
وَقَدْ احْضَرَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَأَلْنَا
عَنِ الْقَطْعِ فِي أَيْ مَوْضِعٍ يَجِبُ أَنْ يُقَطَعَ فَقُلْتُ
مِنْ أَلْفِ سُوْعٍ لِقَوْلِ اللَّهِ فِي التَّيْمَةِ قَامَسَحُوا
بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِيكُمْ وَ اتَّفَقَ مَعِيَ عَلَى ذَلِكَ
قَوْمٌ وَقَالَ الْآخَرُونَ بَلْ يَجِبُ الْقَطْعُ مِنَ الْمِرْفَقِ
قَالَ وَمَا الدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ؟ قَالَ لِأَنَّ اللَّهَ قَالَ
وَأَيْدِيكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ قَالَ فَاتَّفَقْتُ إِلَى مُحَمَّدِ
بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَا تَقُولُ فِي هَذَا

يَا أَبَا جَعْفَرٍ؟

قَالَ قَدْ تَكَلَّمَر الْقَوْمُ فِيهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
قَالَ دَعْنِي وَمَا تَكَلَّمَرُوا بِهِ أَيْ شَيْءٍ عِنْدَكَ؟
قَالَ أَهْنَيْ عَنْ هَذَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ أَقْسَمْتُ
عَلَيْهِ بِاللَّهِ لِمَا أَخْبَرْتُ بِمَا عِنْدَكَ فِيهِ فَقَالَ
أَمَّا إِذَا أَقْسَمْتَ عَلَيَّ بِاللَّهِ إِنِّي أَقُولُ إِنَّهُمْ أَخْطَئُوا
فِيهِ الشَّيْءَ فَإِنَّ الْقَطْعَ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مِنْ مَقْصَلِ
أَصُولِ الْأَصَابِعِ فَيُتْرَكُ الْكُفُّ قَالَ يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ
مَنْ لِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجُودُ عَلَى سَبْعَةِ
أَعْضَاءَ الْوُجْهِ وَالْيَدَيْنِ وَالتَّرْكَبَتَيْنِ وَالتَّرْجَلَيْنِ
فَإِذَا قُطِعَتْ يَدُهُ مِنَ الْكُفْرِ سُرِعَ أَوَّلُ الْمَدْفِقِ
لَمْ يَبْقَ لَهُ يَدٌ يَسْجُدُ عَلَيْهَا وَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى
وَأَنْ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ يَعْنِي بِهِ هَذِهِ الْأَعْضَاءُ السَّبْعَةُ
۱- وسائل الشیو جلد ۱ ص ۹۰ کتاب الجہاد

والتعزیرات (در اباحہ السرقة)

۲- تفسیر عیاشی جلد اول ص ۳۱۹ زیر آیت

السارق والسارقة الخ)

ترجمہ:

محمد بن مسعود عیاشی نے اپنی تفسیر میں زرقان کے حوالہ سے ابن
ابی داؤد سے روایت بیان کی۔ کہ جب ابن ابی داؤد، معتم
باللہ کے ہاں سے واپس آیا۔ تو وہ غلگین تھا۔ میں نے اس

سے پریشانی کے متعلق پوچھا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک چور نے چوری کا اقرار کیا۔ اور خلیفہ سے کہا کہ مجھے اس جرم سے پاک کیا جائے۔ اور مجھ پر چوری کی حد لگائی جائے۔ خلیفہ نے اپنے ہاں تمام فقہاء کو جمع کیا۔ اُن میں محمد بن علی (امام محمد باقر) بھی تھے۔ خلیفہ نے ہم سے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں پوچھا کہ چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے۔ میں نے کہا کلائی سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اپنے مومنوں اور بائیسوں کا مسع کدو، میری اس رائے پر لوگوں نے اتفاق کیا۔ کچھ دوسرے لوگ بولے کہ کہنی سے ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ خلیفہ نے پوچھا اس پر کوئی دلیل؟ کہا۔ دلیل یہ قول باری تعالیٰ ہے ”تم اپنے بائیسوں کو مرتق تک دھوؤ“ وہ پھر امام باقر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا۔ اے ابو جعفر! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔؟ کہنے لگے۔ اے امیر المؤمنین! لوگوں نے اس بارے میں کلائی گھٹکھو کر لی ہے۔ خلیفہ کہنے لگا۔ چھوڑیے ان باتوں کو۔ آپ اپنی رائے بتلائیں؟ امام باقر نے کہا مجھے اس سے معاف رکھو۔ پھر خلیفہ نے انہیں قسم دلائی کہ اپنی رائے کا اظہار کریں۔ فرمایا اب جبکہ تم مجھے قسم دلائی ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ ان تمام کی آراء سنت کے خلاف ہیں۔ کیونکہ ہاتھ انگلیوں کے جوڑ سے کاٹا جانا واجب ہے، نہ کہ تھیلی باقی رہ جائے۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔ اگر کسی چور کا کلائی یا کہنی سے ہاتھ کاٹ

دیا گیا۔ توجہ کرنے کے لیے اس کا ہاتھ نہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”ان المساجد للہ“ یعنی مسجد کے ساتوں اعضاء اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

توضیح:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹنے کی حد خود بیان فرما کر دوسری اُرداء کو خلاف سنت فرمایا۔ یعنی کہنی یا کلائی سے کاٹنا غلط ہے۔ بلکہ انگلیوں کی جڑوں سے کاٹنا واجب ہے۔ تاکہ حدیث مصطفیٰ کی مخالفت لازم نہ آئے امام محمد باقر کا منقول قول ہی اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ چونکہ پہلے دو جواب مع دلیل امام موصوف نے تو کر دیئے تھے۔ اس لیے اُن کی تردید کی ضرورت نہ رہی۔ صرف امام صاحب کی طرف منسوب قول کے جوابات عرض کیے جاتے ہیں۔

جواب اول

خليفة نے جب ایک دو مرتبہ امام محمد باقر سے چور کے قطع ید کے بارے میں پوچھا تو وہ خاموش رہے۔ اور فرمایا۔ نہ پوچھو۔ یہی بہتر ہے۔ یہ بات بطور تقیہ تو ہر نہیں سکتی۔ اس لیے کہ تقیہ خوف کے وقت ہوتا ہے۔ یہاں جب خلیفہ وقت خود ان کی عزت کو تباہ ہے۔ اور اُن سے اس امر کی تحقیق چاہتا ہے۔ تو پھر بطور تقیہ کون کس طرح درست ہوا۔ لہذا نہ آپ نے خاموشی بطور تقیہ فرمائی۔ اور نہ ہی جو کچھ بیان کیا وہ بطور تقیہ تھا۔ لیکن اگر اس روایت کو درست تسلیم کر جائے۔ تو لازم آئے گا کہ وقت کا امام مسائل شرعیہ کو بلاوجہ چھپا رہا ہے۔ اور یہ اُن کی شان کے لائق نہیں۔ علاوہ ازیں اگر دلیل کو دیکھا جائے۔ تو ایک اور خرابی لازم آتی ہے۔

کہ ہم نے مان لیا کہ ہاتھ کلائیوں سے کاٹنے کی صورت میں اعضائے سجدہ صرف چھ رہ جائیں گے۔ لہذا سجدہ کا سات اعضاء کے ساتھ نہ ہونے کی صورت میں ایک فرض رہ گیا۔ اور یوں فرض کے رہ جانے سے نماز نہ ہوئی۔ لیکن انگلیوں کی جوڑ سے کاٹنے پر بھی ایک بہت خرابی اُسے گی۔ وہ یہ کہ نماز کے لیے وضو فرض ہے اور فرائض وضو میں سے ایک فرض ہاتھوں کا دھونا بھی ہے۔ اور ہاتھوں کا دھونا انگلیوں سمیت فرض ہے۔ لہذا جس چور کی صرف انگلیاں کاٹنی گئیں۔ اب ان کا وضو میں دھونا ختم ہو گیا۔ جب وضو کا ایک فرض ناقص ہوا۔ تو پورا وضو ناقص ہو گیا۔ بلکہ فرض رہ جانے کی وجہ سے وضو ہوا ہی نہیں۔ جب وضو ہی نہ ہوا تو نماز کس طرح درست ہوگی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ سرے سے ہاتھ کی ایک انگلی بھی نہیں کاٹنی چاہیئے۔ اور اگر ایسا کیا جائے۔ تو چوری کی سزا بالکل ختم۔ اور اگر اس پر امام باقرؑ کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور اسی طرح کا سہارا لیا جائے تو پھر نماز کی بالکل چھٹی ہو گئی۔

جواب دوا:

قرآن کریم کی آیت قصاص اس طرح ہے۔

إِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ
بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ
قَمَاصًا۔

یعنی جو عضو کسی کا کسی نے ضائع کر دیا۔ اس کا قصاص یہی ہے۔ کہ اس ضائع کرنے والے کا بھی وہی عضو ضائع کر دیا جائے۔ اب اس قانون کے پیش نظر اگر کسی نے دو سرے کا ہاتھ کلائی یا کہنی سے کاٹ دیا۔ تو اس کا

قصاص بھی یہی ہو گا۔ کہ اس کا ہاتھ بھی اسی جگہ سے کاٹا جائے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس قصاص کے بعد وہ اگر نماز پڑھنا چاہے تو اس کی نماز ہوگی۔ یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو چور کی بھی ہو جائے گی۔ اور اگر نہیں ہوئی؟ تو پھر نماز معاف ہونی چاہیے کیونکہ ساتواں عضو اس کا رہا ہی نہیں۔ اب وہ ساتوں اعضاء پر سجدہ کیسے کرے؟ معلوم ہوا کہ اہل تشیع نے جو دلیل امام محمد باقر کی طرف منسوب کی ہے۔ وہ غلط ہے۔ اس پر عمل نہیں ہو سکتا

جواب سوہ:

اگر کسی شخص کا ہاتھ بطور قصاص کاٹا گیا۔ اب اس نے چوری کی۔ اور حرم ثابت ہونے پر چوری کی حد اس پر قائم ہوگئی۔ کیونکہ یہ حقوق العباد سے ہے۔ اور اس کی تصریح شیخ الطائفہ محقق طوسی نے بھی کی ہے۔ محقق طوسی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

تہذیب الاحکام

فَقُلْتُ لَهُ كَوْنَنَّ رَجُلًا قَطَعَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى فِي
قِصَاصٍ فَسَرَقَ مَا يَصْنَعُ بِهِ قَالَ فَقَالَ لَا يَقْطَعُ
وَلَا يَذْرُؤُكَ بِغَيْرِ سَاقٍ قَالَ قُلْتُ فَكَوْنَنَّ رَجُلًا
قُطِعَتْ يَدُهُ الْيُمْنَى فِي قِصَاصٍ ثُمَّ قَطَعَتْ يَدَ رَجُلٍ
أَيَقْتَصُّ مِنْهُ أَمْ لَا فَقَالَ إِنَّمَا يُتْرَكُ فِي حَقِّ اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ فَمَا فِي حَقِّ النَّاسِ فَيَقْتَصُّ مِنْهُ فِي
الرُّبْعِ جَمِيعًا۔

(تہذیب الاحکام جلد مناس ۱۰۰۱ فی حوالہ الشرحۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

عبداللہ بن حجاج کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا۔ کہ اگر ایک آدمی کا بایاں ہاتھ کسی قصاص میں کاٹا جائے۔ پھر وہ چوری کرے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا کہہ گئے۔ دمکھل کاٹا جائے اور نہ بغیر پنڈلی کے چھوڑا جائے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر کسی شخص کا دایاں ہاتھ قصاص میں کاٹ دیا گیا۔ پھر اس نے ایک اور آدمی کا ہاتھ ظلمًا کاٹا تو کیا اب اس سے قصاص لیا جائے گا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا حق تو چھوڑا جاسکتا ہے۔ لیکن حقوق العباد میں چاروں صورتوں میں قصاص لیا جائے گا۔

توضیح

مسئلہ مذکورہ کی تفصیل یوں ہوگی۔ کہ ایک آدمی نے کسی دوسرے کا ظلمًا ہاتھ کاٹ دیا۔ اب اس نے دایاں کاٹا ہو یا بایاں۔ اس کے متعلق امام صاحب کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ جو ہاتھ اس نے کاٹا۔ وہی اس کا کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے ظلمًا کسی کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ تو اس ظالم کے بھی دونوں ہاتھ کاٹیں جائیں گے کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ اس لیے اس کی معافی یا رعایت نہیں ہو سکتی۔ اب یہ سزا نہیں جب امام جعفر صادق سے منقول ہیں۔ تو ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ اگر ایک ہاتھ کاٹ دیا۔ یا دونوں ہاتھ قصاصًا کاٹ دیئے گئے۔ بلکہ آپ کے آخری الفاظ چاروں صورتوں میں۔ یعنی کسی نے کسی کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کاٹ دیئے۔ تو اس کے بھی دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹے جائیں گے۔ تو کیا اس کی سزا ہوگی۔ یا نہ۔ کیونکہ ایک ہاتھ کاٹنے کی صورت میں اعضائے سجدہ چھ رہ گئے۔ اور دونوں

ہاتھ کٹنے کی صورت میں پانچ رہ گئے۔ اور اگر دونوں پاؤں بھی کاٹ دیئے گئے تو صرف تین اعضاء رہ گئے۔ اب تو اکثر اعضاء مجدد کے بغیر سجدہ کیا جا رہا ہے۔ لہذا چوری دہلی دہلی کے مطابق تو نماز بالکل نہیں ہو فی چاہیئے۔ اس لیے ایسے آدمی پر نماز کی فرضیت ہی نہیں رہنی چاہیئے۔ اور اگر قصاصاً ہاتھ پاؤں نہیں کاٹے جاتے تو امام صاحب کے فتویٰ کے خلاف ہو گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ چور کے ہاتھ کاٹنے کے متعلق یہ فتویٰ کہ صرف اس کی انگلیاں کاٹی جائیں، امام صاحب کا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ مذکورہ دلیل ان کی دلیل ہے۔ یہ سب کچھ جان چھڑانے کے لیے کسی نے امام صاحب پر بہتان باندھا ہے۔

فَاَعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ۔

صرف انگلیاں پر دو تھری دلیل

مسائل الافہام

وَاَتَمَّ حَدَّ مَا يَنْقُطُ عِنْدَ نَاقِلِهِ مِنْ اَصُولِ
الْاَصَابِعِ وَ يَمُوتُ لَهُ الرَّاحَةُ وَالْاُجْمَامُ وَ رَوَاهُ
اَصْحَابُ بَنَاتٍ عَنْ اَبْنِ مَرْثِيٍّ وَ رَوَاهُ الْعَامِدَةُ اَيْضًا عَنْ
عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اِطْلَاقُ الْيَسَدِ عَلَى ذَالِكَ
كَثِيرٌ قَالَ اللهُ تَعَالَى فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَخْتَبِئُونَ
الْكِتَابَ بِاَيْدِيهِمْ وَلَا خِلَافَ فِي اَنَّ الْكِتَابَ لَا

يَكْتُمُ إِلَّا بِأَصَابِعِهِ وَعَلَىٰ هَذَانِ كَوْنٌ
فِي هَذَا الْحَمْلِ قَدْ وَفَّيْنَا الْقَامِرَ حَقَّهُ
وَمَا زَادَ عَلَيْهِ يُحْتَاجُ إِلَىٰ ذَلِيلٍ إِذْ هُوَ
بَاقٍ عَلَى التَّحْرِيمِ لِمَا فِيهِ مِنْ إِدْخَالِ
الضَّرِيرِ وَالتَّائِمِ عَلَى الْعِيْدَانِ وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ
عَقْلًا وَ نَقْلًا إِلَّا بِذَلِيلٍ يَقْطَعُ الْعُذْرَ.

(مسک الانعام جلد ۱ ص ۶۶۱ مکتبہ المدینہ)

(مدالسرقت)

ترجمہ :

اور بہر حال (جہاں تک) چوری کی حد ہاتھ کاٹنا ہے۔ تو ہمارے نزدیک
یہ ہے کہ انگلیوں کی جڑوں سے ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ تبھیلی اور انگوٹھا
چھوڑ دیئے جائیں۔ ہمارے ائمہ سے ہمارے اصحاب نے یہی روایت
کیا ہے۔ اور عام علی نے بھی حضرت علی المرتضیٰ سے یہ روایت کی ہے۔
اس قدر پر ہاتھ کا اطلاق بکثرت آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ”وَأَن
لَّوْگُں کے لیے تباہی ہے۔ جو کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں،“
اور یہ بات بنیہ اختلاف کے سبھی مانتے ہیں۔ کہ لکھنا مرت انگلیوں
سے ہوتا ہے۔ (جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے لفظ ”ید“ فرمایا ہے۔)
اس طریقہ سے انگلیوں تک کاٹنے کی منرا دینا ظاہری طور پر مکمل معنی
ہے۔ اور اس سے زائد کاٹنا دلیل کا محتاج ہو گا۔ کیونکہ اس کی حرمت
باقی ہے۔ کیونکہ بقیہ ہاتھ کے کاٹنے سے ذی حیات کو تکلیف پہنچاتا
ہے۔ جواز دئے عقل و نقل ناجائز ہے ہاں اگر کوئی دلیل ہو جو اس مندر

کو ختم کر دے۔

توضیح

مختصر یہ کہ آیت ”فَاقْطِعُوا آيِدَ يَمَنًا“ میں لفظ ”ید“ کا اطلاق انگلیوں پر ہوا ہے۔ جس کی دلیل ”یکتبون الكتاب باید یلمر“ ہے جب کتابت کے فعل کے لیے لفظ ”ید“ کا اطلاق صرف انگلیاں ہیں۔ تو قطع سے مراد بھی انگلیاں ہوں گی۔ انگلیوں سے زائد کا شنا دین کا محتاج ہے۔ کیونکہ زائد کاٹنے سے تکلیف ہوگی۔ اور کسی ذی روح کو بلا دلیل تکلیف دینا حرام ہے

جواب:

دلیل مذکورہ از روئے عقل و نقل ناقابل اعتبار ہے۔ عقلاً اس طرح کہتے وقت صرف انگلیوں کا استعمال ہونا خلاف عقل ہے۔ کیونکہ جب آدمی کسی کاغذ وغیرہ پر لکھتا ہے۔ تو قلم انگلیوں میں سے دوا انگلیوں اور ایک انگوٹھے میں پکڑا ہوتا ہے۔ باقی دوا انگلیاں فارغ ہوتی ہیں۔ ان میں چھنگلیاں تو سطح کاغذ پر لگی رہتی ہے اور اس کے ساتھ والی نہ سطح کاغذ پر اور نہ ہی اس پر قلم رکھا ہوتا ہے۔ لہذا لکھنے میں ان دونوں کا کوئی دخل نہیں۔ اس لیے عقلاً کتابت صرف دوا انگلیوں اور انگوٹھے سے ہوتی ہے۔ اور اہل تشیع انگوٹھے کو ”قطع ید“ میں شامل نہ کر کے خود اپنی دلیل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لہذا یہ دوسرے پر حجت کس طرح ہوگی؟ اگر انگوٹھے اور چھنگلیاں کو داخل کرنے کے لیے یہ کہا جائے کہ یہ بھی لکھتے وقت حرکت کرتی ہیں تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اگر ہتھیلی کا نچلا حصہ سطح کاغذ پر نہ رکھا جائے۔

تو صرف انگلیاں لکھنے میں ناکام رہیں گی۔ اس لیے لکھتے وقت انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی کا نچلا حصہ کلائی تک بھی استعمال ہوتا ہے۔ لہذا کتابت کے وقت

صرف انگلیوں کا استعمال ملحوظ رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں۔
 رہا دلیل کا دوسرا پہلو کہ انگلیوں کے علاوہ حصہ کو کاٹنے پر کوئی مستقل دلیل
 ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ایذا رسانی کی بنا پر حرمت موجود ہے۔ سو اس بارے میں
 ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ لفظ ودیدہ کا اطلاق کنڈھے تک پر رہے بازو پر ہوتا ہے۔
 پر رہے بازو کو چھوڑ کر صرف انگلیوں تک کا حصہ ایک حصہ مخصوص ہے۔ اس
 تخصیص کی کوئی دلیل ہونی چاہیئے۔ اور دلیل قرآن و حدیث سے اہل تشیع کے پاس
 ہرگز نہیں ہے۔ البتہ ہم جب کلائی تک کاٹنے کا کہتے ہیں۔ تو یہ بھی تخصیص ہے
 لیکن ہمارے پاس اس تخصیص کے لیے احادیث رسول اللہ ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تبیین الحقائق

وَلَنَا مَا رَوَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَطْعِ
 يَدِ سَارِقٍ مِنَ التَّرْغِ

(تبیین الحقائق ص ۲۲ تذکرہ حدیث)

ترجمہ:

ہمارے پاس چور کے کلائی سے ہاتھ کاٹنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی یہ حدیث دلیل ہے۔ ”وآپ نے ایک چور کے کلائی سے ہاتھ
 کاٹنے کا حکم دیا۔“

علاوہ ازیں اسی کتاب میں دوسری دلیل اجماع امت ذکر فرمائی۔ وَ لَا تَ

قَلَّ مِنْ قَطْعِ مِنَ الْأَمَّةِ مِنَ الرِّسْعِ فَنَصَّارَ أَجْمَاعًا فَعَلَا
 فَلَا يَجُوزُ خِلَافُهُ۔

یعنی ہر دور میں خلفاء اور حکام نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا۔ لہذا یہ فعلی اجماع

ہو گیا۔ اس کی غلاف درزی جائز نہیں مختصر یہ کہ مسالک الانہام میں چور کی مرن انگلیاں کاٹنے پر جو دلیل پیش کی گئی۔ وہ باطل اور بے اصل ہے۔

فَاغْتَابِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ -

حد سرقہ میں صرف انگلیاں کاٹنے کی تیسری دلیل

تہذیب الاحکام

سہل ابن زیاد عن محمد بن سلیمان البدیلی عن
 ہارون ابن الجہلم عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر
 علیہ السلام قال اتی امیر المؤمنین بقوم قصص
 قد سرقوا فقطع ایدہم من نصف الکف
 وترك الابلہم لم یقطعہا وامر ہم ان یدخلوا
 دار الضیافۃ وامر بایدہم ان تعالج واطعمہم
 السن والحسل واللحم حتی یرءوا ودعا بہم
 وقال یا ہولاء ان ایدیکم قد سبقت الی النار فان
 تبتم علم اللہ عز وجل صدق النبی تاب اللہ علیکم
 وجرتکم ایدیکم الی الجنۃ وان انتم لم
 تتوبوا ولم تقلعوا عما انتم علیہ جرتکم ایدیکم
 الی النار۔

(تہذیب الاحکام جلد ۲ ص ۱۲۵ تذکرہ فی حد سرقہ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے چوروں کی ایک جماعت پیش کی گئی۔ آپ نے اُن کے نصف ہتھیلی سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا انگوٹھا چھوڑ دینا۔ پھر انہیں مہمان خانے میں لے جانے کو کہا۔ اور ان کے ہاتھوں کا علاج کرانے اور انہیں لگھی، شہداء اور گوشت کھلانے کو کہا۔ تندرست ہونے پر انہیں بلوایا۔ اور فرمایا اے لوگو! تمہارے ہاتھ لگ (دور زخ) کی طرف سبقت لے گئے۔ سو اگر تم توبہ کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہاری صدق نیت کو جانتا ہے۔ تو وہ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا۔ اور تم اپنے اُن ہاتھوں کو دور زخ سے نکال کر حنت لے جانے والے ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم نے توبہ نہ کی۔ اور اپنے کوفوں سے باز نہ آئے تو تمہارے ہاتھ تمہیں دور زخ میں کینچ کر لے جائیں گے۔

توضیح:

روایت مذکورہ میں محقق طوسی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ آپ چوری کی سزائیں ہاتھ کو صرف نصف ہتھیلی تک کاٹتے تھے۔ اور انگوٹھا چھوڑ دیا کرتے تھے۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔

جواب:

مذکورہ روایت پر کئی طرح سے جرح ہو سکتی ہے۔ جس کی بنا پر اسے دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ پہلی بات یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے منقول اس روایت میں نصف، تہمیلی ہیک ہاتھ کاٹنے کا ثبوت ہے۔ جب کہ اہل تشیع صرف انگلیوں کو کاٹنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ لہذا یہ روایت اہل تشیع کا مسلک ثابت نہیں کرتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے اکثر راویوں کے سمت مجروح ہونے کے باعث یہ روایت قابل حجت نہیں ہے۔

پہلا راوی سہل ابن زیاد کے متعلق تنقح المقال کی تحقیق

تنقح المقال

سہل ابن زیاد الادمی الرازی ابو سعید
عن موضع من الاستبصار ان یا سعید الادمی
ضعیف جداً عند فقہاء الاخبار وقال نقاشی
سہل ابن زیاد ابو علی ادمی الرازی کان
ضعیف فی الحدیث غیر محتمد فیہ و کان
احمد بن محمد عیسیٰ یشہد علیہ بالغلو
والکذب و اخرجہ من القم الی الری وقال
ابن العضا ئری سہل ابن زیاد ابو سعید الادمی
الرازی کان ضعیفا جدا فاسد الروایۃ والبدین
و کان احمد بن محمد بن عیسیٰ الاشعری
اخرجہ من قم و اظهر البرأۃ منه و نلی
الناس عن السماع منه و الروایۃ عنه
و یروی المر اسیل و یعتمد المجاہل و نقل

عن علی بن محمد القتیبی اذہ قال سمعت
الفضل بن شاذان یقول فی ابی الخیر و هو
صالح بن سلمی ابی حماد الرازی ابد الخیر کما
کنی وقال کان ابو محمد الفضل یر قضیه و
یمدحه ولا یر تفضی اباسعید الادمی و یقول
هو احمق۔

در تنقیح المقال جلد دوم ص ۵۵، باب سہل
من ابواب السین

ترجمہ :

کتاب الاستبصار میں کئی مقام پر سہل ابن زیاد آدمی کو بہت زیادہ
ضعیف فی الروایہ کہا گیا۔ نجاشی نے اسے ضعیف فی الحدیث کہا۔
اور غیر معتمد آدمی قرار دیا۔ احمد بن محمد عیسیٰ اس پر غلو اور کذب کی شہادت
دیتا تھا۔ اور اس نے اسے قسم سے نکال دیا۔ ابن العضاثری نے بھی
اسے بہت زیادہ ضعیف کہا۔ روایت اور دین میں فاسد کہا۔
جب احمد بن محمد عیسیٰ نے اسے قسم سے نکال کر اُٹھ بیچ دیا۔ تو اس
سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ لوگوں کو اس سے روایت
سننے سے منع کر دیا کہ یہ مرسل اور مجہول روایات ذکر کرتا ہے۔ علی بن
قتیبی کہتا ہے۔ کہ میں نے فضل بن شاذان کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ صالح
بن موبسلی اپنی کفایت کی طرح ابوالخیر تھا۔ اور وہ اس کو پسند کرتا۔ اور
اس کی تہریف بھی کرتا تھا۔ لیکن ابوسبید آدمی (سہل بن زیاد) کے
بارے میں کہتا۔ کہ یہ بے وقوف ہے۔

راوی نمبر ۲: سلمان الدہلمی

جامع الرواة

ضَعِيفٌ جَدًّا لَا يَحْوُلُ عَلَيْهِ فِي شَيْءٍ (صہ جش) لہ

(۱) جامع الرواة - جلد دوم صفحہ ۱۲

مصنف محمد ابن علی اردبیلی

(۲) تنقیح المقال جلد سوم ص ۱۲۲ باب

محمد بن ابواب المیم

ترجمہ:

محمد بن سلمان الدہلمی بہت زیادہ ضعیف فی الروایات ہے۔
کسی چیز کے متعلق اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ خلاصہ اور نجاشی نے
یہی لکھا ہے۔

راوی نمبر ۳: محمد بن مسلم

رجال کشی

عَنْ أَبِي الصَّبَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَقُولُ يَا أَبَا الصَّبَّاحِ هَلْكَ الْمُسْتَرِي بِؤُونَ فِي أَدْيَانِهِمْ
مِنْهُمْ زَرَارَةٌ وَ بَرِيدٌ وَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَ إِسْمَاعِيلُ

الجعفی۔۔ عن مفضل بن عمر قال سمعت ابا عبد الله
عليه السلام يقول لعن الله محمد بن مسلم كان
يقول ان الله لا يعلم الشئ حتى يكون۔

(رجال کشی ص ۱۵۱۔ مذکور محمد بن مسلم الطائفی۔

مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ:

ابو الصباح روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے سنا۔ وہ لوگ جو اپنے دین میں شک لاتے ہیں۔ ہلاک ہو گئے۔ ان
میں سے زوارہ، برید، محمد بن مسلم اور اسماعیل جعفی بھی ہیں۔۔۔ مفضل بن
عمر سے روایت ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
محمد بن مسلم پر خدا کی لعنت۔ وہ یہ کہا کرتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے
وجہ دیں اُن سے پہلے علم نہیں ہوتا ہے۔

ملحد فکریہ

روایت مذکورہ کہ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا چوروں کے
نصف ہتھیلی تک ہاتھ کاٹنے کا ثبوت تھا۔ اس کے راوی وہ لوگ ہیں جو
انتہائی ناقابل اعتبار، غلو اور کذب کے عادی و مبہول روایتوں کے راوی، احسن
نا قابل اعتماد اور ان سب خرابیوں سے بڑھ کر اپنے دین میں شک لانے
والے اور امام جعفر کی پھٹکار کے مارے ہوئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ
جابل جانے۔ کیا ان راویوں کی روایت سے استدلال کرتے ہو؟ یہی وہ
لوگ ہیں۔ جنہوں نے حضرات ائمہ کی روایات میں ادھر ادھر کی ہزاروں باتیں عاید

جس کی بنا پر ائمہ کو تنبیہ کرنا پڑی، لہذا یہ روایت بھی دیگر روایات کی طرح من گھڑت اور بے اصل ہے۔ جس کی نسبت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف کردی گئی ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ -

پجوری کے جرم پر سے ہاتھ کاٹنے پر
اہل ہمت کے دلائل

پجوری کے بارے میں حد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا الْخ۔ ترجمہ: ”پجور مرد اور پجور عورت کے ہاتھ کاٹ دو، آیت مذکورہ میں ہاتھ کاٹنے کا حکم موجود ہے۔ لیکن اس کی تفصیل موجود نہیں یعنی کہاں سے کاٹا جائے۔ اور کون کاٹا جائے؟ اس لیے اس کی تفصیل کے لیے شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رہنمائی کی ضرورت پڑی۔ آپ نے قولاً اور عملاً جو اس کی تشریح و تفسیر بیان فرمائی، وہی قابل قبول اور قابل عمل ہوگی۔ نہ کہ کسی دوسرے مجتہد یا امام کی۔ آیت کریمہ کی تشریح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرات ائمہ مجتہدین کا اس کے متعلق فہم و ادراک کیا کہتے ہیں؟ ملاحظہ ہو۔

نصب الراية لاحاديث الهداية

قَالَ الْمُصَنِّفُ وَقَدْ صَحَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَطَعَ يَمِينَ السَّارِقِ مِنَ الزُّنْدِ قُلْتُ فِيهِ
 أَحَادِيثٌ فِيمَهَا مَا أَخْرَجَهُ الدَّارُ قُطْنِي فِي
 سُنَنِهِ عَنْ أَبِي نَعِيمٍ النَّخَعِيِّ حَدَّثَنَا مُعَمَّدُ
 بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْهَرَزِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ
 شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ
 صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ بْنِ حُلَيْفٍ نَازِمًا
 فِي الْمَسْجِدِ وَثِيَابُهُ تَحْتَ رَأْسِهِ فَجَاءَ
 سَارِقٌ فَأَخَذَهَا فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَقْرَأَ السَّارِقَ كَأَمْرٍ بِهِ
 النَّبِيُّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أَنْ يُقَطَّعَ
 فَقَالَ صَفْوَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْقُطَّعُ رَجُلٌ
 مِنَ الْعَرَبِ فِي ثَوْبِي فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا كَانَ قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي
 بِهِ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اشْفَعُ مَا لَمْ يُصِلْ
 إِلَى الْوَالِي فَإِذَا وَصَلَ إِلَى الْوَالِي فَعَضَّ فَلَاحَ
 عَفَا اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ أَمَرَ بِقُطْعِهِ مِنَ الْفِصْلِ -

(نصب الراية لا ما ديش الهدية)

جلد سوم ص ۳۶۰ فصل فی کیفیت

(القطع مطبوعہ قاہرہ)

قرجما :

مصنف نے کہا کہ تحقیق یہ بات صحیح اور ثابت ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

تے چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا۔ میں کہتا ہوں کہ اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے جسے دارقطنی نے اپنی سنن میں ذکر کیا۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ محمد بن عبید اللہ عزمی نے عمرو بن شیبہ عن ابیہ عن جدہ سے ہمیں ایک حدیث سنائی کہ صفوان بن ابیہ بن خلف مسجد میں سویا تھا۔ اور اس نے اپنے کپڑے اپنے سر کے نیچے رکھے تھے۔ چور آیا۔ اور دو کپڑے لے اٹھا۔ بعد میں پکڑے جانے پر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ چور نے چوری کا اقرار کر لیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر صفوان بوسے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ایک عرب کا ہاتھ میرے کپڑے چرانے کی وجہ سے کاٹا جائے گا؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چور کے میرے پاس آنے سے پہلے تم نے یہ کیوں نہ کہا؟ (مطلب یہ ہے کہ اب اس کی معافی کا کوئی فائدہ نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس وقت سفارش کرو کہ جب کہ مجرم والی کے پاس نہ پہنچا ہو۔ اور جب حاکم کے پاس اسے لے جایا جا چکا ہو۔ اور پھر اس کو معاف کر دیا جائے۔ تو اس کو معاف نہیں کرتا۔ دینی ہاتھ کاٹنے کی سزا منسوخ نہ ہوگی) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس کا ہاتھ کلائی (جوڑ) سے کاٹ دو۔

فتح القدیر

اَخْرَجَ ابْنُ ابْنِ شَيْبَةَ عَنْ رَجَاءِ بْنِ

حَيْثُ إِنَّكَ لَنَبِيٍّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ
رَجُلًا مِنَ الْمُفْصَلِ وَإِنَّمَا فِيهِ إِلَّا رُسَالُ
وَأَخْرَجَ عَنْ هُمَزٍ وَعَلَىٰ إِيَّاهُمَا قَطْعًا مِنَ الْمُفْصَلِ
وَأَنْعَقَدَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ -

(فتح القدير جلد چہارم ص ۲۴۷ فصل
فی کیفیۃ القطع - مطبوعہ
مصر جدید)

ترجمہ:

رجاء بن حیوۃ سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا کلائی سے ہاتھ کاٹا۔ (یعنی چوری
کے جرم میں) اس روایت میں ارسال ہے۔ اور حضرت عمر و علی
رضی اللہ عنہما نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا ہے۔ اسی پر اجماع
منعقد ہوا۔

بَدَائِعُ الْمَنَائِعِ

أَمَّا الْمَرْضِعُ الَّذِي يُقَطَّعُ مِنَ الْيَدِ
الْيَمَنِ فَلَهُوَ مُفْصَلُ الزَّئِدِ عِنْدَ عَامَّةِ
الْعُلَمَاءِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ تُقَطَّعُ الْأَصَابِعُ
وَقَالَ الْخَوَارِجُ تُقَطَّعُ مِنَ الْيَدِ لِيُظَاهَرَ
قَوْلُهُ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى مَا قَطَّعُوا أَيْدِيَهُمَا
وَالْيَدُ إِسْرَءِيلُ الْمَذِيهِ الْجُمْلَةِ وَالصَّغِيرُ

قَوْلُنَا لِمَا رَوَى أَكْثَرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَطَعَ يَدَ السَّارِقِ
مِنْ مِفْصَلِ الزَّنْدِ فَكَانَ فِعْلُهُ بَيَانًا لِلْمُرَادِ
مِنَ الْآيَةِ الشَّرِيفَةِ كَمَا أَنَّ نَصَّ سُبْحَانَهُ
فَقَالَ قَا قَطَعُوا أَيْدِيَهُمَا مِنْ مِفْصَلِ الزَّنْدِ
وَعَلَيْهِ عَمَلُ الْأُمَّةِ مِنْ لَدُنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا فَاللَّهُ
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ

(بدائع الصنائع جلد ۱ ص ۸۸ حد سرقہ)

(مجموعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ :

بہر حال وہ مقام کہ جہاں سے دایاں ہاتھ کاٹا جائے تو وہ کلائی
ہے۔ اور یہ قول عام علماء کا ہے۔ اور بعض نے صرف انگلیاں
کاٹنے کو کہا۔ اور خارجی کہتے ہیں کہ کندھے سے کاٹنا چاہیے۔ کیونکہ
اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ظاہری معنی یہی ہے۔ فاقطعوا ایدیہما
اس میں لفظ وید، کا اطلاق کندھے تک ہاتھ پر ہوتا ہے۔ لیکن صحیح
قول یہی ہے کہ کلائی سے کاٹا جائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے مروی ہے کہ آپ نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا تھا۔ گویا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل شریف قرآن کے اجمال کا بیان ہوا۔ یوں
سمجھئے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی ایسے کہ چور کے ہاتھ کلائی سے
کاٹو۔ اسی مقدار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے لے کر
آج تک تمام امت کا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

تبیین الحقائق

وَلَنَا مَا رَوَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَمَرَ بِقَطْعِ يَدِ السَّارِقِ مِنَ الرُّسْغِ وَلِأَنَّ
كُلَّ مَنْ قَطَعَ مِنَ الْأَيْمَةِ مِنَ الرُّسْغِ فَصَارَ
اجْتِمَاعًا فَعَلًا فَلَا يَجُوزُ خِلَافُهُ۔

تبیین الحقائق ص ۲۲۲ کیفیہ قطع السرقة
مطبوعہ مصر طبع جدید

ترجمہ:

ہماری دلیل یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ
کٹائی سے کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ اور ہم یہ اس لیے بھی کہتے ہیں کہ تمام
اثر اہل سنت نے چور کا ہاتھ کٹائی سے ہی کاٹنے کا کہا ہے۔ لہذا یہ
فعلی اجماع ہو گیا۔ سو اس کی مخالفت جائز نہ ہو گی۔

تبیین الحقائق

أَنَّ الْيَدَ ذَاتُ مَقَاطِعَ ثَلَاثَةٍ وَهِيَ أَنَّ الرُّسْغَ
وَالْمِرْفَقَ وَالْكَتِفَ وَكُلُّ فَيْلَمَا يَحْتَمِلُ أَنْ
يَكُونَ مُرَادًا فَزَالَ الْإِحْتِمَالُ بِبَيَانِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَمَرَ
بِقَطْعِ الْيَدِ الَّتِي مِنَ الزَّنْدِ وَلِأَنَّ مِفْصَلَ الزَّنْدِ
مِنَ الرُّسْغِ يَتَيَقَّنُ بِهِ لِكُوفِهِمْ مُرَادًا لَهُ أَفَلَا

فِيؤْخَذُ بِهِ لِأَنَّ الْهَقْمَ بَاتٍ لَا تَثْبُتُ بِشَبْهَةٍ
وَفِيمَا زَادَ عَلَى الرُّسْغِ مُشْتَبِهَةً فَلَا تَثْبُتُ
وَلَا يُمْكِنُ كَانَ مِفْصَلُ الرِّزْدِ يَبَيِّنُ الْبَيْتِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(تبيين الحقائق تصنیف علامہ زبیری رحمہ)

ص ۲۲۲)

ترجمہ:

ہاتھ میں تین جگہ جوڑ ہوتے ہیں۔ کلائی، کہنی اور کندھا۔ ان تینوں میں سے
ہر ایک کا احتمال تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان شریف سے
یہ احتمالات زائل ہو گئے۔ کیونکہ آپ نے ایسا ہاتھ کلائی سے کاٹنے
کا حکم دیا تھا۔ اور یہ اس لیے بھی درست ہے۔ کہ ہاتھ کا کلائی سے کاٹنا
جانا امر یقینی ہے۔ کیونکہ اس سے اور نیچے کوئی جوڑ ہے ہی نہیں لہذا
اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اور یہ بات بھی ہے۔ کہ عقوبت شرعی، شبہ
کے ساتھ ثابت نہیں ہوا کرتی۔ ہاتھ کا وہ حصہ جو کلائی سے اوپر
کا ہے۔ وہ مشنبہ ہے۔ لہذا یہ ثابت نہ ہوگا۔ بہر حال ہاتھ کا
کلائی والا جوڑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان شریف سے ثابت ہے
اور وہی معین ہو چکا ہے۔

توضیح

کتب مذکورہ کے حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں۔
۱۔ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے پر دلالت کرنے والی احادیث ”در صیح“ ہیں۔

- ۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا۔
- ۳۔ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما نے بھی چور کے لیے دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹنے کی حد لگائی۔
- ۴۔ تمام ائمہ نے اسی پر عمل کیا۔ لہذا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹنے پر اجماع فعلی منقذ ہو چکا ہے۔
- ۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور پاک سے آج تک کلائی سے ہاتھ کٹتا چلا آ رہا ہے۔
- ۶۔ اگرچہ بعض نے انگلیوں سے اور غار جیوں نے کندھے سے کاٹنے کا کہا ہے لیکن احادیث نبوی سے اس کی صحت نہیں ہوتی۔
- ۷۔ ہاتھ میں تین جوڑ ہوتے ہیں۔ سب سے کم فاصلہ پر کلائی پھر کہنی اور پھر کندھا ہے۔ لہذا قریب ترین تو یقینی ہے، دوسرے شبہ کی بنا پر مراد نہ ہوں گے
- نوٹ:**

احادیث مذکورہ میں مقام قطع کے لیے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں مفصل زندہ رخ ان میں سے لفظ مفصل، شیعہ سنی دونوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔ ان تینوں الفاظ کا از روئے لغت معنی معلوم ہونا چاہیے تاکہ حقیقت جان کھل کر سامنے آجائے۔ اہل تشیع کی کتاب تہذیب الاحکام میں مفصل کا لفظ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ذکر ہوا جس کا معنی 'جوڑا' ہوتا ہے۔ لیکن اس کی تفصیل میں مفصل الاصابہ لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ وضاحت یا تفصیل کسی انجان کی نظر آتی ہے۔ کیونکہ ہاتھ میں انگوٹھے سمیت پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ اور ہر انگلی کا جوڑ مستقل طور پر موجود ہے۔ اس طرح پانچ انگلیوں کے پانچ جوڑ ہوئے۔ اب ان کی تعبیر کے لیے مفصل الاصابہ نہیں بلکہ مفصل الاصابہ ہونا چاہیے تھا۔ لیکن یہ نہیں لکھا گیا

اس لیے لفظ مفصل کا واحد کے صیغہ کے ساتھ لکھا جانا بتلاتا ہے۔ کہ کوئی ایک جوڑ
 مراد ہے۔ اور ایک جوڑ (ہاتھ میں) تین جگہ ہیں۔ اسی بحث کو صاحب تبیین الحقائق
 نے ذکر کیا۔ قرآن کریم میں جب ہاتھ کاٹنے کا ذکر آیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 احادیث میں مفصل کو مقام قطع بتایا گیا۔ تو اس طرح تیسری جگہ یہ نکلا۔ کہ کم از کم مفصل دکلائی
 کو یقینی ہونے کی بنا پر کاٹا جائے گا۔ اس طرح کتب شیعہ میں موجود لفظ مفصل نے
 مسلک اہل سنت کی تائید کی ہے۔ لیکن اپنا الوسید ہا کرنے کے لیے کسی نااہل نے
 ”والاصابع“ کی قید بڑھا دی۔

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مفصل کے علاوہ زند اور ریح بھی مستعمل
 ہوئے۔ اس لیے ہم ان کی کتب سنت سے معنی ذکر کرتے ہیں۔

زند کا کتب لغت معنی

لسان العرب

وَقَدْ رَوَى بِإِبْيَاءٍ وَسِيَّاقِي ذِكْرُهُ وَالزَّيْدَانِ
 طَرَفًا عَظْمًا السَّاعِدَيْنِ مُزَكَّرًا فِي غَيْرِهِ
 وَالزَّيْدَانِ عَظْمَا السَّاعِدِ أَحَدُهُمَا أَذَقُ
 مِنَ الْأَخِيرِ فَطَرَفُ الزَّيْدِ الَّذِي يَلِي الْإِبْهَامَ
 هُوَ الْكُوعُ وَطَرَفُ الزَّيْدِ الَّذِي يَلِي
 الْخِضْرَ كُرْسُوعٌ وَالرُّسْعُ مُجْتَمِعُ الزَّيْدَيْنِ
 وَمِنْ عِنْدَ هُمَا تَقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ وَالزَّيْدُ

مَوْصَلٌ طَرَفِ الدَّرَا عِ فِي نَكْفٍ وَ هَمَّا زَنْدَانِ
الْكُوعُ وَالْكُوسُوعُ۔

لسان العرب جلد ۱ ص ۱۹۶

تذکرہ لفظ زند

ترجمہ:

”دیا،“ کے ساتھ لفظ زند آیا ہے۔ اس کا ذکر عنقریب آئے گا۔
لفظ زند ان تینہ ہے۔ جو کلائی کی دو طرفوں کو کہتے ہیں۔ جس پر کلائی
ختم ہوتی ہے۔ اس جگہ دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔ ایک ہڈی دوسری
کی نسبت کم اُبھری ہوئی ہوتی ہے۔ لہذا زند کی ایک طرف
انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوئی اور دوسری طرف چھنگلیا کے ساتھ
ملی ہوئی ہوتی ہے۔ انگوٹھے والی طرف کو ”کوع“، اور چھنگلیا
والی کو ”کوسوع“، کہتے ہیں۔ ان دونوں طرفوں کو ملائیں۔ تو اسے
”رُسن“ کہتے ہیں۔ جہاں سے چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اور زند کلائی
کو ہاتھ سے ملانے والا ہے۔ اس کی دو طرفوں کے کوع اور کوسوع نام
ہیں۔

توضیح:

کلائی کی انگوٹھے کی طرف واقع متصل حصہ کوع اور چھنگلیا سے متصل حصہ
کوسوع ہے۔ ان دونوں کا مقام اتصال رُسن اور زند کہلاتا ہے۔

”رسغ“ کی تحقیق

لسان العرب

الرسغ مفصل ما بين الكف والذراع -
وقيل الرسغ مجتمع الساقين والقدمين
وقيل هو مفصل ما بين الساعد والكف
والساق والقدم -

(لسان العرب جلد ۱ ص ۲۸ بحث
لفظ رسغ)

ترجمہ :

متصلی اور کلائی کے مابین واقع جوڑ کو رسغ کہتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے
کہ دونوں پنڈلیوں اور قدموں کے جوڑ کو رسغ کہتے ہیں۔ ایک قول یہ
بھی ہے۔ کہ کلائی اور متصلی پنڈلی اور قدم کے جوڑ کو رسغ کہتے ہیں۔

الحسن کریم

قارئین کرام! اہل تشیع نے اپنے مسلک کے حق ہونے پر جو دلیل پیش
کی۔ اس کی تائید میں ان کے پاس ایک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث
نہیں ہے۔ اور جو دلیلیں گھڑی ہیں۔ وہ بھی ترازو بے عقل پر پوری نہیں اترتیں

اڑا ہل بیت کی طرف سے جو حدیث پیش کی گئی اس کے راوی ناقابل اعتبار اور غیر معتمد ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف اہل سنت کا مسلک احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل صحابہ و ائمہ پر قائم ہے۔ اس سلسلہ میں زندگی، راسخ اور مفصل کے الفاظ بمعہ تحقیق نفی آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس تمام قیل و قال کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ چور کا ہاتھ دایاں اور وہ بھی کلائی سے کاٹا جائے گا۔ یہی احادیث سے ثابت ہے اور اسی پر آج تک امت محمدیہ کا اجماع ہے۔ صرف انگریزوں سے ہاتھ کاٹنا خلاف عقل و مخالف نقل ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ۝)

دو اشکال اور ان کا جواب

اسی بحث میں ایک دو اشکال اور ان کا جواب ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ پہلا اشکال یہ ہے۔ کہ جن احادیث سے ثابت کیا گیا۔ کہ چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے گا۔ وہ ضعیف احادیث ہیں۔ لہذا ان سے استدلال درست نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ کسی حدیث کا ضعیف ہونا اپنے مقام پر لیکن اگر وہ حدیث کئی طریقوں سے وارد ہو۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور وہ درجہ صحت پالیتی ہے۔ لہذا یہ احادیث متعدد طریقوں سے روایت ہونے کی بنا پر ضعیف نہیں۔ اور پھر جب ان پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ تو پھر قطعیت کا درجہ پالیتی ہیں۔ اسی لیے جب کسی روایت پر عمل لگتا رہا اور ہر دور میں بحیثیت ہونا رہا ہو۔ تو درجہ تو اتر میں داخل ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ شہر مکہ اور مدینہ کا ثبوت۔

لہذا ایسی روایت کے لیے سند کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی بات کو فتح القدیر میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

فتح القدیر

وَأَمَّا كَوْنُهُ مِنَ الزَّائِدِ وَهُوَ مِفْصَلُ الرَّسْخِ
وَيُقَالُ الْكَوْنُ مَعَ فَلَا نَكَّةَ الْمُتَوَارِثُ وَمِثْلُهُ لَا
يُطْلَبُ فِيهِ سَنَدٌ۔

فتح الباری جلد ۱۸ ص ۸۰ / تحت

قوله السارق الخ

ترجمہ:

ہاتھ کا کلائی سے کاٹنا یعنی کلائی اور ہتھیل کے درمیان واقع جوڑ سے جسے کوٹ بھی کہتے ہیں۔ تو یہ اس لیے کہ اس پر لگاتار ہر دور میں عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور اس قسم کی بات کے لیے سند کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔

دوسرا اشکال یہ کہ قرآن میں صرف ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے۔ دائیں بائیں کی تخصیص نہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ دایاں ہاتھ کاٹنا جائز ہے۔ یہ تخصیص بلا دلیل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق لفظ ”ویمین“ موجود ہے۔ اور اس پر کچھ اماریت بھی دیں ہیں۔ ہم نے اپنی طرف سے تخصیص نہیں کی۔

اعتراض:

کتب اہل سنت میں یہ موجود ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے

ایک چور کی مرث انگلیاں کاٹنے کا حکم دیا۔ لہذا قطع ید کا مقام انگلیاں ہی ہوگا۔
حوالہ یہ ہے۔

فتح الباری

وَ أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ مِنْ طَرِيقٍ أُبْنِي حَيْصَةَ أَنَّ
عَلِيًّا قَطَعَهُ مِنَ الْمُفْصَلِ وَ جَاءَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَطَعَ
الْيَدَ مِنَ الْأَصَابِعِ وَالرَّجُلَ مِنْ مِشْطِ الْقَدَمِ
أَخْرَجَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ
وَهُوَ مُنْقَطِعٌ۔

(فتح الباری جلد ۲ صفحہ نمبر ۸۰ تحت
قولہ السارق الخ)

ترجمہ:

ابن حیوہ کے فدیہ ابن ابی شیبہ نے بیان کیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ نے چور کا ہاتھ مفصل سے کاٹا۔ اور انہی سے روایت ہے
کہ علی المرتضیٰ نے انگلیوں سے ہاتھ کاٹا۔ اور قدم کو درمیان سے
کاٹا۔ اس روایت کو عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے روایت کیا
ہے۔ اور وہ منقطع ہے۔

جواب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل دو طرح سے مذکور ہوا۔ سر دست دوسرا
عمل کہ آپؑ نے چور کا ہاتھ انگلیوں سے کاٹنے کا حکم دیا۔ یہ عمل زیر بحث ہے۔
سو اس بارے میں جواب خود اس روایت کے آخری الفاظ میں۔ یعنی یہ روایت منقطع

ہذا انقطاع کی وجہ سے یہ روایت مقصد کو ثابت کرنے میں ناکافی ہے۔
 اور اگر انقطاع کی پرواہ کیے بغیر عمل شیر خدا کو دیکھا جائے۔ تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 اور خلفاء راشدین کے عمل کے خلاف نظر آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف
 وسائل الشیعہ میں اس طرح مذکور ہے۔ کہ آپ چور کا ہاتھ نصف سے زائد کاٹا کرتے
 تھے۔ جس کی وجہ سے وہ ہاتھ قابل استعمال درہنہ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ السَّارِقِ
 يَسْرِقُ فَتُقَطَّعُ يَدُهُ ثُمَّ يَسْرِقُ فَقُطِعَ رِجْلُهُ
 ثُمَّ يَسْرِقُ هَلْ عَلَيْهِ تَطْعٌ فَقَالَ فِي كِتَابِ
 عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضَى قَبْلَ أَنْ يَقُطَعَ أَكْثَرُ مِنْ يَدٍ
 وَ رِجْلٍ وَ كَانَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَا
 تُسَبِّحِي مِنْ رَفِيٍّ أَنْ لَا أَدْعَا لَهُ يَدًا أَلَيْسَتْ نَجِيًّا بِهَا
 أَوْ رِجْلًا يَمْشِي عَلَيْهَا۔

وسائل الشیعہ جلد ۱۸

ص ۹۵-۹۶۔ اعواب حد السرقہ

مطبوعہ تلہران طبع جدید۔

ترجمہ:

میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے چور کے بارے
 میں پوچھا۔ جس نے ایک مرتبہ چوری کی تو اسے قطعید کی سزا دی گئی

پھر اس نے چوری کی۔ تو اس مرتبہ اس کا ایک پاؤں کاٹا گیا۔ تیسری مرتبہ چوری کرنے پر اس پر قطع کی حد ہے یا نہیں؟ امام نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ کی کتاب میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اور اپنے کسی چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے زیادہ نہیں کاٹا۔ حضرت علی المرتضیٰ یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ اگر تیسری مرتبہ چوری کرنے پر اس کا دوسرا ہاتھ اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر دوسرا پاؤں بھی کاٹ دوں۔ تو مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ کہ میں نے اس چور کے لیے استیفاء کرنے کے لیے ہاتھ نہ چھوڑا۔ اور چلنے کے لیے پاؤں بھی نہ چھوڑے۔

توضیح

روایت مذکورہ میں ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ جانے کے بعد پھر چوری کرنے والے کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ کا قول واضح طور پر بتا رہا ہے۔ کہ جس طرح پہلا ہاتھ کاٹا گیا۔ اگر اسی طرح دوسرا بھی کاٹ دیا جائے۔ تو ایسا آدمی استیفاء نہیں کر سکتا۔ اب آپ بتائیں۔ کہ اگر صرف انگلیوں تک ہاتھ کاٹا جائے اور انگوٹھا بھی چھوڑ دیا جائے۔ تو تعمیلی موجود ہونے کی صورت میں استیفاء کرنا ناممکن کس طرح ہو گیا۔ اسی سے معلوم ہوا۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف اس سلسلے میں یہ تھا۔ کہ آپ ہاتھ کاٹنا حصہ کاٹ دیا کرتے تھے۔ جس کے بعد وہ استعمال کے قابل نہ رہتا۔ اور ایسا کاٹنا کلائی یا اس سے تھوڑا اوپر (نصف تنخیلی) تک ہوتا ہے۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کھلی روایت کے خلاف ہے۔ جس میں صرف انگلیاں کاٹنے کی بات تھی۔ اس لیے اس تنازع

کی بنا پر ناقابل عمل ہو گئی۔ اور قابل عمل وہی صورت ہوئی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

قطع پید کی حکمت

چور کا ہاتھ کاٹنا کیوں بطور حد مقرر کیا گیا؟ صاف ظاہر ہے۔ کہ کام کرنے میں دایاں ہاتھ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ لہذا چوری کرنے میں بھی دایاں ہاتھ کا زیادہ دخل ہونے کی بنا پر اسے یہ سزا دی گئی۔ تاکہ وہ آدھی باقی نہ رہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی۔ اگر اس کا ہاتھ صرف انگلیوں تک کاٹا گیا۔ تو پھر دوسری تیسری مرتبہ چوری کرنا اگر چھپیلے کی نسبت ذرا مشکل ہو گا۔ لیکن بہر حال یہ آدھ کٹا ہاتھ ضرور استعمال ہو گا۔ اس لیے اگر کلائی سے کاٹا جائے گا۔ تو پھر اس کا استعمال کم سے کم یا بالکل نہ ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ہاتھ کلائی سے کاٹنا ہی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ۔

كتاب العطر

واللبانة



کتاب الحضر والاباحۃ

”فقہ جعفریہ“ میں حلت و حرمت کے مسائل میں خصوصی

رعایت

اس سے قبل بہت سے مسائل ہم نے اہل تشیع کی فقہ سے ذکر کئے بمقصد یہ ہے کہ چند جدید مسائل کو دیکھ کر بھی قارئین کرام آپ اس فقہ کی مجموعی کیفیت معلوم کریں گے۔ مذکورہ مسائل سے آپ اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہوں گے۔ کہ اس فقہ کی بنیاد خواہشاتِ نفسانیہ کی تکمیل ہے۔ خواہ وہ عبادات و معاملات میں ہیر پھیر سے حاصل ہو۔ یا حجامت و پاکیزگی کے ضمن میں میسر آئے۔ ان مسائل کو ہم نے ان کی کتب سے بحوالہ ذکر کیا۔ اور پھر ان کے تقابل کے طور پر اہل سنت کا مسلک ذکر کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیا۔ فقہ جعفریہ چونکہ ان لوگوں کی مرویات کا مجموعہ ہے جن پر ائمہ اہل بیت نے ناراضگی اور لعنت تک کا اظہار کیا۔ اس لیے ایسے راویان سے یہ توقع کرنا کہ وہ صحیح اسلامی فقہ پیش کریں گے۔ عبث ہے عقل و نقل و وزن میں سے کسی معیار پر فقہ جعفریہ کے مسائل پورے نہیں اترتے۔ آخر میں حلت و حرمت کے چند مسائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ تاکہ کھانے پینے میں جو ان لوگوں نے آسانیاں اور نفس پر ولیاں بنا رکھی ہیں آپ انہیں دیکھ پائیں۔

منہ

”فقہ جعفریہ“ میں گدھا حلال ہے

وسائل الشیعہ

وَفِي الْعِلِّ وَ عُيُونِ الْأَخْبَارِ بِأَسْنَادِهِ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ سَنَانٍ أَنَّ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ
كَتَبَ إِلَيْهِ فِيهَا كُتِبَ مِنْ جَوَابِ مَسَائِلِهِمْ كُتِبَ
أَكْلُ لَحْمِ الْبِغَالِ وَالْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ لِحَاجَةِ
النَّاسِ إِلَى ظُهُورِهَا وَاسْتِعْمَالِهَا وَالْخَوَافِ
فِي قَنَاءِهَا وَقِلَّتِهَا لَا يَقْدُرُ خَلْقُهَا وَلَا يَقْدُرُ
غَذَاؤُهَا-

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۹۲ کتاب الطائفة)

(بالاشریہ)

(۶- عل الشرائع جلد دوم ص ۲۵۰)

(مطبع خیدرہ نجف)

(۳- عیون الاخبار جلد دوم ص ۹۷)

ترجمہ:

عل الشرائع اور عیون الاخبار میں اسناد کے ساتھ محمد بن سنان

سے منقول ہے۔ کہ امام رضا نے چند رسائل کے جواب میں اسے لکھا۔ خچر اور گھریلو گدھے کا گوشت مکروہ ہے۔ اور یہ کراہت اس لیے ہے کہ لوگوں کو ان کی سواری کی ضرورت پڑتی ہے۔ انہیں دوسرے کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کی نسل نفاذ ہونے کا خطرہ یا قلت کا خطرہ ہو جائے گا۔ کراہت کی یہ وجہ نہیں کہ ان کی خلقت گندی ہے۔ یا ان کی غذا خراب ہوتی ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلَمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُهُ
عَنْ لَحْمٍ مِنَ الْخَيْلِ وَالْبَعَالِ وَالْحَمِيرِ فَقَالَ حَلَالٌ
وَلَكِنَّ النَّاسَ يَكْفُرُونَ بِهَا۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۷ ص ۳۹۳)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۹ صفحہ ۴۱
حدیث ۱۷۴)

(۳۔ من لای یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۱۳)

ترجمہ:

محمد بن مسلم نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ خچر، گدھے اور گھوڑے کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ فرمایا حلال ہے۔ لیکن لوگ کھاتے نہیں۔

توضیح:

پہلی روایت میں گدھے اور خچر کے گوشت کو مکروہ کہا گیا۔ وہ بھی اس بناء پر

کہ یہ سواری وغیرہ کے کام آتے ہیں۔ اور لوگوں نے اگر کھانا شروع کر دیئے۔ تو ان کی قلت ہو جائے گی۔ دوسری روایت میں کراہت کا قول نہیں بلکہ صاف صاف حلال کہا گیا اور پھر لوگوں کے حالات کی شکایت کی گئی۔ کہ وہ طوطی یا طبعی کراہت وغیرہ کی بنا پر انہیں کھاتے۔ گویا دوسری روایت میں ایک قدم اور بڑھ گیا۔ تاکہ بلا کراہت کھائے جائیں۔ اب ذرا اور آگے چلیے۔ تو نظر آئے گا۔ کہ گھوڑے کا گوشت کھانا سنتِ رسول ہے۔

گھوڑے کا گوشت کھانا دُسنّتِ رسول ہے

تہذیب الاحکام

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ أَتَيْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا فَرَسٌ لَهُ يَكْبِدُ
بِنَفْسِهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنْ حَرَهُ يُصَعِّفُ لَكَ بِهِ أَجْرَانِ بِنَحْرِكَ أَيَادٍ وَاجْتِبَاكَ
لَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْ مِنْهُ شَيْءٌ؟ قَالَ نَعَمْ
كُلْ وَأَطْعِمْنِي قَالَ فَأَمَذَى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَذَّاهُ مِنْهُ فَأَكَلَ مِنْهُ وَأَطْعَمَنِي.

(۱) - تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۴۴۴ فی الصيد واندباغ -

(۲) - وسائل الشیخ جلد ۱ ص ۴۴۴ کتاب الاطعمہ

والاشربة

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے گھر گئے۔ تو چائیک اس کا گھوڑا مرنے کے قریب نظر آیا۔ آپ نے انصاری سے فرمایا۔ اس کو ذبح کر دو۔ دوسرا ثواب ملے گا۔ ایک ذبح کرنے کا دوسرا نیکی کی نیت کا۔ وہ کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! کیا اس میں سے مجھے بھی کچھ کھانے کو ملے گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ کھاؤ۔ اور مجھے بھی کھلاؤ۔ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہریہ دیا۔ آپ نے اس سے کھایا اور مجھے بھی کھلایا۔

توضیح

قارئین کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے، گھوڑے اور خچر کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اگرچہ گھوڑے کے بارے میں علت کی حدیث بھی موجود ہے۔ لیکن فقہائے اسلام نے اسے کھانا مکروہ تحریمی کہا ہے۔ لیکن یہ جرات کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس گھوڑے کا گوشت کھایا۔ یہ جرات صرف اہل تشیع ہی کر سکتے ہیں۔ آپ جب منع فرما رہے ہیں۔ تو خود کبوتر تناول کریں گے۔ لیکن اہل تشیع نے اس روایت سے یہ اخذ کیا ہے۔ کہ گھوڑے کا گوشت کھانا ”سنت رسول“ ہے اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ مرنے والا گدھا بھی کیوں بیکار جائے۔ اس کے کہاب بنا کر تقسیم کیے جائیں۔ اور علماء و ذاکرین کو ہریہ کھلائے جائیں۔

فقہ حنفی میں گدھے کا گوشت کھانا حرام ہے

البنایۃ فی شرح الہدایۃ

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
اَخْرَجَ حَدِيثُ الْبُخَارِيِّ مُسْنَدًا إِلَى سَالِمٍ
و نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ نَهَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَمْلِيَّةِ
يَوْمَ خَيْبَرَ -

(البنایۃ فی شرح الہدایۃ جلد دوم ص ۸۸ مطبوعہ
مصر طبع جدید)

ترجمہ :

مسند اور مرفوع روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کے دن پالتو گدھوں کا گوشت کھانا منع کر
دیا تھا۔

البنایۃ فی شرح الہدایۃ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَهَى عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَمْلِيَّةِ وَمِنْهُمْ
أَبُو سَلَيْطٍ وَكَانَ بَدْرِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْرَجَ

حَدَّثَنَا الطَّحَاوِيُّ أَيْضًا بِإِسْنَادِهِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ
 بْنِ أَبِي سَلَيْطٍ عَنْ أَبِيهِ وَثُمَّ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْرَجَ حَدِيثَهُ الطَّحَاوِيُّ أَيْضًا
 بِإِسْنَادِهِ إِلَى ابْنِ سِيرِينَ عَنِ النَّوَوِيِّ مَالِكٍ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَّا افْتَتَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْبَرَ اصَابُوا حُمْرًا فَطَبَخُوا
 مِنْهَا فَنَادَى مُنَادِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَلَا إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَكُمُ عَنْهَا فَإِنَّهَا نَجَسٌ
 فَانْكُفُوا الْقُدُورَ -

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۹ ص ۷۹)

مطبوعہ مصر جدید

ترجمہ:

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو
 گدھوں کے گوشت (کھانے) سے منع کر دیا ہے۔ ان روایات میں
 ابوسلیطہ بدری بھی ہیں۔ جن سے امام بخاری نے حدیث بیان
 کی۔ ان میں سے انس بن مالک بھی ہیں۔ ان کی روایت امام طحاوی
 نے ذکر کی ہے۔ کہتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح
 کیا۔ وہاں کچھ گدھے ہاتھ لگے۔ لوگوں نے کچھ گدھے پکائے حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہلکار سے اعلان کیا۔ کہ اللہ اور اس
 کا رسول تمہیں اس (گدھے کے گوشت کھانے) سے منع کرتے ہیں
 کیونکہ یہ ناپاک ہے۔ لہذا اپنی ہنڈیوں کو ان کے گوشت سے دُور رکھو۔

اور انہیں اذندھا کر دو۔

البنایہ فی شرح الہدایہ

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَهْدَرَ الْمَتْعَةَ وَحَرَّمَ لِحْوَراً الْحُمْرِ الْأَمْلِيَّةَ يَوْمَ
خَيْبَرَ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ

بن محمد بن علی عن ابیہما عن علی ابن ابی طالب
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَهَى عَنْ مَتْعَةِ الْيَسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ أَكْلِ الْعُمِّ
الْأُنْثِيَةِ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۹ ص ۸، کتاب النباغ)

(المطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ بے شک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو ختم کر دیا۔ اور پالتو گدھوں کا گوشت حرام
کر دیا۔ یہ اعلان یوم خیبر کو ہوا۔ اسے بخاری اور مسلم نے بالاسناد حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا اور پالتو گدھے کا گوشت کھانا یوم خیبر
کو منع فرما دیا ہے۔

توضیح:

صاحب البنایہ علامہ بدر الدین عینی نے پالتو گدھے کے گوشت کی حرمت کی

روایت کرنے والے چند جلیل القدر صحابہ کرام کے اسماء گرامی ذکر کیے۔ جن میں حضرت علی المرتضیٰ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمر، ابن العاص، عبداللہ بن عباس، ابوسلیطہ، انس بن مالک، ابو ہریرہ، جابر بن عبداللہ، مقداد اور سلمیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس قدر جلیل القدر صحابہ کرام کی متفقہ روایت درجہ شہرت تک پہنچتی ہے۔ ایسی روایات سے قرآن کریم کی نصوص کی تفصیص و وضاحت کی جاسکتی ہے۔ اس کے باوجود اہل تشیع گدھے کے گوشت کو حلال قرار دینے پر تے ہوئے ہیں۔ یہ خصوصی رعایت انہیں مبارک ہو۔

گھوڑے کے گوشت کے بارے میں چونکہ روایات مختلف ہیں۔ کہیں گدھے کی طرح اس کے گوشت کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ اور کہیں اس کی حلت معلوم ہوتی ہے۔ فقہی ضابطہ کے مطابق (جب حلت و حرمت جمع ہو جائیں۔ تو حرمت رائج ہوتی ہے۔) امام اعظم رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کے گوشت کھانے کو مکروہ لکھا۔ اسے بعض فقہاء نے مکروہ تحریمی پر محول کیا ہے۔ جیسا کہ ابنایہ اور فقہ القدر میں مذکور ہے۔

منہ (۲)
مندی

”فقہ جعفریہ“ میں کوّا بھی حلال ہے۔

تہذیب الاحکام :

الحسین بن سعید عن خضلی عن ابان عن
زرارة عن احدهما علیہ السلام انہما قتلا

إِنَّ أَكْلَ الْغُرَابِ لَيْسَ بِحَرَامٍ إِنَّمَا حَرَّمَ مَا حَرَّمَ
اللَّهُ فِي كِتَابِهِ۔

(۱) - تہذیب الاحکام جلد ۹ صفحہ نمبر ۱۸
فی الصیید الخ)

(۲) - وسائل الشیعہ جلد ۱۷ ص ۳۹۲ کتاب
الاطعمۃ والاشربۃ الخ)

ترجمہ:

زارہ نے حضرت امام رضا سے روایت کی ہے کہ آپ نے
فرمایا کہ کھانا حرام نہیں۔ حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی
کتاب میں حرام فرمایا ہو۔

توضیح:

اہل تشیع کے ہاں حرام وہی ہے۔ جسے قرآن کریم نے حرام کہا ہو۔ چونکہ کتب
کا حرام ہونا قرآن کریم میں موجود نہیں۔ اس لیے وہ حرام نہیں ہے۔ اس قانون سے
بہت سی راہیں کھل گئیں۔ صرف گواہی نہیں بلکہ چند حیوانات کے علاوہ ان کے لیے
سب کچھ حلال ہو گیا ہے۔ گدھا، گتتا، بلی، چوہا یعنی خنزیر کے علاوہ تمام حیات
ان کے لیے حلال ہیں۔ اسی طرح پرندوں میں کوئی بھی حرام نہیں۔ کیڑے مکوڑے
اور حشرات الارض بھی ان کے لیے حلال ہو گئے۔ کتنی رعایت ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔

منہ ۳
مستند

ساڑھے گیارہ تولہ کے قریب نخن اگر ہنڈیا
میں گر جائے تو وہ بس نہیں ہوتی

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ الْأَعْرَجِ
قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَنْ قِدْرٍ فِيهَا جُزْءٌ
وَقَعَ فِيهَا قَدْرٌ أَوْ قَبِيضَةٌ مِنْ ذِمِّ رَأْيُ كُلِّ قَالٍ
نَعَمْ فَإِنَّ النَّارَ تَأْكُلُ الذَّهْرَ.

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۶۳ مکتبہ المصطفیٰ)

(والاشرہ)

(۲) - فروع کافی جلد ۶ ص ۲۳۵

(۳) - من لا یخفیہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۱۶

ترجمہ:

سعيد اعرج کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
پوچھا کہ ہنڈیا میں اونٹ کا گوشت تھا۔ اس میں ایک اونیہ

(گیارہ تولہ اٹھ ماشے) خون پڑ گیا۔ تو کیا اس کا کھانا جائز ہے؟ فرمایا ہاں
 کیونکہ آگ خون کو کھا جاتی ہے۔ اس لیے خون پڑنے کے باوجود باقی
 ذرا کھانے میں کیا حرج ہے۔

لمحضر

”و خون“، ان حرام اشیاء میں سے ایک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم
 میں ذکر فرمایا۔ اثم احتر و علیکم المیتہ و الذہار الخ اللہ تعالیٰ نے
 یقیناً تم پر مقرر اور خون حرام کر دیا ہے۔ اس نص صریح کے ہوتے ہوئے ایک
 ہنڈیا میں پکے ہوئے گوشت کو بچانے کے لیے اہل تشیع نے کیا فریب گھڑا ہے
 کوسے کے حلال کرنے کے لیے یہ کہا۔ کہ اس کی حرمت قرآن میں موجود نہیں۔
 لیکن خون اور وہ بھی تقریباً ساڑھے گیارہ تولہ ہنڈیا میں پڑ جائے۔ تو قرآن کریم
 کے حرام کہنے کے باوجود وہ حرام نہ ہوا۔ اور نہ گوشت کو نجس کیا؟ یہ دوزنگی خوب
 ہے۔ اور بہانہ بنایا۔ کہ آگ نے خون کو کھا لیا ہے۔ اسی جگہ صاحب وسائل الشیعہ
 نے اس مسئلہ کے بارے میں لکھا۔ کہ یہ تفسیر پر محمول ہے۔ محمد بن حسن المرعالی کے
 الفاظ یہ ہیں۔ ہذا مَحْمُولٌ اِمَّا عَلٰی النَّقِیَّتِ وَ اِمَّا عَلٰی جَوَازِ
 اِلَّا تَحِلُّ بَعْدَ عَسَلِ اللَّحْمِ۔ دو تاویلات کی گئی ہیں۔ اول یہ کہ یہ تفسیر
 پر محمول ہے۔ دوم یہ کہ یہ اس طرح درست ہوگا۔ کہ گوشت کو دھو کر کھا یا جائے
 لیکن وہ تفسیر، کالزام امام جعفر پر لگانا انتہائی جرأت کا کام ہے۔ کیونکہ جس دور
 میں امام جعفر تھے۔ وہ شیعیت کے پھیلنے پھولنے کا سنہری دور تھا۔ تفسیر اپنا بستر لوریا
 باندھ چکا تھا۔ اور اہلیت موجب زن تھی۔ ہزاروں لوگ ”جعفریت“ کہہ سکتے تھے
 تھے۔ ایسے میں امام جعفر کو تفسیر ”کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ آخر آپ کو کس کا ڈر تھا کہ

جس کی بنا پر حق بات چھپائی جا رہی ہے۔ پھر جب اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر اہل بیت کی اتباع پیغمبروں کی اتباع سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور انھیں الشافی پر جلد سوم صفحہ نمبر ۸۷ مطبوعہ قم جدید پر موجود ہے۔ کہ حضرات انبیائے کرام تقیہ نہیں کرتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو شریعت ختم ہو جاتی۔ جب ان کے نزدیک ادنیٰ کا یہ درجہ کو اعلیٰ کا کیا مقام ہوگا اس لیے تقیہ کا التزام بھی ایک احمق کی بڑے سے زیادہ کچھ نہیں رہا یہ کہ دھوکہ کھانا جائز ہے یہ تاویل بالکل بے معنی اور لاعاصل ہے۔ کیونکہ دھونے کی ضرورت تب پڑتی ہے۔ جب وہ حرام اور نجس رہے۔ خود امام صاحب نے اس کے حلال ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی۔ کہ اگر گائے اس خون کو جلا دیا ہے۔ لہذا جملہ کردہ باقی نہ رہا۔ اور ہنڈیا میں موجود گوشت پاک کا پاک رہا۔ اس دلیل کے ہوتے ہوئے اور کیا ضرورت پڑ گئی۔ کہ پاک کو پاک کرنے کے لیے دھویا جائے۔ اسی لیے اس تاویل کی تردید میں لاکھنؤ الفقیہ نے ان الفاظ سے کو دی۔ **مُحْمَلٌ الذَّهْرُ عَلَى مَا لَيْسَ بِنَجِسٍ حَكَدُ السَّمَكِ وَ شَبْلُہ**۔ یعنی یہ خون اس خون پر محمول کیا جائے گا۔ جو نجس نہیں ہوتا جیسا کہ مچھلی و حیزہ کا خون۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ تاویلات دُور از قیاس ہیں۔ حدیث مذکور اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ فقہ جعفریہ میں شکم پر دی کے لیے ہر ممکن رعایت پائی جاتی ہے۔ شاید ڈھونڈنے سے آپ کو کوئی خوردنی نوشیدنی چیز حرام ہے۔ ورنہ سب کچھ جائز اور حلال ہے۔ خنزیر نجس العین تھا لیکن گوشت کے ریسے سے بھی حلال کر گئے۔ اس کی تفصیل باب الطہارت میں گزر چکی ہے۔ لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

منہ
عُلمہ

ہندو یا میں چوہا گر کر مر جانے سے بھی

نجات نہیں آتی

تہذیب الاحکام

محمد بن یعقوب عن علی بن ابراہیم عن ابيه
عن النوفلي عن السكوني عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
اَنَّ اَمِيْرًا لَمْؤِمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ سُئِلَ اِنْ قَدِرَ
طَبِخَتْ وَاِذَا فِي الْقَدْرِ فَاَرَهُ قَالَ يُحْرَقُ مَرْقَمًا وَ
يُفْسَلُ اللَّحْمُ وَيُوْكَلُ

(۱- تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۱۷۷ باب فی الزناح الم)

(۲- وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۲۶۳ باب

ان القدر اذا طبخت)

(۳- فرغ کا فی جلد ۱ ص ۲۶۱ کتاب الاطعمہ)

ترجمہ :

حضرت امام جعفر صادق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے پوچھا گیا۔ ہنڈیا پک کر تیار ہو گئی۔ اچانک اس میں سے چوڑا ملا۔
 (تو اس کا حکم کیا ہے؟) فرمایا۔ اس میں سے سالن گرا دیا جائے۔ گوشت
 دھو کر کھالیا جائے۔

توضیح

مقصود یہ ہے۔ کہ کھانے کے لیے جو گوشت پکایا۔ وہ کسی نہ کسی حیلے بہانے
 سے کھانا چاہیئے۔ سالن کو گرا دو۔ اور اس میں اُبل اُبل کر جو گوشت پکا۔ اُسے
 دھو کر کھالو۔ کیا گوشت کے ہر ذرہ میں وہ نمبں شود با سرایت نہیں کر چکا تھا؟ سرایت
 کرنے کی بنا پر وہ نرم ہو گیا۔ تو جس طرح تک مزاج اس کے ہر ذرہ میں سرایت
 کر جاتے ہیں۔

اسی طرح چربا یا نمبں پانی بھی گوشت کے ہر ذرہ میں پہنچا۔ اب دھو کر کھانے
 کی ترکیب ایسی سوجھی۔ کہ اس پر ”نشان حیدر“ ملنا چاہیئے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ یہ
 سب کچھ پیٹ کے دھندے کے لیے کیا گیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
 کو خواہ مخواہ اس کا نشانہ بنایا گیا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔

منہ ۵ مسئلہ

سُنی کی دکان سے خریدنا ہوا حلال گوشت

خنزیر سے زیادہ حرام ہے

تہذیب الاحکام

محمد ابن احمد بن یحییٰ عن احمد بن حمزہ
عن محمد بن علی عن یونس بن یعقوب عن
ابی بصیر قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام
عن الرَّجُلِ یَشْتَرِی الْکُحْمَ مِنَ السُّوْقِ وَعِنْدَهُ
مَنْ یَذْبَحُ وَیَبِیْعُ مِنْ أَخْدَانِهِ فِیَعْتَمِدُ الشَّرَاءَ
مِنَ النِّصَابِ فَقَالَ أَتَى شَيْءٍ تَسْأَلُنِي أَنْ أَقُولَ مَا
يَأْكُلُ إِلَّا مِثْلَ الْمَيْتَةِ وَالْذَّهْرَ وَالْکُحْمَ الْخِنْزِيرِ
قُلْتُ سُبْحَانَ اللَّهِ مِثْلَ الْمَيْتَةِ وَالْذَّهْرَ وَكَمْ الْخِنْزِيرِ
فَقَالَ نَعْمَ وَأَعْظَمَ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ -

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۱۵۶ فی الذبائح الخ)

(۲۔ وسائل الشیخ جلد ۱ ص ۲۵۶ نمبر ۳۵۶)

باب اباحت الذبائح

ترجمہ:

ابو بصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایک آدمی بازار سے گوشت خریدتا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس اپنے ساتھیوں میں سے ذبح کرنے والا بھی موجود ہے۔ پھر وہ بازار سے کسی سٹی سے گوشت خریدتا ہے (نواس کے بارے میں کیا حکم ہے؟) فرمایا تو کس چیز کے متعلق پوچھتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ ایسا گوشت کھائے گا۔ جو مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کی طرح ہے۔ میں نے عرض کیا۔ سبحان اللہ! آپ اس خریدے گئے گوشت کو مردار، خون اور خنزیر کے ساتھ تھپہ دے رہے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہ اس سے زیادہ حرام ہے۔

توضیح

حوالہ مذکورہ سے اہل تشیع کی اہل سنت سے دشمنی اور بغض و عداوت کا اظہار ہو رہا ہے۔ ایک طرف جب ان کے پیٹ کا مسئلہ آتا ہے۔ تو گدھا، کتا، خون، مرا ہوا چرواہا سب جائز۔ اور دوسری طرف حتیٰ کی دکان سے خریدا ہوا گوشت اس قدر قابل نفرت ہے کہ اس جیسی نفرت والی کوئی دوسری چیز ہے ہی نہیں۔ ان کے حواس باختہ ہونے کا اندازہ اس سے ہوتا ہے۔ کہ گدھے کو حلال ثابت کرنے کے لیے یہ ضابطہ وضع کیا تھا۔ کہ جسے قرآن نے حرام کیا وہی حرام ہے دوسرا کوئی حرام نہیں۔ اس ضابطہ کے پیش نظر کوئی شیعہ قرآن کریم کی ایک آیت بھی ایسی دکھا دے۔ جس میں یہ کہا گیا ہو۔ کہ سنی سے خریدی گوشت ان سے بھی بڑھ کر حرام ہے۔ اتنے بڑے حرام کے لیے کوئی نص موجود نہیں۔ تو پھر اس کو حرام کہنا

کس طرح درست ہوا؟

حقیقت یہ ہے کہ ان مسائل کا تعلق حضرت امثال بیت سے ہرگز نہیں۔ صرف ان کا نام استعمال کر کے اپنی دکان چمکانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یعنی روایت جواہر البصیر کے حوالہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مذکور ہوئی۔ یہ ابو بصیر وہ راوی ہے جس پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کئی بار لعنت بھیجی حوالہ کے لیے رجال کشی ملاحظہ کریں۔ ہم بارہا مذکورہ حوالہ درج کر چکے ہیں ایسے ہی ملعون اور کذاب لوگوں کی عادت کے پیش نظر امام جعفر وغیرہ امثال بیت یہ فرمانے پر مجبور ہوئے کہ لوگوں نے ہمارے کلام میں خلط غلط کر دیا ہے۔ صحیح اور غیر صحیح روایات اکٹھی کر دی گئی ہیں۔ اس لیے ہماری کسی روایت یا حدیث کے صحیح ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اسے کتاب ائمہ اور سنت رسول اللہ و پیش کردہ اگر موافقت ہو۔ تو بہتر و زندہ روایات چھوڑ دو۔ اور کتاب اللہ و سنت رسول سے دامن وابستہ رکھو۔ دوسری حدیث جو ہم آگے ذکر کر رہے ہیں ذرا اس پر نظر دوڑائیں۔ اور پھر نتیجہ نکالیں۔

وسائل الشیعہ

عن بشیر بن غیلان قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن ذبائح اليهود والنصارى والنصاب قال فلكوى شدقه وقال كلما الى يوم ملا أقول قرينة التقية ههنا ظاهري۔

وسائل الشیعہ جلد ۱۷ ص ۳۵۶

ابواب الذبائح

ترجمہ:

بشیر بن غیسلان کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہود و نصاریٰ اور مسیحیوں کے ذبیحہ کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے باچھ کو مروڑا۔ اور کہا۔ غیر معینہ دن ہمک کھاؤ۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس ارشاد میں تقیہ کرنا واضح ہے۔

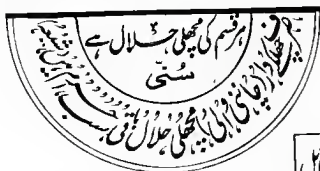
لمسکریہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہود و نصاریٰ اور فرامب کا ذبح کردہ حلال جانور کھانے کی اجازت عطا کر دی۔ لیکن خبث باطنی کا مظاہرہ کرنے سے مصنف نہ چوکا۔ ”اقول“، کا دم چھٹا لگا کر امام صاحب کی ذات کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ وہ اس طرح کہ امام صاحب نے ان کے ذبايح کو کھانے کی اجازت بطور تقیہ دی ہے اس تقیہ پر یہاں قرینہ واضح طور پر موجود ہے۔ وہ قرینہ باچھیں مروڑنا، ہی ہو سکتا ہے ہم بار بار یہ ذکر کر چکے ہیں۔ کہ خود شیعہ مورخین اس پر متفق ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا زمانہ تقیہ کا زمانہ نہ تھا۔ حالات سازگار تھے لہذا ایسی جلیل القدر شخصیت پر ”تقیہ“ کی ہمت لگانا خبث باطنی سے کم نہیں۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ امام صاحب کے نزدیک اس گوشت میں کوئی حرمت نہیں۔ ان پر حرمت کا فیصلہ تھو پنا کسی بناوٹی محب کا کام ہے۔ ظالموں کو اہل سنت سے عداوت نے ائمہ اہل بیت پر افراد باندھنے کی جسارت دی۔ یہ ہے ان کی عقیدت اور محبت البیت کا ثبوت مختصر یہ کہ ہم نے ان کی کتب سے چیدہ چیدہ مسائل ذکر کئے۔ جن کی نسبت امام جعفر و غیرہ ائمہ اہل بیت کی طرف کی گئی ہے۔ اور حقیقت میں ان حضرات کے اقوال و اعمال ایسے مسائل کی نہ اجازت دیتے ہیں۔ اور نہ ہی انہیں

دیکھ کر یہ خوش ہوتے تھے۔ کیونکہ عقلاً و نقلاً یہ مسائل ناقابل قبول اور حتیٰ سے ضرور میں
 یہ سب کچھ زرارہ، ابو بصیر وغیرہ کی پیداوار ہے کہ دھوکہ دینے کے لیے ان مسائل کی
 نسبت ائمہ کی طرف کر دی گئی۔ اور اس سلسلہ میں زیادہ بدنام امام جعفر صادق علیہ السلام
 کو کرنے کی کوشش کی گئی۔ حتیٰ کہ اپنی من مانی روایات اور خود ساختہ اماریت کی
 نسبت ان کی طرف کر کے اس کا مجموعی نام ”دفقہ جعفریہ“ رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ
 حق و صداقت کی بصیرت عطا فرما کر حق کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق
 عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(فَاغْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْالْبَصَارِ)

پیشی حلال واکہ ہونے کے بارے میں شیعہ سنی نظریہ



تَاْكُلُوْا وَلَا تَبِيعُوْا مِنْ السَّمَكِ مَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ
 قَشْرٌ عَنْ حَنَّانِ بْنِ سَدِيْدٍ قَالَ سَأَلَ
 الْعَلَاءُ عَنْ كُلِّ اَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَآنَا
 حَاضِرٌ عَنِ الْجَبْرِی فَقَالَ رَجَدَ نَافِیْ كِتَابِ عَلِیٍّ
 عَلَیْهِ السَّلَامُ اَشْیَاءَ مُحَرَّمَةٍ مِنَ السَّمَكِ فَلَا تَقْرُبُهَا
 ثُمَّ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ
 قَشْرٌ مِنَ السَّمَكِ فَلَا تَقْرُبُهَا۔

دفعہ کافی جلد ۲ ص ۲۲۱ کتاب الصيد

مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فہرست
 میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر سوار ہو کر ایک بازار میں سے گزر
 رہے تھے۔ وہاں مچھلیوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ تو آپ نے فرمایا۔
 جب تک کسی مچھلی پر چھلکے نہ ہوں۔ تو نہ اس کو کھاؤ۔ اور نہ ہی اس کی
 خرید و فروخت کرو۔۔۔ علاء بن کاظم نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
 ایک مچھلی کے بارے میں پوچھا۔ میں اس وقت موجود تھا۔ آپ نے فرمایا۔
 ہم نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب میں مچھلی کی بہت سی اقسام کو حرام
 لکھا ہوا پایا۔ لہذا ہمیں ان کے قریب نہیں جانا چاہیئے۔ پھر امام جعفر صادق
 رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب تک مچھلی چھلکوں والی نہ ہو۔ ہم اس کے ہرگز
 قریب نہیں جائیں گے۔

ضروری نوٹ : مچھلی کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ مذکورہ دو عدد دعوات

سے آپ نے ملاحظہ کیا۔ اس جگہ محفل کے ساتھ ”مال المریضین لہ قسشر“ یعنی چھکے دار ہونے کی پابندی لگائی گئی۔ یہ پابندی کہاں سے لی گئی؟ اس کا کوئی سرا نہیں ملتا۔ کیونکہ ان کی تمام کتب فقہیہ وغیرہ فقہیہ میں ایک حدیث بھی اس پابندی کی تائید میں موجود نہیں ہے۔ تہذیب الاحکام میں جو تقریباً پچاس احادیث اسی موضوع پر ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً صحیح ثابت نہیں۔ فروع کافی کی بھی یہی نوعیت ہے۔ ان تمام احادیث کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے ائمہ اہل بیت کی طرف ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر یہ قید شرعی تھی۔ تو پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیوں چھپائے رکھا۔ حالانکہ اہل تشیع بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نبی تقیہ نہیں کیا کرتا۔ کیونکہ اس طرح حلال و حرام کا امت تک پہنچنا مشکل ہو جاتا۔ ملاحظہ ہو۔

نبی شرعی مسائل میں تقیہ نہیں کرتا

تلخیص الشافی

فَإِنَّمَا الرَّسُولُ لَوْلَا كَلَّمَتْ تَجْزِي التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لَإِنَّ الشَّرِيعَةَ لَا تَعْرِفُ إِلَّا مِنْ جَلَّتِهِ وَلَا يُرْصَلُ إِلَيْهَا إِلَّا بِقَوْلِهِ فَسَمَى جَا زَاتِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنْ لَنَا إِلَى الْعَلِيمِ بِمَا كَلَفْنَاهُ طَرِيقًا

(تلخیص الشافی جلد سوم ص ۸۷)

(مطبوعہ قمر جدید)

ترجمہ: بہر حال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تقیہ کرنے کا قول

کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ شریعت کی معرفت صرف ان کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ اور اس کی طرف آگاہی بجز قول رسول کے نہیں ہو سکتی۔ سو اگر تقیہ کا جواز مقصور ہو تو پھر ہمیں اپنے بارے میں احکام کا علم کیسی اور طریقہ سے کیسے ہو گا؟

لہذا معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال و حرام میں سے کسی کو نہ غلط بیان کیا۔ اور نہ کسی کے ڈر کے مارے اسے چھپایا۔ بلکہ حقیقت حال واضح فرمادی۔ اب زیر بحث مسئلہ میں پوری کتب شیعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مہجلی کے حلال ہونے کے بارے میں مذکورہ شرط مذکور نہیں۔ ہاں اہل تشیع اس بات کے قائل ہیں۔ کہ امام وقت مسائل شرعیہ و احکام دینیہ میں تقیہ کر سکتا ہے۔ اور ایک ہی مسئلہ کے مختلف جوابات دے سکتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی

عن زرارۃ بن اعین عن ابی جعفر علیہ السلام قال
 مَا لَكُمْ عَنْ مُسْئَلَةٍ فَأَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ
 عَنْهَا فَأَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ آخَرُ
 فَأَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي وَأَجَابَ صَاحِبِي فَلَمَّا خَرَجَ
 الرَّجُلَانِ قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ رَجُلَانِ مِنْ أَهْلِ
 الْعِرَاقِ مِنْ شِيعَتِكَ قَدْ مَا يَسْئَلَانِ فَأَجَبْتَ كُلَّ
 وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِغَيْرِ مَا أَجَبْتَ بِهِ صَاحِبَهُ؟ فَقَالَ يَا ذَرَاةَ
 إِنَّ هَذَا أَحْيَرُنَا وَأَبْقَى لَنَا وَلَكُمْ وَكَمْ أَجْمَعْتُمْ عَلَى أَنَّهُ
 وَاحِدٌ لِمَا قَدَّمَ النَّاسُ عَلَيْنَا وَلَكِنَّا أَقَلُّ بَيْتَانَا

وَبَنَّاكُمْ قَالَتْ لَمْ قُلْتُ لِأَنِّي عَبْدُ اللَّهِ شَيْعَتُكُمْ كَوَلَّمُوهُ
مُتْرَ عَلَى الْأَسِنَّةِ أَوْ عَلَى النَّارِ لَمَضُوا وَهُمْ يُخْرِجُونَكَ
مِنْ عِنْدِ كُمْ مُخْتَلِفِينَ قَالَ فَاجَابَنِي بِمِثْلِ جَوَابِ
أَبِيهِ۔

راصول کافی جلد ۵ صفحہ ۶۵

مطبوعہ تلہران جدید

ترجمہ :

زرارہ بن امین کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ
پوچھا۔ آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا۔ پھر ایک شخص اور آیا۔ اور
اس نے بھی وہی مسئلہ دریافت کیا۔ امام نے اسے مجھے دیئے گئے جواب
کے خلاف جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا۔ اس نے بھی وہی مسئلہ
دریافت کیا۔ امام نے اسے ہم دونوں کے جواب سے الگ تیسرا جواب
دیا۔ جب وہ دونوں آدمی پہلے گئے۔ تو میں نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول!
دونوں آدمی عراقی تھے۔ آپ کے شیعوں تھے۔ سوال پوچھنے کے لیے آئے
تھے۔ اپنے دونوں کو ایک ہی سوال کا الگ الگ جواب دیا۔ اس کی
کیا وجہ ہے؟ فرمایا اے زرارہ! ایسا کرنا ہمارے لیے بہتر ہے۔ اور اس
میں ہماری اور تمہاری زندگی ہے۔ اگر تم ایک بات پر متفق ہو جاؤ تو
لوگ تمہیں اپنی مجلس سے نکال دیں گے۔ پھر ہماری اور تمہاری زندگی
دو بھر جو جائے گی۔ پھر زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے ایک مرتبہ پوچھا۔ آپ کے شیعہ ایسے فرمانبردار ہیں۔ اگر انہیں نیزوں
کے سامنے کر دیا گیا میں کو دے گا حکم دو۔ وہ فوراً بھالائیں گے۔ لیکن جب

وہ مختلف جواب سنتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے۔ تو امام جعفر نے بھی ویسا ہی جواب دیدے جیسا کہ ان کے والد نے جواب دیا تھا۔

پھلی حلال و حرام ہونے کے بارے میں ائمہ اہل بیت کے مختلف فتوے

حضرت علی المرتضیٰ کے نزدیک مچھلی کی بہت سی
اقسام حرام ہیں۔ صرف تھکے والی مچھلی حلال ہے۔

تہذیب الاحکام

عَنْ أَبِي قَضِيلٍ عَنْ عَلِيٍّ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِنَا عَنْ أَبِي
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْجَارِي وَالْمَارْمَاةُ
وَالطَّافِي حَرَامٌ فِي كِتَابِ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۵ ص ۵ باب

الصید والذبايح)

(۲۔ رسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۶ صفحہ ۴۰۳/

مطبعة تہران)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بہت سے لوگوں نے روایت
کی کہ اپنے فرمایا۔ مچھلی کی جری اور مارماہی اور مرکبانی پر تیرنے والی

اقسام حضرت علی کی کتاب میں حرام ہیں۔

فروع کافی

علی بن ابراہیم عن ابیہ عن عبد اللہ بن المغیرہ عن
عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
قال کان امیر المومنین علی بن ابی طالب
یا کثرفۃ یرکب بعلۃ رسول اللہ ثم یرمی بوق
الحیتان فیکول لا تأکلوا ولا تبیعوا من السمک
مالہ یرکب لہ قشیر..... عن حنان بن سدید
قال مال السلاء بن کاکلی ابا عبد اللہ وانا حاضر عن
الجرعی فقال وجدنا فی کتاب علیؑ اشیاء محرمة
من السمک فلا تقربوا ثمر قال ابو عبد اللہ مالہ
یکف لہ قشیر من السمک فلا تقرب بنتہ۔

(فروع کافی جلد ۲ ص ۲۰ کتاب العید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
رسول اللہ کی خچر پر سوار ہو کر کوزہ کے بارے میں پھل فروشان سے گزرے تو
آپ نے فرمایا۔ کہ جس مچھلی کے چھلکے نہ ہوں نہ اسے کھاؤ اور نہ اس کا لین پین
کوہ علاء بن کاظم نے امام جعفر سے پوچھا۔ میں اس وقت حاضر تھا۔ کہ جبری
مچھلی کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ ہم نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب میں
بہت سی مچھلی کی اقسام حرام پائی ہیں۔ لہذا تم ان کے قریب نہ جاؤ۔ پھر فرمایا۔

جب تک پھلکے والی مچھلی نہ ہو۔ قریب مت جاؤ۔

امام جعفر صادق کے نزدیک جبری مچھلی کے علاوہ

کوئی دوسری مچھلی مکروہ نہیں ہے

تہذیب الاحکام

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَبَابِ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ لَا يَكْرَهُ
مَشَى مِنَ الْحَيْتَانِ إِلَّا الْجَرْمِيُّ۔

(تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۵ / باب

فی الصيد والذبائح)

ترجمہ:

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ مچھلی کی جبری قسم مکروہ ہے۔ اس کے سوا
بقیہ تمام اقسام حلال ہیں۔

صرف جریث نامی مچھلی مکروہ ہے۔ (امام جعفر صادق)

تہذیب الاحکام

عن فضالہ عن ابان عن جرید عن حکم عن ابی
عبد اللہ قال لا یکرہ من الحیثان شیء الا

الجریت۔

(تہذیب الاحکام جلد ۵ ص ۵)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جریت نامی مچھلی کے سوا کوئی
مچھلی مکروہ نہیں ہے۔

سب مچھلیاں حلال ہیں (امام جعفر صادق)

تہذیب الاحکام

عنه عن عبد الرحمن بن ابی نجران عن عاصم
بن حمید عن محمد بن مسلم قال سألت ابا
عبد الله عَنِ الْجَرِي وَالْمَارِمَائِي وَالذَّمِير وَمَالَهُ
فَقَسَّرَ مِنَ السَّمَكِ حَرَامٌ مَوْهٌ فَقَالَ لِي يَا مُحَمَّدُ
اقْرَأْ هَذِهِ الْآيَةَ فِي الْأَنْعَامِ قُلْ لَا أَحَدٌ فِي مَا أَوْحَى
إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْغَنَى قَالَ
فَقَرَأْتُهَا حَتَّى فَرَّهْتُ عَنْهَا فَقَالَ إِنَّمَا الْحَرَامُ مَا حَرَّمَ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ فِي كِتَابِهِمْ وَالْحَيْثُ قَدْ كُنَّا أَيُّافُونَ
أَشْيَاءَ فَتَحْنُ كَعَاذُهَا۔

(تہذیب الاحکام جلد ۵ ص ۵ کتاب فی الصيد والذبايح)

ترجمہ:

محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جری

مارا ہی زمیر اور چھلکے والی مچھلی کے بارے میں پوچھا کہ کیا یہ حرام ہیں؟ انہوں نے فرمایا۔ اے محمد! آیت پڑھو جو سورہ انعام میں ہے۔ قُلْ لَا اَجِدُ فِي مَا اَوْحِيَ اِلَيَّ (النخ) میں نے جب مکمل پڑھی۔ تو فرمانے لگے حرام وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے لیکن لوگ مچھلیوں کی ان اقسام سے بچتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی اجتناب کرتے ہیں۔

ملحہ فکریہ

گوشہ حوالہ جات کو بار بار پڑھیں اور ان کے مضامین کو باہم ملائیں۔ آپ ان میں تطبیق نہ دے سکیں گے۔ بہر حال یہ بات مسلم ہے۔ کہ پیغمبر احکام شرعیہ میں تفتیہ نہیں کرتا۔ مچھلی کے بارے میں ”چھلکے دار“ ہونے کی شرط اہل تشیع کی کسی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا جن کے کلام میں تفتیہ نہ تھا۔ انہوں نے اس شرط کو نہ لگایا۔ اور جن لوگوں نے یہ شرط لگائی۔ وہ ائمہ اہل بیت ہیں اور ان کا تفتیہ کرنا جائز ہی نہیں بلکہ فی الفعل اسی مسئلہ میں موجود ہے۔ سب سے پہلے امام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی طرف ایک کتاب کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا۔ کہ انہوں نے صرف چھلکے والی مچھلی کو حلال فرمایا۔ اس کے علاوہ تمام اقسام کی مچھلیاں حرام ہوئیں۔ ان اقسام میں سے خاص کر جبری، مارا ہی اور طانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے بعد امام جعفر صادق کا قول مذکور ہوا۔ جس میں انہوں نے صرف جبری نامی مچھلی کی حرمت کا قول کیا ہے۔ طانی اور مارا ہی وغیرہ کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ جبری کی استثناء سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مؤخر الذکر دونوں اقسام حلال ہیں۔ حالانکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب کے حوالہ کے مطابق یہ دونوں حرام ہیں۔ اب ان دونوں میں سے کونسا قول

درست ہے اور کونسا غلط؟ ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جب امام بطور تقیہ مسئلہ شرعی بیان کر سکتا ہے۔ تو ممکن ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تقیہ کر کے ان کو حرام کہا ہو یا امام جعفر صادق نے بطور تقیہ ان کو حلال کہا ہو۔ پھر اس کے بعد امام جعفر صادق کا ایک اور قول منقول ہے۔ کہ صرف جریت نامی پھلی حلال ہے۔ اس قول میں ”جرى“ کا تذکرہ بھی نہیں ایک نئی قسم کی حرمت پائی گئی ہے۔ اول قول کے مطابق یہ قسم حلال اور جری حرام اس قول کے مطابق جری حلال اور جریت حرام۔ اب کیا فیصلہ کریں۔ اور کیسے کریں؟ بالآخر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر فرمادیا۔ کہ ہماری باتوں میں چونکہ ہمارے ہی ائمہ استیمنوں نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ بلکہ من گھڑت باتیں ہماری حدیث بنا کر شیعوں کے سامنے پیش کرنے سے بھی باز نہ آئے۔ اب ہمیں یہ کہنا پڑا ہے۔ کہ ہماری ہر وہ بات قابل تسلیم نہیں جو قرآن و سنت کے خلاف ہو لہذا علت و حرمت میں کسی پھلی کو حلال و حرام قرار دینے کی ہمیں کیا ضرورت۔ اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے۔ ہاں ہم بھی لوگوں کے دیکھا دیکھی کچھ مچھلیاں نہیں کھاتے۔ نہ کھانا اور بات ہے اور اسے حرام قرار دینا اور بات آخری بات خود جو سب پر حاوی ہے وہ یہ کہ ائمہ اہل بیت نے یہ سب کچھ بطور تقیہ کیا اور کہا ہے حقیقت مسئلہ وہ جانیں یا ان کا خدا جانے۔ وسائل الشیعہ ص ۴۰۴ جلد ۲ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ انہیں بار بار پڑھیں۔ مع احتمال حمل الجميع على التثنية یعنی یہ احتمال بھی موجود ہے۔ کہ مذکورہ تمام تر روایات تقیہ کا شاہکار ہوں۔ مختصر یہ کہ جب روایات ائمہ اہل بیت باہم متعارض اور متخالف ہیں۔ تو اس تعارض نے انہیں درجہ سقوط میں رکھ دیا۔ لہذا ایسے موقع پر اس سے بالا دلیل پر عمل ہوتا ہے۔ اور وہ قرآن و سنت ہی ہیں۔ اس بات کا علم شیعہ لوگوں کو بھی ہے۔ کہ پھلی منی الاطلاق حلال ہے۔ لیکن چونکہ یہ اہل سنت کا مسلک بن گیا۔ اس لیے وہ شیعہ ہی کس کام کا

جو اہل سنت کی فقہی جزئیات کی مخالفت ذکر کرے۔ اس لیے انہیں مخالفت کے لیے دو آدمیوں کی روایت بھی ایسے مقام پر کام دے جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی

فَإِنْ كَانَ الْخَبْرَانِ عَنْكُمَا مَشْهُورَيْنِ قَدْ رَوَاهُمَا
الْثِّقَاتُ عَنْكُمْ قَالَ يُنْظَرُ فَمَا وَافَقَ مُحْكَمُهُ مُحْكَمُ
الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَخَالَفَ الْعَامَّةَ فَيُؤْخَذُ بِهِ
وَيُتْرَكُ مَا خَالَفَ مُحْكَمَهُ مُحْكَمُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ
وَوَافَقَ الْعَامَّةَ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ
الْفَقِيهَانِ عَرَفَا مُحْكَمَهُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَوَجَدَا
أَحَدَ الْخَبْرَيْنِ مُدَافِعًا لِلْعَامَّةِ وَالْآخَرَ مُخَالَفًا لَهُمُ
بِأَحَدِ الْخَبْرَيْنِ يُوْخَذُ ؟ قَالَ مَا خَالَفَ الْعَامَّةَ فَفِيهِ
الرِّشَادُ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ فَإِنْ وَافَقَهُمَا الْخَبْرَانِ
جَمِيعًا قَالَ يُنْظَرُ إِلَى مَا هُمُ إِلَيْهِ أَمِيلُ مُحْكَمًا عَلَيْهِ
وَقَضَائِيهِمْ فَيُتْرَكُ وَيُؤْخَذُ بِالْآخَرِ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۶۸ کتاب فصل العلم)

ترجمہ :

اگر دو حدیثیں آپ دونوں سے مشہور ہوں۔ اور انہیں آپ سے ثقہ راویوں
نے روایت کیا ہو۔ (تو ان میں سے کس پر عمل کیا جائے گا؟) فرمایا دیکھا
جائے کہ جو روایت اللہ کی کتاب پر اور حضور کی سنت کے مطابق حکم
والی ہو۔ اور عام (اہل سنت) کے خلاف ہو۔ اس پر عمل کیا جائے گا۔

اور جو عام (اہل سنت) کے موافق ہو اور کتاب و سنت کے حکم سے اس کا حکم مخالف ہو اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ میری جان آپ پر نثار! آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ دو فقہاء کو عام نے اپنی اپنی روایت کا حکم، کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے معلوم کیا ہو لیکن ہم ان دونوں میں سے ایک کو عام (اہل سنت) کے موافق اور دوسری کو ان کے مخالف پائیں۔ تو ان دونوں میں سے کس پر عمل کیا جائے گا؟ فرمایا۔ جو عام (اہل سنت) کے خلاف ہے اس میں ہی بہتری اور ہدایت ہے۔ میں نے پھر عرض کیا۔ میری جان آپ پر قربان! اگر دونوں روایتیں عام (اہل سنت) کے موافق ہوں تو پھر کیا کیا جائے؟ فرمایا۔ پھر دیکھو کہ جس کی طرف ان کے حکام اور قاضیوں کا میلان ہے اسے چھوڑ دو اور دوسری کو لے لو۔

پچھلی کے تمام اقسام کی حلیت پر اہل سنت کے دلائل

دلیل اول

حدیث پاک کی عمومیت

البناء یہ فی شرح الہدایہ

لَقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ أَمَّا
الْمَيْتَتَانِ فَالْشَّمْلُ وَالْجَرَادُ وَأَمَّا الدَّمَانُ فَالْحَبِيدُ۔

وَالْكَحَالُ

(البنایہ فی شرح الہدایہ - جلد ۲ ص ۹۶)

(مطبوعہ دارالفکر طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ ہمارے لیے دو خون اور دو مری ہوئی اشیاء حلال کر دی گئی ہیں۔ دو مری ہوئی اشیاء میں سے ایک مچھلی اور دوسری مکڑی ہے۔ اور دو خونوں میں سے پہلا جگر اور دوسرا رتی ہے۔ (اس حدیث پاک میں مچھلی کو کسی قید و شرط کے بغیر ذکر کرنا اس کے عموم پر دلالت کرتا ہے۔)

سبیل دوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جریت

کو حلال فرمایا

البنایہ فی شرح الہدایہ

وروی محمد فی الاصل عن عمرو ابن وہب
عن عمرہ بیان الطیغ قلتُ خَرَجْتُ مَعَ وَلِيدٍ
لَنَا فَاسْتَرَيْنَا جَرِيَةً بِتَغْيِيزِ حَنْطَةٍ فَوَضَعْنَا مَا

فِي ذَنْبِي فَقَصَرَ جَ رَأْسًا مِنْ جَانِبٍ وَذَنْبُهَا مِنْ
جَانِبٍ آخَرَ فَمَرَّ بِهَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ "يَكْمُرُ
أَخَذْتُ" قَالَتْ فَأَخْبَرْتَهُ فَقَالَ "أَطْعِمْتَهُ مَا ارْتَضَاهُ
وَأَوْ سَعَهُ لِلْعِيَالِ" فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْجَبْرِئِيَّةَ
يُمْكِنُ كَلَّ لَا تَقْدَرُ دَرْعٌ مِنَ السَّمَاءِ فَيُجْعَلُ كَسَائِرِ
الْأَنْوَاعِ وَهَذَا الْحَدِيثُ حُجَّةٌ لَنَا عَلَى بَعْضِ
الرَّاغِبِينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُمْ يُكْرَهُونَ
أَكْلَ الْجَبْرِئِيَّةِ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ كَانَ دَيْوُثًا يَدْعُونَ
النَّاسَ إِلَى حَلِيلَتِهِمْ فَمَسِخَ بِهِ . وَهُوَ مَثْرُوكٌ يَقُولُ عَلِيٌّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَذَا قَالَ خَوَاهِرُ زَادَ فِي شَرْحِهِ
وَرَوَى مُحَمَّدٌ أَيْضًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّكَ سَأَلْتَ عَنِ الْجَبْرِئِيَّةِ
فَقَالَ إِنَّمَا نَحْنُ فَلَا تَرَى بِهَا بَأْسًا وَأَمَّا أَهْلُ الْكِتَابِ
فَيَكْرَهُونَ فَإِذَا جَاءَ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ إِبَاحَةُ
الْجَبْرِئِيَّةِ وَلَمْ يَزِدْ وَغَيْرُهُمَا خِلَافًا فَحَلَّ ذَلِكَ
مَحَلَّ الْأَجْمَاعِ .

البنایۃ فی شرح اللمدایۃ جلد ۱

ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الفکر

ترجمہ:

امام محمد نے اہل میں بواسطہ عمرو بن وہب، عمرو سے روایت کی ہے۔
کہ وہ کہتی ہیں کہ میں اپنی ایک لڑکی کی میت میں بازار گئی۔ وہاں سے ہم
نے ایک جریث (بچہ) گندم کی ایک ہری کے بدلہ میں خریدی۔ اور اسے

زنبیل میں رکھ لیا۔ اس کا ایک سر زنبیل کی ایک طرف سے اور دوسرا
دوسری طرف سے باہر نکلا ہوا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمارے
پاس سے گزرے۔ اور پوچھا۔ کہ یہ کتنے درہم کی خریدی ہے؟ میں نے آپ
کو اس کی قیمت بتائی۔ تو فرمانے لگے۔ اللہ نے جو تمہیں اتنی سستی دوا دی
اُسے کھاؤ اور اپنے بال بچوں کے لیے اس میں وصعت ہے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ
عنہ کے اس قول میں جریت مچھلی کے ماکولی ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ وہ بھی مچھلی
کی ہی ایک قسم ہے۔ لہذا اس کا معاملہ بھی لقیہ تمام مچھلیوں کا سا ہونا چاہیے
یہ حدیث ہم اہل سنت کے لیے بعض راہ فیوں اور اہل کتاب کے خلاف
دلیل ہے۔ کیونکہ یہ دونوں جریت کو مکروہ کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ (جریت)
ایک بے غیرت آدمی تھا۔ جو لوگوں کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری کے لیے
بٹایا کرتا تھا۔ تو اس مجرم کی پاداش میں اس آدمی کو جریت مچھلی کی صورت میں
مسح کر دیا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول کی وجہ سے ان
(راہ فیوں، اہل بیت) کی دلیل ختم ہو گئی۔ خواہر زادہ نے اس کی شرح میں
اسی طرح کہا ہے۔ امام محمد نے حضرت ابن عباس سے بھی روایت کی ہے
کہ ان سے جریت کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ بہر حال ہم اس
کے کھانے میں کوئی حرج نہیں پاتے۔ ہاں اہل کتاب اسے مکروہ کہتے ہیں
لہذا جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جریت کی
باحث روایت صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ
کسی اور سے اس کا خلاف موجود نہیں۔ تو پھر جریت مچھلی کی علت اجماع
امت کے طور پر ثابت ہو گئی۔

ملحوظ کتب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ارشاد دعائی جبریت
مچھلی کی علت بالاتفاق ثابت ہوئی۔ اسی مچھلی کو مٹی مچھلی بھی کہتے ہیں۔ لہذا رافضیوں کا
اس کو حرام یا مکروہ کہنا بالکل غلط ہوا۔ اگر اس کی کوئی درست صورت ہوتی۔ تو کم از کم تمام
ائمہ اہل بیت قرآن پر اتفاق کرتے۔ لیکن گزشتہ حوالہ جات میں آپ نے ملاحظہ فرمایا
کہ ان کا باہم شدید اختلاف ہے۔ بلکہ ایک ہی امام کے متضاد اقوال موجود ہیں۔ اس کا
واضح نتیجہ یہ ہے کہ ان جلیل القدر حضرات سے ایسے متضاد اقوال کا صدور خلاف
منصب ہے۔ اس لیے یہ اقوال ان کی طرف سے لوگوں نے خود بنا کر کتابوں میں درج
کر دیئے ہیں۔ اب ان اقوال پر اعتماد بالکل اٹھ گیا۔ اس لیے بالآخر سرکارِ دہلی علیہ السلام
علیہ وسلم کے ارشادات کی طرف پلٹے بغیر کوئی چارہ نہ رہے گا۔ اور خود کتب شیعہ میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ایک حدیث بھی اس سلسلہ میں موجود
نہیں۔ ہم نے جبریت مچھلی کے بارے میں ایک مریخ حدیث جو ہر قسم کی مچھلی کی علت
بیان کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی
ایک شہادت پیش کی ہے۔ اس کے بعد اب رافضیوں کے پاس اور کون سی حجت
باقی رہ جاتی ہے۔ جس کی بنا پر ان کے مقابلہ میں اُسے لایا جائے۔ اور ان سے ثابت
شدہ علت کو چھوڑ کر حرمت کا قول کیا جائے۔ محض اہل سنت کی مخالفت برائے
مخالفت سے کیا فائدہ؟ لہذا ہر قسم کی مچھلی کی علت ہی حکم شرعی ہے۔

بحث دوم

خرگوش کی حلت و حرمت میں شیعہ

بہت سی اختلاف

وسائل الشیعہ

وَفِي عَيْوُنِ الْأَخْبَارِ وَفِي الْعِلَلِ بِإِسْنَادٍ تَأْتِي فِي الْآخِرِ
 الْكِتَابِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَنَانٍ عَنْ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ
 فِيمَا كَتَبَ إِلَيْهِ مِنْ جَوَابِ مَسْأَلِهِ فِي الْعِلَلِ وَحَرَمَ
 الْأَرْبَبُ لِأَنَّهَا يَمْتَنَزِلُ السِّنُّورُ وَلَهَا مَخَالِبٌ كَمَخَالِبِ
 السِّنُّورِ وَسَبَاعِ الْعَوَحِشِ فَجَرَتْ مَجْبَرًا مَعَ قَذَرِهَا
 فِي نَفْسَيْهَا وَمَا يَكُونُ فِيهَا مِنَ الدَّمِ كَمَا يَكُونُ
 مِنَ النَّسَاءِ لِأَنَّهَا مَسْحٌ۔

(۱) وسائل الشیعہ جلد ۱۶

ص ۳۸۳ / ابواب الاطعمۃ -

(۲) العلل الشرائع باب ۵ ص ۳۳

(ص ۲۸۲)

ترجمہ:

محمد بن سنان امام رضا سے روایت کرتا ہے۔ کہ آپ نے کچھ مسائل
 کے جواب میں جو مختلف علل کے بارے میں تھے اسے لکھا خرگوش

حرام ہے۔ کیونکہ بتی کی طرح ہے۔ اور اس کے پنچے بھی بتی جیسے ہی ہیں۔
 اور دوسرے وحشی بھاڑ کر کھانے والوں کی طرح اس کے پنچے ہیں۔
 لہذا یہ بھی ان کے حکم میں ہی ہے۔ علاوہ انہیں اس کی ذات میں گندگی
 بھی ہے۔ اور وہ خون بھی جو عورتوں میں ہوتا ہے (یعنی حیض و نفاس کا خون)
 کیونکہ خرگوش مسخ شدہ عورت ہے۔

توضیح:

عبارت بالائیں خرگوش کی حرمت کی تین وجوہات بیان ہوئیں۔ (۱) خرگوش بتی کی طرح ہے
 جب بتی حرام ہے تو یہ بھی حرام۔ (۲) اس میں گندگی (حیض و نفاس) ہے (۳) بدکرداری کی
 وجہ سے یہ ایک عورت کی مسخ شدہ حالت ہے۔

جواب وجہ اول

خرگوش اور بتی کی مشابہت درست نہیں۔ کیونکہ مشابہت جس چیز میں دی گئی۔ وہ
 دلوں کے پنچے ہونے میں ہے۔ لیکن ہر ذی عقل اس فرق کو جانتا ہے۔ کہ بتی اور
 خرگوش کے پنچوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ بتی ان درندوں میں سے ہے۔
 جو اپنا شکار پنچے کے ذریعہ پکڑتے ہیں۔ اور اسے چیر بھاڑ کر کھاتے ہیں۔ اور
 خرگوش میں یہ چیز بالکل موجود نہیں ہے۔ وہ نہ کسی کو چیرتا بھاڑتا ہے۔ اور نہ ہی
 اپنی خوراک بنانے کے لیے پنچوں سے شکار کرتا ہے۔ اس لیے یہ قیاس و تمییز
 مع الفارق، ہوگا۔ اور یہ اصولی طور پر درست نہیں ہوتا۔ اور اس سے بڑھ کر
 اسے ”سبأ و الوحش“ میں سے شمار کرنا اور بھی عقل سے گری ہوئی بات ہے۔
 کیونکہ اسے کسی نے بھی درندہ جانوروں میں سے شمار نہیں کیا۔ لہذا اتنی گھٹیا بات

اور پھر اسے امام رضا رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا کس طرح اسے باور کیا جاسکتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے اُن کی طرف من گھڑت طریقے سے یہ روایت کتابوں میں مرتب کر دی ہے۔ اس کی تائید ہم اس سے بھی کر سکتے ہیں کہ بتی کے پنچوں کو "مغلب" کہہ کر خرگوش کو "ذی مغلب" بتانا اس لفظ سے لاطنی کی دلیل ہے۔ اس کا قائل یہ بھی نہیں جانتا کہ "مغلب" کن جانداروں کے لیے استعمال کہا جاتا ہے۔ اور جو "وحشی منہ" ہیں۔ ان کے پنچوں کے لیے عربی میں کیا لفظ ہے۔ کتب شیعہ سے اس کی مثال مٰنیے۔

العلل اشرع

قَالَ أَبِي عَلِيٍّ السَّلَامُ كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ
وَذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ حَرَامٌ۔

(العلل اشرع باب ۲۳۵ ص ۲۸۲)

ترجمہ:

امام موسیٰ کاظم نے فرمایا۔ درندوں میں سے ہر ذی ناب حرام ہے۔ اور پرندوں میں سے ہر ذی مِخْلَب حرام ہے۔

گویا خرگوش کو "ذی مغلب" کہہ کر اسے پرندوں میں شمار کیا گیا۔ حالانکہ یہ پرندہ نہیں۔ اور بتی کے ساتھ تشبیہ دے کر درندہ بتایا گیا۔ حالانکہ یہ درندہ بھی نہیں منقر یہ کہ نہ تو خرگوش، بتی کی طرح اپنی خوراک چیر بھاڑ کر کھاتا ہے۔ اور نہ ہی پرندوں کی طرح اڑتا ہے۔ اور اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔ اس لیے خرگوش کو بتی کے مشابہ قرار دینا عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہ ہوا۔

جواب و جہثانی

خرگوش کی گندگی اس کی حرمت کی دلیل بھی پہلی دلیل کی طرح غلط ہے اول تو روایت مذکورہ ہی قابل استدلال نہیں۔ اور اگر اسے تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی مفید حرمت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ وہ اس طرح کہ خرگوش میں گندگی اس وجہ سے بیان کی گئی ہے۔ کہ یہ ایک بدکار اور فاحشہ عورت تھی۔ اپنے خاوند کی نافرمان تھی۔ کیونکہ یہ حیض ختم ہونے پر غسل نہیں کرتی تھی۔ گویا خرگوش دراصل عورت تھی۔ اب انسانوں میں سے عورت ہو یا مرد اس کے حرام ہونے کی وجہ سے نفاس یا جنتابت وغیرہ سے پاک نہ ہونا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کرامت و عظمت کے پیش نظر اسے حرام قرار دیا ہے۔ اگر یہی علت ہوتی۔ تو پھر ہر اس مرد و عورت کو حلال سمجھ کر کھانا درست ہوتا۔ جن میں یہ گندگی نہ ہوتی۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ تو جب یہ طے پایا کہ مرد و عورت کی حرمت اس کی تنکیم کے باعث ہے۔ تو اگر ایک عورت کی شکل کسی غلطی کے ارتکاب سے مسخ کر دی گئی۔ تو اس میں حرمت حیض وغیرہ سے کیسے اگئی۔ علاوہ ازیں اگر یہ عجیب و غریب منطق و دلیل دیکھی جائے۔ تو زیادہ سے زیادہ مادہ خرگوش کی حرمت ثابت کسے گی۔ نہ خرگوش میں جب یہ علت نہیں تو پھر اسے کیوں حرام کہا جاتا ہے عنقریب اس پر ایک حوالہ آرہے ہیں۔ لہذا خرگوش کی حرمت کی علت ”حیض“، قرار دینا بھی درست نہ ہوا۔

جواب و جہث ثالث

خرگوش دراصل مسخ شدہ عورت ہے۔ اس لیے مسخ شدہ ہونے کی وجہ سے یہ حرام ہے۔ اس کی تردید پہلے تو یہ ہے۔ کہ روایت مذکورہ صحیح نہیں۔ جو حرمت کی

دلیل بن سکے۔ کیونکہ حرمت کے لیے دلیل قطعی چاہیئے۔ جو آپ کے پاس ہے نہیں۔

اسی علت کی دوسری تردید ہم یوں کرتے ہیں۔ کہ جن مردوں یا عورتوں کی عورتوں کی شکلیں مسخ کی گئیں۔ آخر ان کی کوئی وجہ ہوگی۔ کوئی شدید نافرمانی ان سے صادر ہوئی ہوگی۔ تبھی نواشر پاک نے انہیں شکل انسانی میں رہنے نہ دیا۔ اس سلسلے میں اہل تشیع جو درجہ بیان کرتے ہیں۔ وہ قابل دیدنی بھی ہے۔ اور قابل عبرت بھی۔

وسائل الشیعہ

فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَسَحَ قَعَمًا سَبْعِمِائَةَ أُمَّةٍ
عَصَاً أَلَا وَصِيَاءَ بَعْدَ الرُّسُلِ فَأَخَذَ أَرْبَعِمِائَةَ
مِنْهُمْ مَرْبَئًا وَثَلَاثُمِائَةَ بَحْرًا تَمُرُّ تَلَاهُذِهِ الْآيَةُ
”فَجَعَلْنَا مُمْرَاحًا دِيَّتَ وَ مَرَّ قُنَا هُمْ كُلُّ مُمَرَّقٍ“

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۳۸۷)

کتاب الاطعمۃ

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے سات سو قسم کے لوگوں کی شکلیں مسخ کیں۔ انہوں نے انبیاء کرام کے بعد ان کے ”وصی، وکوں کی نافرمانی کی۔ ان میں سے چار سو خشکی میں پلے گئے۔ اور تین سو سمندر دریاؤں میں جا بسے۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ فَجَعَلْنَا هُمْ رَاحًا دِيَّتَ الخ،

خروگوش اور مختلف جانوروں کی صورت میں جن مردوں اور عورتوں کی شکلیں مسخ کی گئی۔ اس کی عجیب علت آپ نے ملاحظہ کی۔ یہ علت اس لیے عجیب ہے کہ

اس کی وجہ سے ہی اہل تشیع کے نزدیک انبیاء و کرام پر ابتلاء و آزمائش کا دور گزرا۔ آدم نے اس کی پاداش میں جنت گنوا یا۔ ساراں بھرتو بہ تا طرب کرنا پڑا۔ نوح کو طوفان کا سامنا کرنا پڑا۔ ابراہیم کو آگ میں جانا اور اسماعیل کو چھری تلے یٹنا پڑا۔ اسان تمام خرافات کا تذکرہ ہم عقائد جعفریہ جلد اول میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ خرگوش کے مسخ ہونے کو علت حرمت قرار دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔

ترویذ جہ ثالث

خرگوش ایک بدکاری مسخ شدہ صورت کا نام ہے۔ اس لیے حرام ہے۔ یہ بھی دھوکہ اور عقل و نقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ اہل تشیع و اہل سنت دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جن لوگوں کی شکلیں مسخ ہوئی۔ وہ تین دن سے زائد تک زندہ نہ رہے۔ اس لیے خرگوش جو کسی عورت کی بدکرداری کی صورت میں بنا تھا۔ وہ تو تین دن کے بعد فنا ہو گیا۔ تین دن تک کا اتفاق ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

محمد بن علی بن حسین قال رَوَى أَنَّ الْمُسُوخَ لَمْ يَبْقَ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَفَاتَ هَذَا مَثَلٌ لَهَا فَتَلَوَى
اللَّهُ هَذَا وَجَلَّ عَنْ أَكْثَرِهَا

۱- وسائل الشیعہ جلد ۱۷

ص ۲۸۳

۲- البنایہ فی شرح الہدایہ

جلد ۹ ص ۸۹

ترجمہ:

محمد بن علی بن حسین نے کہا کہ جن اشخاص کی شکلیں مس کر دی گئیں۔ دو تین دن سے زائد زندہ نہ رہے۔ اور اس وقت جو موجود ہیں۔ وہ ان کی مثل ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اس حوالہ سے یہ ثابت ہوا کہ تمام مس شدہ صورتوں والے تین دن کے بعد ختم ہو گئے تھے۔ لہذا ان کے کھائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب اس حوالہ کے آخری الفاظ پر غور کریں۔ تو دراصل یہ خرگوش کی حرمت کی ایک طرح سے چوتھی علت بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ چونکہ اس کی شکل و صورت بھی اسی خرگوش کی طرح ہے۔ جو ایک عورت کے مس کرنے پر مبنی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے کھانے سے منع کر دیا ہے۔ یہ بہانہ بھی اسی طرح کلبے سروپا ہے جس طرح پچھلے دو تین تھے۔ شاید اس کا استدلال کچھ یوں کیا گیا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کی شکلیں بندر اور خنزیر کی بنا دی تھیں۔ اور ان دونوں کا ذکر قرآن کریم میں یوں موجود ہے۔ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ۔ (ہم نے ان میں سے کچھ بندر اور کچھ خنزیر بنا دیئے۔) اب کوئی فقہی مکتب فکر ان دونوں میں سے کسی کی حلت کا قائل نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو خنزیر کی حرمت خود قرآن کریم میں بیان فرمادی۔ تو معلوم ہوا کہ جن لوگوں کی شکلیں خنزیر کی سی بنا دی گئی تھیں۔ دو تین دن کے بعد ختم ہو گئے۔ لیکن اب خنزیر کو اس لیے حرام کیا گیا ہے۔ کہ اس کی شکل اس جیسی ہے لہذا ہم اہل تشیع ابھی یہی کہہ رہے ہیں۔ کہ خرگوش کی حرمت بھی اسی خرگوش سے شکل ملنے کی بنا پر ہے۔ اگرچہ وہ مس شدہ خرگوش تین دن کے بعد باقی نہ رہا۔

ہم اس عجیب و غریب دلیل کے جواب میں عرض کریں گے۔ کہ خنزیر کی شکل میں کبھی کا مسخ ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہوا۔ جب ان لوگوں نے مصلحت گنہ کیے۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ تو انہیں یہ سزا دی گئی۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان

رَدَّ جَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ) اِنِّیْ مَسْخَلُمُوْ
 قِرَدَةً وَخَنَازِيْرًا قَالَ الْمُفْتَسِرُوْنَ يَعْنٰی بِالْقِرَدَةِ
 اَصْحَابَ السَّبْتِ وَبِالْخَنَازِيْرِ كَقَارَ مَا يُدْعٰی عِیْسٰی۔
 (تفسیر مجمع البیان جلد سوم ص ۲۱۶ مطبوعہ

تہران جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دیا۔ یعنی ان لوگوں
 کی شکلیں مسخ کر کے بندر اور سور بنا دیئے گئے۔ مفسرین نے کہا ہے۔ کہ
 بندر کی شکل بننے والے وہ لوگ تھے جو ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے
 نہ باز آئے۔ اور سور بننے والے وہ کافر تھے۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 پر اترنے والے مائدہ کی ناشکری کی۔

اہل تشیع کی اس تفسیر سے واضح ہوا۔ کہ خنزیر ان لوگوں کو بنایا گیا تھا۔ جو مائدہ
 کے منکر اور ناشکرے ہو گئے تھے۔ اور یہ معجزہ حضرت عیسیٰ کو عطا ہوا تھا۔ اس سے قبل
 کسی نبی کی امت کے کسی فرد کو بطور سزا سور کی شکل میں مسخ نہیں کیا گیا۔ لیکن خنزیر بہر حال
 پہلے موجود تھا۔ اور اس کی حرمت بھی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی اس کی حرمت خود
 اہل تشیع کو تسلیم ہے۔ حالانکہ ان دونوں پیغمبروں کے درمیان تقریباً ایک ہزار سال کا طویل
 عرصہ ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو

و مسائل الشیعہ:

اِنَّ الْخَنَازِيْرَ كَانَتْ مُحَرَّمًا فِيْ شَرِيعَةِ مُوسٰی

وَمَا وَفَّقَ الْمَسْخُ الذِّجَى فِي الرَّوََايَةِ إِلَّا عَلَى
عَلِيٍّ الْمَسِيحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا مَرَّ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۲۸۵)

ترجمہ:

بے شک خنزیر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی حرام تھا اور
جو مسخ شدہ خنزیر ہے۔ وہ روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ السلام کے
دور میں ہوا۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔

اسی طرح خرگوش کا مسئلہ بھی ہے۔ کہ جب مسخ شدہ خرگوش سے پہلے کا خرگوش
بھی تھا۔ تو اس میں مسخ شدہ کی مثلیت کہاں مستحق تھی۔ لہذا یہ مثلیت کا یہاں بھی بیکار ہے
جب اہل تشیع کی حرمت کی منوں (چاروں) عتیں عقل و نقل کے خلاف ثابت ہو
گیں۔ تو پھر انہیں بھی تسلیم کر لینا چاہیے۔ کہ خرگوش حرام نہیں۔ جس طرح اہل سنت
اس کی حلت کے قائل ہیں۔ وہ بھی قائل ہو جائیں۔ اب آخر میں ہم اہل سنت کا نظریہ
اسی خرگوش کے مسئلہ میں پیش کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام دونوں اطراف کے دلائل کا
تقابل مطالعہ کر کے کس نتیجہ پر بخوبی پہنچ سکیں۔

خرگوش کی حلت پر اہل سنت کے دلائل

خرگوش کی حلت پر اگرچہ ہم بہت سے دلائل عقلیہ بھی قائم کر سکتے اور رکھ
سکتے ہیں۔ لیکن جب اس سلسلہ میں نصوص قطعیہ موجود ہوں۔ تو پھر عقلی دلائل کی
ضرورت باقی نہیں رہتی۔ حلت خرگوش پر کثیر احادیث موجود ہیں۔ لیکن ہم سب سے
ایک دو حوالہ جات ہی پیش کریں گے۔

البنایہ فی شرح الہدایہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْثَبٍ قَدْ
 شَقَّاهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَمْسَكَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَ يَأْكُلُ وَأَمَرَ
 الْقَوْمَ أَنْ يَأْكُلُوا وَزَادَ فِي اللَّفْظِ "فَلَا تِي
 لُوا شَتْلَيْتُمَهَا أَكَلْتُمَهَا"..... عَنْ عُمَرَ بْنِ
 الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ
 إِلَى النَّبِيِّ بِأَرْثَبٍ يَلْمِدُ يَبَا إِلَيْهِ فَقَالَ مَا هَذِهِ؟
 قَالَ هَدْيَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَا يَأْكُلُ مِنْ
 الْهَدْيَةِ حَتَّى يَأْمُرَ صَاحِبُهَا فَيَأْكُلُ مِنْهَا مِنْ
 أَجْلِ الشَّاةِ الَّتِي أُهْدِيَتْ إِلَيْهِ بِحَبْرٍ فَقَالَ لَنْ
 أَلْبَسَ كُلَّ فَقَالَ إِنْ صَائِرُ قَالَ تَصُومُ مَاذَا؟
 قَالَ ثَلَاثَةَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ فَأَجْعَلُهَا الْبَيْضَ
 الْغَرَّ ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَارْبَعَةَ عَشَرَ وَخَمْسَةَ عَشَرَ
 قَالَ فَأَوْحَى رَسُولُ اللَّهِ بِسَيِّدِهِ إِلَى الْأَرْثَبِ يَأْكُلُ
 مِنْهَا فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ أَمَا إِنِّي رَأَيْتُهَا تَذُوقِي يَعْنِي
 تَحْيِضُ فَقَالَ لِلْقَوْمِ كُلُوا وَلَمْ يَأْكُلْ

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۱)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی ہاتھ میں
بُھنا ہوا خرگوش لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا
اور وہ خرگوش اس نے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم رک گئے اور اسے نہ کھایا۔ اور موجود لوگوں سے فرمایا: تم کھاؤ۔
یہ بھی الفاظ زیادہ مذکور ہیں۔ اگر مجھے خواہش ہوتی تو میں بھی اسے کھالتا
..... حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک
اعرابی خرگوش بطور ہدیہ لے کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا۔
یہ کیا ہے؟ کہنے لگا۔ ہدیہ ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا حضور
صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ اس وقت نہیں کھاتے جب تک کہ اس کا دینے
والا اس میں سے خود نہ کھائے۔ یہ آپ نے طریقہ اس لیے اپنا رکھا تھا۔ کہ
ایک مرتبہ خیبر میں ایک بکری آپ کو ہدیہ کے طور پر بھیجی گئی۔ جس
کے کھانے سے کئی صحابہ کرام شہید ہو گئے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس ہدیہ لانے والے کو فرمایا۔ تم کھاؤ۔ اس نے عرض کیا حضور!
میں روزے سے ہوں۔ فرمایا۔ کیسے روزے؟ کہنے لگا کہ میں ہر
ہمینہ میں تین روزے رکھتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اُس سے
۱۵، ۱۴، ۱۳ مقرر کرو۔ راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے خرگوش کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اس سے کچھ لے لو۔ اعرابی نے
کہا۔ کہ میں نے اسے دیکھا۔ کہ اسے حیض آتا ہے۔ اس پر آپ نے
توم سے فرمایا۔ تم کھاؤ۔ خود نہ کھایا۔

نوٹ:- مذکورہ روایات میں خرگوش کی اگرچہ حرمت بیان نہیں ہوئی۔

لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے تناول نہ فرمانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ کو ناپسند تھا۔ اور یہی کراہت ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مذکورہ حدیث میں ہی اس کی وضاحت موجود ہے۔ وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر مجھے خواہش ہوتی تو میں کھا لیتا، ان الفاظ میں آپ نے اسے کھانے کا اظہار فرما کر واضح کر دیا۔ کہ یہ کھانے کی چیز ہے۔ اگر کھانا چاہو تو کھالیا کرو۔ دوسرا یہ بھی استدلال ہے کہ آپ نے قرآن کھایا لیکن آپ نے دوسروں کو اپنے سامنے کھانا دیکھ کر منع بھی نہیں فرمایا۔ یہ بھی ”دست“ ہی کی ایک قسم ہے۔ لہذا اگر حرام ہوتا تو آپ کھانے کا اظہار بھی نہ فرماتے۔ اور صحابہ کرام کو کھاتے دیکھ کر خاموش بھی نہ رہتے۔ مزید برآں ایک اور روایت ہم ذکر کرتے ہیں۔ جس میں صراحت آپ کا تناول فرمانا موجود ہے۔

حوالہ ملاحظہ ہو۔

البنایہ فی شرح الہدایہ

قَالَ لَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْأَرَنْبِ لِأَنَّ النَّبِيَّ أَكَلَ
مِنْهُ حِينَ أَهْدَى إِلَى مَشْرِيقٍ وَأَمْرًا صَحَابَةً
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ بِالْأَكْلِ مِنْهُ۔

البنایہ فی شرح

الہدایہ جلد ۹ صفحہ ۸

مطبوعہ دار الفکر

ترجمہ

خرگوش کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش تناول فرمایا۔ جب کسی نے مجھنا ہوا بطور ہدیہ آپ کی

خدمت میں پیش کیا تھا۔ اور آپ نے اپنے صحابہ کو بھی اس میں سے کھانے کا ارشاد فرمایا۔

اس روایت میں دو ٹوک انداز میں مذکور ہے۔ کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹنا ہوا خرگوش خود بھی تناول فرمایا۔ اور حضرات صحابہ کرام کو بھی کھانے کا حکم دیا۔ گویا فعلی اور قولی سنت ہو گیا۔ اس واقعہ میں اعرابی نے وہ علت بھی پیش کی تھی۔ جسے شیعہ لوگ حرمت کی وجہ سے ہیں۔ (یعنی حیض آنا) اس کے باوجود اپنے اُسے کھانے کی اجازت دے دی۔ تو معلوم ہوتا۔ کہ ”حیض آنے“ کی علت اس میں حرمت ثابت نہیں کر سکتی۔ یہ اہل تشیع کی خود ساختہ علت ہے۔ جو عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

مآخذ و مراجع

کتاب اہل تشیع

نام کتاب	مصنف	مقام طباعت
الاستبصار	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی	تہران جدید
ایمان الشیعہ	سید امین	بیروت جدید
انوار نعمانیہ	نعمت اللہ جزاوی	تہران جدید
اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی	تہران جدید
تحفۃ العوام	سید مظہر حسین	نولکشور قدیم
تہذیب الاحکام	ابو جعفر طوسی شیخ الطائفہ	تہران جدید
ترجمہ مقبول	مقبول احمد شیعہ	لاہور قدیم
تفتیح المقال	شیخ عبداللہ امقانی	تہران جدید
توضیح المسائل	آیت اللہ خمینی	قم
تکمیل الشافی	ابو جعفر طوسی شیخ الطائفہ	جدید
جواز متعہ	اشیر جاروی شیعہ	دریا خان بکر انوار نجف
جامع الرواۃ	محمد بن اردبیلی	قم جدید
بلاد البیرون	علاء باقر مجلسی	تہران جدید
حلیۃ المتقین		
الذریعہ	آقائے بزرگ طہرانی	بیروت جدید

نام کتاب	مصنف	مقام طباعت
فخيرة المعاد	شيخ زين العابدين	لکهنو
رجال کشي	محمد بن عكرشي	تهران
فرق الشيعه	ابو محمد بن موسى نوکنتي	نجف
فروع کافي	محمد بن يعقوب کليني رازي	تهران
الفقه على المذاهيب الخمسه	مولوي محمد اسماعيل گوجروي	
فتوحات شيعه		
فقه الامام جعفر صادق	شيخ عباسي قمي	قم
الكنى والالقباب	سيد علي حائري رضوي	تهران
لوامع التتزيل	ابو جعفر محمد بن علي صدوق	لاهور
من لا يحضره الفقيه	ملا فتح علي کاشاني	تهران
منهج الصادقين	ابو علي فضل بن حسن طبرسي	تهران
مجمع البيان		تهران
مسالك الافهام		تهران
معالم الاصول		تهران
مجالس المؤمنين	نور الله شيرستري	تبريز
نجح البلاغه	سيد ابوالحسن شريف محمد رضي	بيروت
وسائل الشيعه		تهران
		تهران

marfat.com